RAIS-I-HIND
بسرپرستی شاہ اقلیم معانی خسرو سخندانی جناب منشی بھگونت راے صاحب مدظلہ العالی
ہندوستانی ریاستوں کیلئے ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی
شملہ
دہلی
لنکا

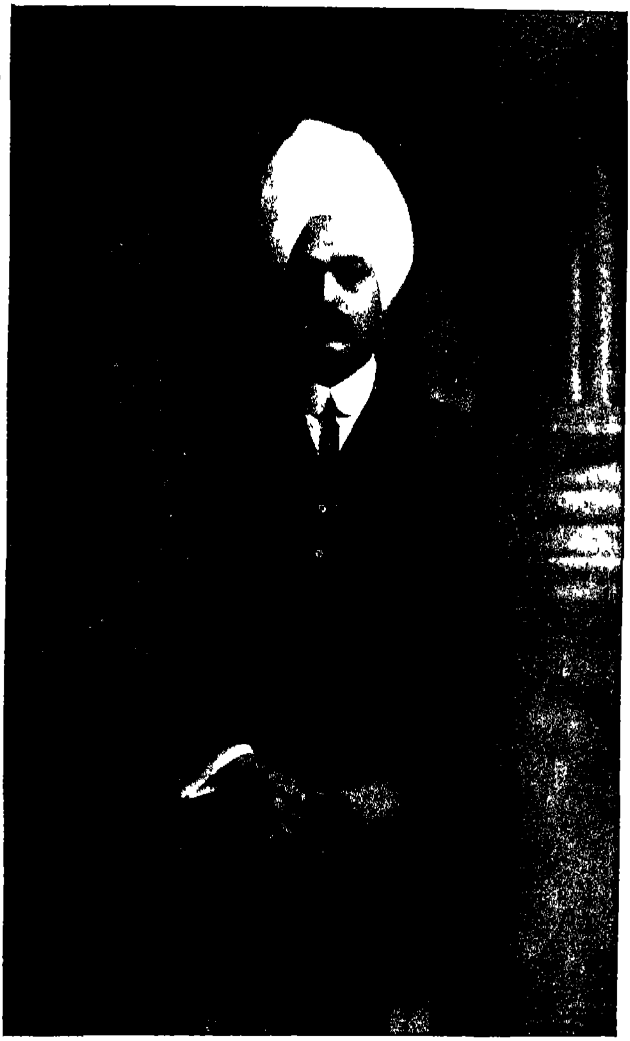

Rai Bahedur Sardar Chiranji Lall B.A M R.A.S
Finantial secretary, His Highness's Government Patiala

The block of this picture is specialy made for the Proprietor RAIS-I-HIND, DELHI, who has special arrangements of making all kinds of blocks

دسترخوانِ رئیس

دورِ جدید، آراستہ دہلی، ماہِ جنوری و فروری سنہ ۱۹۲۶ء جلوسِ ہفتم دربار اول و دوم

نمبر شمار	عنوانِ مضمون	عنوانِ ضمنی	مضمون نگار	صفحہ
۱	دسترخوانِ رئیس	جلوس ہفتم دربار ہائے اولین و دوم منعقدہ دہلی جنوری و فروری سنہ ۱۹۲۶ء	ایڈیٹر	۱
۲	روزِ مصلحت رئیس	چیفس کالج اور تعلیم تربیت شہزادگان، ہمارے تاجداران کی [illegible] اور ولایت کی سیاحت، حکومتِ نظام اور نالائق اخبارات،	مورخ شاہی	۲ تا ۱۶
۳	رئیس الکلام	نقشِ تہنیت، قصیدہ تہنیت، رباعیات، ایک رات حضرت شہر کا ملکی عہد سکھوں سے خطاب، غزل، شرر، صبح،	بہار سنامی، [illegible] لکھنوی، منشی [illegible]	۱۷ تا ۲۴
۴	تاج المضامین یعنی تذکرہ روسائے ہند	رائے بہادر سردار جگت لال [illegible] پٹیالہ، پیدائش، تعلیم و تربیت، آغازِ ملازمت، محکمہ اکونٹنٹ جنرل، آپ اکونٹنٹ جنرل بنائے گئے، انکم ٹیکس، آپکی جانبازانہ نمک حلالی کا کارنامہ، پنڈت دیاکشن کی ریاست سے وداعگی، نمائش پٹیالہ، خطاب رائے بہادر، علمی و ادبی شوق، اولاد اور اس کی سعادتمندی، خود غرضوں کو مایوسی،	مورخ شاہی	۲۵ تا ۳۲
۵	چیمبر آف پرنسس	جدید چانسلر اور سکریٹری کا انتخاب حوصلہ افزا ہے	ایڈیٹر	۳۲
۶	لطائف شاہی	ایک سبق آموز ستجگی اور کلجگی لطیفہ	منشی محمد سعید صاحب [illegible]	
۷	سیر الآثار	میسور میں مرزا صاحب کی مہمان نوازی ابتدائی دیباچہ سفرنامہ شمیم	[illegible] شمیم	۳۳ تا ۴۰
۸	ہمارے حاصل شدہ سوراج	ریاست پٹیالہ کی لہری لوٹ، کوٹھی [illegible] ہاؤس، نواب رام پور کے اشتعال اور اس کی طرزِ حکومت کی جانچ، [illegible] یونین نہیں بلکہ ایڈمنسٹریٹر جینڈ، پولیس جو دشتیں اور مال، ریاست پٹیالہ کی لوٹ، رنبیر سنگھ پٹیالہ، پنڈت دیاکشن کے کرتب، [illegible]، سرپرستی کشمیر کے متعلق وزیر اعظم، مظالم ٹونک،	ایڈیٹر	۴۱ تا ۴۸
۹	نشاطِ علمی و تفریحات	دیوانِ برہمن یعنی دیوانِ برہمن کی شرح دیوان کی چند غزلیات	بہار سنامی	۱ تا ۸

رئیسِ ہند

زیر ایڈیٹری شاہزادہ قیام علی خان فرزند دوم معنون بخدمت جناب سردار دیوان بھگونت رائے صاحب بہادر ستارہ ہند ایم اے سی آئی ای ایل ایل بی

جلوس ہفتم — دربار اول و دوم

دہلی جنوری فروری ۱۹۲۷ء

رموزِ مصلحتِ رئیس

چیفس کالج اور تعلیم و تربیت شاہزادگان

ہم گذشتہ نمبر میں شہزادگان کی تعلیم و تربیت پر سرسری اور اہم خیالات رؤسا و وزرا اور ذمہ دار ارکان کی خاطر پیش کر چکے ہیں۔ آج ہمیں گورنمنٹ عالیہ کے طرزِ تعلیم و تربیت پر لکھنا ہے اور بہت کچھ لکھنا ہے کیونکہ شاہی نسل کی تعلیم و تربیت ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے نکل کر دردولت یورپین ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ اور چلی جا رہی ہے کچھ عرصہ میں قطعاً چلی جائے گی۔

زمانۂ قدیم میں شہزادگان کی تعلیم و تربیت روز تولیدگی ہی سے جاری ہو جاتی تھی، ادنیٰ قسم سے قبل ہی تعلیم و تربیت کے لئے علمائے دہر منتخب و مامور ہوتے تھے، بڑی سنجیدگی اور اعلیٰ اخلاق و محبت سے لکھایا پڑھایا جاتا تھا، یہ درجہ مذہبی تقدیس کی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا، معلم و متعلم اپنے فرائض میں نیک نیتی سے سرگرم رہتے تھے، ضرورت کے موافق لکھایا پڑھایا جاتا تھا، غرضیکہ اس فولادی خنجر کو اخلاق و انسانیت کی آب

دی جاکر ایک چیز بنا دیا جاتا تھا' وہ لکھ پڑھ کر اور ایک خاص چیز بنکر خدمت ملک میں کمال حق شناسی، جوش اور صداقت داری کے ساتھ مصروف و منہمک ہو جاتے تھے'

جب ایسے اتالیق اپنے فرائض سے سبکدوش کئے جاتے تھے' راج سے کافی قدردانی فرمائی جاتی تھی' اور وہ رخصت ہوکر بڑے آرام و اطمینان سے بہزار شکر گذاری اپنی زندگی کے دن گذارتے تھے' وہ وضعداری اور خودداری کا ایک فارغ زمانہ تھا'

رؤسا کے ہم جماعت طلبا ایسے مدرس معمولی تعداد کے جراثیم سے یقیناً صحت درستو مند آبادی کو چنداں خوف ہراس نہ تھا' ان تلخ تجربات سے کہ جو رؤسا کے کلاس مثلاً کالجوں کے متعلموں کے وبائی حملہ سے ریاستوں کے پاک و صاف رقبہ کو پہنچا ہے' اور پہنچے گا' ان کالجوں میں صوبہ داروں کی سفارشوں کے طلبا داخل کئے جاتے ہیں' گو یہ کالج رؤسائے نامدار کے بچوں کے لئے بنائے گئے تھے پھر تاجداروں کے شہزادگان کو داخل کیا جانے لگا' مگر سچ تو یہ ہے کہ ہر ادنیٰ سے ادنیٰ ذلیل سے ذلیل ننگ خون کا مالک معمولی کوشش کے ساتھ ان کالجوں میں بآسانی داخل ہوسکتا ہے' اور ترقی تعلیم کے لحاظ سے شہزادگان بھوپال' بہاولپور' کشمیر' اندور' بڑودہ' نظام کے اوپر بیٹھ سکتا ہے' یہ ادنیٰ خون کے مالک اعلیٰ خون سے شب و روز مخلوط ہوتے ہوئے اپنا اثر و رسوخ انکی سادہ اور شاہی طبیعتوں پر ڈالتے ہیں' اور ایسے رؤسا کے کالج سے علیحدہ ہوتے ہی گدوں چیلوں کی طرح ریاستوں پر جا گرتے ہیں'

وہاں پہنچکر جن جن حرکاتِ ناشائستہ کے مرتکب ہوتے ہیں' اسے ہمارا مہذب و محتاط قلم ان کلماتِ تہذیب میں شامل کرنا نہیں چاہتا' ریاستوں کی ابتریوں کے یہ اشخاص بھی ایک بڑی حد تک ذمہ دار ہیں'

ان کالجوں کے کامیاب طلبہ اب ہم ان شاہی نسل کے شہزادوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ان کالجوں کے حالات کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں' کہ جن میں یہ بُری طرح سے محیط کئے گئے ہیں' ہندوستان میں اس وقت ایچیسن چیفس کالج (لاہور) اور میو چیفس کالج (اجمیر) ڈیلی چیفس کالج اندور وغیرہ

ایسے کالج ہیں، کہ جنھیں ملک بھر کی شاہی نسلوں کی تعلیم و تربیت کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مخصوص کیا گیا ہے، سب سے اوّل ہم صوبۂ پنجاب کے کالج کا ذکر کرتے ہیں، اس میں تقریباً پنجاب بھر کے رئیس زادگان داخل کئے جانے کی کوششیں کی جاتی ہے، حکمران رؤسا کا ذکر قلم انداز کرنے کے بعد ہم رؤسا ہم گھروں میں سے ایک صاحب کا ذکر کر دینا مضمون کا مکمل ہو جانا سمجھتے ہیں،

پہلا سین

ضلع انبالہ کے ایک شہزادہ کو ایامِ نابالغی میں اُس کے ماں باپ کی رضامندی کے بغیر لاہور کے اس کالج میں داخل کیا گیا، وہ اپنی عمر برباد کرنے، جنٹلمین بننے، یا میٹرک کا امتحان دینے کے بعد اپنی ریاست میں آگیا، ہفتہ دو ہفتہ تک تو اُس کے رشتہ داروں نے اُس کے عادات و اطوار پر چنداں غور نہیں کیا، لیکن جلدی ہی اُس کی "عاداتِ لاہوری" انگشت نمائی کا باعث ہو گئیں، جب وہ صبح ۹ بجے تک پلنگ پر سوتا پڑا رہتا تھا، تو بڈھے اور جہاں دیدہ بزرگوں نے کہا کہ نیچہ لاہور سے تعلیم پا کر کیا آیا نحوست گھر میں آگئی، اُس نے بیدار ہو کر پلنگ ہی پر چاء مانگی اس طرزِ تہذیب پر سب آگ بگولا ہو گئے، پھر جب انہوں نے سگرٹ کا ٹین کھول کر آگ دکھائی، تو روایاتِ قدیم کے پاسدار جل بھن کر خاک ہو گئے، چاء کی دو پیالیاں پی کر وہ اس پوجا کے قدیم کمرہ کی طرف بڑھا کہ جہاں اس کے بزرگ ہون کی میں آگ روشن کر کے بڑی صدقِ ارادت سے بندگی معبود میں مصروف رہا کرتے تھے) اور اندر داخل ہوتے ہی اُلٹے پاؤں واپس لوٹا اور اس طرح سے نعرہ زن ہوا:۔

"ول بھنگی تم کدھر گیا پاٹ صاف کرو" وہ پے درپے یہ نعرہ کستا رہا اور سگرٹ بڑے زور زور سے سُلگاتا رہا، ہر دوسرے تیسرے "نفس" میں بڑے زور زور سے حالتِ ہیجان کنی کی طرح کھانستا رہا، بھنگی نہ آیا، پر نہ آیا، وہ انتظار کر کے پلنگ پر آکر پھر لیٹ گئے، اور چاء کے ایک دو دَور پھر چلائے گیارہ بج گئے، حسبِ معمول بھنگی آیا اور اُس نے رواجِ ملک کے موافق پاٹ جیسا کیسا صاف کیا اور

سردار صاحب کو اُن کے لاہوری خانسامے نے اطلاع دی کہ پاٹ صاف ہوگیا وہ بڑے سادہ جلد ہی خالی واپس آگئے' خانساماں سے جھنجلا کر کہا کہ رات کا کھانا تم نے نہایت خراب بنایا' ہمارے پیٹ میں درد ہوگیا' ایک ٹن سگرٹ کے پی گئے' چھ پیالے چاء کے ہضم ہوگئے' مگر ٹٹی نہیں آیا' لاؤ فروٹ سالٹ'۔ اس نے بہت جلد ایک کھلے منہ کی شیشی انگیٹھی کی کارنس سے اُٹھائی جب اس کے اندر چمچہ مارا تو چند ٹڈیاں اُچھل کر اُس کے منہ پر پڑیں' کچھ مچھر بھی نکلے' گرد وغبار کی تو تہ جمی ہوئی تھی' مگر اس شیر مرد نے شیشی کے اندر سے بے تکلف دو چمچہ نکال کر اُس پیتل کے گلاس میں ڈال دیئے' جو شائد اُن کے تعلیم پر بھیجے جانے سے پہلے کبھی مانجا و صاف کیا گیا ہوگا' سردار صاحب اس حماقت پر بہت بگڑے' فرمایا'

سردار صاحب:۔ "ڈل ڈیم ہمارا ہنڈیڈ بیگ لاؤ' اُس میں سے نئی شیشی اور کانچ کا گلاس نکالو"

خانساماں:۔ (شیشی اور گلاس نکال کر) یہ لیجئے مگر اس طرح سے تو تمام اسٹاک ختم ہو جائے گا'

اتنے میں سردار صاحب کا کرکٹ کا کھلاڑی آیا اور بولا:۔

"حضور! کیا آج کرکٹ کھیلنے تشریف نہیں لے جائیں گے"

سردار صاحب:۔ کیا گاؤں کے لڑکے جمع ہوگئے'

کرکٹیر:۔ جی حضور' وہ تو صبح سے کرکٹ گراؤنڈ میں جمع ہیں'

سردار صاحب:۔ "آج تو ہم کو ٹٹی نہیں آیا ہم کرکٹ نہیں کھیلے گا"

وہ چلا گیا اور سردار صاحب نے خانساماں سے کہا:۔

خانساماں ہمارے سر میں درد ہوگیا' ہمارا طبعیت بہت بگڑ گیا' موٹر لے کر انبالہ جاؤ' اور ڈاکٹر کو بلا لاؤ ہم بیمار ہے'

ایک بج چکا محلات سے کھانا کھانے کے تقاضے آرہے ہیں' رنواس میں شاہی بھوجن بڑے تکلف سے تیار ہوئے ہیں' آپ پوچھتے ہیں:۔

مل پنڈت جی ہمارے لئے کیا بنایا ہے'

پنڈت جی:۔ سرکار کے لئے اٹھارہ طرح کے بھوجن بڑی پوترتائی سے تیار کئے گئے ہیں، ماتا جی نے ابھی تک بھوجن نہیں پایا، رانی صاحبہ آپ کے انتظار میں بیٹھی ہیں، سب حاشیہ نشین حضور کی راہ دیکھ رہے ہیں،

سردار صاحب:۔ پنڈت جی ہم بیمار پڑ گیا، جب تک ڈاکٹر نہیں آئے گا، ہم کچھ نہیں کھائیگا، مگر ڈبل روٹی کا انتظام رکھنا،

پنڈت جی:۔ حضور ڈبل روٹی تو رات ہی ختم ہو چکی تھی، بڑے اچھے پھلکے بنا کر کھلاؤں گا،

سردار صاحب:۔ ول پنڈت جی ہم تمہارا پھلکا نہیں کھا سکتا، دیکھو انبالہ موٹر گیا تھا، تم نے ایک درجن ڈبل روٹی منگوا لیا ہوتا،

پنڈت جی:۔ حضور موٹر تو اب انبالہ پہنچنے والی ہے،

سردار صاحب:۔ اچھا ڈاکٹر صاحب کو آنے دو،

دوسرا سین

کسی دوسرے دن سردار صاحب ۹ بجے بیدار ہو کر چاء پی کر ٹی جا کر کرکٹ کھیلنے گئے، وہاں کا نظارہ بھی قابل دید ہے، دس پندرہ گوالے سردار صاحب کے بچے ہوتے بیٹ ہاتھ میں لئے کرکٹ گراؤنڈ کی خاک اڑا رہے ہیں، کبھی بیٹ سے ریکٹ کا کام لے رہے ہیں، اور کبھی بیٹ سے بیٹ کا سردار صاحب آتے ہیں اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ ان بچوں میں اپنی لاہوری مشق تازہ کرتے ہیں،

گو ان کو اس کھیل میں کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا، مگر کیا کریں اپنی تربیت سے مجبور ہیں، وہ اس وقت مایوس ہو کر واپس لوٹ آتے ہیں، اور خیال باندھتے ہیں کہ کسی لاہوری کرکٹیر کو ضرور یہاں بلانا چاہئے، خواہ ریاست ہی برباد ہو جائے،

تیسرا سین

سردار صاحب اپنے قلعہ میں واپس آ کر جب طبیعت کے موافق کوئی مکان اس میں نہیں پاتے

اُس کی طرزِ تعمیر پر سخت معترض ہوتے ہیں، اور بانیانِ تعمیر کو وہ صلواتیں سناتے ہیں کہ جنہیں نہ نہ ہم لکھ سکتے ہیں، اور نہ آپ سُن سکتے ہیں، وہ بصد اکراہ و اجبار اُن محلات میں داخل ہو کر دیوان خانہ میں کھانا طلب فرماتے ہیں، رسویا عرض کرتا ہے کہ بزرگ رسوئی میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، یہ بڑی ٹوپ فلاسفی ہے، حضور بھی رسوئی میں چل کر کپڑے اتار کر ہاتھ منہ دھو کر آنند سے کھانا کھائیں، سردار صاحب پہلے اپنے فل بوٹ کی طرف دیکھتے ہیں، اور پھر پتلون اور دیگر پارچات کی طرف، انجام کہدیتے ہیں، کہ نہیں باباجی کھانا یہیں لے آؤ، جب کھانا سامنے آتا ہے، تو کھانے سے پیشتر اُسے دیکھ کر ہی ناک بھوں چڑھاتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ کھانا ہم نہیں کھا سکتا، چاول ہم پسند نہیں کرتا، کھیر اور حلوا ہضم نہیں ہوتے، مصالحہ دار ترکاریاں کون کھائے، چپڑا ہوا پھلکا بدہضمی پیدا کرتا ہے، بھئی اگر مجھے تم کھانا کھلانا چاہتے ہو، تو ڈبل روٹی کے دو توس اور ذرا سا مکھن سے آؤ، لپٹن کی چاء بھی تیار کر لاؤ، اور یہ سب کھانا لے جاؤ اور محل میں سب سے کہہ دو کہ کھانا کھالیں،

برہمن دیوتا بادلِ ناخواستہ وہ تین چار چاندی کے تھال جوں کے توں واپس اُٹھا لیجاتے ہیں،

چوتھا سین

سردار صاحب:- (اُس کے جاتے ہی) خانساماں سوڈے کی بوتل لاؤ،

خانساماں:- (بوتل معہ کانچ کے گلاس کے لیکر حاضر ہوتا ہے)،

سردار صاحب:- سوڈا پی کر، دیکھو یہ گھر والے ہمارے کھانے کا انتظام نہیں کر سکتے، تم ڈبل روٹی کا انتظام رکھو، اور جہاں ادویات کی الماریاں ہیں، اُن کے خانہ میں رکھا کرو،

خانساماں:- حضور آپ کی ریاست جاہلوں کی آبادی ہے، یہاں نہ کوئی کرکٹ کھیلنا جانتا ہے، نہ ٹینس، نہ کوئی بلیرڈ روم ہے، نہ کلب گھر، نہ تھیٹر کی کمپنی آتی ہے، نہ بائسکوپ کی، نہ بچنہ سرکٹ آتے ہیں کہ حضور بائیسکل ہی پر سیر کر لیا کریں، غرضیکہ یہاں کوئی بھی تفریح کا سامان نہیں، جب چاء پکاتا

ہوں تو دیہاتی حیرت سے دیکھتے ہیں، اور پوچھتے ہیں کہ کیا تو کوئلے پکا رہا ہے، جب یہاں میرا دل
نہیں لگتا، تو حضور کی طبیعت اس گنوارستان میں کیونکر بہل سکتی ہے،

سردار صاحب: - تم جانتے ہو کہ اپنے ہاں گھوڑے، ہاتھی بہت ہیں، مگر میں تو اُن پر سوار ہوتے
ہوئے ڈرتا ہوں، اپنے اہل کاروں، ملازموں، رعایا کے لوگوں سے بات کرتا ہوا گھبراتا ہوں،
کیونکہ اُن میں کوئی جنٹلمین نہیں، نہ یہ لوگ طریقۂ ادب سے واقف ہیں، سب کے سب لوکھ
ہیں، میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، یہ کچھ، یہی وجہ ہے کہ مجھے ان سے نفرت ہو گئی ہے، اور یہ مجھ
سے نفرت کرتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ یہ سیزن کسی پہاڑ ہی پر گذاریں، مگر دیکھنا محلات میں خبر
نہ ہو جائے، اچھا اگر کوئی ڈبل روٹی کا ٹکڑا ہے تو لاؤ، مگر تین دن سے میرے سر میں درد ہے،
قوتِ حافظہ اس قدر کمزور ہو گئی ہے، کہ کھایا پیا بھی یاد نہیں رہتا، اچھا میز کے دراز سے واچ
اُٹھا لاؤ،

خانساماں: - (جاتا ہے اور نہ پا کر واپس آکر کہتا ہے) حضور گھڑی میز کی دراز میں نہیں ہے،
سردار صاحب: - (بہت دیر سوچنے کے بعد) میں نے ابھی رکھی تھی، اِدھر اُدھر دیکھو کہیں
وہیں پڑی ہوگی،

خانساماں: - (دس پندرہ منٹ تلاش کرنے کے بعد واپس آکر) حضور میں نے تو سب جگہ تلاش
کر دیا، مجھے تو ملی نہیں،

سردار صاحب: - اچھا اب کیا بجا ہوگا،

خانساماں: - حضور گھڑی بغیر کیا معلوم،

(اِدھر اُدھر دیکھ کر) حضور تین چار کا عمل ہوگا، (حالانکہ اُس وقت ۱۲ بجے تھے)

سردار صاحب باسی تباسی ڈبل روٹی کے دو ٹوس مکھن کی خوشبو دے کر، کھا کر اور چاء
کی دو پیالیاں جن میں دُودھ برائے نام تھا، پی کر خانسامے کے ساتھ ٹرمپ کھیلنے میں
مصروف ہو گئے،

پانچواں سین

جب سورج غروب ہونے لگا پنڈت جی نے اُسی کھانے کی سردار صاحب کے آگے پھر نمائش کی، سردار صاحب اُسے دیکھتے ہی ایسے خوف ہوئے جیسے چوہا بلی دیکھ کر'

سردار صاحب:- ویل خانسامہ بھوک بالکل نہیں کھانے سے ڈر لگتا ہے کوئی سیٹمو لینٹ اَدویہ لاؤ'

خانساماں:- حضور انگریزی شرابیں تو اُسی دن ختم ہوگئی تھیں جس روز انگریزوں کی پارٹی انبالہ سے شکار کھیلنے آئی تھی' ہاں اگر فرمائیں تو ایک سوار دیسی ٹھیکہ پر ابھی بھیجدیتا ہوں'

سردار صاحب:- خدابخش دیکھو تم کو ہماری صحت کا بالکل خیال نہیں تم کو سب بات کا پہلے خیال رکھنا چاہئے'

خدابخش:- (یہ خانساماں کا نام ہے) حضور میں تو ہر ایک چیز کا انتظام کر لوں، مگر کیا کروں' آپ کے محلات سے دن رات میرے جوتیاں پڑتی ہیں' آپ کی ریاست کے ملازم جب مجھے دیکھتے ہیں' بُری نظر سے دیکھتے ہیں' اور ہر بات میں کھانے کو پڑتے ہیں' اچھا حضور میں ابھی انتظام کرتا ہوں'

یہ کہہ کر وہ سردار صاحب کے اُس ڈرائنگ روم میں گیا کہ جو سردار صاحب نے اپنا دیوان خانہ لاہوری طرز آرایش سے سجا رکھا تھا' میز کی دراز کھولی اور اُس میں سے ایک خوبصورت ولائتی چرمی کیس دبٹوا نکالا' کھولا تو دیکھا کہ پندرہ پونڈ پانسو کے نوٹ اور کچھ ریزگاری ہے بڑا خوش ہوا' جیب میں ڈالا' اور باہر آکر سردار صاحب سے گویا ہوا:-

لو حضور میں اندر اچھی طرح سے پڑتال کر آیا انگریزی شراب کی ایک بوتل بھی نہ ملی' اب میرے یاد آیا کہ حضور کی بخشی ہوئی ایک بوتل میرے گھر پڑی ہے' میں نے وہ اس خیال سے رکھ چھوڑی تھی کہ کبھی حضور ہی کے کام آئیگی' میں جا کر ابھی لاتا ہوں'

خدابخش بلا جواب جھٹ پٹ چھت سے زینہ اُتر آیا' گھر پہنچکر بٹوا گھروالی کے حوالہ کیا اور

ایک بوتل جس میں پانچ چھ پیگ ہوں گے، لے کر سردار صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا،

سردار صاحب:۔ (زور سے کھل کھلا کر) خدا بخش اس مقام پر اگر تم میرے شریک حال نہ ہوتے تو میں کالج سے آنے کے بعد کبھی کا اس خرابات سے علیحدہ ہو چکا ہوتا، تم دیکھتے ہو میری رعایا، ملازم شاہی خاندان کیسے کیسے جانثاری کے دعوے باندھتے ہیں، قدامت اور استحقاق پر کس قدر زور دیتے ہیں لیکن کیا کبھی تم نے دیکھا یا سنا کہ ان بدمعاشوں نے میری ضروریات پر تمہاری طرح کبھی غور بھی کیا،

خدا بخش:۔ (ہاتھ باندھ کر اور پاؤں میں گر کر) حضور تو میرے مائی باپ ہیں، سب کے یہاں عزیز رشتہ دار، ہمدرد، غمگسار ہیں، میرا حضور کے سوا یہاں کون ہے، بلکہ سب دشمن ہیں، جو کچھ میرے پاس ہے حضور کا ہے، (آپ کے پاس تو یہی لیا ہے)

اس طرح سے بھولے بھالے سردار صاحب کو جھکمہ دے کر خدا بخش مصنوعی جانباز نے سردار صاحب کے سامنے تپائی رکھ کر ایک کانچ کے گلاس میں ایک پیگ ڈالا اور غمگین شکل بنا کر کہنے لگا۔

حضور یہاں رہ کر کب تک اپنی زندگی برباد کریں گے، اگر انگریزی شراب آگئی تو اب سوڈا نہیں، خیر حضور نیٹ ہی (خالص) پی لیں،

سردار صاحب نے وہ گلاس منہ سے لگایا، اور میز پر خالی کر کے رکھ دیا، خدا بخش نے دوسرا اور بھرا، سردار صاحب نے پھر اسی طرح اڑا لیا، اس نے تیسرا پیگ دے کر عرض کی:۔

حضور میرا کچھ خیال نہ فرمائیے حضور نوش فرمائیے، میں حضور کی بخشش سے کنٹری ہی پی لوں گا، (خوب)

سردار صاحب:۔ (اس کے جذبہ جاں نثاری سے متاثر ہو کر) خدا بخش دیکھو تم ہمارا دوست ہے، اور کالج کے وقت سے تم ہمارا دوست ہے، ہم تم کو دوست سمجھتا ہے، دیکھو اب یہ پیگ تم پیو (اپنے ہاتھ سے اس کے منہ کو لگا کر) لو دوست، آؤ تم پیو،

خدا بخش :۔ (ایک گھونٹ پی کر اور کھڑا ہو کر) لیجئے حضور میں اب اس سے زیادہ نہیں پی سکتا، کیونکہ اب اس بوتل میں محض دو پیگ کے قریب اور ہیں،

بقیہ پیگ سردار صاحب نے امرت کی طرح نوش جان فرمایا، پھر گلاس میز پر رکھنے کی بھی سُدھ نہ رہی، گلاس اپنی دانست میں میز پر رکھا، مگر وہ اُن کے ہاتھ سے چھوٹا اور فرش پر گرتے ہی ایسا ٹوٹا کہ جیسے جاں نثاران ریاست کے قلوب اپنے ایسے مالک کی حالت دیکھ کر پاش پاش ہو جاتے ہیں، خدا بخش نے دیکھا کہ سردار صاحب ٹھیک ہو گئے، الگ ہو کر بوتل منہ سے لگائی اور نصف کے قریب پی گیا، تھوڑی دیر کے بعد سردار صاحب نے پیگ پھر مانگا،

خدا بخش :۔ (بوتل سامنے کر کے) حضور اس میں تو اب محض چند قطرے باقی ہیں،

سردار صاحب :۔ (اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر) یہ لو پونڈ سوار کو دوڑاؤ، اور ایک درجن ٹھیکہ سے منگواؤ، دیکھو تم لوگ خوب پیو، مت ڈرو، ہم بہت خوش ہے، جو بدمعاش تمہیں کچھ سمجھائے، ہزار جوتے مارو، تم ہمارا نوکر ہے، (اور ریاست والے کس کے رہے)

سردار صاحب نے بٹوے کی تلاش میں اپنی پتلون، واسکٹ اور کوٹ کی سب جیبوں میں بار بار ہاتھ مارے، مگر بٹوا نہ ملا، ان کی یہ پریشانی دیکھ کر خدا بخش دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا، اور کہتا تھا کہ اس بیوقوف کے بٹوا یاد نہیں رہا، چلو اپنا کام بن گیا،

ان کالجوں کے مدرّس جب سے سلطنت انگریزی کا دور دورہ ہوا، وہ طرز تعلیم و تربیت مصلحتاً بتدریج تبدیل ہوتا رہا، اب بڑی بڑی روایات کے مالک شاہی خاندانوں کے بچے گورنمنٹ کے مقرر کردہ کالجوں میں داخل کئے جاتے ہیں، اور اُن مدرّسوں سے انہیں تعلیم و تربیت دلائی جاتی ہے، کہ جو دوران تعلیم رؤسا سے اپنی آئندہ زندگی ریاستوں میں گذارنے کے لئے ہزار چالاکیوں اور خوشامدوں سے وعدے لیتے رہتے ہیں،

یہ مدرّس بالعموم یونیورسٹیوں کے ڈگری یافتہ ہوتے ہیں، ان کالجوں میں یا دیگر کالجوں میں بہت ہی کم ایسے اُستاد ملیں گے، جو خاندانی روایات کے لحاظ سے قابل تعظیم سمجھے جائیں، یہ اپنی

مُدتِ ملازمت کالجوں میں ختم کرنے سے قبل، روسار کی انفراغِ تعلیم سے پیشتر یا بعد یا رئیس کے اختیارات پر چھٹیاں لیکر یا استعفیٰ دیکر ریاستوں میں چلے جاتے ہیں، وہاں شاہی مہمان ہوتے ہیں، اور کچھ عرصہ کی امیدواری کے بعد اعلیٰ ذمہ واریاں سنبھالے نظر آتے ہیں، یہ اپنے پیشے کے تقاضے سمجھے انتخاب کی پروا نہیں کرتے بلکہ بگڑ تگڑو اور جوڑ تیل عہدے پسند کرتے ہیں، اکثر اوقات ریاست کی اعلیٰ ذمہ داریوں کا گران بوجھ اپنے برباد شدہ ناقص دماغ پر ڈالتے ہیں، چنانچہ یہ بےغیرت اُستاد بڑی شد ومد کے ساتھ ریاستوں میں مستحقین کے حقوق پامال اور رعایا کو برباد کرنے، ابتری بددلی پھیلانے یا حقیقتاً ہمارا حاصل شدہ سوراج منیست ونابود کرنے کے لئے بیدریغ بڑھے چلے آتے ہیں، آپ اُن روسار کی ریاستوں میں جائیں جو اِن کالجوں میں تعلیم پاکر نکلے ہیں، وہاں آپکو ہمارے یہ خیالات، تجربات عینی کی صورت میں نظر آئیں گے، وہاں آپ دیکھیں گے کہ کوئی مُدرس مدارالمہام بنا بیٹھا ہے، کوئی وزیر خارجہ ہے، تو کوئی ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کوئی وزیر کوئی مشیر غرضیکہ ریاستوں کے پشتوں کے حقدار، جاں نثار توان لوگوں نے معتوب ومعزول کرائے، اور خود اُن کی جگہ ممتاز منصب ہوئے، یہ بیچارے ریاستوں میں جاکر ٹھیک اُس گلخن افروز کی طرح ریاستوں کے ضروری وغیرضروری عنصر کو ایک ہی بھاڑ میں جھونکتے رہتے ہیں، اُن کے نزدیک گلاب اور بیری کی حیثیت ایک ہی ہے، یہ تو محض آگ ہی روشن کرنا جانتے ہیں، خواہ صندل سے روشن کیجائے، خواہ ببول سے،

نتیجہ اس نالائق گرم بازاری کا یہ نتیجہ ہوا کہ ریاستیں روز بروز زوال پکڑتی گئیں، اور شاہی حقوق پامال ہوتے رہے، انتظام درہم برہم ہوکر خزانے خالی ہوتے گئے، اور ریاستوں کا حقیقی گلزار یعنی بہار رعایا وقدیم ملازمین کے لئے خشک وپامال ہوکر اُن کے لئے ایک سبزہ زار بن گیا، یہ لوگ نہیں جانتے کہ گورنمنٹ برطانیہ وصاحبان یورپین سے کیونکر تعلقات قائم رکھے جاتے ہیں، حضرت اکبر الہ آبادی زمانہ قدیم اور آجکل کی نسبت خوب فرماتے ہیں، ع

تم انگریزی دان ہو وہ انگریز دان تھا

قابل توجہ گورنمنٹ ہمیں رؤسا سے چنداں شکایت نہیں، شکایت ہے صوبہ کی گورنمنٹوں اور پولیٹیکل ایجنٹوں سے کہ جنہوں نے ایسے کالج قائم کرتے وقت یہ تباہ کن خرابیاں نظرانداز کردیں، اور آئے روز ایسے دلدوز نظارہ دیکھتے ہوئے آج تک کوئی ایسا قانون نہ بنایا کہ جو ان خرابیوں کا سد باب کرسکے"

اشرف و اراذل طلبہ تعلیم آج کل آزاد ہے، اگر ایک سید کے برابر بنچ پر ایک نورباف، قصاب، نداف، موچی، دھوبی، حجام، سراج، معمار کا لڑکا محو تعلیم دکھا جاتا ہے، تو دوسری طرف ایک پنڈت کے لڑکے کی جماعت ایسے ہی اراذل رنگ و خون کے طلبا سے بھری پڑی ہے، یہ رزیل فرقہ جات ظاہری تعلیم پاکر اسی فیصدی کی اوسط سے کامیاب ہوتے ہیں، اور شریف خون ان تعلیمی الجھنوں سے بچتے ہوئے اس کے بار گراں کے متحمل نہیں ہوسکتے، اس لئے وہ بیس فیصدی بھی کامیاب نہیں ہوتے، (باقی دارد) مورخ شاہی

کپورتھلہ کے وزیراعظم پر چڑھائی دفتر ہذا میں کچھ عرصہ سے دیوان عبدالحمید صاحب وزیراعظم کپورتھلہ کے متعلق بہت سی شکایتی چٹھیات وصول ہوئی ہیں، خدا معلوم پبلک کو کیا ہوگا، مگر تاہم اُن کی تحقیقات کیلئے انتظام کیا گیا ہے آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالی جائیگی۔

ہمارے تاجداران کی قباحت
اور
ولایت کی سیاحت

(نمبر اوّل)

اسلامی حملوں سے قبل اگر کوئی ہندی تاجدار ممالک غیر کا سفر کرتا تھا، تو تقاریب شادی و غمی، فتح و تسخیر اُس کی غرض و غایت ہوتی تھی، کیونکہ ہندی شاستروں میں تاجدار کا اپنے ایوان سے بلا ضرورت باہر تشریف لانا ممنوع قرار دیا گیا تھا، یہی حالت گفت و کلام کی تھی، شاہِ وقت اپنے وزرا سے بھی ہمکلام نہ ہوتا تھا، نہ ارکان سے خلاملا رکھتا تھا، چنانچہ آج تک مہاراجہ نیپال لامائے تبت فغفورِ چین اس زرین اصول پر کاربند چلے آتے ہیں، اسلامی دور میں ہندی تاجداروں کا یہ اصول قائم نہ رہ سکا، وہ دار الخلافوں میں بلائے گئے، جو نہ آیا، بغاوت کا مجرم پایا، متمرد سمجھا گیا، راجدھانی چھینی گئی، جو نہ آیا، اپنی روایات کا ناسخ بنا، مگر اُس زمانہ کے تاجداران کو ایک روز بھی یہ ولولہ پیدا نہ ہوا، کہ وہ غزنی، غور یا دیگر اسلامی مرکزوں میں جا کر ہر طرح سے اپنی سبکی کرائیں، وہ سمجھتے تھے کہ گھوڑے کی قیمت اُس کے تھان پر ہوتی ہے، اسلام کے بعد عیسائی سلطنت کا مغرب میں پرچم اقبال سات سمندر پار لہرایا، ہندوستان پر سایہ گُناں ہوا، صاحبانِ فرنگ عقل و دانش کے اُتار ہیں، اُنھوں نے تاریخ سے نتیجہ نکالا کہ یہ خودداری کے بادشاہ، غیرت کے غلام، وضعداری کے شہید، ہزار برس تک اپنے منصب و جاہ کی بحالی کیلئے بر سر پیکار رہے، اور کبھی بھی ایک جھنڈے کے نیچے جمع نہ ہوئے، نہ آئندہ ہوں، جب تک کہ جدید تہذیب، قدیم تہذیب کا نوحہ نہ پڑھ دے، تعلیم کے لئے "چیفس کالج" کھولے گئے، در پردہ یہی سبق پڑھایا گیا تھا، کہ جب موقعہ ہو یا کوئی تاجدار رضامند ہو، اِن کالجوں میں اِن کے شہزادوں کو تعلیم و تربیت دلائی جائے، قدیم زمانہ کی روایات

کی وضعدار تصویریں، صفحۂ دہر سے مٹتی گئیں، نئی صفیں کھنچتی گئیں، اوّل اوّل شہزادے تعلیم کیلئے داخل ہوتے ہوئے ہچکچاتے رہے، مگر معمولی و درمیانہ طبقہ کی شاہی نسل کسی نہ کسی طرح اس عزا پر چڑھائی گئی، اب سب بھیجے جانے لگے اور اس رنگ کے رنگ بھی کھلنے لگے، جہاں پہلے ان کے لیئے ایوان، محل اور حدود ریاست سے باہر نکلنا ناممکن تھا، وہاں اب قلعہ، ایوان، محل اور حدود حلقۂ ریاست میں ٹھہرنا ان کے لئے ناممکن ہوگیا، جہاں پہلے بادشاہ کے درشنوں کے درشن جھروکے بنائے جاتے تھے، اور جمہور انام ان کے درشنوں کو ازدیاد رزق کا ذریعہ مانتے تھے، وہاں اب یہ شب و روز رعایا کی نظروں سے دُور رہنے کی کوشش میں مصروف ہیں، اور رعایا بھی اُنکے درشن بجائے رحمت ذریعہ زحمت سمجھنے لگ گئی ہے ؎

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

آج سے ۴۰ سال قبل ہمارا کوئی تاجدار سرزمین ہند سے باہر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا، جب سے لندن میں ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کا دربار کارونیشن ہوا، تب سے ان قدامت پسند تاجداروں کی قدامت کا خاتمہ ہوگیا، جہاں ضروری ختم ہوئی، پرندوں کی طرح سے یہ بھی اس خوبصورتی اور گرانی کے گلشن کیطرف فرفر اُڑنے لگے، جس طرح مرغابی اور دیگر برفانی قطعات کے جانور موسم گرما کی آمد پر اپنے وطن کو اُڑ کر جاتے ہیں، ٹھیک اُسی طرح ہمارے یہ مقید پرندے اکتوبر میں اِدھر اُترتے ہیں، اور بڑے بڑے قیمتی ساز و سامان کے ساتھ ابھی ولایت سے خریدا ہوا سامان ہندوستان نہیں پہنچا، کہ یہ خود پھر وہاں پہنچ جاتے ہیں، ہم کہتے ہیں، کہ ولایت کا سفر ہمارے تاجداروں کے لئے سخت نامبارک سفر ہے، اس رنج آور سفر کے سفیر اوّل مہاراجہ دلیپ سنگھ تھے، اب مہاراجہ اندور نے پہل کی ہے، اور معمولی سیر کے لئے مہاراجگان کپورتھلہ، بڑودہ، نوان نگر، نوجوان مہاراجہ اندور تو ہیچ اور تیار بیٹھے ہیں، ان مہاراجگان پر کیا موقوف ہے، اگر تاجداران ہند کے خزائن میں چوہے قلا بازیاں نہ کھاتے ہوں، تو سب کے سب پیرس کی گلیوں میں پاپیادہ پھرتے نظر آئیں، مگر یہ شوق ایسا شوق ہے کہ قرض

چڑھا کر کبھی صبر لینے نہیں دیتا اور بار بار دل گدگداتا ہے وہ زمانہ جلد آنے والا ہے جبکہ ہر ریاست کا تاجدار سرزمین ہند کو کسی نہ کسی طرح سے عارضی یا دائمی طور پر الوداع کہتا ہوا نظر آئے گا، حالات کے تقاضے پر کہنا پڑتا ہے ؎

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

حکومت نظام اور مالاؤں اور بابالی

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد
وگر ناخدا جامہ برتن درد

معزولی مہاراجہ بہادر معتوب کوجی راؤ اندور کے سلسلۂ دست برداری تاج میں بعض ہند کے مزدور اخبارات نے مذہبی آڑ میں ایک طوفان پیدا کیا، ہندیوں نے جواب کے طور پر اعلیحضرت نظام کے طرز نظم و نسق پر ناجائز نکتہ چینی کی، اعلیحضرت کے نالائق مشیروں اور کوتہ اندیش غلام زر اخبارات نے غلط اور تباہ کن مشورہ دینے کے سبق دینے شروع کئے، ان غیر ذمہ دار کاغذی تیروں نے معاملہ کی صورت بد سے بدتر بنا دی، مگر حاکم مطلق کا ہزار شکر ہے کہ وہ طوفان کے تمام بادل نظام کے نیر اقبال کے آگے چھن چھن گئے، مطلع صبح نمودار ہوا، اس طوفان کا نتیجہ نیک تھا، مصرع

خدا شرے برانگیزد کہ خیرے ما در آں باشد

ہز ایکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بالقابہ تاج نظام کے قدیم ہوا خواہ جاں نثار مدار المہام بنائے گئے، اور دیگر ضروری تغیر و تبدل کئے جا کر انتظام کی تنظیمی باخبر رجالِ دولت کے سپرد کی گئی، نظام کو مشورے دینے والے بہت ہیں مگر بلحاظ ایک ہندوستانی ہونے کے ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کے مالک کو ہم پھر اسقدر مشورہ ضرور دیں گے کہ وہ اپنی ضروریات سے صاحب ریزیڈنٹ کو آگاہ کرتے رہیں، اور جو کام لینا ہو ان کو اپنا حقیقی ہمدرد سمجھ کر اُن سے لیں، وہ ہرگز ہرگز کوئی غلط مشورہ نہ دیں گے، اس صورت میں ایک بار کہا ہے سینکڑوں برادروں سے بڑھ کر مطلب براری ہو سکتی ہے، معاہدوں کی عزت کرنیوالے صاحبانِ ریزیڈنٹ ہی ہیں، اور یہ اُس وقت تک ہو سکتی ہے جب اُن کی مناسب عزت کی جائے،

رئیس الکلام

جناب بہارؔ سنامی مدظلہ العالی ماہ جولائی کے پہلے ہفتہ میں کوہستان شملہ کی سیر کیلئے تشریف لیگئے اور دوسرے ہفتہ میں بحضور مہاراجہ صاحب بہادر والئے پٹیالہ نے اپنے گرامی صدر مقام چائل میں انہیں مدعو فرمایا تھا بارش کا امساک گرمی کی گرم بازاری خشکی کی خشک سالی طبعیتوں کو پژمردہ کئے دیتی تھی کہ یکدم باران رحمت کا نزول شروع ہوا اور ۱۹ جولائی کو مشکوئے دولت شاہی میں کنور صاحب کی تولید کے مژدہ نے جشن چاہئے اس تقریب پر ممدوح نے حسب ذیل قصیدہ اسی صبح لکھا، بارگاہِ خسروی میں پیش کیا، جو منظور و مقبول ہوا، اور قدر دانی نے حوصلہ بڑھایا۔ (ایڈیٹر)

قصیدہ تہنیت

تولیدِ سعید حضور کنور صاحب بہادر اللّٰھم زد اقبالہ و حصّل آمالہ

لگ گئی بارانِ رحمت کی جھڑی — گرمئے امساکِ بارش اُڑ گئی

صد مسرت، دل میں میرے گُدگُدی — زیرِ نغمہ، آنکھ تھی میری لگی

جشن سے مسرور ہو کر سرمستی — ہوئی گویا با ادب آ کر کھڑی

چہچہا زن ہو کے مجھ سے یوں کہا۔ — "دیکھ رونق پھول کے گلزار کی

"اے بہارِ خفتہ بخت و شادمان" — جاگ اٹھو! ہے یہ سونے کی گھڑی

"اے بہارِ زندہ دل جادو بیاں — زورِ جودت کا دکھا اپنی ذری"

"اُٹھ کہ پشتوں سے ہے تو نغمہ طراز — تیرے قدما کی قدامت ہے بڑی"

"تیرے قلموں نے کھلائے باغ باغ — دشمنِ بدبیں کے سر پہ ہے پڑی"

پڑھ قصیدہ پیش گاہِ خسروی — سرخرو ہو، جا کہ قسمت ہے لڑی"

کھایا تو نے بابا صاحب کا نمک — کر ادا حقِ نمک، قسمت تری"

مژدے سے بیدار ہو کر صبحدم — فرض پر قائم ہوں بہرِ حاضری

آفریں تجھ پر کہ ہوئے انبساط — مہک اٹھی ہر کلی سوکھی ہری
موتیوں کی پانچ لڑیاں روح فزا — روح پرور ہے لڑی لیکن چھٹی
مژدے چاؤں تیرے کیا ہی خوب ہیں — ایسے مژدوں کی لگا دے اب جھڑی
دل دسمبر سے دوبالا ہو گیا — دل فزا اٹھی تازہ ماہِ جنوری
مشکلیں روئی کی طرح سب اڑ گئیں — باغِ پٹیالہ کے لئے ہے بہتری
پھول باغوں میں کھلے خاشاک دور — دور کی ہری ترنج منٹ نے ابتری
تا ابد گلزار یہ مہکا رہے — روز افزوں ہو ترقی، برتری
اور بہار خوشنوا ہو نغمہ سنج — جملہ بدخواہ، مبتلائے ابتری
اور بہارِ بے خزاں دائم رہے — آفتِ ارضی سماوی سے بری
نظم تیری بس طلائے ناب ہے — ہے محکِ نقاد پر سب سے کھری
اے کریم الطبع نیکو منظری — در کریمانِ جہاں بالاتری
خلق داری چوں شمیمِ مشک ناب — فیض بخشی را مثالِ عنبری
خالقِ اکبر بتو کردہ عطا — علم و فضل و فہم و عقل و برتری
کامیابی را مدام از درگہت — التجا دارم اگر منت نہی
از خداوندِ جہاں خواہم ترا — روز افزوں بادِ عالی منصبی
تا بساطِ ارض را باشد قرار — ہم کنند تا دورِ چرخِ چنبری
کل رفیقاں را بود ہر دم عروج — بدسگالاں را زوال و ابتری

بار یابی خدمت خواہم ازیں
زانکہ دانند قدرِ جوہر جوہری

گذارندہ، مشتِ خاک سرگردان، ذرہ پریشان، نمک خوارِ صمیم، خیر خواہِ قدیم، سراپا ا

خاکسار بہار سنامی

حضرت بہار سنامی مدظلہ العالی بارانِ رحمت اور اپنے قدیم آقا کی شاہی نوازشوں کے کوہ ہمالہ کے دلچسپ مناظر ولطف میں لطف لے رہے تھے، کہ اسی اثنا میں سلونوں کا دربار چائل ایوانِ ولایت چلا گیا، چونکہ طبیعت گرد وپیش کے مناظر سے شگفتہ ہو رہی تھی، اور رفقار کی امداد شامل حال رہی، اسلئے حسب ذیل قصیدہ بارگاہِ سلطانی میں پیش کیا گیا جو بڑا پھولا پھلا

قصیدہ فتحیہ

کہ جو بتقریب تہوار دربار سلونو سمت ۱۹۸۳ بارگاہ خسروی میں پیش کیا گیا اور شرف قبولیت پایا، دربار منعقدہ چائل ۲۴ اگست ۱۹۲۶ء ۲۲ ساون سمت ۱۹۸۳

عدو پر فتح پا جانی تجھے شاہا مبارک ہو
جو تھی راون کی پامالی تجھے راما مبارک ہو

دُنی پامال ہو جائیں تقاضہ ہے سلونوں کا
ہمایوں سعد و فرخندہ تجھے جلسہ مبارک ہو

ابھی جلسے رچے ہیں جشنِ تولید کنور صاحب
ترے دربار کو مژدہ سلونوں کا مبارک ہو

رچایا جشن سب دل سے رعایا اور داعی نے
تری پرجا کو تم اور تمہیں پرجا مبارک ہو

زبان پرجا ن داروں کے مبارک باد جاری ہے
زمین و ارض پر بہجت کا یہ چرچا مبارک ہو

تری ذات ہمایوں جو ازل سے سب کی رکشک ہے
یہ تہوار فتحیہ باندھنی رکشا مبارک ہو

مجھے اقبال کہتا ہے کہ روز و شب مبارک ہیں
یہی امروز کہتا ہے تمہیں فردا مبارک ہو

تری بخشش برستی ہے شریفوں اور ارزل پر
ترے دربار پر رحمت کی یہ برشا مبارک ہو

فتح راون پہ راما کو ہوئی رکشا ہوئی رکشک
بشارت فتح اعدا کا تجھے مژدہ مبارک ہو

گنہ گاروں یتیموں کے خطا بخش و نگہبان ہو
ترحم عدل و بخشش کا یہ سرمایہ مبارک ہو

ہیں پرنس انڈیا میں شت صد او ہفتاد لیکن
تمہیں بر اندری منڈل میں درجہ مبارک ہو

تری ظلِ حمایت ہو تو پھر خدشہ مجھے کس کا
بلی اندر کار اماں کا تجھے ورثہ مبارک ہو

ترے اقبال و دولت کی فزونی کی دعا جاری
بہارِ نیک طینت کی دعا اس جا مبارک ہو

گذارش کنندہ نمک خوار قدیم، خیر خواہ صمیم، مشت خاک سرگردان، ذرہ پریشان، سراپا انکسار خاکسار بہار سنامی

رباعیات تبسم امرتسری

ہمارے نوجوان کرم فرما صوفی غلام مصطفی صاحب تبسم ایم اے، بی ٹی امرتسری دورِ جدید کی تصویر چشمِ عبرت اور بصیرت سے کھینچتے ہیں، اور اظہارِ فطرت میں کمال رکھتے ہیں، ذیل کا کلام خاص رئیس ہند کے لئے لکھا گیا ہے، ہم دلی شکریہ کے ساتھ دسترخوان پر سجاتے ہیں،

"ایڈیٹر"

دوش از برم آں نگار دامن برچید — صبرم سپری شد و شکیبم بر دمید
آبے ز درون سینہ من برخاست — اشکے شد و از کنارِ چشمم بچکید

شب خلوتِ خانہ محشرستاں بودست — در قالبِ بسمل تو صد جاں بودست
بودست جہاں ہیچ و تابے اندر دل — زلفت ہمہ شب مگر پریشاں بودست

خواہم کہ شرر زنم بجانِ بیداد — در مہر و وفائے دوست باشم آزاد
ایں را چہ کنم کہ مے نسازد بامن — فریاد ز قلبِ ناشکیبا فریاد

از سوزِ غمم تو استخوانم بگداخت — دل خون شد و جانِ ناتوانم بگداخت
ضبطم نگذاشت شکوۂ تو گویم — یک آہ کشیدم و زبانم بگداخت

شرم است ز روزگار یاری جستن — ننگ است ز غیر غمگساری جستن
حقا کہ بدوزخ برابر باشد — از شورشِ عشق رستگاری جستن

ایک رات

کل رات میری خلوت اک خلد کا تھا نقشا
ہاتھوں میں جام مے تھا آغوش میں تھی سلمےٰ

ہلکی سی چاندنی تھی، پُرکیف تھیں ہوائیں
اک دل رُبا اثر میں ڈوبی ہوئی فضائیں

کہسار کا تھا دامن، دریا کا تھا کنارا
آب رواں کے اندر باجا سا بج رہا تھا

پتوں کی بھینی بھینی آواز آرہی تھی!!!
گویا حسینۂ شب گانا سُنا رہی تھی

اِس وقت بیخودی میں تھی بے نقاب فطرت
دلکش خموشیوں میں تھی محو خواب فطرت

وہ نازنیں مے سے مدہوش ہوگئی تھی
اِس سینۂ حزیں پر سر رکھ کے سوگئی تھی

رخسار پر درخشاں اک نیم سا تبسم
نازک لبوں پہ رقصاں سویا ہوا تکلم

تھامے ہے دست لرزاں میں اس کا دست سیمیں
اُن پر سیاہ زلفیں سایہ کئے ہوئے تھیں

کیا مستیاں بھری تھیں، اُس خواب فتنہ زا میں
میں سو رہا تھا لیکن بیدار تھیں نگاہیں

وہ رات ڈھونڈھتی ہیں پھر بے قرار آنکھیں
روتی ہیں خوں کے آنسو یہ اشکبار آنکھیں

تبسم امرتسری

حضرت نشتر کا ملکی عہد شکنوں سے خطاب

گاندھی جی آپ کو ہم عہد شکن بھول گئے
باوفا بن کے کئے تھے جو بچن بھول گئے

آپ نے جن کے لئے تن پہ رکھی اک چادر
سوٹ اور بوٹ میں ہو کے مگن بھول گئے

آپ اور آپ کے ساتھی تو سڑے جیلوں میں
پر ہمیں آپ کے سب رنج و محن بھول گئے

نہ وہ چرخے کی رہی گونج نہ کھدر کی تلاش
بلکہ آپس میں بھی الفت کے چلن بھول گئے

آپ کی جے میں نہ وہ جوش نہ قومی نعرے
بڑھ گیا بغض و حسد حب وطن بھول گئے

جو تھے آزادی کے طالب وہ ہوئے قید سبھی
باقی دنیا طلبی میں ہیں مگن بھول گئے

قصے ملتان کے لاہور کے جھگڑے گھر گھر — باقی جو کام تھے سب اہلِ وطن بھول گئے
کان اب ہندو مسلمان کے فسادوں سے لگے — دل سے سب مہر و محبت کی لگن بھول گئے
ہو رہی ہے کہیں ایک دو گھڑی کے ٹکڑوں پہ جھڑپ — آ گئے یاد گدائی کے جو فن بھول گئے
ہندوؤں میں نہ وہ اُلفت نہ مسلمانوں میں — اب وہ یکجہتی و تقیید سے وہ چلن بھول گئے
آخر الجھا ہی دیا کام گئو رکھشا کا — گاندھی، شوکت کا سبق صاحبِ ذہن بھول گئے
کانگرس ہال میں بھی پھوٹ کا بیوہ پہنچا — کام جب ہو نہ سکا کہہ کے کٹھن بھول گئے
عورتیں مرد نہیں مرد بنائیں میلے — ہم میں باقی تھا جو غیرت کا رتن بھول گئے
پھول گلچیں نے بھی سب توڑ کے باہر پھینکے — خار تو خار ہی تھے لطفِ چمن بھول گئے
دشت پُر خار اب اور بادِ خزاں کے جھونکے — چہچہے بلبلوں کے غنچہ دہن بھول گئے
ہم نے ایسا کیا سوراج کا مُردہ بھاری — دفن کرنا تو کجا غسلِ کفن بھول گئے

باہمی بغض بھی ہو ملک میں سوراج بھی ہو

تم پہ شیدا ہوئے امریکہ و یورپ والے — ہم مگر آپ کا شوکت سا بدن بھول گئے
محوِ حیرت ہوئے دُنیا کے مبصر سارے — تھی نئی بات خیالاتِ کہن بھول گئے
آج جو آپ کے اقوال کو جھوٹا کہہ دیں — گویا وہ اپنے بزرگوں کے سخن بھول گئے
تھا فقط آپ کا پرتاپ جو ہم مل بیٹھے — ہائے دل سے نہ مگر بغضِ کہن بھول گئے
اب نہیں جن کا رہا ظاہر و باطن یکساں — یہ وہی گن تھا جو یارانِ وطن بھول گئے

یہ بھی باتوں میں شرر شاعری کا ذکر ہی کیا
صاف کہہ دیں گے کہ ہاں فنِ سخن بھول گئے

غزل شرر انبالوی

آج خنجر اور گلو کا امتحاں ہونے تو دو — منتظر دونوں ہیں اِن کے منہ سے ہاں ہونے تو دو

رفع شک کے واسطے وہ آملیں گے راہ میں
میری میت کو ذرا گھر سے رواں ہونے تو دو

سن کے مری بیتابیٔ دل کیا ملا کو راجواب
ہاں سمجھ لیں گے ابھی ہم کو جواں ہونے تو دو

رند سمجھیں گے اُسے ساون کی اِک کالی گھٹا
آسماں پر میری آہوں کا دھواں ہونے تو دو

ناصحِ مشفق سنوں گا میں تمہاری بھی، مگر
ختم میرے دردِ دل کی داستاں ہونے تو دو

یہ سحر کاذب ہے کیوں اصرار رخصت ہے تمہیں
آخرِ شب ہے ابھی بیٹھو، اذاں ہونے تو دو

کثرتِ پروازِ بلبل خود بخود گھٹ جائے گی
کچھ چمن میں چرچۂ بادِ خزاں ہونے تو دو

تھمی سوزِ تپِ فرقت میں کانٹے پڑ گئے
رکھ کے لب میرے لبوں تر زباں ہونے تو دو

کر ہی دوں گا ایک دن افشائے رازِ عشق میں
اس بتِ کافر کو دم بھر مہرباں ہونے تو دو

نالۂ شبگیر سے بے چین کر دیں گے انہیں
اُن کے گھر کے سامنے میرا مکاں ہونے تو دو

محو ہو جائے گا سن کر ان مضامیں کو شررؔ
بزم میں کوئی سخن کا قدرداں ہونے تو دو

صبح

دسّے خبر آج نئے پر سے اڑا مرغ خیال
دیکھنے ہیں اُسے کچھ منظرِ قدرت کے جمال

چاک ہے پردۂ شب وقت ہے آخر فی الحال
یک بیک چلنے لگی بادِ صبا منض کے چال

ماہ بھی زرد ہوا دیکھ کے حالت اپنی
چھپ کے سیاروں نے بتلائی حقیقت اپنی

جھومتے وجد کے عالم میں ہیں سارے اشجار
پڑ گیا سایۂ رنگ شفقِ صبح بہار

صبحِ پیری سی سفیدی کے عیاں ہیں آثار
بادۂ شامِ جوانی کا اترتا ہے خمار

کھل گئی راہ مسافر کے لئے منزل کی
بیڑیاں ہند علایق سے کٹیں مشکل کی

۳

جب ہوئی منہ کو چھپائے ہوئے رخصت شب تار | نور آگیں ہوا ہر مطلع دشت و کہسار
گوش مدہوش میں پہنچانے لگی باد بہار | آبشاروں کی دل آویز سریلی جھنکار

شور ناقوس سے آواز حقیقت آئی
صوت تکبیر سے بوئے گل وحدت آئی

۴

روح پرور نفس سرد ہوا وقت سحر | تازگی دینے لگے آنکھوں کو شبنم کے گہر
پھوٹ نکلا ہے ہر اک غنچے سے گل کا جوہر | روشنی دیتی ہے کھنچ کے رگ برگ شجر

جاگنا فرض ہوا نیند سے متوالوں کو
سامنا آنکھوں سے ہے دہر کے اعمالوں کو

۵

فرش گیتی میں شکن بن کے شعاع خورشید | عکس سے اپنے دکھاتی ہے رخ صبح امید
طائروں کے رخ معصوم بھی ہیں قابل دید | بے زبانی سے سناتے ہیں نوائے توحید

نغمۂ شکر کی ہر سو سے صدا آتی ہے
ہر کلی فرط مسرت سے کھلی جاتی ہے

۶

کہربائی سطح بحر کی ہے چادر آب | گرم ہے بزم محبت میں کنار سرخاب
نیلگوں عکس فلک جیسے ہوئی چشم حباب | ہو گیا دہر مکدر کے لئے نقش سراب

یاد معبود سے لبریز ہے پیمانۂ دل
پاک ہے لوث زمانے سے صنم خانۂ دل

۷

مشکبو باد سحر ہے پئے تفریح دماغ | سبزہ ہے فرش زمرد کی طرح زینت باغ
جھلملانے لگے شب گلشن ہستی کے چراغ | سینۂ چرخ پہ دھندلے سے نظر آتے ہیں داغ

رنگ فق چہرۂ مہتاب کا گردوں پہ ہے
جلوہ گر تخت پہ مشرق میں شہ خاور ہے

منشی رگھوبر دیال صاحب اختر لکھنوی رکن انجمن تہذیب خیال کان پور

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر ۳۱

رائے بہادر سردار چرنجی لال صاحب جنابی، ایم اے، آر، ایس

فنانشل سکریٹری ہز ہائینس گورنمنٹ پٹیالہ (پنجاب)

قابلیت ہی سب فضیلتوں سے افضل ہے ہر برتری ہری،

آج ہم پنجاب کی سب سے بڑی ممتاز سربرآوردہ و مشہور ریاست پٹیالہ کے وزیر مالیات کی لائف اس لئے لکھنے بیٹھے ہیں، کہ اس اعلیٰ کاردار آفیسر نے اپنی بے نظیر قوائے ذہنی و عقلی کی طاقتوں سے ریاست پٹیالہ کی مالی حالت کو درست کیا' اور جو روز آغاز ملازمت ہی سے آج تک اس دریائے بے پایاں میں بڑی خوبی اور عمدگی سے غواصی کر کے گوہر شاہوار المارئ ہائے محاسبہ میں سجا رہا ہے'

پیدائش آپ خاص شہر پٹیالہ کے شرفا میں سے ہیں' اور ویش اگروال کہلاتے ہوئے وراثتاً شرافت علم اور عقل کے مالک ہیں' آپ کے بزرگ شہر پٹیالہ کے معقول لینڈ طبقہ کے روح رواں تھے' اور اپنی عالی نسبی کی وجہ سے اپنا کاروبار اعتدال پہ رکھ کر شہر میں ممتاز بنے بیٹھے تھے' مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب مہندر بہادر نے انتقال فرمایا' کونسل مقرر ہوئی اور ریاست بھر میں جدید تہذیب کی روشنی پھیلی' آپ اُن ہی روشن ایام میں بمقام پٹیالہ منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے، سمت ۱۹۳۴ کے موسم سرما کی وہ کیا ہی منتخب گھڑی تھی' جبکہ آپ نے اپنے گھرانے

میں جنم لیا، چونکہ آپ بڑی آرزوؤں کے بعد پیدا ہوئے تھے، اس لیے حسب اعتقاداتِ قدیمہ آپ کے شریف خاندان نے دوراندیشی سے کام لے کر اگلے روز جنم پتری تیار کرائی، پنڈت جی نے دیکھ کر فرمایا کہ "یہ مولود اُفقِ آسمان پر عُطارد بن کر چمکیگا، عمر طبعی پائیگا، علم و فن کا ماہر ہوگا، اور صاحبِ اولاد سعادتمند ہوگا" اس خوشی کا کیا بیان ہو سکتا ہے، کہ جو ان احکام شاستر سے خاندان کو ہوئی،

تعلیم و تربیت

آپ کو اوّل اوّل حسب رواج خاندان پنڈت جی کے سپرد کیا گیا کہ سنسکرت کی تعلیم دیں، اُس زمانہ میں مکتب ہوتے تھے، اور بعض بزرگ اپنے اپنے گھروں پر مکتب لگاتے تھے، تعلیم کی دولت وقف کر رکھی تھی، ان ہی ایام میں ریاست بھر میں مدارس جاری ہوئے، اور جدید طریق تعلیم کے موافق شہروں میں مدرسے کھولے گئے، چنانچہ آپ کو پاٹھ شالہ سے اُٹھا کر مکتبہ میں اور مکتب سے لیجا کر مدرسہ میں بٹھایا گیا، آپ کے دماغ نے **علم ہندسہ** اور **انگریزی** میں خاص جوہر دکھائے، چنانچہ آپ ہر سال ترقی پاتے پاتے (مارچ ۱۸۹۰ء) امتحان بی، اے، میں کامیاب ہوئے، شرفائے پٹیالہ میں اعلیٰ تعلیم کی پہلی ڈگری تھی آپ کو بھاشا، سنسکرت، اردو کی زباندانی اور شعر و شاعری سے خاص لگاؤ تھا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کی **علمی معاون** تعلیم سنسکرت ہی تھی، کہ جس نے آپ کے پاک و صاف دماغ میں اپنی نورانی شعاعیں پہنچا کر آپ کو ہمہ دان بنایا، اور اپنے ہم سبقوں سے رتبہ بالا پر پہنچایا،

آغازِ ملازمت

مہاراجہ **راجندر سنگھ صاحب** بہادر کے انتقال پُر ملال کے بعد یہ ضروری ہوا کہ ریاست کے جملہ دفاتر انگریزی نمونہ اور اڈیڈ منسٹر انگریزی مشینری میں ڈھالے جائیں، قلم واسطی آہنی قلموں سے تراش دیجائے، دریاں لپیٹ دیجائیں، اور میز کرسی سجا دیجائے، ہندی کا فارسی نے نوحہ پڑھا تھا، حکم ہوا کہ اب اپنے کئے کی سزا پائے انگریزی دار پر چڑھ اُٹھے اب خود اپنا فاتحہ پڑھے، حساب کتاب کی صحیفات بند کیجائیں، اور انگریزی سیاہ سُرخی لائے، ہندوستانی رجال کی بجائے انگریز باقبال بیٹھیں، لالہ اور خان مسٹر بنیں، پُرانی [illegible] اُٹھا دیجائے نئی صف بچھا دیجائے، چنانچہ مشہور محاسب مسٹر ٹی، ایچ، ایس **بدلف**

ریاست کے محکمہ حساب کے انچارج بہ لقب **اکونٹنٹ جنرل** کئے گئے، وہ انگریز تھے اور زبان کے لحاظ سے پورے ولائتی، دیسیوں کی زبان کہاں سمجھ سکتے تھے، اور ضرورت بھی کیا تھی، آتے ہی کونسل آف ریجنسی کو حکم دیا، کہ علاقہ انگریزی سے انگریزی داں منگوائے جائیں، تاکہ حساب درست کردوں، یہاں ان ایام میں رائے بہادر کی علمی قابلیتوں نے ریاست والوں پر رعب بٹھا رکھا تھا، اور اعلیٰ تعلیم کی وجہ سے ہر شخص آپ کی تعظیم کرتا تھا، حکومت نے جو کم و بیش پٹیالہ کو پسند کرتی تھی، علاقہ غیر سے کسی انگریزی خواں کو بلانے سے باین وجہ عذر کیا، کہ ہمارے ہاں شریف قوم کا ایک انگریزی داں ہے، اور چونکہ وہ طبعاً ریاست کے حسابات سے واقف ہے، اس لئے یہ نہ فقط انگریزی داں ہے، بلکہ دیگر السنہ کا بھی مالک ہے، چنانچہ ایک چٹھی کے ذریعہ آپ کو مسٹر موصوف کے پاس بھیجا گیا، لیاقت کیساتھ آداب فرنگ سے آشنا تھے، پہلی ہی ملاقات میں اپنا اثر جما یا، چنانچہ جنوری ۱۹۰۱ء سے صاحب موصوف کو جو کبر سنی کے ساتھ شوق تعلیم رکھتے تھے، ریاست کا الجھا ہوا محاسبہ سمجھانا اور پڑھانا شروع کیا،

محکمہ اکونٹنٹ جنرل آپکا مرہون منت ہے

جن ارزاں داموں میں ریاست کا پرانا محاسبہ انگریزی میں منتقل ہو کر انگریزی شکل و صورت میں تبدیل ہوا، اور دنوں میں انگریزی طریق پر کاروبار چمکایا گیا، مختلف قواعد و قوانین وضع کئے، گندہ حسابات پاک و صاف کئے جا کر ہر دلعزیزی حاصل کی، سب آپ ہی کی محنت بے پایاں کا نتیجہ ہے،

اکونٹنٹ جنرل آپ ہی کو منتخب کیا گیا

مسٹر بدلتف ریٹائر ہو گئے، اکونٹنٹ جنرل کا محکمہ، محکمہ جنگلات کی طرح جبر و زیادتی اور فضول اعتراضات کے لئے بدنام ہو گیا، ناروا تحقیق کلرکوں کے دماغوں میں جگہ پا گئیں، اہل معاملہ بلبلا اٹھے، دست اعتراض سے احکام شاہی بھی نہ بچے، اس کا نتیجہ جو ہونا چاہئے تھا، وہی ہوا، اس وقت آپ اسسٹنٹ ہوم منسٹر تھے، نظر انتخاب آپ پر پڑی، اور آپ اس کرسی پر بٹھائے گئے، کہ جو آپ کے موافق حال تھی، اور جس کے آپ حقدار بھی تھے،

انکم ٹیکس

پنڈت دیا کشن کی وزارت اجنبی پروری کے لئے ریاست میں سخت بدنام ہے

اُس نے ہر محکمہ اور صیغے میں عہدوں کی بھرمار سے یہ زعفران زار اپنے پولٹیکل تدبر کی ژالہ باری سے برباد کر دیا، آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ انکم ٹیکس کا قانون مرتب کریں، چنانچہ آپ نے اطرافِ عالم کے قوانین ملاحظہ فرما کر جدتِ طبع سے مقامی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا جامع و مکمل قانون مرتب کیا گیا کہ جو ایسے دل و دماغ کے انسان سے امید ہو سکتی تھی، ۹ سال سے یہ قانون جاری ہے، اور خوش ترتیبی کی وجہ سے اب تک اس میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، رعایا شاد و آباد، حکام صابر و قانع، منافقہ مدبرانہ اس قانون کی ترویج کے لئے آپ ہی شکار کئے گئے، اس لئے آپ کو اکسائز کمشنر بنایا گیا،

آپکی جانبازی نمکحلالی کا کارنامہ

پنڈت دیاکشن کی وزارت، کشن کی بادشاہت تھی، اور آفتاب پٹیالہ کی حکومت، وہ کونسا دل تھا کہ اس حکومت سے مرعوب نہ تھا، وہ کونسا شہر تھا کہ جو خوف سے اس کا محکوم نہ تھا، جس نے ذرا سر اُٹھایا زخم کھایا، جو اچھلا گڑھے میں گر گیا، پنڈت صاحب سلسلہ تجارت میں سود و زیاں کے مزہ اٹھانے کے عادی ہیں، دورا ہا پر آپ کا کارخانہ گندہ بروزہ کا تھا، جو حدود ریاست کے اندر محصول ذکاتر سے مبرا تھا، آپ نے اُس گرہن کی گھڑی میں اس ناجائز منافع کو گرس لیا، راہو ہر چند اپنی گردش کھاتا رہا، اثر جماتا رہا، خفیہ و اعلانیہ دھمکاتا رہا، مگر یہ اپنے جبارِ گردش کے زور پر آزا رہا حتی کہ اُن ایام میں محصول لیکر چھوڑا، ایک بیکس، بے بس، بے وسیلہ شخص کا سرکاری حقوق کے لئے سینہ سپر ہو جانا، کوئی معمولی بات نہیں، مگر واہ رے شرافت قوم کے شریف و جانباز رکن کہ تو نے اپنی نمکحلالی و جانبازی کا جلوہ دکھایا،

اکسائز کمشنری پر بحالی

یہ خاص امتیاز اس زمانہ کا ہے کہ اس محکمہ کی آمدنی سالانہ داخل ہوتی رہے، اور دغا بازی نہیں ہوتی آپنے اکسائز کمشنری میں ایسے ہی کارنمایاں کئے

پنڈت دیاکشن کی ریاست سے وداعگی اور کارکن کے فرائض کی ادائیگی

صیاد آں زماں کہ فرو ریخت بال و پر
آزاد کرد مرغ گرفتار خویش را

برسوں کی آمدنی، صدیوں کی فراہمی، رشوتوں کی

دولت، غنیمتوں کی لوٹ، ڈیڑھ کروڑ سالانہ کے محاصل، عہدۂ وزارت دیاکشن میں بارود کی طرح اُڑ گئے، خزانۂ عامرہ خالی، اور عزیزوں کی جیبیں پُر ہوگئیں، تنخواہیں ملنے سے رہ گئیں، وظیفے بند ہوگئے تھے، الاؤنس منسوخ کردیئے گئے تھے، روپیہ وصول ہونے سے قبل تقسیم کیا جاتا تھا، ضرورت تھی کہ مالی حالات کو اصلاح پر لانے کے لئے ریاست کی مالیات کا ماہر اِس عام بدنظمی پر غور کرکے کوئی ایسی تجویز نکالتا کہ خرچ میں تخفیف ہوتی، اور خزانہ میں توفیر **مہاراجہ بھوپ اندر سنگھ** صاحب تاجدار ریاست بالقابہ و خطابہ، یہ بدنظمی محسوس فرمارہے تھے، کہ دمبروں میں دیاکشن کی وزارت کا خاتمہ کیا گیا، اور آپ کو ریاست کا **فنانشل سکرٹری** بنایا گیا، **ریٹرینچ منٹ** کمیٹی مقرر ہوئی، ان اصحاب نے تعاون سے کام کر کے دنوں میں برسوں کا الجھا ہوا بجٹ مرتب کرکے شائع کیا، اور ایک عام تخفیف کے علاوہ زاید محکمہ جات کی تخفیف کیکر آمدنی و خرچ پر قابو پایا،

نمائش پٹیالہ منعقدہ سمت ۱۹۸۲

تاجدار پٹیالہ "قادرِ مطلق نے ایک خاص خوبی کا انسان پیدا کیا ہے" ریاست کی اصلاح و بہبود کا خیال ہر وقت مرکوز خاطر ہے، اس سال **دسہرہ ویک** اس شان سے منایا گیا، کہ جس کی ڈیڑھ صدی گذشتہ سے نظیر نہیں مل سکتی، آپ نے دستوں و دیگر ارکانِ کمیٹی نہایت محنت و شوق سے حصہ لیا،

خطاب رائے بہادر موزوں عطا ہوا

جو عہدہ دار جاں نثاری، لیاقت سے ۲۶ سال سرکاری خدمات انجام دے، اور ہر طرح کے فتنہ فساد، پارٹی فیلنگ، مذہبی تفریق تقسیم سے پاک رہے، اور امتحان کے موقعہ پر ثابت قدم ثابت ہوا ہو، اُس کی خدمات کا اعتراف اگر موقعہ پر نہ کیا جائے، تو عام ملازمین کی دلشکنی کا باعث ہوتا ہے، اور پھر بیدلی پیدا ہوکر ایک عام نفرت پیدا ہوتی ہے، جس کا نتیجہ ابتری نظم تک ہی ختم نہیں ہوتا، بلکہ دُور تک پہنچتا ہے، ابھی آپ ریاست پٹیالہ سے اپنی کارکردگی کے انعامات لے رہے تھے کہ گورنمنٹ ہند نے سالِ نو کی تقریب پر آپ کو "رائے بہادر" بنایا،

آپکا علمی و ادبی شوق

انگریزوں کی صحبت اور یورپین طریق نے آپ کے دل و دماغ پر ضرورت کے موافق اثر پیدا کیا، گو آپ اپنا لباس ہندوستانی

رکھتے ہیں، اور ہندوستانیوں کی ویسی ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، جیسا کہ ہونا چاہئے، مگر سلیقہ اور صفائی میں خاص فوقیت رکھتے ہیں، سگرٹ تک نوش نہیں کرتے، دیگر ممنوعات کا تو کیا ذکر، جس قدر فرصت پاتے ہیں، وہ وقت مطالعۂ علوم قدیمہ و کتب جدیدہ میں صرف کرتے ہیں اور دیگر کھیلوں میں کبھی شامل نہیں ہوتے،

اولاد اور اسکی سعادتمندی رحیم و کریم مطلق کی بخشش سے اس وقت آپکے بڑا صاحبزادے رائے نند کشور بی اے، پاس کرکے ایل ایل بی کی تیاری میں مصروف ہیں، دوسرا نور نظر برج کشور بی اے، پاس کرچکا ہے، اور اسسٹنٹ پوسٹماسٹر جنرل ہے، دو لخت جگر تعلیم پارہے ہیں، اور وہ خورد سال ہیں، رائے برج کشور کی شادی میرٹھ کے مشہور عالم رائے بہادر پنڈت ستیارام صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے،

خودغرضوں کو مایوسی چونکہ آپ پٹیالہ کے ہیں، اور سب آپ کے شناسا اور آشنا ہیں، اس لئے لوگ اپنے تعلقات کے بھروسہ پر آپ سے دنیا کی عادت کے موافق ناجائز رعایت کے خواہاں رہتے تھے، لیکن جب آپ کا رویہ دنیا نے دیکھ لیا، تو اب ایسے اہل غرض خاموش ہوگئے،

تصویر اس قدر حالات لکھنے کے بعد ہم قیافہ دان اصحاب پر حق قیافہ چھوڑتے ہیں، کہ وہ آپ کی تصویر دیکھ کر دیگر قابلیتوں کا خود اندازہ کریں،

"مورخ شاہی"

چیمبر آف پرنس چانسلر اور سکرٹری چیمبر آف پرنس کے چانسلر امسال بھی مہاراجہ پٹیالہ منتخب ہوئے اسدفعہ یہ ایک دلخوش کن جدت عمل میں آئی کہ اس کا ایک سکرٹری مقرر فرمایا گیا، چنانچہ معقول سیرت و مقبول صورت قابل و باخبر نوجوان مشہور میر مقبول محمود بی اے ایل ایل بی دپنجاب، بی لے بی لٹ آکسفورڈ، ڈیلیگیٹ اجلاس لیگ امریکہ بیرسٹر ایٹ لا ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب، رئیس امرتسر سکرٹری بنائے گئے، ان جدید انتخابات سے یہ امید باندھی جاسکتی ہے کہ حقوق تاجداران دتوی تحت انگلشیہ کے متعلق بہتر فیصلے ہوسکینگے، سکرٹری صاحب معاہدات پر نظر رکھتے ہوئے حالات جدیدہ پر غور فرما کر ملک کی حقیقی خدمت کرینگے کہ تاجداران کو بھی کچھ سبق حاصل ہوجائے، اور گورنمنٹ

وہی کے صحیح راستے سے وہ واقف ہوجائیں حقوق رعایا کا خیال رکھیں اصلاح رعایا کا خیال رکھیں ... تاجداران سب کچھ ... سکتے ہیں ... اب ... ملک کی ضرورت ہے اور ... پیدا ہوگا وہ وفادار ... ہے،

لطائفِ شاہی

(رئیسون کے لئے)

ایک بدچلن اوباش ننگِ خاندان راجہ نے اپنے بڈھے وزیر سے پوچھا کہ آپ نے میرا میرے باپ اور میرے دادا کا زمانہ دیکھا ہے' اُن میں سے کس کا عہد بابرکت تھا' وزیر نے عرض کیا کہ مہلت ملے' چنانچہ پندرہ روز کی مہلت مل گئی' وزیر کا ایک تیلی سے دوستانہ تھا' اُس نے یہ ماجرا اپنے غمگسار دوست سے بیان کیا' اُس نے کہا کہ کسی طرح کا فکر نہ کرو' مجھے اپنے ہمراہ لیجلوئیں جواب عرض کرونگا' روز مقررہ پر وزیر اچھا لباس پہنا کر اُس کو دربار میں لے گیا' بادشاہ نے یہی سوال پھر دُہرایا' وزیر نے جواب دیا کہ اس سوال کا جواب میرا دوست بیان کریگا کہ جو مجھ سے زیادہ معمّر اور تجربہ کار ہے'

تیلی نے بڑے زور سے ایک آہ سرد بھری اور کہا کچھ نہ پوچھو قیامت آنیوالی ہے' بادشاہ نے پوچھا کہ کیا خاص آدمی ایسے پیدا ہوگئے ہیں یا سب ہی کی نیت میں فرق آگیا ہے' وزیر نے جواب دیا کہ اَے مالک عالم و عالمیان خاص آدمی پیدا نہیں ہوتے بلکہ سب کی نیت میں فرق آگیا ہے' بادشاہ حیران ہوا' تیلی بڈھے نے اُس کی حیرانی دُور کرنے کے لئے اسطرح سے اپنی زبان کھولی' کہ اَے بادشاہ سکون سے بیٹھو اور سُن کیونکہ یہ بات سننے کے لائق ہے' میں ۱۹ ۔ ۲۰ سال کا تھا کہ اپنے کھیت میں پانی دے رہا تھا کہ اتنے میں ایک نازنین کم سِن گوندنی کی طرح زیورات سے لدی ہوئی روتی پیٹتی میری طرف آئی' میں نے کسی وہیں چھوڑ دی اور پانی کی کچھ پروا نہ کی' اور کہا کہ اے بی بی تو کیوں روتی ہے' اس نے کہا کہ ڈاکوؤں نے میری ماں اور میرے بھائی کو میرے حاصل کرنے کی غرض سے قتل کر ڈالا' اُس جنگ و جدل کے عرصہ میں میں

بھاگ آئی، اب تو مجھے بچا، میں نے اُسی وقت اپنی لسی اُٹھائی اور بڑے زور سے حوصلہ کیا تھا اُس کو جنگل سے اپنے گھر لے آیا، میرا کنبہ اس ہمدردی سے بڑا خوش ہوا، میری لڑکی نے بڑی محبت سے اُس کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا، اور رات کو اپنے ساتھ سُلایا، جب دن چڑھا تو ایک بہلی میں بٹھا کر اور اپنی عورت کو ساتھ لیجا کر اُس کو اُس کے باپ کے پاس چھوڑ آیا، اور صد روپے تلک کے جیتا کر اپنے گھر واپس آگیا، گاؤں والوں نے میری اس ہمدردی کی بڑی داد دی،

جب میری عمر ۰۶ سال کی ہوئی میں اپنے مکان کی چھت پر سویا پڑا تھا کہ ہمارے پڑوس میں چوری کی واردات ہوئی میں اپنا ڈنڈا لے کر چوروں پر ٹوٹ پڑا، چور بھاگ گئے، گھر والے مخرج پڑوسی نے کہا کہ چور ہماری لڑکی لے کر فرار ہو گئے، میں اُن کے تعاقب میں نکلا، تھوڑی دور جا لیا وہ بھاگ گئے لڑکی پر میں نے قبضہ کر لیا، اُس کے ایک ہزار کی مالیت کا زیور پہنا ہوا تھا، وہ میری نیت نے اُس سے اُتروا لیا، اور لڑکی کو اُس کے گھر چھوڑ آیا،

جب میری اسّی سال کی عمر ہوئی تو میری بصارت نے جواب دیدیا، کانوں سے سنائی نہیں دیتا تھا، منہ میں ایک دانت نہ رہا تھا، دو قدم چل نہ سکتا تھا، چارپائی سے اُٹھنے کی طاقت نہ تھی، کھانے پینے کی اشتہا نہ رہی تھی، چند دن کا مہمان تھا کہ اس عرصہ میں ایک سخت آندھی آئی، اور ایک عورت بیس سال سا - ۱۵ سال کی آوارہ ہو کر میرے گھر میں پناہ کیلئے آئی، میرا بڑا پر دار تھا، میں نے اسکو سنبھالیا اور فوراً قاضی کو بلا کر اس کیساتھ نکاح کر لیا، تمام زیورات چھین لئے، میرے بیٹے پوتے اور گھر کی عورتیں سخت ناراض ہوئیں، مگر میں نے مطلق پروا نہ کی، بلکہ اب دونوں پچھلے واقعے یاد کر کے پچھتاتا ہوں کہ تو نے بڑی غلطی کی کہ جو پہلی لڑکی اسطرح سے چھوڑ دی، اور دوسری کے مال پر ہی کیوں اکتفا کیا، اُسپر کیوں نہ قبضہ کیا، اگر یہ دونوں واقعہ[1] آج رونما ہو جائیں، تو مع مال کے اُن پر قبضہ کر لوں، لے بادشاہ تو سوچ کہ کیا خاص آدمی پیدا ہو گئے ہیں اور کیا نیتیں بدل گئی ہیں محقق نے پوچھا کہ آخر اس انقلاب عظیم کی کیا وجہ ہے، بڈھے نے جواب دیا کہ مذہبی تعلیم و تربیت کی بربادی"

[1] پہلا واقعہ بادشاہ کے دادا، دوسرا واقعہ بادشاہ کے باپ اور تیسرا واقعہ خود بدولت کا سمجھنا چاہئیے "بہار نامی"

سیر الآثار

گذشتہ سے پیوستہ

سفرنامہ رائے بہادر پنڈت شیو نرائن صاحب شمیم ایڈوکیٹ پنجاب ہائیکورٹ

میسور میں مرزا صاحب کی مہمان نوازی

محل دیکھ کر ہم واپس آئے۔ ہمارے رہبر نے وہاں کے ملازمین کو بخشش دینے سے روکدیا۔ شام کو حضور مہاراجہ سے ملاقات ہونی تھی اور رات کو مرزا صاحب نے مجھے مدعو کیا ہوا تھا۔ مہاراجہ صاحب تیسرے پہر کے قریب ایک کوٹھی میں تشریف لے آئے ہیں۔ ملاقاتیں اسی کوٹھی میں ہوتی ہیں۔ اسی کوٹھی میں وہ ریاضتِ جسمانی بھی کرتے ہیں۔ وقتِ مقررہ پر مہاراجہ صاحب نے مجھے فخر ملاقات بخشا۔ نہایت عزت سے پیش آئے۔ فرمانے لگے کہ میں بہت خوش ہوا کہ آپنے میسور آنے کا وعدہ پورا کیا۔ فرمایا کہ آپنے کیا کیا دیکھا۔ میں نے مختصراً جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا۔ موسیقی کا ذکر آیا۔ میں نے یہ کہنے کی مبادرت کی کہ میسور کی زبان میں وہ مٹھاس اور لطافت نہیں جو برج بھاشا میں ہے بلکہ میری ناقص رائے میں اس سے تو پنجابی زبان اچھی ہے۔ اسپر مہاراجہ صاحب نے فرمایا کہ جب آپ تیلگو زبان کے گیت سُنیں گے تو آپ اپنی رائے بدل دیں گے۔ مجھے لفظ تیلگو کی وجہ تسمیہ کی تلاش درپیش تھی۔ میں نے اثنائے گفتگو میں یہ بھی ذکر کیا کہ میری سمجھ میں ایک مُسلم بادشاہ کا ایسا بازاری نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مہاراجہ صاحب نے اس نام کی وجہ تسمیہ کبھی دریافت

نہیں کی تھی وہ سوچنے لگ گئے۔ رخصت ہوتے وقت آپ نے فرمایا کہ اَور جو جو مقام آپ نے دیکھنے ہوں مرزا صاحب سے کہدیں وہ انتظام کردیں گے میں نے یہ عرض کردیا کہ میں رخصتی سلام نہ کرسکوں گا کیونکہ میں بنگلور سے پھر میسور واپس آتا ہوا جلد واپس ہو جاؤں گا۔ اِس روشن ضمیر مہاراج کی جتنی تعریف کیجئے کم ہے۔ اُنہوں نے پرائیویٹ اور سرکاری محکمہ جات ایسے جُدا کانہ رکھے ہوئے ہیں کہ افسران کے باہمی کوئی کشمکش نہیں ہوتی۔ نج کا موٹر خانہ موسیقی بینڈ اور گویئے سرکاری سے علیحدہ ہیں۔ نج کے موٹر خانہ میں بیشں بہا موٹریں ہیں۔ بعض اِن میں سے بجلی سے چلتی ہیں جو صرف مقامی استعمال کیلئے ہیں۔ ایک کارخانہ بھی متصل ہے جہاں مرمت کا انتظام کامل ہے۔ باہر بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ کاش کہ ہمارے پنجاب کے رئیس میسور دربار کے انتظام اور مہاراجہ صاحب کے حسنِ اخلاق سے سبق حاصل کرتے۔

جیسے کہ ذکر کیا گیا رات کا کھانا میں نے مرزا صاحب کے ہاں منظور کرلیا تھا۔ چنانچہ اُن کی کوٹھی پر بعد حاضر ہوا۔

ایشیاء کی مسلم قوموں میں ایرانیوں کا درجہ بالاتر ہے۔ مرزا صاحب آغاخاں کے ہم قوم ہیں۔ اُن کے بزرگ بطریق تجارت میسور آئے اور اُن کا سلسلۂ آمدورفت برسوں رہا۔ آخر وہ میسور کے باشندے ہوگئے۔ مرزا صاحب کے والد ایڈی کانگ مہاراجگان سابق کے رہے۔ دربار کی روغنی تصاویر میں وہ موجود ہیں۔ جب مہاراجہ صاحب بہادر حال فرزند صاحب کی اتالیقی میں تعلیم پاتے تھے مرزا صاحب بھی اُن کے ساتھ ہی تعلیم میں ہم جماعت تھے۔ مہاراجہ صاحب اُن پر بہت اعتماد رکھتے ہیں۔ فی الواقع وہ اس اعتماد کے لائق ہیں۔ پیشتر پرائیویٹ سکرٹری ایک انگریز تھے اور مرزا صاحب حضور

سیکرٹری کہلاتے تھے۔ وہ انگریز تو چلا گیا۔ شاید اُس کی پنشن ہو گئی۔ بجائے اُن کے اب مرزا صاحب پرائیویٹ سیکرٹری ہیں۔ مکان سرکاری اور دیگر لوازمات کے علاوہ ۱۲۰۰؍ دوہزار روپے اُن کو تنخواہ ملتی ہے۔ اور امین الملک کے خطاب کے مالک ہیں۔ ایرانیوں کی مہمان نوازی مشہور ہے اُس شب میرے پاس خاطر سے لحم پکوایا ہی نہیں گیا۔ ساری غذا نباتاتی تھی۔ کوئی کوئی دیسی۔ اکثر انگریزی طرز کی چیزیں تھیں۔ حضرت شمیم بہو جن سماج کے پریذیڈنٹ نے خوب لطف اُٹھایا۔ میز پر ڈاکٹر عثمان جنرل ہسپتال کے افسرِ اعلیٰ۔ پروفیسر ڈاکٹر ششتری شامل تھے۔ ڈاکٹر ششتری بہت بڑے سیاح معلوم ہوئے۔ وہ کئی السنہ پر قدرت رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ سنسکرت بھی جانتے ہیں۔ ان دنوں گیتا اصل زبان میں مطالعہ کر رہے تھے۔ اس کا ترجمہ بھی عنقریب ہی شائع کریں گے۔ اُردو بھی شُستہ بولتے ہیں۔ بغداد۔ ایران۔ امریکہ۔ جاپان۔ یورپ کے اکثر ممالک میں وہ رہے ہیں۔ گویا ہفت زبان ہیں۔ مجھ سے کئی امور پر گفتگو چھڑی۔ گوشت خواری پر بہت دیر گفتگو ہوتی رہی۔ بندہ نے ایک سائیکلوپیڈیا کھول دیا۔ چند ایسے واقعات وہاں بیان کئے جو اُنھوں نے سُنے نہ تھے۔ آخر عادت کب جلدی سے چھوٹتی ہے۔ ڈاکٹر سر جگدیش چندر بوس کے اس نو دریافت شدہ مسئلے پر اُن کو سہارا لینا پڑا۔ یعنی یہ کہ ہر شے میں جان ہے۔ جیسے نباتات کو کھا لیا ویسے ہی کسی جانور کو کھا لیا۔ حتی الوسع ہم نے جواب تو دیا مگر وہ اپنی عادت کو اس نئی دریافت سے پناہ دیتے تھے۔ چوٹ تو اُن کے۔ لیکن بھی ہوئی ہو گی ممکن ہے کسی وقت ثمرہ لاوے۔ کم از کم میری زاہدانہ تمنا یہی ہے۔ ڈاکٹر عثمان کم گو ہیں۔ طبابت یا جراحی کے متعلق کبھی کبھی کوئی جملہ درمیان میں آجاتا تھا۔ مرزا صاحب نے اُن سے تعارف کرایا تو معلوم ہوا

سو کوئی دنیا کا ڈاکٹری امتحان نہو گا کہ جس کا ڈپلوما اُس کے پاس نہو۔ نہایت نرم مزاج اور ہمدرد ڈاکٹر معلوم ہوتے تھے۔ کھانے کے اخیر پر ہمکو پان ملے۔ جن میں کتھا تھا واضح ہو کہ جب سے ہم دکن دیس میں داخل ہوئے کتھا کسی پان میں نہ پایا تھا۔

قیام میسور میں مسٹر ادس کے سپرد میرے کھانے پینے کا انتظام تھا۔ بعد طعام ایک طشتری پر پان کا تھدا آتا تھا چونا۔ جائپھل کے ورق کٹے ہوئے دار چینی کے ورق الائچی۔ چونا۔ سپاری ریزہ ریزہ ہوئی ہوئی پیش ہوتی تھی اُس صاحب نے ہمیں اُن کے کھانے کا طریق یوں بتلایا کہ ایک پان لیجیے اُس پر چونا اُنگلی سے تھوڑا سا لگائیے۔ اور اُسکی بتی بنا لیجیے اُس سے پہلے مصالحہ جس کا ذکر ہوا ہے منھ میں ڈال کر لعاب دہن پیدا کر لیجیے بعد میں پان کی بتی منھ میں ڈال کر چبا جائیے۔ ہم نے یہ عادت اختیار کر لی تھی درا صل کتھا اچھی چیز نہیں۔ یہ کیکر کی چھال کو بکار چھان کر گھر اکے سُرخ مٹی کے مانند بنایا جاتا ہے۔ اس سے شاید دانتوں کو نقصان بھی پہنچتا ہو۔ اس سے کم از کم تھوکا تھاکی تو بہت ہوتی ہے۔ اُگالدان ہر جگہ درکار ہے۔ فرش اور دیواروں پر ریل گاڑی میں اسکی خرابیاں اور گلکاریاں معلوم ہوتی ہیں۔ اچھا ہی ہو کہ پان سے کتھا موقوف ہو جاوے۔ مجھے چونکہ عادت کتھا ملے ہوئے پان کھانے کی تھی اُس شب کتھا والے پان کئی دنوں کے بعد غنیمت تھے۔ القصہ ہماری لکچر بازی غالباً اُن کو نہیں بھولیں گی۔ حق تو ہے کہ مرزا صاحب نے مجھے مول لے لیا۔ جس اخلاق سے میں نے دو دو جلدیں چاند ناول اور سنائتی باؤ ناول کی خدمت میں عرض کیں اور ایک بُدازم کا اپنا ایک لیکچر انگریزی کا بھی پیش کیا۔ ایک ایک جلد میسور یونیورسٹی کے کتب خانہ کے لئے بھی عرض کی۔ ہم اور کیا عرض کرتے ؎

برگ سبز است تحفہ درویش

اس کے بعد مرثیے سُنے۔ ایک مرثیہ خوان مدرسہ موسیقی میں معلّم تھا۔ معمر شخص تھا۔ خود شاعر بھی تھا۔ آہستہ آہستہ اُس نے سوز میں کچھ کلام اور بعض بند مشہور مرثیوں کے۔ اور بعض اپنی تصنیف کے سُنائے۔ منجھی ہوئی آواز تھی وہ موسیقی کی مشق نہ دکھلاتے تھے۔ دو اور مرثیہ خواں بھی تھے وہ راگ داری میں مرثیوں کو ادا کرتے تھے سچ تو یہ ہے کہ مرثیہ میں الاپ یا باریکی کی ضرورت نہیں۔ اُنھوں نے راگ کے تکلّفات بے محل دکھلائے۔ مجھے پسند نہ آئے۔ مرثیہ صاف الفاظ میں ادا ہونا چاہیئے تاکہ اپنا اثر کر سکے۔ راگ کی چاشنی اثر کی ایزادی کیلئے کافی ہوتی ہے۔

"شمیم" (دیکھو صفحہ ۳۹)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہون پر بیٹھا تعزیر برداشت کر رہا ہے، پروہت کی ہدایت کے مطابق قواعد کر رہا ہے، جو دو بیہ خطوط نفس کے لیئے استعمال ہوتا تھا پانی کے مثل بہتا ہے، جو طبیعت اگر صبح کا کھانا چند منٹ دیر سے ملتا تو اُٹھتا بیٹھنا فاقہ رکھ رہا ہے، یہ کیا نظارہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ دل میں سوچتا تھا کہ ہندوؤں کا کمال اتنے درجہ تک پہنچا ہے کہ دنیا کو حیرت ہے، روحانی معاملات میں بھی انھوں نے بہت جد و جہد کی ہے، مشاہدہ معائنہ تجربہ تخیل اور تحقیق کا کوئی دقیقہ اُن کی تلاش سے نہیں بچا، یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی ہے کہ اس کے نتائج غلط ہیں، بلکہ کہیں کہیں اُن کی تائید بھی ہوتی ہے، ماں کا خیال اُس کی الفت اور عظمت نے دل پر اتنی گرفت کی ہوئی تھی کہ میں خود حیران ہوتا تھا کہ کس طرح سے ذہنی طاقتیں تابع جذبات کے ہو جاتی ہیں، غرض میں بے بس تھا، اس دن سے آجتک میں ان جذبات کی اطاعت سے آزاد نہیں ہوا، ابتک مجھے یہ اعتقاد ہے کہ شرادھ بہت مفید رسم ہے، بزرگوں کو کچھ فائدہ پہنچتا ہو یا نہ انسان کے اپنے رویہ کے لیے، اس کے چلن کے لئے اُس کی طبیعت کی اصلاح کے لئے، اُس کی اولاد کی تربیت کے لیئے یہ رسم اچھے نتائج پیدا کرتی ہے، اس میں دلیل کا کام نہیں، دماغ سے تعلق نہیں، اس کا دل سے

تعلق ہے، انسان کی زندگی میں بہت سے واقعات ایسے آتے ہیں کہ اُس کی آیندہ زندگی پر اثر کرتے رہتے ہیں، اُس دن کے بعد میں ہر سال ماں کی وفات کی تاریخ پر فاقہ کرتا ہوں، اُس سے قبل بدون کرم کئے کے میں فاقہ نہیں رکھ سکتا تھا، والد مرحوم کی رسم کریا کرم تو میں نے اُن کی وفات پر ادا کر دی تھی، اُن کی یوم وفات پر فاقہ رکھا کرتا ہوں، اُن کی کریا کرم کے موقعہ پر میرے دل میں وہ احساس مثل مادر خود پیدا نہیں ہوئے تھے، ایک مذہبی رسم سمجھکر کریا کرم کر دیا تھا، البتہ اپنے والد مرحوم کی عنایتیں شفقتیں یاد آتی تھیں گویا ایک قسم کا سایہ میرے سر سے اٹھا ہوا معلوم ہوتا تھا، والدہ کے کرم کے موقعہ میرا دل موم کے مانند پگھلا ہوا تھا، میں اس تمیز کو فطرتی سمجھتا ہوں، میرے بس میں نہیں کہ دونوں والدین کو یکساں یاد کر سکوں، ماں کی الفت باپ سے زیادہ ہے، اور میرا خیال ہے کہ مانند میرے ہر ایک انسان کی یہی کیفیت ہے،

القصہ جب میں صبح کو بیدار ہوا میری طبیعت نہایت مسرور تھی، بار بار یہ خیال کرکے کہ میں نے اپنی ماں کے درشن اتنے سال کے بعد کئے، اور یہ خیال کر کے کہ میں نے اُن کے پاؤں چومے، مجھے ایسی دلی مسرت حاصل ہوتی تھی جو الفاظ ادا نہیں کر سکتے، میں نے اپنے منشی جی سے ذکر کیا کہ گذشتہ رات میں نے اس طرح کا خواب دیکھا ہے اگر آس پاس کوئی تیرتھ کا مقام ہو جہاں ٹھہر جاویں اور اُن کا شرادھ کر دیں، کبھی سوچتا تھا کہ مُن صاحب پر شاید کرم کرنے میں کچھ خامی رہ گئی ہے، ضعیف دلی کو ملاحظہ کیجئے، کبھی سوچتا تھا کہ میری ماں نے مجھے جس طرح اُن کا ہاتھ بڑھا ہوا تھا مجھے اس سفر میں خیر و عافیت کی تشفی دی ہے، اور میرے لئے برکت کا دست شفقت دراز کیا ہے، منشی جی نے دریافت کیا تو اُس لائین پر کوئی تیرتھ نہ تھا، ایک دیوی کا استہان ۱۵، ۱۶ میل آبو روڈ سے بیان کیا جاتا تھا، جس کے درشن کے لئے احمد آباد کے دو رئیس آبو کے وٹنگ روم میں موجود تھے، مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے اپنے فرزند بشن جی کو اس خواب کا ذکر لاہور لکھ بھیجا، اس خیال سے کہ وہ بھی خوش ہونگے، میرے اور بال بچے بھی خوش ہونگے، کہ اُن کے بزرگ نے درشن دیئے ہیں، گو خواب ہی میں سہی، سوچتے سوچتے خیال آیا کہ اب اتنی دور آئے ہوئے شرادھوں کے دنوں میں واپسی پر ناسک جاؤنگا، منشی جی نے بھی

آرزو وہاں جانے کی ظاہر کی، چنانچہ پروگرام مجوزہ میں ناسک شامل کر دیا گیا، اور یہ لو لگی رہی کہ کاش وہ دن آئے اور میں گوداوری کے کنارے کے قریب والدہ کا شرادھ کراؤں اور دلی مسرت خواہ فرضی سمجھئے یا اصلی سمجھئے حاصل کروں، چنانچہ یہ فرض ادا ہو گیا، ناسک کے بیان میں آئندہ اس کا ذکر کیا جائیگا، (بقیہ صفحہ ۳۷)

ابتدائی دیباچہ سفرنامہ شمیم

مدت سے میرے دل میں تمنا تھی کہ سری رامچندر جی کے متبرک نام کے ساتھ جو جو مقامات منسوب ہیں اُن کو اپنی آنکھ سے دیکھوں، والمیکی رامائن کے جہاں جہاں تصدیق ہو سکے بہ نظر خود مشاہدہ کروں علاوہ ازیں عرصہ سے دھن لگی ہوئی تھی، کہ مہاتما گوتم بدھ کی امت لنکا میں دیکھوں اور اگر ہو سکے تو وہاں اپنے خیالات کا اظہار کر دوں، جب سے گورو گوبند سنگھ جی کے جنم بھومی دیکھی تھی یہ بھی آرزو تھی کہ جہاں اُن کا دھیانت ہوا ہے وہ بھی دیکھنی چاہیئے کبھی کبھی یہ خواہش بھی پیدا ہوتی تھی کہ ہندوؤں کے عظیم الشان مندر جو جنوب ہند میں واقعہ ہیں درشن کروں، جینیوں کا مشہور اور معروف مندر واقعہ کوہ آبو کے دیکھنے کے لئے تو ایک مرتبہ سفر کی تیاری ہو بھی گئی تھی، مگر وہاں کے جانے کی نوبت نہ آئی تھی،

اس سال بوجوہات چند در چند میری طبیعت بہت اداس ہوتی جاتی تھی، دل میں اُبال آیا کہ شمیم تو حوصلہ کر اور جنوبی ہند کی جانب چل پڑ، دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس عمر میں اتنا دور و دراز سفر اختیار نہ کرنا چاہیئے، صحت بگڑ جانے کا اندیشہ ہے، دردمندوں کو میری جان کی فکر تھی، میرے عیال و اطفال کو حوصلہ مجھے منع کرنے کا نہ پڑتا تھا، متشوش ضرور تھے، لیکن منہ سے کچھ نہ کہتے تھے، میں چاہتا تھا کہ کوئی ساتھی ملے تو کیا ہی اچھا ہو، ایک کرم فرما تیار ہوئے، اُن کی رخصت کے احکام موقعہ پر جاری نہ ہوئے وہ مجبوراً نہ چل سکے، ایک اور رفیق نے مستعدی ہم سفر ہونے کی ظاہر کی، بلکہ انہوں نے تیاری بھی کر لی، میری بدقسمتی سے اُن کی صاحبزادی کو تپ محرقہ نے گرفتار کیا وہ بھی رہ گئے، ایک اور دوست سے میں نے خود درخواست کی کہ وہ میرے ساتھ چلیں، وہ بوجہ کاروبار خانگی نہ چل سکے، آخر میں نے

المونیم کے برتن خریدے، ایک نوکر جو معمولی کھانا پکا سکے، اور اپنا کلرک منشی شنکرداس ہمراہ لیا اور اپنے اشتیاق کے حوصلہ پر بندہ ۱۰ اگست ۱۹۲۲ء کو لاہور سے روانہ ہو کر براہ دہلی پہلے اجمیر شریف پہنچا، سفر کا میں نے پہلے ایک نقشہ بنایا ہوا تھا، میرے قیام کے لئے سیلون میں انتظام ہو گیا تھا حیدرآباد میں سر علی امام صاحب نے براہ عنایت میرے فرو کش کا انتظام کیا ہوا تھا، حضور سری مہاراجہ صاحب بہادر میسور کے پرائیویٹ سکرٹری امین الملک مرزا محمد اسمٰعیل صاحب کی چٹھی آچکی تھی کہ مجھے ریاست کی طرف سے دلچسپ مقامات دکھلائے جائیں گے، مہاراجہ صاحب بہادر سے چند ماہ پیشتر مجھے شملہ میں نیاز حاصل ہوا تھا، اور انہوں نے براہ خاوندی مجھے مہمان ریاست ہونے کا حوصلہ دیا تھا، مدراس میں پانڈے صاحب نے میرے لئے انتظام کیا ہوا تھا، بمبئی میں کپتان سوہن لال صاحب فرزند ڈاکٹر ہیرالال صاحب نے میرے لئے انتظام کیا ہوا تھا، پونہ، آبو، اجمیر مدورا وغیرہ مقامات کے لئے کوئی انتظام پہلے سے نہ ہوا تھا، وہاں بھی معقول انتظام ہو گیا، اس سارے سفر میں مجھے کسی جگہ کوئی تکلیف نہ ہوئی، موسم خوشگوار رہا، صحت بہت اچھی رہی، تازہ بہ تازہ نو بہ نو مقامات اور نئے سے نئے اور بہتر سے بہتر نظاروں نے طبیعت کی اداسی شادی، اور ہر روز نئی کیفیتوں کا لطف آتا تھا، ذیل کے مقامات اس سفر میں دیکھے گئے،

اجمیر شریف، کوہ آبو، بمبئی، پونہ، مدراس، مندر رامیشرم، شہر کلمبو (لنکا) کوہ کینڈی (لنکا)، مدورا، ترچنا پلی، ریاست میسور، کوہ اوٹی کمانڈ، بنگلور، حیدرآباد دکن، نادیر (حضور صاحب)، ناسک،

ایک ہفتہ سیلون کے سفر میں صرف ہوا، ۶ روز علاقہ میسور میں صرف ہوئے، باقی مقامات پر ایک ایک دو دو دن قیام رہا، ۱۲ ستمبر ۱۹۲۲ء کو لاہور واپس آیا، اور تھوڑی جا کر سفرنامہ لکھنے کی جانب رجوع کیا، سفر میں میں ایک نوٹ بک میں مختصر نوٹ لیتا رہا، جو اس سفرنامہ کے لکھنے میں کام آئے،

شمیم

ہمارے حاصل شدہ سوراج

(نمبر اوّل)

ریاست پٹیالہ کی نہری لوٹ | رئیس ہند کی اپریل و مئی کی اشاعت میں نامہ نگار صاحب کے مضمون بالا پر چٹھی چھاپی گئی تھی، اس چٹھی کا چھپنا تھا کہ ریاست پٹیالہ کے نہری رقبہ جات سے ذمہ دار اشخاصِ متعلقین کی بے تعداد فریادیں دفتر میں موصول ہوئیں، ان سب شکایات کا چھاپا جانا ہماری پالیسی سے بعید ہے، مختصر احکامِ ریاست کو ان حیرت انگیز دن دونا قابل انتظام زیادتیوں سے آگاہ کیا جانا ہمارا فرض ہے۔

چنانچہ ہم سلسلہ وار یہ حقیقی کوائف چھاپتے ہیں:۔

ریاست پٹیالہ کا نہری رقبہ چھ ڈویژنوں میں منقسم ہے، ان میں سے ہر سب ڈویژن کی کیفیت سنئے۔ ڈویژن اوّل گھگرا انچارج عرصہ دو سال سے بابو ایشری پرشاد خلف مشہور سری کرشن داس ہے، قدرت نے امتحان میں تو پاس کرا دیا، مگر طبعیت نے تو انجینرنگ وغیرہ کی طرف رجوع نہ کیا، اگر کچھ تو پر خبط پایا، اسی وجہ سے یہ سب ڈویژن سب سب ڈویژنوں سے ردی حالت میں ہے۔

الف۔ مسمی میلا رام جو بطور ملازم رکھا گیا، سرکاری کاغذات میں اُس کی جو حیثیت ہے تحقیقات سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

ب۔ کیا کوئی اس امر کی تردید کر سکتا ہے، کہ یہ مخصوص ملازم جہاں جہاں بابو صاحب رہے اسے ساتھ ساتھ ہر ایک سب ڈویژن میں ٹھیکے دیئے گئے۔

۶۸۰۶

ج۔ بابو صاحب کے پاس سے اس کی علیحدگی کی کیا وجوہات ہیں،

د۔ خدا بخش کون ہے؟ کیا کام کرتا ہے؟ بابو صاحب کے پاس کب سے مصروفِ کار

سے، ذریعہ آمدنی کیا ہے، کیا حیثیت ہے،

ھ۔ کیا رقم امپرسیٹ ( ) صحیح طور پر صرف میں لائی جاتی ہے،
اور حساب کتاب مکمل ہیں،

و۔ سب اوورسیئروں کو جو رقوم اس رقم میں سے دی جاتی ہیں، اُن کے بھگتاؤ
کے کاغذات مکمل ہیں؟

ز۔ جو کام فی الواقع ایسا ہی کی صورت میں کرایا گیا، کیا صورت ٹھیکے میں منتقل
نہیں کیا گیا؟

ح۔ کیا یہ کارروائی جائز سمجھی جاسکتی ہے؟

ط۔ یہ انتقال کی صورت کیوں اختیار کی گئی؟

ی۔ سب ڈویژن مذکور میں جہاں پر ٹیل پر پانی نہیں پہنچتا ہے، وہاں پانی کون کون
سے ذرائع سے پہنچایا جاتا ہے،

"باقی دارد"

ریاست پٹیالہ کی نہری لوٹ | ایک باخبر نامہ نگار صاحب لکھتے ہیں:۔ "بابو الیشری پرشاد کی بابت
ہوشیار اور کارکن ہونے کا یہ کافی ثبوت ہے، کہ مسٹر ورما صاحب سابق ریذیڈنٹ انجینیر کے وقت
دو سب ڈویژنل افسیروں سے جن سے کہ یہ سینیر (بڑا) تھا، جونیر ہو گیا، اور آخر کار
چھوٹے سی سب ڈویژن پٹیالہ نہوڑ پر لگا یا گیا، مسٹر ورما صاحب کے جاتے ہی اس کی قسمت
کا ستارہ چمکا، اور سب ڈویژن اوّل گھگر کا تبادلہ کرالیا، جہاں کہ عرصہ دو سال سے مطلق العنانی
سے حکومت ہو رہی ہے، اور مسٹر ورما صاحب کے وقت میں جو تھوڑا بہت نقصان برداشت
کرنا پڑتا تھا، اُس کے پورا کرنے کی ہر طریق سے کوشش کی گئی، یہ عرصہ دو سال کا زمانہ اسکی
تمام سروس میں ہر طرح سے زرّیں ثابت ہوا، لیکن اس قدر کہنے میں ہم کو تامل نہیں ہے کہ
جس بے خوفی اور دیدہ دلیری سے اس نے خزانہ سرکاری سے جو سب ڈویژن میں رہتا ہے،
ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے، شائد ہی کوئی دوسرا ایسی حیثیت کا افسر ہو جسکو اپنی عزت کا خیال ہو،

اس طرح سے کھلے بندوں خزانہ کا استعمال کرتا، یہ کیوں اور کس طرح، اس سب ڈویژن میں چھ سب اوورسیر حضوری ہیں، یہ نام کے تو ظاہرداً نمائشی سرکاری ملازم ہیں، لیکن اگر اندرونی طور پر دیکھا جائے، تو ان کو بابو صاحب کے بجز ......کے نوکر اگر کہدیا جائے تو بیجا نہ ہوگا، یہی سب اوورسیر اس کے آلہ کار اور رازدان اصلی بھی ہیں، جو کچھ کیا جاتا ہے ان کے ہاتھ سے ہی کیا جاتا ہے، یہ سب اوورسیر ایسا کرنے میں فخر بھی کرتے ہیں، کیونکہ ہر یک ایک دوسرے سے بڑھ کر رسوخ پیدا کرنا اپنی بہبودی کے لئے اچھا سمجھتا ہے، یہ ایسا **گناہ بے لذت** کیوں کرتے ہیں، اس کے ذائقہ کی خبر کی، ان کو ہی ہوگی، لیکن یہ بیچارے کریں بھی تو کیا کریں، اپنے روزگار کے ڈر کے مارے، قہر درویش برجان درویش، گناہ بے لذت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس دور میں ان کی جان سب ڈویژن افسر کے ہاتھ میں ہے، تقریباً جو کچھ کسی کی بابت سب ڈویژن سے لکھا جاتا ہے، خواہ اس میں سچائی شمہ بھر بھی نہ ہو، وہی اوپر سے منظور ہو جاتا ہے، اور اسی سبب سے یہ اپنے آپ کو مطلق العنان سمجھتا ہے، اور جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے، اور مجبوراً ان چھ سب اوورسیروں میں آتمارام کا اوّل نمبر ہے،

الف - ندام پور راجبہ پر سے جو درخت کیکر وغیرہ کٹنے کے لئے کندن لال جمعدار ٹھاکر داس ٹھیکہ دار کو دیئے گئے، اس کی پیمائش کی ذمہ وار نے کیوں نہیں کی، اور بابو ایشری پرشاد نے کیوں کی، اس میں اصلی راز کیا ہے؟

ب - کیا کندن لال نے ایک ایک درخت کیکر کا پورہ بیس بیس تیس تیس روپیہ کو فروخت نہیں کیا؟

ج - جس قدر لکڑی اس راجبہ پر سے کاٹی گئی ہے، کیا اس کی پیمائش ڈیوڑھ ٹھیکی ہی ہوئی ہے،

د - سرکار میں اس لکڑی کی قیمت کیا داخل ہوئی؟

کا، جبکہ بھٹہ کے استعمال کے لئے بہ لکڑی دی گئی، تو ان کے پورے کیوں فروخت کئے گئے۔

د۔ ان پوردں کی کوئی علیحدہ پیمائش ہوئی،

ذ۔ کیا ان درختان کی جو تعداد میں کئی بیس تھے، اور جن میں بھاری بھاری درخت بھی شامل تھے، جو کہ ٹھیکہ دار نے اس قدر قیمت کے فروخت کئے، اور جن میں سے ایک ہی درخت سے ایک سے زیادہ ٹھیکی ہوتی تھی، اسی قدر پیمائش ہوتی ہے،

ح۔ کیا اس ٹھیکہ دار نے اور جو بہت سی لکڑی بھٹہ کے نام سے لی تھی، انہیں فروخت کی ہے، اور پیمائش کا اندراج کم ہوا ہے،

ط۔ اس سب ڈویژن میں کیوں ایمانی میں کام بنوائے جاتے ہیں، جبکہ دیگر سب ڈویژن میں ٹھیکے میں ہوتے رہتے ہیں،

ی۔ اس سب ڈویژن میں کیوں کوئی ٹھیکہ دار نہیں آتا، اس کا کیا خاص باعث ہے،

ک۔ اگر کوئی نیا ناواقف ٹھیکہ دار آکر اس سب ڈویژن میں پھنس بھی جاتا ہے، اور کام شروع کر دیتا ہے، تو ادھورا چھوڑ کر کیوں بھاگ جاتا ہے، اس کا اصلی راز کیا ہے،

آئندہ کو ہم وہ راز روشنی میں لائیں گے، جن سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔"

نواب رام پور کے اشغال اور ان کی طرز حکومت کی جانچ

"نواب کی حکومت کی جانچ رعایا کی خوشحالی اور اطمینان ہی کے ذریعہ سے کی جا سکتی ہے" حضور وائسرائے نے اوائل جنوری میں ریاست رامپور کا دورہ فرمایا، سب کو معلوم ہے کہ اس ریاست کی رعایا خوشحالی اور اطمینان کا نواب کے اشغال عیش و عشرت سے نوحہ پڑھا جا چکا ہے، اس نواب کو حکومت کرتے برس گذر چکے ہیں، مگر اب تک ریاست کی ابتدائی ضروریات بھی پوری نہیں کی گئیں، زبانی باتوں سے گھر پورا کرتے ہوئے نواب نے کہا کہ "اپنی رعایا کی تعلیمی ضروریات اور ریاست کی سڑکوں، نہروں، اور جدید آبادیوں کے ذریعہ ترقی دینے کے فوائد کو بخوبی محسوس کرتا ہوں" اس بیان سے ظاہر ہے کہ نواب رامپور نے جب سے حکومت

سنبھالی، اُس وقت سے آجتک ضروریاتِ مندرجہ پر غور نہیں کیا، اب جبکہ ریاستوں پر عام نگرانی ہو رہی ہے، نواب صاحب نے ایسے فقرات بیان کئے، جو حکومت کے سنبھالتے وقت کوئی جدید فرمانروا بیان کر سکتا ہے، مگر واہ رے لارڈ اروِن کا تدبر کہ آپ نے کس طرح نواب کو عملی سبق پر مجبور کیا، آپ نے خاتمہ تقریر پر فرمایا:۔

"مجھے یور ہائینس سے یہ سُن کر بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ آپ اپنی رعایا کی تعلیمی ضروریات اور امدادیات کی سڑکوں، نہروں اور جدید آبادیوں کے ذریعہ ترقی دینے کے فوائد کو بخوبی محسوس کرتے ہیں، کیونکہ یور ہائینس کی رعایا کی خوشحالی اور اطمینان ہی کے ذریعہ یور ہائینس کی حکومت کی جانچ کیجائیگی"

(رودالقرنین ۱۴ جنوری)

بیشک رامپور کی رعایا کے اسبابِ خوشحالی اور اطمینان طرزِ حکومت سے خاک میں مل چکے، ضرورت ہے کہ اب اِس طرزِ حکومت کی جانچ کی جائے، تاکہ لاکھوں نفوس راحت و آرام کا دم لے سکیں،

کوٹھی شملہ جیند ہاؤس | ریاست کی پُرانی جائداد جو راجگان جیند نے شملہ میں پیدا کی تھی، منجملہ اُن کے ایک کوٹھی مالیت تقریباً ۲ لاکھ روپیہ "یارو گنج" میں واقع تھی، کچھ عرصہ سے خالی کرائی جا رہی ہے، مگر ڈھنیگرہ کا اس پر عرصہ سے دانت تھا، اس نے مہاراجہ صاحب کو طرح طرح کے دم دیکر اولاً اس کی مرمت وابزادی کرائی، پھر بتدریج شاہی سامان سے اُسے آراستہ کیا گیا، بیان کیا گیا ہے کہ اس کی آرائش ایک لاکھ روپیہ کے سامان سے کرائی گئی ہے، بحالت نشہ اس کا انتقال اپنے نام ڈھنیگرہ نے کرالیا، ڈھنیگرہ نے سوائے بربادی کے اب تک ریاست میں کوئی کارگذاری ظاہر نہیں کی، معلوم کس کارگذاری پر یہ جدّی جائداد اس شاہی خاندان سے جدا کی گئی، کیا مہاراجہ جیند کو ایسے اختیارات ہیں کہ وہ بزرگوں کی جائداد اس طرح سے منتقل کر سکیں، گورنمنٹ انڈیا اور خصوصاً ایجنٹ گورنر پنجاب کو ایسی بربادیوں سے روسا کو روکنا چاہئے، ورنہ آجکل کے روسا کو جنہیں اپنی جان و مال کی بھی پروا نہیں، ریاستوں تک بیع کر دینگے،

گورنمنٹ جلد نوٹس لیکر نابالغ شہزادہ کے حقوق کی حفاظت کرے،

ٹنچر آیوڈین ملکہ ایسڈ

اونکار لال عاشق مزاج شملہ سے ڈھنگرہ کی فیملی لیکر **سنگرور** آرہا تھا، ڈھنگرہ کا معتمد تھا، اندر اور باہر کا مالک، عاشقِ دیرینہ سے کب رہا جاتا تھا، خدا معلوم راستہ میں کس سے کیا معاملہ پیش آیا، سنگرور پہنچنے پر عاشق مزاج اپنے روزمرّہ کے شغل سے بے فکر ہوا، ہنسی خوشی ڈھنگرہ کے گھروالوں کو چھوڑ کر اپنے گھر جانیوالا تھا، کہ دفعتاً ڈھنگرہ اُس پر ٹوٹ پڑا، بعد زدوکوب ٹنچر آیوڈین کی شیشی کمرے سے لاکر اس کے عضو تناسل پر چھڑک دی، اور اس کا خوبصورت زاہد فریب توبہ شکن چہرہ بھی داغدار بنادیا، غیظ و غضب میں ایسا غضب کیا گیا، کہ معاملہ کو چھپانے کے لئے عاشق مزاج کو وضع جلانہ منڈی پہنچا دیا گیا، اور اسسٹنٹ سرجن بخشی رام اس کے مُعالجہ کے لئے مامور ہوا،

یہ کاسہ تجربہ تاحال صحتیاب نہیں ہوا، اس کے رشتہ دار **کشن جیون لال** ... **رگھبر دیال** بھی زیر حراست تھانہ **سنگرور** ہیں، تھانہ بالتعلق میں ان کے متعلق کوئی اندراج نہیں، کوئی کوئی مقدمہ برپا کیا جائیگا، اخبارات ہند نے ہرچند واویلا کیا، مگر کچھ شنوائی نہیں ہوئی، کیا صاحب ایجنٹ اسی طرح خاموش بیٹھے ہوئے جیند کی نزع کا نظارہ دیکھتے رہیں گے،

لاٹری حیلہ

ہرکس و ناکس کے پاس لاٹری کی رسید بکیں تقسیم کی جارہی ہیں، اور اہلِ مقدمات سے جبراً روپیہ لیا جارہا ہے، اور اہل مقدمہ کے پاس جدا جدا تقسیم کیں، آجکل اس کا بڑا زور ہے، اور اس سے علاقہ تباہ کیا جارہا ہے، ممکن ہے کہ مہاراجہ جیند کوٹھی شملہ کی طرح اس کا روپیہ بھی وصول کرکے ڈھنگرہ کو دیدے، گورنمنٹ کو جلد توجہ کرنی چاہئے،

ملازمان پولیس، جو ڈسمس ہوں
ریاست پٹیالہ کی لوٹ

ریاست پٹیالہ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ جب سے خان بہادر نواب لیاقت حیات خان او بی ای، پٹیالہ میں ہوم منسٹر قائم ہوئے ہیں، آپ بلاشبہ بددیانتوں کے دیکھنے کے روادار نہیں، محکمہ پولیس کے بہت سے اشخاص معطل ہیں، ۲۔ سے مع تجویز بھی غور ہورہا ہے، آفیسران مال کے چال چلن کی بھی پڑتال ہو رہی ہے، مگر نہری اور

ڈاکٹری لوٹ کے چشمے مسدود نہیں کئے گئے، کہ جن کی سخت ضرورت ہے،

رنبیر سنگھ محکمہ فارن آفس | رنبیر سنگھ ولد رنجیت سنگھ نے جو ناجائز طور پر برنالہ کی مشین پر قبض و دخل کیا ہے، اُس پر حکام نے اب تک کوئی نوٹس نہیں لیا، رعایت کا درد رد دورہ ہے، مہاراجہ صاحب پٹیالہ کو خصوصیت سے احکام صادر فرمانے چاہئیں،

پنڈت دیاکشن نے گُر گے | پنڈت صاحب اپنا ٹڈی دل گلزار پٹیالہ پر چھوڑ گئے ہیں، وہ خوب صفائی کر رہا ہے، اور افسوس یہ ہے کہ حکام ذی اثر کمزور ہیں، اس ٹڈی دل میں سے آج ایک سابق پٹواری کا حال لکھا جاتا ہے کہ مسمی **دھنی رام** ایک ذلیل پٹواری سنور کا تھا، کہ جو **دیاکشن** نے سب کے حقوق غضب کر کے تحصیلداری کے گریڈ تک پہنچا دیا، پنڈت صاحب اس کی حفاظت کا کافی سامان کر گئے، اب ہی اجلاس خاص میں مخبر بنا بیٹھا ہے، اس کے حالات اگلے ہفتہ پیش کروں گا، جو ایک افسانہ سے کم نہیں،

(زمانہ نگار)

اعتذارِ مشتمل بر خوشخبری

کسے زحالِ پریشانِ ما خبر دارد — کہ ہمچو بادِ صبا کار با سحر دارد

مادہ ہند خریداران اور تساہل پسند اصحاب کی عنایتوں کا ہم کس زبان سے شکریہ ادا کریں، خدا کرے کہ ہماری زبان شکوہ آلہ نہ ہو، اُن کی مہربانیوں سے ۱۹۲۶ء میں پانچ ہزار روپیہ کا خالص خسارہ برداشت کرنا پڑا، ایسی صورت میں مزید خسارہ سے ہم کو بچنا پڑا، اس لئے اگست ۱۹۲۶ء سے اخیر سال تک رسالہ کی اشاعت کے ارمان دلِ پر ارمان میں چٹکیاں لیتے رہے، مگر یہ ہمارا انچلانہ رہنے والا قلم اور مصروف دماغ ملکی خدمت سے کہاں غافل ہو سکتا تھا، دفتر کے سب کارکن **کلیات برہمن** کی تالیف و ترتیب، کتابت و اشاعت میں مصروف ہو گئے، شکر ہے کہ زندگانی رائے رایان ہی کا کرہ شاعری دیوان، رباعیات، ابیات، فردات، مثنوی کا ایک مجموعہ رنگین کی صورت میں زینت افزائے علم ادب قدیم ہوا، جو صاحب ۱۹۲۷ء کا سالم چندہ عطا فرمائینگے، انکی خدمت میں یہ چار روپے کی جلد نذر کیجائیگی، تصاویر عکس نمونہ تحریر برہمن اور دیگر علمی انکشافات کے مقابلہ میں یہ قیمت کچھ بھی نہیں،

چیف منیجر رئیس ہند

مظالم ٹونک جیسا کہ دیگر ملکی جرائد میں حکام ذی اثر کے متعلق طرح طرح کی فریادیں چھپوائی گئی ہیں، اسی طرح سے بہت سے نامہ نگاران نے ہمیں بھی مجبور کیا ہے، کہ وہ سب حالات چھاپ دیں، ہم نے تحقیقات کی غرض سے اپنے نامہ نگار خصوصی کو لکھا ہے کہ صحت ہونے پر بے تردد چھاپا جائیگا، مظلوم مطمئن رہیں، ایک اسلامی اخبار نیر اعظم مُراد آباد لکھتا ہے :۔

"ریاست ٹونک ریاست کے اندرونی حالات اور اہلکاران جلیل القدر کے خلاف کچھ عرصے سے مراسلات ہمارے پاس بھیجے ہیں، اور ہفتہ عشرہ میں ایک نہ ایک نیا واقعہ ہمارے دفتر میں پہنچ جاتا ہے، صاحب مراسلہ کو خوف بھی اس قدر طاری ہے، کہ اب تک نہ تو انہوں نے مفصل پتہ لکھا ہے، اور نہ اپنا نام ظاہر کیا ہے، ایک مراسلہ میں یہ بھی بتایا ہے، کہ ٹونک کے ڈاکخانہ کی سخت گیری مخلوق کو ہراساں کئے ہوئے ہے، اور اسی وجہ سے وہ اپنی مراسلات ڈاکخانہ ٹونک سے روانہ نہیں کرتے، کیونکہ ریاست کی طرف سے ان امور کی سخت نگرانی ہے، وغیرہ وغیرہ الخ

ہم کو اُن واقعات پر کوئی وثوق نہیں، کہ جن کا ان مراسلات میں ذکر کیا گیا ہے نہ ہمارا یہ اصول اور پالیسی ہے، کہ دیسی ریاستوں کو ہم خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش کریں، بلا ذمہ داری کے ہم ان کا چھاپنا غلطی سمجھتے ہیں، ٹونک کی کوئی انصاف پسند طبعیت وہاں کی موجودہ اور گذشتہ واقعات سے ہم کو اطلاع فرما دیں، اس وقت ہم ان تحریروں پر کوئی اصلاحی توجہ کرسکتے ہیں، آگرہ اخبار اور مشرق گورکھپور نے کسی کسی واقعہ کا اپنے پرچوں میں ذکر بھی کیا ہے"

سر ہری سنگھ اور حکومت انگلشیہ جیسا کہ خطرہ تھا آخرش وہی پیش آیا، تمام کشمیر میں انگریزیت حکمران ہے اور "ویکفیلڈ سکرٹری" ناجائز وسائل ارکان پھر ابتری، بربادی، مایوسی، اور افسوس کی لہریں دریائے توی میں کیوں موجزن نہ ہوتیں، کیا سر ہری سنگھ اسی طرح سے کٹھ پتلی بن کر حکومت کیا کریں گے؟ اور کشمیر کی ضروریات پر غور نہ فرمائیں گے؟

چو غنچہ گرچہ فرو بستگی ست کار جہاں   تو ہمچوں باد بہاری گرہ کشا مے باش

اسرار دربار تاج گنج

سیر دوم متعلق دربار پٹیالہ

ہندوستانی ریاستوں کے حالات پر ایک دلکش و بے نظیر اخلاقی ناول

جس میں

بعض قابل حکمرانوں، رئیسوں اور جاگیرداروں کی اولو العزمیاں، لائق اہلکاروں کی جان نثاریاں، بہشتی روحوں کی رحلت، شریف و مبارک سوسائٹی کی تباہی، رعایا کی مشکلات، نمک حرام جہال دولت کی چالبازیاں، ستمگروں کی جفا کاریاں، مستحق امیدواران ملازمت کی جانکاویاں، بے علموں کی علمی سرگرمیاں، رشوت خواروں کی اینٹھیں، قلتبانوں کی ذلت آفریں کرتوتیں، نالائقوں، نو دولتوں کے خدائی دعوے، یاران بادہ پیما کی بیوفائیاں وغیرہ وغیرہ مخرب اخلاق سوسائٹی کے عیوب، ایک سبق آموز موثر اصلاحی شان میں دکھلائے گئے ہیں

مصنفہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب منشی رائے بھگونت رائے بہار شامی

پنڈت پیارے لال شرما، مینجر مطبع کے اہتمام سے

۱۹۶۹   مطبع بھگونت پرکاش دہلی میں طبع ہوا   ۱۹۱۲ء

تمہید

ہوائے زمانہ

اہل دُنیا کافرانِ مطلق اند
روز و شب در زق زق و دربق بق اند

قبل اسکے کہ ہم اُن مشہور اسرار سے کہ جنکے ظاہر کرنے کا ہم نے بیڑا اُٹھایا ہے، پردہ اُٹھائیں۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ پہلے ہم اپنے ناظرین کو "ہوائے زمانہ" کے اس کمرہ میں داخل ہونے کی تکلیف دیں، کہ جس میں داخل ہوکر ہم نے یہ سب اسرار معلوم کئے ہیں۔ چیت کا مہینہ ہے، مگر بادِ سَمُوم یارانِ ظاہر نما کی طرح ایک دم بھی سانس لینے نہیں دیتی۔ بیوفائی کی ہوا دغابازی کے زور سے ممود ہے، ہواخواہوں کے مانند بڑی ہی تندی سے چل رہی ہے۔ خشک سالی کے بادل جو مطلعِ آسمان پر جمع ہو ہو کر منتشر ہو جایا کرتے ہیں خوشامدیوں کی طرح اکٹھا ہو ہو کر تتر بتر ہو رہے ہیں،
نمود یہ جگنو بھی کبھی کبھی اپنی دُم ہلاتا، دھوکہ آمیز روشنی چمکاتا۔ اُن پُر فریب اہلکاروں کی طرح فرعون بے سامان ہو رہا ہے، جو اپنے باپ دادا کی حرام کی کمائی پر نازاں ہوں، اور باوصف پانچوں عیب شرعی کے مدعی ہونے کے خود ہر طرح کی

قابلیت سے بے نصیب ہوں۔ مگر اوّل درجہ کے جنٹلمین بنے ہوئے ہوں،

بجلی کی کڑک سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج جانوں کی خیر نہیں، کیونکہ ہر کڑک متعفن، ریاکار اور نا اہل اہلکاروں کی چال کی طرح خالی از علت نہیں۔ اور اُس پر ستم یہ کہ رات کسی تیرہ باطن ریاست کے اہلکار کی طرح ایسی بھیانک اور ڈراونی ہے کہ جس سے خواہ مخواہ دل دھڑکتا ہے۔ اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کرہ کی یہی خاصیت ہے تو راحت و آرام معلوم۔

باوجود اس عجیب و غریب سین کے گرد و غبار نے آنکھوں کو خوشامدیوں کی طرح اندھا بنا دیا ہے۔

کرے کی حالت تو آپ دیکھ چکے، کہ کیسا کچھ نحوست نما ہے۔ اب ساکنین کرے سے بھی رُوشناس ہو جئے۔ نظر اُٹھاؤ، دیکھو وہ جھاڑی کی آڑ میں کون ہاتھ میں بندوق لئے ہرن پر نشانہ تاکے بیٹھا ہے۔ ہم تمہیں زیادہ حیرانی میں رکھنا نہیں چاہتے۔ یہ ایک نواب ہیں، جو ابھی اپنے کیمپ سے اُٹھکر شکار کھیلنے آئے ہیں۔ برسوں کی شب بیداری نے چہرہ کا نور کھو رکھا ہے، آنکھیں اپنے حلقہ میں گھسی چلی جا رہی ہیں۔ اور ایسی کوئی گھڑی نہیں ہوتی جب یہ بیچاری آرام کے لئے بند نہیں ہوتیں۔

خُم کے خمار نے اُس بدچلن اہلکار کی طرح جو غیر عورتوں کے شوق میں ایک جگہ جوتے کھا چکے ہوں، سخت بے حیا بنا رکھا ہے۔ بھلے مانس صبح کے چار بجے سوئے تھے بمشکل گیارہ بجے اُٹھے۔ مگر ان آرام کے گھنٹوں میں بھی بد وضع ملازم، تاکے متحرک پلنگ، کرخت بستر اور نا ملائم رنگ نے آرام لینے نہیں دیا۔ اُٹھتے ہی نوکر کو آواز دی "ابلیہ" جلدی سے ایک پیگ لاؤ۔ نوکر جلدی میں بوتل ہی اُٹھا لایا

نواب۔ (بوتل ہاتھ میں لیکر بیقراری سے) کچھ بسکٹ بھی لاؤ

نوکر۔ (جو بڑا منہ پھٹ تھا) حضور رات کو تمام دستر خوان میراثی اُڑا گئے اور بسکٹ تو کبھی

انکی جان اور اُسکے ہمراسی ڈبتے کے ڈبّے ہی خالی کر گئے۔ پلیٹوں میں سے کچھ بچے کھچے تھے۔ اسی خیال سے جمع کر لئے تھے۔ آپ پیجئے، اُنہیں میں ابھی لاتا ہوں۔

نواب یہ ٹکڑے کھا کر اور بوتل خالی کر کے رات بھر کے تھکے ماندے اب بارہ بجے کے قریب شکار کھیلنے آئے تھے کہ اب جھاڑی کے نیچے رات کا تکان اُتار رہے ہیں۔ اور کمپ میں تکرام نوکروں کو خدا خدا کر کے انکی جان اکیلی ملی ہے۔

نواب صاحب کی حالت تو آپ دیکھ چکے۔ اب ذرا اُس مجلس کی طرف نظر ڈالئے کہ جہاں دس پندرہ شُہدے بیٹھے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں وہ سفید پوش، نفیس پوشاک پہنے، رنگ برنگ کے سر بند باندھے، داڑھیوں کو وسمہ لگائے کیسے شریف صورت معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہر شخص سے کیسے تپاک سے ملتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں کا خدا مالک ہے۔ ہزار طرح اپنی تہ جاتے ہیں سیکڑوں طرح سے یقین دلاتے ہیں کہ ہم سے بڑھ کر تمہارا کوئی خیر خواہ نہیں۔ لیکن پیٹھ موڑتے ہی یہ باتیں سب ہوا میں اُڑ جاتی ہیں۔ حاکم، ٹھاکر، ملازم، نوکر، ادنیٰ، اعلیٰ، ایک غریب گھسیارے سے لگا کر بڑے سے بڑے آدمی تک تقریباً سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ سب ملتے ہیں لیکن ایک کو ایک کا اعتبار نہیں۔ سوگندیں کھائی جاتی ہیں گنگا جل اُٹھائے جاتے ہیں۔ قرآنوں پر مُہریں لگائی جاتی ہیں۔ خدا کو شاہد بنایا جاتا ہے علم کو ملزم گردانا جاتا ہے۔ جینیؤ کا تار تار کیا جاتا ہے۔ باپ کی قسم سے اپنے دھوکے کا اعتبار جمایا جاتا ہے۔ جان پر ستم ڈھایا جاتا ہے۔ سر پر گناہوں کا بار رکھا جاتا ہے لیکن جب جُدا ہوتے ہیں، ہم کون اور تم کون۔ اعتبار جمانے کے بیسوں طریقے نکالے ہیں۔ کہیں سیر کو ساتھ نکلتے ہیں تو ساتھ نکلتے ہیں۔ ایک جگہ کھانا کھاتے ہیں سفروں میں ساتھ دیتے ہیں۔ اور باتوں باتوں پر چاں جاتے ہیں بچے بچے کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ سلامیں پہونچائی جاتی ہیں۔ دعائیں حاصل کی جاتی ہیں۔

دلوں کی وہی کیفیت، اور وہی خیال- غرض پھر اپنی اپنی اصلی حالت پڑ جاتے ہیں- خوبیوں کا کوئی گرویدہ نہیں، نیکیوں کا کوئی شیدا نہیں، برائیوں کا کوئی پرساں نہیں، بدیوں کا کوئی نگراں نہیں، جو جسکے دل میں آئے کرے، کسی کی پروا نہیں، نہ شرم وحیا۔ نہ خوفِ خدا، نہ بیم دریا، نہ عفو وعطا- بلکہ برائیوں کو ثواب نیکیوں کو عذاب سمجھا گیا ہے اور زمانہ کو اس کا موافق- جب ہی زمانہ حال کے ایک صاحب فرماتے ہیں " جو گناہ کریں ثواب ہے آج"

اس طوفان بے تمیزی میں کسی سخت بنیادہی کو صدمہ پہونچا ہوگا- اگر کسی کے پاس حکومت ہے اور خود چہار شنبہ نداند- لیکن ایک نیا ہے کہ خواہ مخواہ پلی پڑتی ہے- اگر دولتمند ہیں بیسیوں حاشیہ نشیں، خوشامد کے طومار باندھ دیتے ہیں ایک آتا ہے، ایک جاتا ہے- مگر انہوں نے بھی بفضل خدا عجب طرح کی طبیعت پائی ہے- اگر دو چار منٹ خالی ہوتے ہیں تو پھر مردم شماری ہوتی ہے- بار بار گھنٹے پر نظر پڑتی ہے- جب بیقراری بڑھتی ہے، اُٹھتے ہیں اور جانبِ در بڑھکر کسی خوشامدی کا انتظار کرنے لگتے ہیں- کلیجے میں ٹھنڈک جب پڑتی ہے، جب کوئی آکر اُن کے اوقاتِ عزیز کو سکارت لگاتا ہے-

اِس کرہ میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو بیوقوف ہیں، جنکو آج کل کی اصطلاح میں " بھلا مانس "، کہا جاتا ہے یہ اپنی گو سے لاکھوں روپیہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اُن کی ضیافتوں میں صرف کرتے ہیں- ایک بھلے مانس وہ ہیں، جو ضیافتیں ڈکار کر اپنے ہم مشربوں میں یہ شیخی بھگارتے ہیں کہ آج فلاں امیر سالے کو خوب لیپ لگایا-

اِس کرہ میں ہر قسم کے دکاندار مختلف پیشہ ور- اہلکار، نواب ایسے ملیں گے جن سے آپس میں کوئی بھی نہیں بچا- بڑی سے بڑی گالی- بڑے سے بڑا کھانا شیر

اور سمجھ رکھا ہے۔ پاس و لحاظ، ادب و عزت مذہب و اخلاق سب بالائے طاق اگر باپ بڈھا ہے اور اولاد گریجویٹ، تو اولاد پر یہ فرض نہیں سمجھا جاتا کہ وہ اسکی مطابعت کرے، اور کھانے کے لئے اُسے روٹی ملے۔ جب کوئی پرانے خیال کا ڈرتا ڈراتا والدین کی بزرگی پہ زبان کھولتا ہے۔ تو صاف کہتے ہیں کہ ہماری پیدایش والدین کے لطف کا نتیجہ ہے۔ اس میں ہم پر اُن کا کون احسان ہے۔ دن رات فضول بکواس سے سروکار ہے۔ نہ مطالعہ کا شوق، نہ تعلیم روحانی کا ذوق۔ ڈاک سے دھڑا دھڑ اشتہاری ادویہ آرہی ہیں۔ جو لذتِ فانی، اختلاط رنگانی کا باعث ہو کر مرگ ناگہانی کا پیام لاتی ہیں۔ آئس پروف گلاس پیانے برانڈی وِسکی کے بوٹ۔ سوڈا، اور جنجر کی بوتلیں میزوں پر کھڑک رہی ہیں۔ کوّؤں کی طرح ایک کے مُنہ سے ایک ہڈی چھین جھپٹ کر نگل جانے کی کوشش کر رہا ہے۔

بیاضیں چھان ماریں، طبیبوں کو بیکار کر دیا، مگر افسوس کوئی نسخہ و لخراہ نہ نکلا جس سے دل کے ارمان نکلتے۔ جدھر دیکھو ایک سے ایک بڑھ کر نظر آتا ہے۔ جو بات سنو، عجیب سے عجیب کان میں پڑتی ہے۔ غرضکہ ایسے اشخاص کُل اخلاقی بُرائیاں بڑی بیباکی سے کرتے ہیں۔ اور غریب بیچارے اُنکی طرح طرح کی جور و زیادتیوں سے مجبور ہو کر اپنی پگڑی سنبھالے بیٹھے ہیں۔

ناظرین اس اجمالی بیانی اور اس مختصر سیر سے تمہیں کچھ لطف نہ آئیگا۔ شوق بڑھینگے طبیعتیں دریافت کی خواہشمند ہو کر بیقرار ہونگی۔ اگر کچھ سُننا اور دیکھنا چاہتے ہو تو چپ چاپ دبے پاؤں، پگڑی سنبھال کر میرے ہمراہ ہو لیجئے۔ انشاء اللہ ایسے ایسے حالات اور واقعات تمہیں دکھاؤنگا کہ میں تو منزل پر پہونچکر ٹھہرنے کی کوشش کرونگا۔ اور تم مجھے آگے بڑھنے کے لئے مجبور کروگے۔

میں یہ اوراق نااہلوں کی نظر سے بچانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہ اس میں کچھ لطف نہ پائینگے۔ جب آپ بیتی باتیں دیکھیں گے۔ کہدینگے اس میں کیا نئی بات ہے۔ بعض کہیں گے جو ہم کر سکتے ہیں، لکھ نہیں سکا۔ کچھ بیوقوف کہہ اُٹھینگے کہ ایسی باتیں ہم بھی کر سکتے ہیں۔ عیار چونک اُٹھیں گے مکار جل بھُنیں گے۔

میں بڑے ادب سے اُن بزرگوں کی پاک روحوں کو جو اِس کُرسے میں جگہ بجگہ اپنے خیال میں الگ بیٹھی ہیں مخاطب کرنے کی جُرأت کرتا ہوں کیونکہ اُنکی آنکھ اور کان ایسے حیرت انگیز واقعات کے وجود سے محض بیخبر ہیں۔

اے پاک و بزرگ روحو، کیا تم اس کام میں میرا ہاتھ نہ بٹاؤ گی۔ تمہاری خاموشی اور مصلحت نہ معلوم ہمیں کس وقت بولنے کی اجازت دے۔ اب اُٹھو اور کُرسے کی یہ خطرناک حالت دیکھکر اپنے قدیم وطن کی بہتری کی کچھ سبیل کرو۔ بیباک زمانہ گذرا چلا جا رہا ہے بدی کا زور ہے۔ اور اُسکے ساتھ ہی حیرت انگیز واقعات کا وجود دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

میں یہ سطریں لکھنے کے بعد عالمِ خیال میں محو ہو گیا۔ محویت میں ایک بزرگ پاک صورت نظر آئے۔ آنکھیں نیچی کرکے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کے بولے:-

"اے فدائے ملک مجھے تو بڑا عزیز معلوم ہوتا ہے۔ تیری ہمت اور حوصلے کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں۔ مگر سُن ہم بھی مصلحتِ وقت سے خاموش بیٹھے ہیں۔ موقع شرط ہے۔ گھبرا مت۔ رشیوں اور مُنیوں کا پاک خون، اور صالح مردوں کی مقدس روحیں ہم نے بھی پائی ہیں۔ مگر اپنی تعداد اُنگلیوں پر گنی جا سکتی ہے بدوں کا مجمع لاتعداد ہے اپنی نیکیاں ہمارے ہی ذیل تک نیکیاں شمار ہوتی ہیں۔ بد ہماری نیکیوں کو بُرائی سے منسوب کرتے ہیں۔ اُن کور باطنوں پر فتح پانی فی الحال اپنے امکان سے باہر ہے۔"

میں محویت کے سُرور میں مسرور ہو کر پاک مرد کی یہ نصیحت سُنتے ہی بیخود ہو گیا۔ مگر میرے زبردست اصول نے میرا شانہ ہلا کے مجھے بیدار کیا۔ میں نے جواب عرض کیا

میرے قدردان! میں اس لقب کا مستحق نہیں ہوں۔ آپ نے مجھ پر مہربانی فرما کر مجھے ہدایت بخشی ہے مگر اس کے ساتھ ہی اب عزیز کی عرض بھی سُن لیجئے۔ تمہاری خاموشی نے بُرائیوں کو ترقی دی آپ وقت دیکھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آیا نہیں۔ میں اس زمانہ کو دیکھتا ہوں، اور کہتا ہوں کہ زمانہ گذرا چلا جا رہا ہے۔ میرا گھبرانا خیال فرمائیے بجا ہے، یا بیجا۔ رشیوں کا خون اور صالح مردوں کی پاک روحیں بیٹھے بیٹھے آرام کی عادی ہو گئی ہیں نیکی اور بدی کے مقابلے میں تعداد کا حساب لگانا، کیا کہوں کیسا خیال ہے۔ اگر ایک نیک مرد کا ایک بد سے مقابلہ کی اوسط سمجھ کر حساب لگاتے ہو، تو پھر نیکی اور بدی میں تمیز ہی کیا رہی۔ ایک نیکی ہزار بُرائیوں کی جڑ اکھیڑتی ہے۔ اِس طرح ایک نیک مرد ہزار بدوں کی اصلاح کے لئے کافی ہے۔ ہماری نیکیاں بدوں کے دلوں میں گھر کرتی ہیں۔ لیکن بد اپنے دل کے اثر کے برخلاف اُسے بُرائی مشہور کرتے ہیں۔ ان کور باطنوں پر فتح پانے کا بجز اِس موقع ہے۔ سامنے آئینگے منہ کی کھائیں گے ؎

صاف باطن سے نہ اُلجھے دے خدا جسکو شعور
آئینہ پر کھینچکر خنجر تماشہ دیکھ لے

میں عرض کرتا ہوں ع

اُٹھو اُٹھو کہ بس اب سر پہ آفتاب آیا "

پاک مرد نے میرے اِس درد سے آشنا ہو کر میرے شانہ سے ہاتھ اُٹھا یا۔

سری گنیش آئے نمہ

کلیاتِ برہمن

دیوانِ برہمن

ردیف الف

۱
اے برتر از تصوّر و وہم و گمانِ ما / اے در میانِ ما و بروں از میانِ ما
آئینہ گشت سینۂ ما از فروغِ عشق / شد جلوہ گاہ صورت و معنی نہانِ ما
جا کرد در میانِ رگ و ریشہ مہرِ دوست / پروردہ شد بمغز و وفا استخوانِ ما
اُستادِ عشق حوصلہ فرسائے عاشق است / صد جا شکست تا بلب آمد فغانِ ما
مانند غنچہ گرچہ خموشیم برہمن / لیکن پُر از نواست چو بلبل زبانِ ما

۲
اے عقل پیش پرتوِ ذاتِ تو چوں سُہا / وے ختم بر کمالِ صفات تو منتہا
در سینہ گشت آتشِ مہرِ تو دلنشیں / باشد غبارِ کوئے تو در دیدہ توتیا
ہر ذرّہ در ہوائے تو دارد سرِ نیاز / ہر مرغ در خیالِ تو در نغمہ و نوا
افتادہ است دستِ نوالِ تو دستگیر / گم گشتہ راست قایدِ لطفِ تو رہنما

در کنه ذات تو ره نبرد عقل دوربین
جز عجز چیست تحفهٔ درگاه کبریا
در حضرت جلال تو کس را مجال نیست
باشد گدای کوی تو هم شاه و هم گدا
در بارگاه لطف تو جای سؤال نیست
این جا چه احتیاج باظهار مدعا
گردن کشان که باد غرور اند در دماغ
چون دانه اند در ته این کهنه آسیا
معدوم گردد این همه موجود برهمن
باشد همیشه بر سر ما سایهٔ خدا

کند ز ساده دلی سد دیده مژگان را
بمشت خس نتوان بست راه طوفان را
جگر فشان شده ام یار جای آن دارد
که لاله زار کنم دامن و گریبان را
همیشه زلف ترا اضطراب در کار است
چگونه جمع کنم خاطر پریشان را
شبی خیال تو آمد بخواب آسودیم
اگر ز هم نگشادیم چشم گریان را
برهمن از تو سخن بے دلیل میخواهم
که اعتبار نباشد دلیل و برهان را

هر نفس بوی محبت آید از گفتار ما
میتوان فهمید از گفتار ما مقدار ما
در خم زلفش دل دیوانه دارد پیچ و تاب
چون گشاید زلف بکشاید گره از تار ما
در خیال شمع روی او شبهای فراق
صبح را در خواب ناید دیدهٔ بیدار ما
کی سر آزاده ما پیش گردون خم شود
کم مبادا از سر ما سایهٔ دیوار ما
در محبت از ازل پیوند دارد برهمن
رشتهٔ زلف بتان با رشتهٔ زنار ما

رسید بر اوج فلک آه کشیدهٔ ما
صدا بموج دهد اشک خون چکیدهٔ ما
همیشه آب لب یار گهر بود دهانم
نشد ندیدهٔ ما دور آب دیدهٔ ما
بیاد سنبل زلف بتان گرفته قرار
ز گرد باز رود طبع آرمیدهٔ ما

درآ بدائرۂ امتحانِ عشق و به بین — نشانِ راستی از قامتِ خمیدهٔ ما
بدستِ همتِ ما نسخهٔ آزادیست — نهی ز نقشِ تعلق بود جریدهٔ ما

سخن چو پست و بلند است برهمن چه عجب
که خام پخته شد بد نخل نو رسیدهٔ ما

لہ

اے سروِ تهیدست به بین سیم و زرِ ما — چون غنچه بود سیم و زر اندر کمرِ ما
بیهوده رود بادِ صبا بر اثرِ ما — ناگم شده گانیم که یابد خبرِ ما
ما معتقدِ همتِ صاحب نظرانیم — کونین بود مختصر اندر نظرِ ما
هر شب گهر افشان شود از گوشهٔ مژگان — بر دامنِ صد پارهٔ ما چشمِ ترِ ما
آرائشِ هنگامهٔ ایامِ شنو نست — آن داغ که چون لاله بود در جگرِ ما

لاف از هنرِ خود بفضولی نتوان زد
جز بے هنری چیست برهمن هنرِ ما

بگشاد چو در صحنِ چمن بندِ قبا را — بوئے دگر افزود دمِ بادِ صبا را
هر صبح اگر آئینه روئے تو به بینند — در دست نگیرند بتان آئینه ها را
اربابِ نظر را قدِ شاهدِ مقصود — در راهِ طلب دیده گدا زند بپا را
کیفیتِ احوالِ جهان در نظرم بود — آن زود که بر آب نهادند بنا را

بگذار که آسوده نشینیم برهمن
زنهار مرنجان دلِ شوریدهٔ ما را

شہ

چه اختلاط بارباب عقل رشید را — بطورِ ما بگذارند لحظهٔ ما را
نظر بشاهدِ معنی ز پرده دوخته ام — حجابِ عینکِ چشم است مرد بینا را
سخن اثر نکند در دلے که بے اثر است — کسے بجلوه نیاورد نقشِ دیبا را
ترا ز آفتِ دم سردئے جهان چه زیان — اگر ز آتشِ دل گرم کرده جا را

کسے بر آب رواں برہمن نشاندہ ایم
اساس بر سر آبست قصر دنیا را

بلبل خبر نشد از نالهٔ شبانهٔ ما
که نیست قابل گوش کسان فسانهٔ ما

عجب نباشد اگر با سمندر افتد کار
که هست در چمن شعله آشیانهٔ ما

ز زلف و خال خیال نجات ممکن نیست
فتاده بر سر راه است دام و دانهٔ ما

بعشق حسن بود نسبتے که نتوان گفت
همین حجاب بلا گشت در میانهٔ ما

چگونه برهمن از عشق احتراز کند
که حسن جلوه فروش است در زمانهٔ ما

آفتاب من چو روئے خود نمود آئینه را
آب و تاب دیگر از تابش فزود آئینه را

از غبار خط که بر آئینه رویش نشست
همنفس کے میتواند زدود آئینه را

چشم دل با صورت معنی مقابل میکنم
در پس دیوار گر باشد چه سود آئینه را

روئے خود آئینه بیند نه روئے آئینه
پیش روئے او کجا باشد وجود آئینه را

من سخن در پرده میگفتم سحر با برهمن
آفتاب من مخاطب کرده بود آئینه را

هرگز کسے نکرد نگاہے بسوئے ما
کس گرم تر ز اشک نیامد بروئے ما

تا پیچ و تاب زلف تو داریم در خیال
صد جا ز هم گسسته بود گفتگوئے ما

هرچند ابر گریه کند تشنه گرد چمن
از فیض آب دیده بود آبروئے ما

موئے نیاید از سر موئے میان او
هرچند پیچ و تاب خورد مو بموئے ما

آخر سرے ز جادهٔ مقامی بر آوریم
بے سود نیست قاعدهٔ جستجوئے ما

ما برهمن حریف مے ارغوان ایم
باشد همیشه خون جگر در سبوئے ما

۱۲ سر برزند ز جیب خزان نوبهار ما — آخر شود شگفته گل انتظار ما
هر چند شد شکسته درستی گرفت دل — آخر شکست کار دل آمد بکار ما
بی اختیار کرد دل ما قرار عشق — دیگر بدست عشق بود اختیار ما
در دیده تا خیال گل روی او گذشت — باشد همیشه خون جگر در کنار ما
ما برهمن ز صحبت تو [illegible] — بیکار نیست کلک سخن‌سنج [illegible]

۱۳ سهی قدی که چو آید بناز و استغنا — دهد نهال قدش یاد عالم بالا
تبسم لب معشوق نیست کم ز جواب — چه شد که غنچه خموش است بلبلان گویا
کشیده سر بگریبان [illegible] — [illegible]
شکست بر دل آزادگان رسید شکست — چو شانه زد بسر زلف تا نسیم و صبا
بهر که در نگری هست از تو می‌خواهد — [illegible] و برهمن [illegible]

۱۴ فروغ دل ز فیض باده روشن شود پیدا — دماغ رفته از سیر گل و گلشن شود پیدا
بچاک پیرهن از آستین یا بد بستم — که ترسم راز دل از چاک پیراهن شود پیدا
سر موی میان معشوقه‌ام نتوان گفتن — بجای هر سر مو گر زبان بر تن شود پیدا
کجا پنهان کنم این گریهٔ طوفان خوی را — که گر در آستین گم گردد از دامن شود پیدا
برهمن لب فرو بستم دگر نه از سخن گوئی — ادای تازه و طرز سخن از من شود پیدا

۱۵ زد از نسیم سر زلف راه قافله را — بپای دل ز خم زلف بست سلسله را
چه قدر راه شناسند رهروان طلب — اگر بدیده نه پیموده اند مرحله را
سخن ز عشق مگو ورنه اول از ره هوش — بضبط راز محبت بیار حوصله را

تمام شکرم از احسان بی‌نهایت هست — [illegible] بود بر زبان من گله را

خیال سود و زیان برهمن [illegible] — بساز با خود و کوتاه کن [illegible]

بوسم پای آن رنگین نگار نازنین را — [illegible] روز خون [illegible]

محبت میکشد سوی جنون در گوشه [illegible] — [illegible] عقل دو بینی را

لب لعل بتان آن علاج درد باشد — [illegible] بود طبع حزینی را

دلم از سینه آرام [illegible] — [illegible] خورشید روی مه جبینی را

برهمن در [illegible] مضمون [illegible] — نهال تازه [illegible]

جوانی بود فصل عیش و عهد کامرانی‌ها — [illegible] عشق کو آن شادمانی‌ها

دو چشمم خون‌فشانی میکند دور از لب لعلی — [illegible] گوهر فشانی‌ها

بر افسانه عهد شباب از دل غبار غم — [illegible] تازه سازد [illegible] جوانی‌ها

بیا یک نکته از درس محبت خوان و فارغ شو — کتابش نکته‌های بیکران در نکته‌دانی‌ها

حدیث عشق از گفتار [illegible] — برهمن در محبت کفر باشد قصه‌خوانی‌ها

در تنگنای سینه مده راه کینه را — [illegible] کینه ساده [illegible] سینه را

با ناکسان سنگدلان حسن و اختلاط — باشد بر روی سنگ زدن آبگینه را

افسانه چند بشنوی از اهل روزگار — از [illegible] حکایت زار [illegible] را

دل فارغم ز خویش گذشتن ز بهر [illegible] — اینجا از این جهت نگذارند زینه را

اشعار آبدار برهمن چو گوهر است — پر کرده‌ام از جواهر معنی سفینه را

ردیف ب

یک نکتهٔ ز مطلع دیوانم آفتاب
یک پرتو ز شمع شبستانم آفتاب

گر در خیالِ روی تو سر در کشم بجیب
آید برون ز چاک گریبانم آفتاب

کردم شبی خیالِ تو در دیده میهمان
ریزد بجای اشک بدامانم آفتاب

از بهر این و آن تشنهٔ منتِ کسی
آبِ من آبِ دیده بس نانم آفتاب

دارد خیالِ روی تو در دیده برهمن
من ذرهٔ حقیرم و مهمانم آفتاب

همیشه عذر ز لب سوی عذر خواه طلب
ادب ز دیده و اندازه ز نگاه طلب

سراغِ راه حقیقت ز مردِ عارف کن
چو پی بره نبری آشنای راه طلب

گذارِ ز قافلهٔ فیض در شبِ تار است
فروغِ صبح طرب در شب سیاهِ طلب

چو آفتاب جهان گشتی و گشتی سیر
فراغ گر طلبی سایهٔ کلاه طلب

بهر زره گر دستِ عالم کسی بجا نرسد
بگوشهٔ ز جهان برهمن پناه طلب

ردیف ت

بچشم مست من نشهٔ خماریکی است
درین چمن بخزان نسبتِ بهاریکیست

دلم قرار در آن زلف بیقرار گرفت
قرار کوی تو دور از دلم قراریکیست

قدم نهاده براهِ دل هزار انند
ولی رسیده بمطلوب ز هزار یکیست

دلم ز جا نزود از بلند و پستِ جهان
که نزدِ اهل خرد وضع روزگار یکیست

به اختلاف مبین برهمن که در رهِ عشق
بکیست قاعدهٔ راه و اصل کار یکی است

۲۲
هر که داد او هوس عشق نشانے با اوست — چون گل لاله بدل داغ نهانے با اوست
در جهان باش و لیکن ز جهان فارغ باش — هر که فارغ ز جهان است جهانے با اوست
هر چه گویم بزبان گفته همی گویم — مردم چشم مرا نیز زبانے با اوست
مرد را سود و زیان در نظر آید یکسان — هر که شد در گرو سود زیانے با اوست

برهمن آنکه دل ما به نگاهے برده
در تماشاے بتان اوست که آنے با اوست

۲۳
خیال روے تو در ذوق فتنه حیرانیست — هوائے زلف تو سرمایهٔ پریشانیست
دران مقام که بر آورده پشیمان شو — علاج درد کهن از روئے پشیمانیست
بزیر رنگ تعلق سیاه توان رست — که دل چو آئینهٔ آفتاب نورانیست
بعشق پیچیدان شد که عذر این مطلب — نه در معامله فهمی و مدعا دانیست

نه نقش قرعه برهمن نه فال باید دید
که هر چه روئے دهد سر نوشت پیشانیست

۲۴
هوائے فصل گل و موسم بهار انست — گل نشاط بدامان میگساران است
ز چشم سرمه دم و شد رنگ زرد حیرانم — که کار من همه کار سیاه کارانست
ز تار زلف بآسودگان ده بوسے — که این وظیفهٔ دلهائے بیقرارانست
بدرد شادم و از گریه شکوه دارم — که اشک پرده در حال رازدارانست

جنون عشق برهمن کشد بمستی کار
که عشق آفت احوال هوشیارانست

۲۵
دارد دلے شکسته دلے مو بمو درست — چاک آنچنان برو که نسازد رفو درست
صد جا شکست شیشه و سد ره فتاده جام — در بزم عشق کس نرساند سبو درست
تا ز ابروے کشاده گره بر جبیں زدے — هرگز نیایدم نفس اندر گلو درست

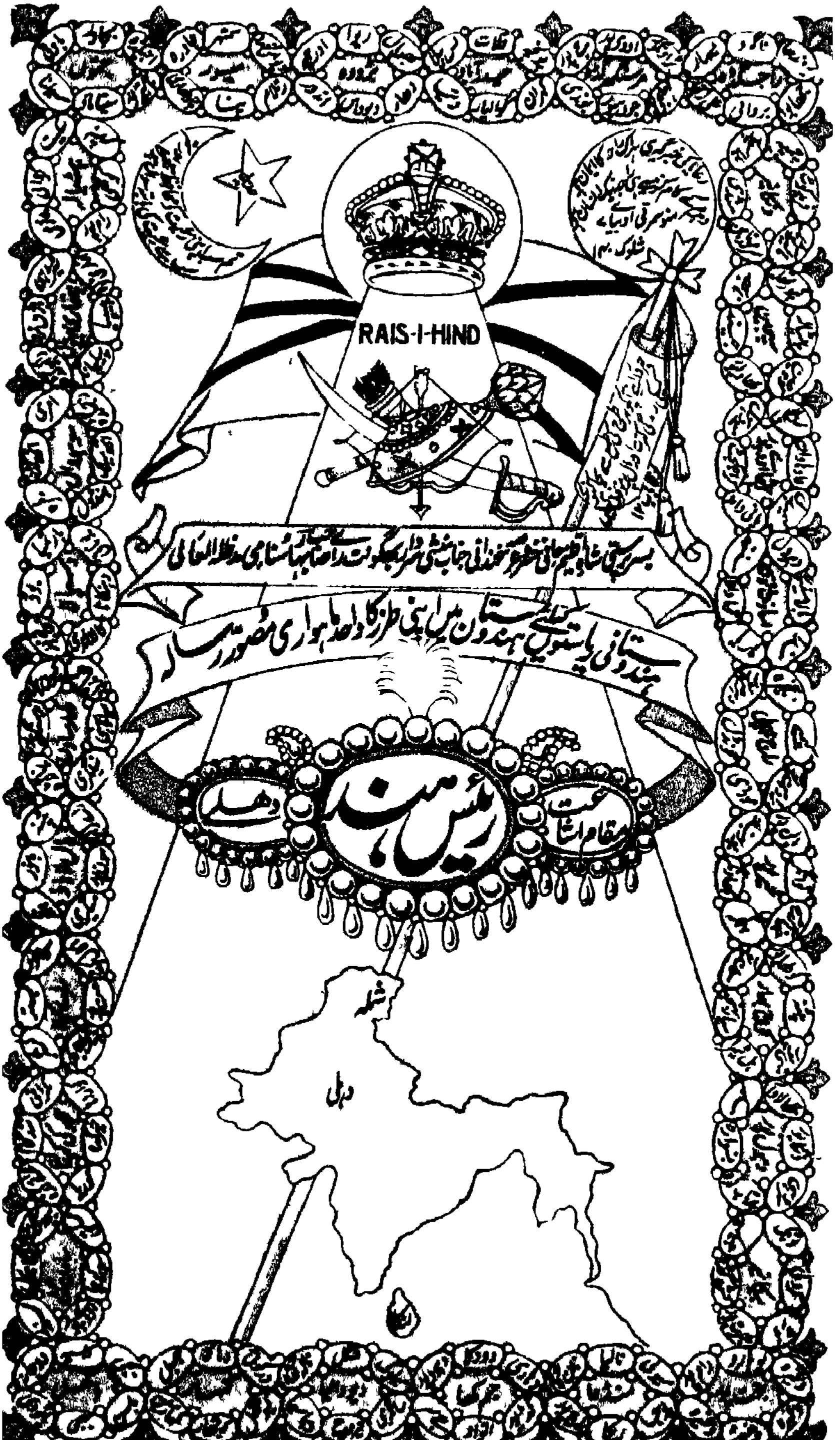

RAIS-I-HIND
ہندوستانی پالیسی کے لئے ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی
شملہ
دہلی

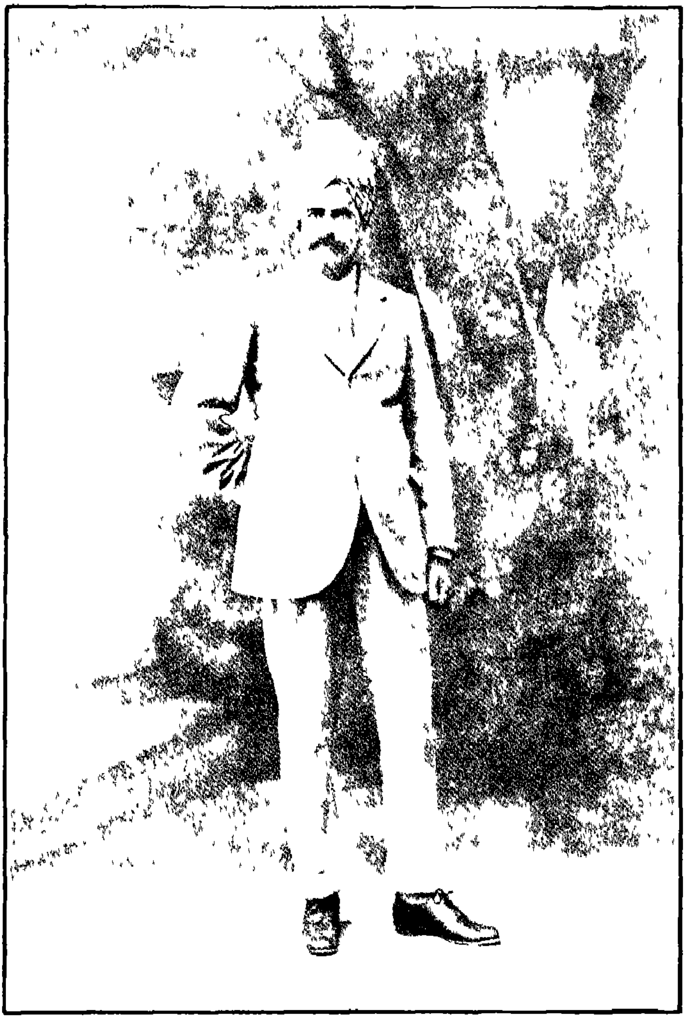

RAI BAHADUR SARDAR KAHAN CHAND KAPOOR

REVENUE MINISTER

PATIALA STATE

دسترخوان رئیس

دورِ جدید، آراستہ دہلی، ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۲۷ء جلوس ہفتم، دربار سوئم و چہارم

	تصویر بلاک	رائے بہادر سردار کاہن چند صاحب سی ایس آئی ہوم منسٹر ریاست پٹیالہ	ایڈیٹر پبلسٹی لال دتی	

رئیسِ ہند

نذرِ الطافِ شاہانہ اقلیمِ معانی تاجدار مصرِ سخندانی جنابِ سرکار دیوان بھگوت رائے صاحب بہار رئیس ... آئی ایس او ایم آئی اے ایچ ایل آئی ایل ایچ اے ایچ ایس

جلوسِ ہفتم — دربارِ سوئم و چہارم

دہلی ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۲۷ء

رموزِ مصلحتِ رئیس

دانش و جہلِ مرکب

دہرتی ماتا دنیا میں ہر قسم کے افراد پیدا کرتی ہے، اگر یہ نہ ہو، لطفِ نیرنگی بے لطف ہو جائے۔ اس تقسیم میں تین قسم کے اشخاص پائے جاتے ہیں، اگر یہ تقسیم بحصّہ برابر ہو، دنیا کرّہ بہشت بنجائے اگر پہلے اور دوسری مفقود ہو جائے یہ دہر کرّہ نار بنجائے، مذہبی اور روحانی تعلیم کا جہاں چرچہ ہوتا ہے وہاں قسمِ اوّل کا قدمِ مبارک راحت و آرام اطمینان و سکون، نیکی و خوشدلی کا گلزار کہلاتا ہے اور ان کے شمیمِ اخلاق سے اطرافِ عالم مہک جاتا ہے، اب وہ تقسیم ایک سُقراط کی زبان سے سنئے۔

آں کس کہ بداند و بداند کہ بداند — اسپِ خردِ خویش بہ گردوں برساند

وآں کس کہ بداند و بداند کہ بداند — آں ہم شترِ خویش بہ منزل برساند

وآں کس کہ نداند و بداند کہ بداند — آں جہلِ مرکب ابدالدہر بماند

"غلام حسین تمر"

ریاستوں کا موجودہ آئینِ جہانبانی تباہ ہونے والا ہے!

جن مقدس احکام و آئین پر ازل سے ریاستیں قائم کی گئی تھیں، رفتہ رفتہ وہ قوانین خراب و خستہ ہوتے چلے گئے، رعایا دُور کی گئی، حکمران بڑھتے چلے گئے، اور اب اس درجہ نوبت پہنچ گئی ہے، کہ دونوں کا فاصلہ کبھی ملنے والا نہیں، نہ ایک کو دوسرا نظر آئے گا، نہ پیارا لگے گا، رسہ کشی کی نوبت پہنچ گئی ہے، اور کھینچا تانی شروع ہو گئی ہے، اور بعض مقامات راعی اور رعایا کے تعلقات بگڑ کر نفرت بھی پیدا ہو چکی ہے، ..... کبھی ایک طرف ایک، دوسری طرف دیا، اس کا جو نتیجہ پیدا ہوگا وہ ظاہر ہے،

رئیسوں کو چاہئے کہ دانشمندی سے کام لیتے ہوئے، اپنی گائے (رعایا) کے ایک تھن سے دُودھ لیں، اور وہ بھی اپنے بچوں (رعایا) کے صرف میں لائیں، خود محنت و مشقت فرما کر روزی کمائیں، ممکن ہے کہ اس طرزِ عمل سے انقلاب رُک جائے، اور رعایا میں اعتماد پیدا ہو جائے، اور پھر وہی صورت نظر آئے، ورنہ آئندہ پانچ سال کے اندر اندر تمام موجودہ شاہی حقوق اسمبلیوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے، اور تاجدار رعایا کے ہاتھوں گذارہ مقررہ و مناسب لئے جانے کے لئے مجبور کئے جائیں گے، "مورخ شاہی"

موتیوں کی حیب در اور شیلانوں کی سلطنت	مشرق، زمیندار، درویش، پیسہ اخبار، وغیرہ وغیرہ مشہور مُلانے پرچے ہیں، کہ جو شب و روز ہندو مُسلم نفاق کی آگ میں تیل ڈالتے رہتے ہیں، جب کوئی واقعہ نہیں ملتا تو بعض بے شرم، بے حیا، ایسے ایسے افترا پردازی

کے مضامین لکھتے ہیں، کہ جن کی نہ فقط متعصب ہی تردید کرتے ہیں، بلکہ ایسی دروغ بافی پر لعنت بھیجتے ہیں، ذرا بد اندیش نالائق و نادان محقق "**مشرق**" گورکھپور کی افترا پردازی ملاحظہ ہو:-

"**لارڈ ریڈنگ** و لیڈی ریڈنگ نے حال ہی میں ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بڑودہ کے جواہر خانہ کو دیکھا ہے، تحفۂ نادر اور بیش قیمت جواہر کی چادر دس فٹ طولانی اور چھ فٹ چوڑی تھی

دیکھی جو سراسر موتیوں سے پروئی گئی ہے، اور سونے چاندی کی لڑیوں میں یہ موتی گوندھے گئے ہیں، اس کی قیمت ۳۰ لاکھ ہے، ہندوستان کے کسی بادشاہ نے حضور پرنور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزارِ مقدس پر چڑھانے کو تیار کی تھی، مگر اس کا پتہ نہیں کہ کس بادشاہ نے یہ بنوائی تھی، ہمارا سوال تاریخ دان اصحاب سے ہے، کہ اس کا کھوج لگانا چاہئے، یہ تو ظاہر ہے کہ مرہٹوں نے فتنہ انگیزی کے زمانہ میں اس پر قبضہ کیا ہے، اور آخر کار بڑودہ کے پاس آگئی، "مشرق کی اس فتنہ انگیزی کی ہمسا اخبار ان الفاظ میں تردید کرتا ہے:-

<u>غلطی کی اصلاح</u> تعجب ہے، کہ ہمعصر مشرق جیسے باخبر اخبار کو بڑودہ کی مرصع چادر کی کیفیت معلوم نہیں، یہ چادر مرہٹوں نے کہیں سے لوٹی نہیں نہ کسی مسلمان بادشاہ نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مقدس پر چڑھانے کو تیار کرائی تھی، بلکہ یہ ایک مرہٹہ مہاراجہ نے خود فرطِ عقیدت سے بانیٔ اسلام کے مزارِ پُرانوار پر چڑھانے کو بنوائی تھی، اور اپنے خزانہ کے بہترین جواہرات خرچ کر کے اس کو تیار کرایا، اور اُس کا ارادہ تھا کہ اپنے معتبر اہلکاروں کے ذریعہ اس کو مدینہ منورہ کو بھیجے، مگر افسوس کہ موت نے اس کو مہلت نہ دی، جو اپنی تیار کردہ موتیوں کی چادر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش نہ کر سکا، لارڈ کرزن کے زمانہ میں جو عظیم الشان دربار دہلی میں ہوا تھا، اُس کے ساتھ کی بے نظیر نمائش گاہ میں ریاست بڑودہ نے اس چادر کو بھی نمائش کے لئے بھیجا تھا، اور نمائش کا جو گائڈ انگریزی زبان میں چھپا تھا، اس میں یہ تمام کیفیت اس موتیوں کی چادر کی درج تھی جو ایڈیٹر ہمسا اخبار نے خود دیکھی، اور گائیڈ بک بھی مفقود نہیں ہے، یہ گورنمنٹ کی سرکاری پبلی کیشن ہے،

ہمسا اخبار کا طمانچہ مشرق کے منہ پر	"مشرق" کی افترا پردازی نے "ہمسا اخبار" سا متعصب بھی ضبط نہ کر سکا، اور کھینچ کر طمانچہ رسید کیا، کہ بڈھے کے ہوش جاتے رہے، مگر

شرم چہ کُتیست کہ پیشِ مرداں بیاید

یورپ یارک پیسہ اخبار نے دیا ہے، واقعات کے یکسر خلاف ہے، مرہٹوں کی حسن خیر اور رواداری کو ملانے نے اپنی فتنہ انگیزی سے اُن کی فتنہ انگیزی سے تعبیر کیا ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ انگیزی ہو سکتی ہے، مگر مشرق وغیرہ اخبارات کے فائل ایسی ایسی فتنہ انگیزیوں سے بھرے پڑے ہیں، اے شرم تو آ! اگر تو نہیں آتی تو اے موت تو ہی آ!! تاکہ یہ دونوں معزز قومیں اتفاق سے اپنے دن بسر کر سکیں،

ایک پونڈ انعام
علمی مقابلہ

جو صاحب مندرجہ ذیل موضوع پر اکیس اشعار کی بہتر نظم لکھ کر دفتر رئیس ہند میں قبل از یکم جون ۱۹۲۷ء ارسال فرمائیں گے، مقابلہ میں نمبر اول پانے پر ان کی خدمت میں ایک پونڈ نذر کیا جائیگا، اس انعام کا فیصلہ بعد مقابلہ شیخ عبد القادر بریسٹر ایٹ لا اور ڈاکٹر سر اقبال فرمائیگے،

موضوع ہندوستانی راجگان کا وجود ہندوستانی ۔۔۔۔۔۔ میں غنیمت ہے" ان کی سالگرہ .....

اور جوبلیوں کے جشن دل سے منانا چاہئیں

مہاراجہ جگجیت سنگھ بہادر والئے کپورتھلہ کا عہد حکومت ایک شریف عہد حکومت ہے، رعایا اسکے بہتر انتظامات سے بہرہ ور ہوئی ہے، اُس نے کپورتھلہ کو بنظیر خوشنما عمارات سے رونق دی ہے، وہ بیحد شریف اور خلیق ہے، اور عام رواداری اور ہمدردی کا عادی ہے، وہ صاحب اولاد و سعادتمند ہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ اہلو والیہ کی روایات کا مالک ہے، تمام دُنیا کا سفر کیا ہے، اور دول غیر سے اعزاز ملے ہیں، اُس کی چالیس سالہ عہد حکومت کی گولڈن جوبلی اسکی بے نظیر خوبیوں کی وجہ سے دلی جذبات کے ساتھ بڑے پیمانہ پر سنہ ۱۹۲۷ء میں منائی گئی ہے، وغیرہ وغیرہ کے مضامین اس پر ہوں۔ نوٹ :- مقطع میں تاریخی مادہ ہونا چاہئے،

نیازمند ایڈیٹر رسالہ رئیس ہند

لطائفِ شاہی

ریاستی عروج و زوال کے ۱۰

چھ کیسلے، ریاستوں میں اہلکاروں کے عروج و زوال کے دکیسلے زمانۂ قدیم سے زبانی روایات کے طور پر چلے ہوئے ہیں، بزرگانِ دین کے اقوال دو اور دو چار کا حکم رکھتے ہیں، یہ صدیوں سے زبان زدِ خاص و عام ہیں، اور جب دیکھو ہر ریاست میں کھلے نظر آتے ہیں، شرح سن لیجئے، عروج میں دو کیسلے دونوں آنکھوں میں، دو کیسلے دونوں کانوں میں، ایک گردن میں، کہ نظر آنا، سننا، متوجہ ہونا خواب و خیال ہو جاتا ہے، جب معزولی کا چھٹا کیسلا نکلتا ہے، تو پانچوں کیسلے کھٹ سے نکل جاتے ہیں، نظر آنا، سننا، متوجہ ہونا، سب کچھ سوجھنے لگ جاتا ہے، مگر جو شریف خاندان کے ارکان ہوتے ہیں، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں،

بی اے، ایل ایل بی کی مایوسیاں

بی۔ اے، ایل، ایل، بی صبحدم ڈاڑھی اور مونچھوں کا صفایا کر کے کوٹ پتلون سجا کر ملازمت کی تلاش میں ایک فرم میں گئے، صاحب نے کارڈ دیکھ کر کہلا بھیجا کر ٹھیرو، آپ نے چپراسی سے پوچھا کہ کیوں کبھی تمہارے دفتر میں کسی بی، اے ایل، ایل، بی کیلئے بھی کوئی اسامی خالی ہے،

چپراسی :۔ جناب آج تو نہیں مگر کل ضرور خالی ہو جائیگی،

بی اے :۔ وہ کس طرح ؟

چپراسی :۔ مجھے عسیر مشاہرہ ملتا ہے، گذارہ نہیں ہوتا، اپنی تنخواہ کے اضافہ کا میعادی مطالبہ کیا ہے، اگر آج اضافہ نہ ہوا تو میں یہ ملازمت چھوڑ دوں گا،

بی اے :۔ (آہ بھر کر) اچھا کوئی اور تجویز بتاؤ،

چپراسی :کسی ریاست میں جا گھسو، جہاں ریفارم کی سرگرمی ہو، اسی نصیکری (ڈگری) کی بدولت جج

بن جاؤ گے، کیونکہ اب وہاں استحقاق، قدامت، دیانتداری، وفاداری، محنت، انسانیت کی ضرورت نہیں،

سین باپ کی دُرگت دو حرامی بیٹوں کے ہاتھ سے

ہمارے شہر میں **رنجیت سنگھ** نام ایک پیدائشی نامرد تھا، ایک مالدار بے غیرت نے اپنی لڑکی بیاہ دی، وہ تو جیسے تھے ظاہر ہی ہے، ملازم **کرتارام** کے پوبارہ ہوگئے، وہ شادی کے بعد کنوارا اور یہ شادی شدہ کنوارا ہوگیا، دو لڑکے بھی پیدا کر دیئے، جو جوان اور ملازم ہوکر اپنے فرضی باپ کی عزت و توقیر کے دشمن ہوگئے، ذرا اس گھر کی دُرگت ملاحظہ ہو،

بڑا بیٹا۔ (اپنے فرضی باپ سے) تم پالو ائی کی دُکان پر کیوں بیٹھا کرتے ہو، اس میں ہماری بہت ہتک ہوتی ہے،

فرضی باپ۔ اُن کے پاس اُس مختصر سی بیٹھک میں کرسی پر آ بیٹھتا ہے، جس میں ایک بینچ اور چار کرسیاں بچھنے کے بعد مطلق جگہ نہیں رہتی،

بڑا بیٹا۔ (کسی کو آتا ہوا دیکھ کر فرضی باپ سے) جاؤ یہاں مت بیٹھو ہماری ہتک ہوتی ہے،

فرضی باپ اُٹھ کر زنان خانہ میں چلا جاتا ہے، جہاں کرتارام کا راج ہے، اندر چھوٹا بیٹا اپنے کسی دوست کو کھانا کھلانے کے لئے لاتا ہے، اور اپنے فرضی باپ کو دیکھ کر گھبرا کر کہتا ہے:۔

جہاں ہم جاتے ہیں، وہاں تم بھی پہنچ جاتے ہو، جاؤ باہر بیٹھو، ہماری ہتک ہوتی ہے،

فرضی باپ گھر سے نکل کر اپنے ایک دوست سے کہتا ہے کہ یہ نئے اہل کار نہ گھر بیٹھنے دیتے ہیں، نہ بیٹھک میں نہ میرے بچپن کے یار پالو ائی کی دُکان پر، دُنیا میں بیٹوں نے باپ کی کہیں بھی ایسی دُرگت نہ کی ہوگی،

دوست۔ رنجیت سنگھ معاف کرنا، جب یہ تمہارے بیٹے ہی نہیں، تمہیں اپنا باپ کیونکر سمجھیں، تمہاری جو یہ دُرگت اِن کے ہاتھوں ہو رہی ہے قانونِ قدرت کے مطابق ہے،

(ظہیر سنگھ دہلی)

سیر آثار

(باغ پنجور یکم جنوری سنہ ۱۹۲۵ء وقت ۰ بجے صبح)

میں کامل بیس برس کے بعد پنجور آیا، وہ زمانہ جوانی کا آغاز تھا، اور اب بڑھاپے کا آغاز ہے، جب سب کچھ دیکھا، مگر کچھ نہ دیکھا، اب کچھ نہ دیکھا، مگر سب کچھ دیکھا، سمجھا، اور خوب سمجھا، جو سمجھا لکھتا ہوں، کہ آج سے بیس برس کے بعد یہ بھی نہ رہے گا، اور جو رہے گا اُسے دیکھیگا،

پنجور کوروں پانڈوں کے وقت بڑی آباد و شاداب راجپوتی راجدھانی تھی پھر گوتم بدھ کے قدم مبارک لزوم سے مشرف ہوئی، اور بدھ تعلیم کی سبب سے تمام علاقہ بودھ ہو گیا، ہزارہا لاجواب خوبصورت صناعی کا نمونہ بودھ کی تصاویر زمین سے نکلتی ہیں،

اورنگ زیب کے عہد تک مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہے، جب **فدائی خان** اور **سیف خان** کو پر اورنگ زیبی عتاب نازل ہوا، تو حکم دیا گیا کہ شرف حضوری سے محروم، جائداد موجودہ ضبط، جاؤ کسی راجہ کو مارو اور اُس کی راجدھانی پر قبضہ کرو، وہیں اوقات بسر کرو، کماؤ پیو مگر سامنے نہ آؤ،

یہ دونوں بھائی عمارات اور تعمیر کے کام سے ماہر تھے، طبیعت گلزار پائی تھی، اورنگ زیبی ہلالی پرچم آریہ ورت کے ہر مندر پر مسجد بن کر لہرا چکا تھا، کوئی گوشہ تسلط سے نہ بچا تھا، کوہستان ہمالہ کے عین جنوب میں گھنے جنگل تھے، اور راجپوتانے کے ڈرپوک مگر غیور زینہار گزین گھاٹیوں، چوٹیوں، دروں میں جا آباد ہوئے تھے، یہ لٹے پھٹے فاقے مال تو کیا اپنی جانیں لے کر بھی نہ پہنچے تھے، مال، مویشی، زر و جواہر کہاں، شاہزادے، کنور ٹھکرے اور کنگال بادشاہ تھے، ان پر کون حملہ کرتا، اگر کرتا تو کیا لیتا،

فدائی خان نے دہلی سے سیدھا **انبالہ** کا رخ کیا، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ بانس، اخروٹ، ادرک، انار، ہلدی، مشک نافہ، عمارتی لکڑی وغیرہ ایک راجہ کی راجدھانی سے آتی ہے، اور

راجہ بڑا مالدار ہے' تاحال طاقتِ اسلامی سے آشنا ہے' یہ اپنی معمولی جماعت ساتھ لے کر یلغار کرکے غارتگری اور آتش زنی سے راستہ صاف کرتے **وہارامندل** کے تیرتھ پر آجیمہ زن ہوئے' مذہبی دیوانوں نے بھجرون (ایک ہندو قوم ہے' کہ جو بانس کا کام کرتی ہے) کو پکڑ لیا اور جبراً مسلمان بنایا' پھر تلواریں سر پر سوت کر کہا کہ اب مندر گراؤ' مرتا کیا نہ کرتا' ایک ماہ میں چار صد مندر گرائے' اور **وہارامندل** کی بھی سنگین چھت توڑ ڈالی گئی' جس قدر پر تمائیں تھیں' کسی کا ناک' کسی کا مُنہ' کسی کا کان توڑ کر بے قبر بنا دی گئیں' پھر وہاں کی راجدہانی **بھوانہ** پر حملہ کیا گیا' سخت خونریز جنگ ہوئی' ہزاروں راجپوت کٹ گئے' مگر اتنے میں دہلی سے کمک آگئی' پشت[۳] ہا پشت کا راجپوتی راج غارت کر دیا گیا' اور ایک بھی عمارت باقی نہ چھوڑی'

تیرتھ وہارامندل گرایا جا چکا تھا' مگر ارد گرد کے دیہاتیوں نے پھر ستون کھڑے کر دیئے' جب ان غازیوں کو خبر لگی' تو ایک جنرل سو غازیوں کو لے کر برہمنوں اور جاتریوں پر شیر کی طرح جھپٹا' چونکہ اس[۱] موقعہ پر سینکڑوں ہندی موجود تھے' غضب کا جنگ ہوا' سب کے سب مسلمان مارے گئے' یہ لڑائی بھی تیرتھ کے سر پر ہوئی' جہاں[۲] جرنیل مارا گیا تھا' وہاں اس کی قبر بنائی گئی' اور بہت سے غازی وہاں پر دفن کئے گئے' کہ تیرتھ بھرشٹ (ناپاک) ہو جائے' آج تک یہ مندر اسی حالت میں ہے' جب گورو تیغ بہادر صاحب ادھر آئے تو اس کا ایک دروازہ جانب غرب بنایا گیا'

اس تیرتھ کے جانب غرب ایک تالاب پختہ بنا ہوا تھا' اس پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کیا' یہ تالاب ۲۲ قدم عرض اور ۴۴ قدم طولانی ہے' ۳ زینہ ہیں' ۵ بُرجیاں جو محض بیٹھنے کے لئے ہیں' یہ بُرجیاں ہشت پہلو ہیں' جنوبی بُرجی پر سنگ سیاہ کی جھلیری کسی ایماندار غازی مسلمان نے مندر سے نکال کر چونہ گچ میں جڑوا دی' جو آجتک موجود ہے' اور اس کا جل بہنے کے لئے ایک نالی

۱؎۔ مہیا کھر کی امادس' ۳؎ ملاحظہ ہو:۔ خلاصۃ التاریخ'

۲؎۔ تیرتھ کے جانب جنوب پانچ قدم کے فاصلہ پر جو مسمار شدہ مقبرہ ہے' وہ اسی جرنیل کا ہے' اس چہاری دیواری کے اندر اُسی وقت کا ایک تربنی کا درخت ہے' مگر بڑہ خشک ہو چکا'

شمال رُخ بنا رکھی ہے، اِس تالاب میں پانچ فوارہ ہیں،

جس قدر عمارتیں خواہ از قسم، خواہ از قسم مندر، اِس آبادانی کی تھی، سب مسمار کردی گئی تھیں، اُن سب کے پتھر اِن غازیوں نے اپنی عمارات میں لگائے، **دہارامنڈل** تیرتھ کے اور ایک شہ گنبدی عالیشان مسجد ان ہی پتھروں سے تعمیر کی گئی، جس کے پتھر باتصویر اور دیگر منہ ہی بیل بوٹے کے ہیں، اور جو آجتک دیواروں میں لگے ہوئے ہیں، دہارامنڈل تیرتھ کے ستون اور دیگر پتھر مقبرے مذکور کے زینہ میں پڑے ہیں، اور آجتک اُسی حالت میں ہیں، دیگر عمارات کے پتھروں سے باغ کی چہار دیواری بنا دی گئی، (با قید ارد)

"تواریخ شاہی"

سر اقبال اور شیخ عبدالقادر صاحبان

رئیس ہند کی علمی امداد کے لئے آنریبل جوگندر سنگھ سر اقبال اور شیخ عبدالقادر صاحبان نے بار بار زبانی وعدہ وعید کئے مگر افسوس کہ ایک بھی ایفا نہ ہوا، یہ مناسب ہے، کہ اب رئیس ہند اپنے مطبوعہ مطالبات کے ذریعہ اپنے حق کا آپ صاحبان سے مطالبہ کرے، دُنیا کے کام ختم نہیں ہوتے، جو ہو جائے غنیمت سمجھنا چاہئے، دیگر علمی

معاونین اور زمانہ نگاران

بھی

اپنے فرض کا احساس فرمائیں،

حبیب منیجر

نمونہ کا پرچہ ٔ ٔ ٔ

ایسی درخواستیں بے تعداد موصول ہوتی ہیں، کہ رئیس ہند کے نمونہ کا پرچہ ارسال فرمایا جائے، بوقت اجرائے رسالہ بلحاظ حالات ملکی یہ قطعی فیصلہ کرلیا تھا کہ نمونہ کا پرچہ ایک روپیہ نقد وصول ہونے پر روانہ ہوسکتا ہے، اِسی لئے قواعد و ضوابط کی دفعہ میں یہ شائع کردیا گیا تھا، لیکن مفت خورے ایسی مفت خوری سے باز نہیں آئے، اب یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جو صاحب نمونہ کا پرچہ ملاحظہ فرمانا چاہیں وہ ایک روپیہ کے ٹکٹ یا ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیج کر نمونہ طلب فرمایا کریں،

حبیب منیجر

مشاغلِ علمی و تقریظات

پیسہ اخبار | سائز ۲۲×۱۸/۴ حجم ۳۲ صفحہ اشتہار نکال کر ۱۲ صفحے سے کم رہ جاتا ہے، ایڈیٹر منشی محبوب عالم صاحب چندہ سالانہ ے؍ مقام اشاعت لاہور، لکھائی، چھپائی تجارتی کاغذ سب ادنیٰ۔

یہی وہ اخبار اور اس کا مالک ہے کہ جنہے اخباری دنیا کا دیوالہ نکالا، منافع کی صورت ارزانی میں دیکھی، اس کا چندہ بہتر اخبارات کے برباد کرنے والا رکھا، دوسری بدنصیبی کی داغ بیل اس کا وہ فرقہ دارانہ پارٹ ہے کہ جو روزِ اجرا سے اس کا طرۂ امتیاز ہے، ظاہرا اسلامی خدمت کا مدعی ہے، مگر جذبات مشتعل کرنے کی وجہ سے حقیقی طور پر ملک و قوم کا دشمن ہے، اس کی کوئی تحریر صداقت پر مبنی نہیں، بلکہ آلائش پاسداری سے آلودہ ہے، اگر ہم غلطی نہیں کرتے یہ مذموم ولعنتی وطیرہ حسرت موہانی، شیخ عبد القادر اور مولانا محمد علی نے ترک کیا، اور اب ملک میں ایسے قوم پرست اخبارات پیدا ہو جانے کی وجہ سے پیسہ اخبار جیسے اخبارات نزع کا دم لے رہے ہیں۔

روزانہ اخبار برلی | سائز ۲۲×۱۸/۴ حجم ۶ صفحہ ایڈیٹر منشی کرم الٰہی صاحب کلیم چندہ سالانہ والیانِ ریاست سے ۱۰؍ امرا و احکام سے ۸؍ تمام اصحاب سے ۶؍ طلبہ سے ۳؍ مقام اشاعت برلی، لکھائی، چھپائی بہتر۔

گو اخباری دنیا میں حضرت کلیم ایک ایڈیٹر اخبار کی حیثیت سے معروف ہوتے ہیں، لیکن اس حیثیت نے ان کی اصلی حیثیت سے پبلک کو روشناس کر دیا، کیونکہ یہ اخبار زمیندار کی ہزلیات تنظیم سی خرافات سے تقریباً تقریباً بری ہے، اس کی قلم کی گردش ادبی خدمت کے

گل و گلزار کھلاتی ہے، اگر حضرت کلیم اسے فرقہ وارانہ پرچہ نہ بنائیں تو بلاشبہ ہندوستان کے ہر فرقہ میں مقبول ہو، اگر ایک کالم میں قادیانی جماعت کے خلاف فرقہ وارانہ تعصب نے "ظلمت" سے تشبیہ دی جاتی ہے، تو دوسرے کالم میں ہندوؤں کی دلآزاری کے کافی سامان مہیا کئے گئے ہیں، مہاتما گاندھی نے اپنی ہمدردی عامہ کے تقاضے پر مسلمان بھائیوں کی مصیبت میں جو جاں نثاری کی اس کا یہ صلہ ہے کہ انہیں "مسٹر" لکھا جاتا ہے، کسی قوم کے بزرگ کو ملکی اعزاز کے خلاف لفظی توہین کسی مذہب میں روا نہیں، اور مہاتما جی تو ہندو مسلمانوں میں مقبول ہیں، تیسرے کالم میں ہندو افسر کی تعریف کے مرثیہ پڑھے جاتے ہیں، تو چوتھے کالم میں وہ لکھا جاتا ہے، کہ جسے کوئی ہندو پڑھ نہیں سکتا، اس پر آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ اخبار ہیں اور علم دوست طبقہ میں وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ترتیب کا نظم بھی بگڑا ہوا ہے، "روزانہ اخبار بریلی" لکھ کر ہفتہ واری ایڈیشن نکالنا بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ (باقی دارد)

حقائق التاریخ

یعنی

داستانِ پاستان

مسند کا گدہا ایک راجہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ اصل کا کم اصل، کم اصل کا اصل، دربار کا کُتا، مسند کا گدہا، جو مشہور ہے، کیا بات ہے؟ وزیر نے عرض کی کہ کل عرض کروں گا، گھر آیا، لڑکی سے ذکر کیا وہ بڑی دانشمند تھی، سمجہا یا کہ اس کا جواب نہ بن سکے گا، موت آگئی، ۲ مہینہ کی مہلت لو اور سفر کا بہانہ کرو، زادِ راہ کے نام سے اثاثہ جمع کرکے شہر چھوڑ کر کسی دوسری راجدہانی میں چل بسو، وزیر نے اگلی صبح راجہ سے عرض کیا، کہ یہ سخت مشکل سوال ہے، ۲ مہینہ کی مہلت عطا ہو ملکوں میں جا کر سوچوں، زادِ راہ کے ساتھ پٹہ راہداری بخشا جائے، سب کچھ لے کر گھر آکر لڑکی کے ہمراہ شہر چھوڑ جنگلوں کا راستہ لیا، دو مہینہ کی مسافت کے بعد ایک راجدہانی میں ٹھیرے، لڑکی مردانہ لباس پہن کر وزیر کے گھر کی طرف بڑہی اور مردانہ وار جھک کر سلام کیا، وزیر نے جوانی اور پیشانی دیکھ کر سمجہا کہ کوئی ہونہار نوجوان ہے، باتیں ہوئیں، مصاحبت میں رکھ لیا، وزیر کو تھوڑے ہی دنوں میں پتہ لگ گیا کہ یہ بڑا شیریں کلام قصہ گو ہے، راتوں کو کہانیاں سنتا تھا، رفتہ رفتہ مزاج میں اِس قدر دخل پایا کہ اپنی لڑکی کا بیاہ اُس سے کر دیا، یہ اپنے ترکش پر حیران ہو کر اس شادی سے اِس طرح ڈرتا تھا جیسے کوا تیر سے، مگر بخوفِ اخفائے راز یہ بہانہ بنایا کہ میں ایک خدمت کیلئے نکلا ہوں میرا عہد ہے کہ جب تک وہ کام سرانجام نہ کرلوں، عورت سے ہمبستر نہ ہوں، چونکہ دل میں اصل مطلب کی طرف خیال تھا، اور مُہلت گذری چلی جا رہی تھی، اس لئے ایک خاندانی طوائف سے بھی اپنا تعلق پیدا کیا، اُس نے دیکھا کہ اُس کی عورت یعنی وزیر کی لڑکی بمقابلہ طوائف

ذلیل ہے، ایک روز شہر میں ایک عورت قتل ہونے پر بکری کی گردن کاٹ کر مٹ میں چھپا دی
اور مکان میں دفن کرکے وزیر کی لڑکی (اپنی عورت) کو کہا کہ آج مجھ سے ایک بڑا ظلم ہوا، کہ
فلاں عورت قتل کر دی، مگر راز کے افشا ہونے کے خوف سے اُس کی لاش اٹھا کر فلاں جگہ
اپنے گھر دفن کر دی، دیکھنا کسی سے ذکر نہ کرنا، اُس نے کہا کہ کوئی فکر نہ کرو، کیا بات ہے، میرا باپ
وزیر ہے، پھر رنڈی سے بھی ایسے ہی کہا، اس نے کہا کہ اگر ایسا ہوا بڑا ظلم ہوا، مگر جان کے ساتھ
خدمت کرونگی، ابھی وہ گھر نہ پہنچا تھا کہ اُس کی عورت نے وزیر سے سب ماجرا کہہ سنایا، وزیر نے اپنے
داماد کو آتے ہوئے، راستہ میں گرفتار کر لیا، اور بعد برآمدگی مٹ مدفونہ سزائے قصاص کے لئے راجہ
کے پیش کر دیا، وہاں سے پھانسی کا حکم ہو گیا، جلاد مقتل میں لے چلے، راستہ میں رنڈی کا مکان
تھا، اُس نے شور مچا کر مجمع کو مخاطب کر کے کہا، کہ یہ شخص بے گناہ ہے، بڑا شریف ہے، رئیس زادہ
ہے، ایسا فعل اِس سے نہیں ہو سکتا، اِسے راجہ کے حضور لے چلو، اِن کی طرف سے میں جوابدہی
کروں گی، مجمع واپس ہو کر راجہ کے حضور پیش ہوا، رنڈی نے کہا کہ لاش کی بھی شناخت کی ہے؟
اِس پر سب متوجہ ہے، چنانچہ مٹ کھولا گیا، اور جب اندر سے مہلوک بکری برآمد ہوئی، تو تمام دربار
میں سناٹا چھا گیا، اس پر اُس نے اپنا پردہ راہداری پیش کر کے راجہ سے کہا کہ میں اپنے بادشاہ
کے سوال کے جواب کے لئے گھر سے نکلا تھا، سوال حل ہو گیا، اس پر لکھئے، کہ اصل کی کنس تو وزیر
کی لڑکی ہے، اور کنس کی اصل طوائف دربار کا گتا وزیر سند کے گدے جواب اگر نہیں لکھے، میرا
راجہ فوج کشی کریگا، اور تاخت و تاراج سے تمہارا تمام علاقہ برباد کر دے گا، راجہ نے یہ روئداد
پشتِ پروانہ پر لکھ دی، بہت سے تحفہ تحائف دے کر ہنسی خوشی معہ اپنے والد اپنے وطن میں پہنچے،
اور اپنے راجہ کو سوال کا جواب سنا کر دولت و حشمت سے مالا مال ہو گیا،
"تورِ شاہی"

تصویر تنویر | سردار گُرمکھ سنگھ صاحب "رئیش" لاہور نے مہاراجہ صاحب بہادر پٹیالہ کی ایک رنگین تصویر دفتر میں بطور ہدیہ ارسال فرمائی ہے جس سے سردار صاحب موصوف کی عقیدت و قوت پرواز خیال عیاں ہے، مہاراجہ صاحب بہادر بفضلہ ہندوستان کے تاجداروں میں شامل ماہتاب ہیں، ایسے خوش رو جوان کی تصویر کیوں اعلیٰ نہ ہو "نقاد"

ڈھاکہ کی ململ

زمانہ بھی عجیب رنگ بدلتا ہے، کل جو مالا مال اور ہر ایک سے افضل تھے، آج وہی مفلس اور حقیر ہو رہے ہیں، جو کل دوسروں کے دست نگر، اور جھنگیوں کی بسر اوقات کرتے تھے، آج وہی صاحب حشمت اور مہذب سمجھے جاتے ہیں،

جس زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں قدم رکھا، اور غیر ملکی بقالوں نے تجارت کرنے کے لئے ڈھاکہ میں پہلی کوٹھی بنائی، اُس زمانہ میں کپڑے کے کاروبار میں ڈھاکہ نہایت عروج پر تھا، ڈھاکہ کا کپڑا ایسا پسند تھا، کہ کل ہندوستان ہی نہیں بلکہ فارس، مصر اور یورپ تک میں جاتا تھا، اس امر کا ڈھاکہ والوں کو ہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان بھر کو ناز ہے،

ولسن صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں، کہ "پہلے پہل جب ڈھاکہ سے کچھ سوت دربارِ مغلیہ میں بھیجا گیا، تو ۷۵ گز سوت کا وزن ایک رتی اُترا، اگر ضلع ڈھاکہ کے ایک گاؤں سونا میں ۹۰ گز سوت کا وزن ایک رتی پایا گیا تھا"،

ڈھاکہ کے رزیڈنٹ صاحب نے ۱۸۴۶ء میں ایک کتاب لکھی تھی، جس میں لکھا ہے۔ کہ "ایک دفعہ صرف آدھ سیر روئی سے ۲۵۰ میل سوت تیار کیا گیا، ڈھاکہ کی ململ کا ایک تھان عموماً ۲۰ گز طول اور ایک عرض کا ہوتا تھا، اور جو خاص ململ تیار ہوتی تھی، اس کا تھان ۱۰ گز طول اور نصف گز عرض کا ہوتا تھا، اس دس گز والے تھان کا وزن صرف چار تولہ ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا تھا، اُس کا لپٹا ہوا ایک تھان انگوٹھی کے سوراخ میں سے بآسانی نکل جاتا تھا"

ڈھاکہ میں ململ سے بھی اعلیٰ ایک کپڑا تیار ہوتا تھا، اس کا نام مسکن تھا، اس کے پانچ سات تھان تو یوں ہی پھونک سے اُڑ جاتے تھے، رزیڈنٹ صاحب مذکور بالا کتاب میں لکھتے ہیں، کہ "ایک عورت ایسا باریک سوت ایک روز میں ایک تولہ کات لیتی تھی، اُسی سوت کی باریکی کا بیان کرتے ہوئے، صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں، کہ وہ اتنا باریک ہوتا تھا، کہ اس کی موٹائی یا باریکی

خوردبین کے بغیر آنکھ کو بالکل دکھائی نہیں دیتی تھی،

ایک دفعہ اورنگ زیب کی لڑکی نے ڈھاکہ کی ململ کا کوئی کپڑا بنوا کر پہنا، جب اُس کے باپ نے دیکھا، تو اُس پر نہایت ناراض ہوا، کیونکہ اُس لباس سے اُس کے تمام اعضاء دکھلائی دیتے تھے۔ باپ کو ناراض ہوتے دیکھ کر لڑکی نے جواب دیا کہ میں نے کئی تہیں کر کے اُس کو پہنا ہے، اِس پر بھی اُس کی باریکی میں فرق نہ آئے تو میرا کیا قصور،

نواب علی وردی خاں کے زنان خانہ میں بھی نہایت باریک کپڑا استعمال ہوتا تھا، کہا جاتا ہے، کہ ایک دفعہ اُن کے نوکر نے کچھ کپڑے دھو کر سکھانے کے لئے سبز گھاس پر ڈال دیئے، وہ کپڑا گھاس پر پڑا ہوا دکھائی نہ دیتا تھا، گھاس صاف دکھائی دیتی تھی، چنانچہ پاس ہی کوئی حیوان چر رہا تھا، وہ چرتا چرتا اُس گھاس کے ساتھ کپڑے کو بھی کھا گیا،

ایسٹ انڈیا کمپنی نے ڈھاکہ میں آ کر کل کپڑے کی تجارت اپنے ہاتھ میں لے لی اور بہت منافع حاصل کیا، اُن ایام میں ہندوستان کا کپڑا یورپ میں بہت پسند کیا جاتا تھا، لیکن انگلستان کے لوگ ہندوستان کی بہتری کو نہ دیکھ سکے، انہوں نے ایک قانون بنا ڈالا، جس کا منشا یہ تھا کہ ہندوستان سے کپڑا نہ منگایا جائے، چنانچہ اِس صورت سے ہندوستان کے کپڑے کا بالکل بائیکاٹ کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ۳۰ سال کے عرصے کے اندر ہی اندر ہندوستان کی یہ لاجواب صنعت ناپید ہو گئی، ڈھاکہ کی آبادی ۲ لاکھ سے گھٹ کر ۵۲ ہزار رہ گئی، جلاہے کاروبار بند کر کے کاشتکاری کی طرف متوجہ ہو گئے، اور بیچارے کرتے ہی کیا!

ہر ایک ہندوستانی کا فرض ہے، کہ اپنے ملک کے گرے ہوئے کاروبار کو اُٹھانے کے لئے دل و جان سے کوشش کرے، اور اپنے پیارے وطن کی صنعت و حرفت کو درجۂ کمال تک پہنچانے کو اپنا فرض مقدم خیال کرے، (مفید عالم)

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر ۳۲

رائے بہادر سردار کاہن چند صاحب سی ایس آئی ریونیو منسٹر ریاست پٹیالہ

"مبارک ہے وہ آدمی جس نے اپنے سینہ میں فیاضی اور شرافت کے تخم بوئے ہیں، اس کا پھل خیرات و محبت ہوگا"
"رشی دھرمی"

محکمہ مالیات ریاست پٹیالہ جب سے ریاست پٹیالہ قائم ہوئی ہے، اس کے تاجداران اور وزراء نے شاستر کے احکام کے موافق اپنی رعایا کے ساتھ بیٹے کا سا سلوک روا رکھا، شروع شروع میں مقدس احکامِ مذہبی کے موافق معمولی بٹائی لی جاتی رہی، کہ جو حصص حاکم و محکوم کی تمیز کرتی تھی، تاجدارانِ ہمدرد، اولوالعزم، وسیع خیال اور فیاض تھے، بٹائی کی معمولی جنس سے کہ ہر سال کی آبادانی و مرفہ الحالی کی اغراض خزانہ عامرہ سے پوری کی جاتی تھیں، سلطنت برطانیہ کے دَورِ دورہ کی تقلید میں یا تائید میں بے خبری سے عمل بٹائی موقوف ہو کر ہندوستان بھر میں زرِ نقد کی تشخیص ہوئی، ریاست پٹیالہ میں بھی یہ عمل سمت ۱۹۴۲ سے شروع ہو گیا، اور اب سرتاپا انگریزی آئین پر عمل ہے،

قانونی بندوبست مذہبی تعلیم و تربیت مغربی خیالات نے اپنے کورس سے آزادی طبیعتیں ناجائز منافع کی طرف راغب ہو گئیں، ہر کام میں سوداگری کی خواہش جاگزیں ہو گی، حقوقِ غیر میں دست اندازی نے مداخلت کی، جہاں پہلے ہر کاشتکار اور زمیندار اپنے حق پر قائم تھا، وہاں اب حقوقِ غیر حاصل کرنے میں اپنی کامیابی سمجھا، باہمی مقدمات کا ایک دریا اُمڈ پڑا، انفرادی حقوق کے ساحل پامال ہو گئے، مینڈیں مد یا بُرد ہو گئیں، چونکہ کاغذاتِ مال مرتب نہ ہونے

تھے، اس لئے اُس کا قابو میں لانا بے قابو ہوگیا، حکام اصلیت کیونکر دریافت کرسکتے تھے، کہ اصلی
بانی دست سے سب کیا کرائے۔ مہاراجہ **راجندر سنگھ** صاحب مہندر بہادر سرگباشی سے
نیک نیت ہمدرد ذی فہم وزیر اعظم راجہ **گوردت سنگھ** صاحب بہادر نے ابتداً یہ محسوس فرمایا
کہ اگر ریاست کا قانونی بندوبست ہو جائے، رعایا فضول مقدمات کی زیر باری سے نجات پائے
چنانچہ آپ کے عہد وزارت میں بندوبست کی داغ بیل ڈالی گئی، اور آغاز عہد حکومت ایام نابالغی
مہاراجہ حال میں قانونی بندوبست ختم ہوا، وہ جیسا اور جن حالات میں ہوا وہ سب کو معلوم ہے،
کمشنر بندوبست کے جہاں دیگر **سٹلمنٹ آفیسر** بطور اسسٹنٹ جمع تھے، وہاں خوش
قسمتی سے آپ میں **رائے بہادر** کی ملکی خدمات حاصل کی گئیں، آپ کی خدمات اس وقت سے
اس لئے شمار کئے جانے کے قابل ہیں، کہ آپ نے اُس افراط و تفریط کے زمانے میں تاج کی
وفاداری اور رعایا کی ہمدردی کے بے نظیر جذبہ سے قابل رشک شہرت حاصل کی، جو آپ کی
خاندانی روایات کے عین موافق تھی، اس لئے اسے ممتاز و شریف خاندان رکن کے حالات سے
واقفیت حاصل کی جانی فائدہ سے خالی نہیں،

خاندانی عظمت آپ ضلع **جہلم** (پنجاب) کے اس معزز مشہور **کپور کھتری** خاندان سے
انتساب رکھتے ہیں، کہ جو گذشتہ ایک صدی سے اپنی خاندانی روایات علم و فضل، بزرگی و برتری
وفاداری و شرافت، مالی و جنگی کارناموں کے لحاظ سے نہایت مقتدر و برگزیدہ سمجھا جاتا ہے، کہ کسی
دیگر صاحب اپنی مالی و ملکی خدمات کے اعتبار سے **جہلم گزیٹیر** میں خاص طور پر نمایاں نظر آتی ہیں،
آپ کے بزرگوں نے **سکھانِ عالیشان** اور **گورنمنٹ برطانیہ** کی خدمات بڑی جاں نثاری
اور وفاداری سے انجام دیں جن میں غدر ۱۸۵۷ء کی خدمات خاص طور پر نمایاں ہیں،

بعض نامی ارکان چند رشتہ داروں نے غدر ۱۸۵۷ء میں اہم خدمات انجام دیں، مثلاً
رسالدار میجر دونی چند بہادر جو کہ کوئینز اون کورپس آف گائیڈز کے رسالہ میں شامل تھے، جنہوں نے
خاص شہرت حاصل کی، آپکے خاص رشتہ داروں میں تھے، رسالدار میجر آنریری کپتان بخشی **ملون سنگھ**

آف" فرسٹ پنجاب کولری" آپ کے ماموں تھے۔ رسالدار سردار **گنپت رائے** ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر صوبجات متحدہ آپ کے نزدیکی رشتہ دار تھے، آپ کے بابا لالہ **سائیں دتا مل** اور اُن کے بزرگ بابا **رام شاہ** اجارہ دار سرحد کے کاردار تھے، جن کا نام نامی [illegible] علاقہ راولپنڈی میں ابتک روشن ہے۔ اور جن کی اولاد کو صوبہ کے درباریوں کا اعزاز حاصل ہے۔

ایسا ہی لالہ **سائیں دتا مل** نے آغاز حکومت انگلشیہ سے ضلع جہلم بھر میں خاص عزت حاصل کی، خاکِ جہلم اپنی نومند شہزور، باحوصلہ آبادی کے لئے مشہور رہتی، اسی وجہ سے آپ کے خاندان کے ارکان قلم کے مانند تلوار کے بھی دھنی تھے، مگر حکومت برطانیہ میں ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے تلوار نکل کر قلم ہی اُن کا جوہر شعار ہونے لگا، آپ کے خاندان کے بزرگ کلیتہً اس طرف راغب ہو گئے، چنانچہ رائے بہادر کے عم بزرگوار **رائے لکھپت رائے** اپنی قابلیت کے زور پر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری پر فائز ہوئے، اور آپ کے چچا صاحب لالہ **رُوپ رائے** بہت عرصہ تک تحصیلدار رہ کر مدت تک ضلع کے آنریری مجسٹریٹ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے،

پیدائش و تعلیم و تربیت آپ ۱۸۷۱ء میں بمقام **جہلم** پیدا ہوئے، اور خاندانی روایات کے موافق اعلیٰ تعلیم و تربیت کا اہتمام ہوا، آپ عالمِ رضاعت میں بالطبع ذکی، زود فہم اور نکتہ دان تھے، انصاف اور حقیقت پرست تھے، خلق اور ملنساری خاندانی شرافت کے نقشے پر سب سے تعلیم کراتی ہے، اس لئے ہر جگہ عزت اور اعتماد کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

آغازِ ملازمت تعلیم و تربیت سے فراغت پا کر آپ اولاً منسٹریل سٹاف میں تعینات کئے گئے، اور ۱۸۹۰ء میں تحصیلدار بنائے گئے، جہاں آپ کی خداداد قابلیت اور عملی رسوخ نے آپ کو ۱۹۰۱ء میں اکسٹرا اسسٹنٹ نامزد کرایا،

دربار کشمیر کی خدمات ان ہی دنوں میں آپ کی خدمات دربار **جموں و کشمیر** نے حاصل کیں، جہاں آپ نے بحیثیت اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفیسر خاص شہرت حاصل کی،

دربار پٹیالہ خدمات مستفیض ہوتا ہے

اُن ایام میں ریاست **پٹیالہ** میں بھی بندوبست جاری تھا، مربع بندی کی پیمائش شروع تھی، مثلث بندی کے کام کے لئے ایک خاص ماہر کی ضرورت تھی، رعایائے ریاست کی خوش قسمتی سے قرعۂ انتخاب آپ کے نام پڑا، یہاں ضلع **مہندر گڈھ** (نارنول) اور سلسلہ کوہستان شملہ کا بھی علاقہ کا کام بندوبست آپ کے سپرد فرمایا گیا، حبِ محنت، شوقِ صحت، وفاداری، ہمدردی اور دیانتداری سے اور جن حالاتِ ناوقفہ کے تابع آپ نے تاج کی یہ خدمات انجام دیں، آپ کی وہ شہرتِ خاص صدیوں تک یادگار رہے گی، اور علاقہ کی نسلیں آپ کے حُسنِ سلوک کے مندر پر عقیدت کے پھول چڑھایا کریں گی،

تخرِ اُستادی

دورانِ کام بندوبست تاجدار حال پٹیالہ کو ہر طرح کی علمی و ادبی تعلیم و تربیت دیئے جانے کی کوشش کی گئی، چنانچہ آپ نے حضور ممدوح ستان کو بندوبست کے نکات و قواعد سے آگاہ فرمایا، بطور یادگار آپ کو ایک گھڑی بخشی گئی،

غیر سے تھے مگر اپنوں سے بہتر

گو آپ کی تقرری عارضی و میعادی تھی، لیکن جس قدر عرصہ آپ نے علاقہ غیر میں آکر ریاست میں کام کیا، رعایا کے حقوق کی نگہداشت فرمائی اور اہلِ علم سے وہ سلوک کیا کہ جو ریاست والے اپنے ہموطنوں سے نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ محافظت و پرورش ٹھیک ایسی ہی تھی کہ جیسی کوئی اپنے بھائی یا عزیز کی کر سکتا ہے، ریاست کے بہت سے افراد اس تعلیم و تربیت کے لئے آپ کی دل سے تعظیم کرتے ہیں،

بوقت خاتمۂ کام بندوبست آپ کو بجلدوئے خدماتِ احسن دربار پٹیالہ نے بمنظوری گورنمنٹ پنجاب ایک طلائی گھڑی اور خلعت عطا فرمایا،

بندوبست ریاست بگھاٹ

ریاست پٹیالہ میں بندوبست ختم ہو جانے کی وجہ سے آپ گورنمنٹ کی خدمات کے لئے واپس تشریف لے گئے، ابھی چارج نہ لیا تھا کہ **راناولیپ سنگھ** بہادر والئے **بگھاٹ** کی تحریک پر ریاست کا بندوبست کرنے کے لئے مامور کئے گئے، کیونکہ راناصاحب

ملحقہ پہاڑی علاقہ کے بند و بست کی شہرت سُن چکے تھے'

واپسی ریاست **بگھاٹ** کے بند و بست کے بعد آپ علاقہ انگریزی میں ایک سال تک افسرمال کے فرائض انجام دیتے رہے'

مرحوم مہاراجہ گوالیار آپ کو منتخب فرماتے ہیں

مہاراجہ **سر مادھوراؤ** مرحوم ہندوستان کے تاجداروں میں خاص شخصیت کے تاجدار تھے' مردم شناسی کا ملکہ کمال و عطیہ تھا' حضور پُرنور مراتب نے آپ کو گورنمنٹ پنجاب سے حاصل کیا' آپ نے عرصہ گیارہ سال تک ڈائرکٹر بندوبست' سیٹلمنٹ کمشنر' دیوانِ مال اور وزیر مال کے عہدوں کی نمایاں خدماتِ انجام دیں' مہاراجہ کیلاش نواسی کے دلِ صافی پر آپ کی پُرکیف عادات و خواص نے ایسا گہرا اثر کیا کہ وہ آپ کو جلد ہی اپنا رُکن خاندانِ سمجھنے لگ گئے' مہاراج کی دلی خواہش تھی' کہ آپ مدت العمر ریاست کی خدمات انجام دیتے رہیں' مگر رائے بہادر نے اُس حکومت کی ملازمت کو جس نے انہیں ایک بے نظیر انسان بنایا تھا' استعفےٰ دینا مناسب نہ سمجھا'

عطائے خطابات آپ کی مونتن اور قابل طبیعت نے حکام اعلیٰ کے دل پر اثر کیا' آپ ۱۹۱۳ء میں رائے صاحب اور ۱۹۱۸ء میں رائے بہادر بنائے گئے'

دیگر خدمات ہز رائل ہائینس **پرنس آف ویلز** کے دورہ **گوالیار** کے انتظامات کیلئے آپ ہی منتخب فرمائے گئے' اور بہترین خدمات کے صلہ میں ایک طلائی گھڑی عطا ہوئی'

تعمیر گوردوارہ چھٹم بادشاہ روحانی کی یاد گوالیار میں بندی چھوڑ کے نام سے مشہور رہے وہاں کوئی گوردوارہ نہ تھا' آپ نے اس بزرگ یادگار میں ایک گوردوارہ تعمیر کرایا' مہاراج نے مشمول خاندانِ شاہی اُس کی رسم افتتاحی ادا فرمائی' اور مارچ ۲۵ء بطور دوامی منظور فرمائے' رائے بہادر کی یہ اُس عقیدت کا نتیجہ تھا' کہ جو آپ کو گوردوگھرانے سے پشتوں سے چلی آتی ہے' چنانچہ آجتک آپ کے خاندان میں سری گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہوتا ہے'

ڈپٹی کمشنری کی تعیناتی آپ ۱۹۲۲ء میں برٹش انڈیا میں اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے مہاراجہ مرحوم کی مرضی کے خلاف مگر نیم رضامندی سے واپس تشریف لے آئے، جہاں آپ کو ڈپٹی کمشنری کا چارج دیا گیا، اور ۱۹۲۴ء تک مصروف خدمات رہے۔

پٹیالہ میں سرفرازی آپ نے تاجدار پٹیالہ کی ایام نابالغی میں جس نیک نیتی سے خدمات انجام دی تھیں، اس کا نتیجہ تھا کہ سدا ر مغز، فرمانروائے پٹیالہ آپ کی قدر فرما، چنانچہ علاقہ انگریزی کی خدمات سے سبکدوش ہونے سے قبل فرمانروائے پٹیالہ نے آپ کو بڑی عزت سے یاد فرمایا، علاقہ انگریزی سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ کو اس طلب عزت سے سخت الجھن پیش آئی، کیونکہ ایک طرف مہاراجہ گوالیار سے وعدہ ہوچکا تھا، دوسری طرف تاجدار پٹیالہ کی یاد بھی بحکم زبردست نہ تھی، آخر یہی ہوا، کہ آپ نے مہاراجہ گوالیار سے بڑے ادب کے ساتھ پٹیالہ آنے کی اجازت حاصل کرلی، اور **جودھپور، سرمور** وغیرہ ریاستوں کے خیال کو چھوڑ کر اپنی محبت کی سرزمین میں تشریف لانا مناسب سمجھا، آپ مئی ۱۹۲۵ء میں **پٹیالہ** آئے، اور **ریونیو سکرٹری** کے عہدہ پر فائز ہوئے، اور دسمبر سال مذکور میں **ریونیو منسٹر** بنائے گئے، جب ہی سے آپ خدمات علاقہ انگریزی سے ریٹائر ڈ ہوکر مستقل طور پر ریاست پٹیالہ میں کارفرما ہیں،

خدمات جنگ عظیم جنگ عظیم میں ہندوستان بھر نے اپنی بے مثل لا جنب وفاداری و جاں نثاری کا جلوہ دکھایا، چنانچہ آپ کے معزز خاندان کی طرف سے بھی رنگروٹوں کی بھرتی میں کافی امداد دی گئی، اور دس ہزار روپیہ قرضہ جنگ میں بھی پیش فرمایا، جنگ کے آغاز ہوتے ہی رائے بہادر نے اپنے تمام ذرائع سلطنت قیصری کی امداد کے لئے حکومت کی خدمت میں پیش کردیے، جس کا منجانب صاحب **کمشنر** راولپنڈی شکریہ ادا فرمایا گیا، آپ ان ایام میں ریاست گوالیار کے چیف ریونیو افسر تھے، بحیثیت عہدہ داری وہاں بھی رنگروٹوں کی بھرتی میں سعی بلیغ فرمائی،

نکتہ چونکہ آپ کے خون نے نسلاً بعد نسلاً راجگان ہندوستان کی خدمت کی تھی،

اس لئے آپ علاقہ انگریزی میں منتخب و مامور ہوتے ہوئے بھی فطرتاً ریاستوں کی خدمات بجالانا پسند فرماتے تھے، اور اسی وجہ سے آپ کی عمر کا بہت سا حصہ ریاستوں میں گذرا، دیکھو لوکہ خون کا اثر خالی نہیں جاتا، جواہر نہیں مانتے خراب ہوتے ہیں، زمانہ قدیم میں اسی وجہ سے اعلیٰ خون کی قدر و منزلت کی جاتی تھی، اب جو ادنیٰ معمولی تعلیم پاتا ہے مسٹر بن جاتا ہے، اور شریف خون میں روز و شب صحبت رکھتا ہوا اعلیٰ سوسائٹی کی بربادی کے سامان پیدا کرتا ہے،

علمی فیض و برکات سلطنت انگلشیہ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب سے سلطنت برطانیہ کے علمی فیض سے سرزمین ہند فیضیاب ہوئی ہے، ملک کے ہر طبقہ و ملت میں ہزارہا افراد اپنے علم و فضل کے نور سے مثل آفتاب نور ریز ہیں، غرضیکہ علم و فضل کے ہر شعبہ و شاخ میں ایسے ایسے تحریر آور ہوئے ہیں، جو ہندوستانیوں کے لئے مایہ ناز ہیں، رائے بہادر ہی کی طرف غور کیجئے کہ جن کی عمر کا تقریباً تمام حصہ محکمہ جات مال و بندوبست میں گذرا ہے، کہ جنکے دل و دماغ نے تبت کی حد سے لگا کر ملک مالوہ تک تمام اقسام طریقہ بندوبست میں عملی تعلیم و تربیت پائی ہے، صوبہ سرحدی، پنجاب، ممالک متحدہ، سنٹرل پراونسز اور بمبئی کے عملہائے بندوبست سے کماحقہٗ واقفیت ہے، پنجاب میں شاید ہی کوئی ایسا افسر اس تجربہ اور قابلیت کا ہو،

اولاد خدائے مہربان بخشندہ کی مہربانی سے آپ کے چھ صاحبزادے کسب علوم و فنون میں مصروف ہیں، ایک صاحبزادہ مسٹر کشن لال بی، اے، پاس کر چکا ہے، مسٹر چنی لال صاحب پنجاب پولیس میں کارگذار سپرنٹنڈنٹ ہیں،

"مؤرخ شاہی"

دفتر ہذا نے علم کی ترقی اشاعت کے لئے خاص مشاہیر ماہران فن کی خدمات حاصل کی ہیں کہ جو ہر موصولہ کتاب پر عالمانہ تقریظ لکھیں گے، اس لئے جو صاحب کتاب ارسال فرمائیں گے، اُن پر نہایت مفصل اور جامع تقریظ لکھی جائے گی،

"ایڈیٹر"

دو معتوب مہاراجگان کی تاریخی یاد!

مہاراجگان **تکوجی راؤ** اور **رپ دمن سنگھ** اندور اور نابھہ کے راج سے مختلف حالات میں دست بردار ہوئے، اور اب اُمید نہیں کہ کبھی حکمران ہوں، گویا اب اُن کی تاریخی زندگی کا خاتمہ ہو چکا، مورخین کا فرض ہے، کہ کبھی کبھی اِن دونوں کی تاریخی یاد کی جایا کرے،

تکوجی نے بڑی شان سے دست برداری فرما کر انتظامِ ریاست قابل ہاتھوں میں سپرد کر کے اُس سرزمین میں خاموشی سے بود و باش اختیار کر لی، کہ جہاں اُنہیں کوئی روحانی صدمہ نہیں پہنچ سکتا، وہ خدام کا مجمع کثیر لے کر ہندوستان سے روانہ ہوا، اور خاندانی شہنشاہیت کا جلوہ دکھاتا ہوا اپنی زندگی بڑے اطمینان و آرام سے گذار رہا ہے، اُس کی فیاضی، متانت، دریا دلی، عام رواداری، علمی و ادبی شوق اور محبت رعایا و برایا کے قصے لوگوں کی زبان پر ہیں، اور رعایا اندور آجتک اُس کی پرستش کرتی ہے، کیونکہ اُس کی ذاتِ گرامی ہر طرح کے فتنہ و فساد، بغض و عناد، اور جاہ طلبی کے جذبے سے پاک ہے، اُسے نہ باؤلا کے ورثا سے انتقام کی آگ جلاتی ہے، نہ ممتاز کی غدارانہ ٹھکرا ماندیا دستاتی ہے، اس کی ریاست کا انتظام اُس کی منشا سے بڑھ کر ہے، انتظام فاضل خدام کے ہاتھوں میں ہے، جہاں **تکوجی راؤ** کی پاک داخلی زندگی کے یہ نتائج ہیں، وہاں پر مہاراجہ **رپ دمن سنگھ** اپنی دلی بیقراری، ہوسِ حکومت اور افترا پردازیوں سے خود جان بلب ہے، اور ایک دُنیا کو اِس عذاب میں مُبتلا کر رکھا ہے، قوتوں میں تفرقہ ہوا، نابھہ میں سخت انقلاب آیا، اور خود بدولت سراپا انقلاب کی صورت بن گئے، اور کوئی دن ایسا نہیں جاتا، جبکہ آپکے پروپاگنڈسٹ اپنے کامیاب حریف مہاراجہ پٹیالہ کے خلاف زہر نہیں اُگلتے، اور اُسے ہر طرح کا نقصان پہنچانے کی ناکام تمنا میں مرے نہیں جاتے، تمام رعایا اُس کی جان کی دشمن ہے، نمک حلال، جاں نثار اپنی حرکات سے دشمن جان بنا لئے، اور اب وہی پریہ حکومت ہیں، جب زور نہیں چلتا ملک کے لیڈروں کی طرح طرح خدمات کرتا ہے، پبلک کے جذبات بھڑکاتا ہے، مگر خاموش نہیں بیٹھ سکتا، اپنی ذاتی خواہشات اور جذبات کے تقاضے پر اتحاد قومی کی بڑیں کاٹیں، خاندانی حرمات کی بربادی کے قوانین منظور کرائے، ہندو مسلمانوں کو عذاب علیم میں گرفتار کر کے انجام کار خود شکار ہو گیا، لیکن اس پر بھی بس نہیں، اسکی حرکات سے یہ اندازہ لگایا جانا بڑا آسان ہے کہ وہ جلد سخت افعال کا مرتکب ہوگا، کہنا پڑتا ہے کہ "راجہ مرجاتا اور رعیت اور خواص راجائی اور حیز" پبلک کی عبرت کیلئے اب ان حضرات کی لائف لکھی جاتی ہے، کہ روزِ پیدائش سے ایامِ معزولی تک کیا کیا گل کھلائے ۔۔۔ "مورخ شاہی"

رئیس الکلام

امسال پٹیالہ میں "دسہرہ ویک" ایک خاص جدت سے منایا گیا اور تفریحات کے علاوہ ایک مشاعرہ کے انعقاد کا بھی انعامی اعلان کیا گیا تھا۔ چند طرح دی گئی تھیں اور مختلف مضامین پر نظمیں طلب کی گئی تھیں۔ بہت سے گوئی اور شعرا نے اس اعلان کے موافق طبع آزمائی کی ہمارے خداوند نعمت سردار منشی رائے بھگونت رائے صاحب بہار رسامی، ایم اے، ایس، ای، ایم، پی، ایچ، ایس، "مصرع طرح" آغاز ہو رہا ہے دور جدید کا" پر حسب ذیل گویا ہوئے:۔ — ایڈیٹر

نظم دوار

دور گذشتہ

مصرع بیتِ نور ہے یا چاند عید کا　　مصنف

"آغاز ہو رہا ہے جو دورِ جدید کا"

دیکھا زمانہ تو نے ہے آنکھوں سے اے بہار　　افزائش و نمائش و قطع و برید کا
دکھلائے سبز باغ جو ہر بات بات میں　　اور پاس کچھ نہ ہو جسے وعدہ وعید کا
ویران ہو خراب ہو جائے اُجڑ وہ باغ　　جس باغ میں نہ آب ہو صدقِ حمید کا
تھی کون سی سکیم جو بارور ہوئی　　مذموم پُر فسوں تھا دھوکہ پلید کا
ریلیں گئیں، مطابع تھے، منڈیاں گئیں　　نابالغوں کو صدمہ تھا، قسمِ شدید کا
اندسٹری، وثائق بھی، ریشم بھی، جل گیا　　ماضی ملبا نہ حال، منافع بعید کا
تھا کون ساہ صنیف، جو حضرت سے بچ رہا　　باقی نہ رکھا نام بھی، قفل و کلید کا
چاند و سونا پہنچا ہے، یاروں کی جیب میں　　دفتر بھرا پڑا ہے کتاب رسید کا

چاندی و سونا پہنچا ہے یاروں کی جیب میں　　ہر چند کا رنگ ہیں اس کی رسید کا

مخفی تمام کام تھے خفیہ تمام نام
مکر و فریب کو تھا مگر جلوہ دید کا

تھی یادگارِ دورِ تجاوز پر فتن
دورِ گذشتہ دور تھا طوفانِ شدید کا

مغرور تھے کہ "الٰہی" بدخواہ تھے کمال
سرکش تھا، بدعیاں تھا، مجمع پلید کا

عیاریاں، وہ شعبدے وہ پیچ بازیاں
سامانِ لوٹ، سر میں تھا سودا خرید کا

منہ کو لگا کے چاٹ گئے سب ہضم کر لیا
دیکھا کبھی نہ لطف تھا ایسی کبید کا

رغبت سے کھا گئے نون ہوا منحرف حریف
تھا یار جیسے حرام، وکتیف قدید کا

شیطان، بلکہ قبلہ شیاطین جو ہے نفس
قائل کرو کا اپنے نہ پیر و مرید کا

جو اس کی تیغ ناز سے مقتول ہو گیا
رتبہ وہ پا گیا ہے مکمل شہید کا

کہہ پا چلایا خوب ہی کیسہ کے باغ پر
کشمہ ہی جنس کو کھیت ملا تھا خرید کا

یہ قبیح کر کے ہم کو پھنسایا تھا جال میں
موقعہ کوئی نہ باقی تھا اپنی رہید کا

گو رو منکست کردہ و جام و سبو شکست
قائل ہے ایک ہو گیا طرزِ کشید کا

عیار بدزبان کے توڑے تمام دانت
ٹپیالہ کا نمک بھی چبا تھا حدید کا

کھا کر نمک حرام کرے جو نمک حرام
ہے وہ نظر میں دہر کے لطفِ یزید کا

سرکش کو باغِ دہر میں نیکی کا پھل کہاں
ہوتا ثمر بھی ہے درختِ عنید کا

دورِ جدید

بحالی بھی ہر طرف ہے ترقی بھی ہر طرف
"آغاز ہو رہا ہے جو دورِ جدید کا"

اصلاحِ نظم و نسق کا آغاز ہو گیا
کر صبر و انتظار، تو لطفِ مزید کا

رہبر جو مل گئے ہیں تو رستہ بھی مل گیا
منت پذیر ہیں تو ہوں ایسے رشید کا

اِس عرصۂ مختصر میں درخشاں ہوا ہے باغ　　جلوہ تو ذرّہ دیکھ لے دورِ جدید کا

صیغوں میں' دفتروں میں ہیں تیار باکمال　　اب ذرّہ ذرّہ ہوگیا' عہدِ علیمید کا

کونسل نبا کے کام بھی خود ہاتھ میں لیا　　آنکھوں سے دیکھ گر نہیں قائل شنید کا

اُمیدوار ملک کو برسوں رہی اُمید　　الطاف اِس سے پوچھئے ایسی اُمید کا

خم خانہ کھل گیا ہے تو ساقی ہیں جمشید　　اے بے خبر و قرار ! ہے وقت جشید کا

سچا ہے وہ رئیس حضوری رضا پہ ہے
نوحہ پڑھا گیا ہے ایامِ سعید کا

ریاست کے تاریکی حالات پر ایک نظم لکھے جانے کے لئے سردار رفیق محمد خاں صاحب پرائیوٹ سکرٹری نے ایک خاص انعام پیش کیا تھا جس پر جناب بہار نسامی نے حسب ذیل طبع آزمائی فرمائی۔ ایڈیٹر

نظم دقیق و عمیق برعہدِ عتیق

قصے جو میرے یاد ہیں' صدیوں کے بر زبان　　رکھتا ہوں یار دل سے ہے پہلوؤں سے انتساب

افسانے مجھ کو یاد ہیں' عہدِ عتیق کے　　موقع محل کو دیکھ کے' کرتا ہوں انتخاب

جذبات دلنشیں ہیں' تو نسخے ہیں راحت فزا　　صد شوق اور ادب سے میں کرتا ہوں اقتضا

لاکھوں ہی نقش دل پہ ہیں میرے کھنچے ہوئے　　نکلوں میں ایک واقعہ تو پیدا ہو انقلاب

ایسے وہ راز ہیں کہ پتہ ہے نہ ایک کو　　دعوے فضول کرتے ہیں بے حد و حساب

ہیں معتبر تمام اور اُن کی سند بھی ہے　　کہتا ہوں صاف صاف میں سن لیجئے جناب

تاروں سا بے شمار تھا میرا کتاب گھر　　کیجے شمار اُن کا' جو ہوتا نہ انتخاب

پُر فیض یہ ذخیرہ ہے مانندِ آبِ گنگ　　برسوں کیا ہے نفس کا اِن سب سے اکتساب

اب عطر اُن کا کھینچ کے' عنبر فشاں ہوں میں　　بحرِ عمیق کوزہ میں' نامے میں مشکِ ناب

جبیل کا ماہتاب جو تاباں فلک پہ تھا　　پور نہیں تھا یہ ہم درخشندہ آفتاب
ترکِ وطن سے دولت و حشمت اُسے ملی　　طے اُس نے کرنے تھے منازل علی الحساب
تھا راجپوتی جوش، جو بازو میں جوش زن　　چہرہ سے تیغ کے نور تھا مانند ماہتاب
نزدیک و دُور پھیلے جو سلادت کے تذکرے　　جنگل کی ساری چڑیوں نے سمجھا اُسے عقاب

[illegible]

سب نے کیا پسند رہائش کو اک کھنڈر　　خس خانے جنگلی تھے بنے، خیمہ نصاب
بے کس شیر کو ڈرا جو گھسیا وہاں کا تھا　　بیٹھی جھڑی سے کرتا تھا جرموں کا ارتکاب
جھنڈا کیا بلند فساد و جدال کا　　شیروں کو بز سمجھ کے ہوا در پئے عذاب
وہ تھا گروہِ ارجن کا اور تھے یہ پانصد　　فتح و ظفر تھا رہتا، مگر ان کے ہم رکاب
صوبہ سے تھانہ لایا تھا تنبیہ بد کو　　دہلی کے شہ پہ ناز تھا آخر ہوا خراب

بے خوف، بے درنگ یہ سب بیٹھے رہے وہاں　　قدرت خدا کی دیکھئے، وہ ہی ہوا صواب
رشیو گنج کے ہیں مرید ازل سے یہ چاند بنس　　اس جور اور ظلم سے، نازل ہوا عتاب
اُس حالتِ عتاب میں دی یہ دعائے بد　　"تیرے عروج و جاہ میں آیا ہے انقلاب"
"تو نے جو بیچ جان کے سمجھا انہیں حقیر"　　"تم کو نہ ہوگا لڑکی کے دینے میں اجتناب"
"مالک بنیں گے ستلج جمنا کے یہ نجیب"　　"پونیں گے گھونٹ یہ ان کے ہی دو نو جگر کا آب"

[illegible]

آفات و مشکلات کا ہر سمت تھا ہجوم　　لیکن نہ دل میں خوف، نہ بیم و، نہ اضطراب
پھرتے گئے جنگلوں میں وہاں سے وہ شہ بنے　　ترکِ وطن تھا فتح عظیمے کا پا تراب
خونِ شہی نشان تھا اُس بے نشان کا　　اُس شیرِ نر کو دیکھ کے، بیٹھے روش حباب

سیراب ہو کے فیضِ ابر سے ویرانے گُل بنے　　گُلبن خاروں کو کاٹ چھانٹ کے پھولا کھِلی گلاب

بیراڑ، مہاراج کا پھولا چمن وہاں　　رہتے تھے جس جگہ کہ بُوم و زغن عُراب

غُربت میں تھے غریب، مگر دل سے تھے غنی　　شنکر نے دی دُعا کہ "حکومت کرو شتاب"

اِن پھولوں میں جو پھول ہوا رونقِ چمن　　تھا عرقِ انفعال سے تر، دامنِ سحاب

اُس بزمِ بے مثال کے درجہ میں سومیں　　اک شمع تھی الٰہی مانند ماہتاب

شیروں میں شیر تھا بھی تھا، حوصلہ بلند　　رکھتا نہ تھا زمانہ میں اپنا کوئی جواب

درویشوں اور فقیروں کی خدمت تھی مشغلہ　　تھا پاک و صاف جن کا سب پیری و شباب

مغلوں کی سلطنت کو ہوا تھا زوال جب　　اُٹھے مرہٹے ملک میں، جوں آبلہ حباب

شیروں نے اُٹھ کے شاہ سے چھینی پیشوائی لیا　　آفت تھی، اک بلا تھی، وہاں گرمیٔ عتاب

اپنی جبارتوں سے پھنسے مشکلات میں　　تھا حکمِ ایزدی کہ ہوں ابتر و خراب

لہٰذا سفیرِ خاص سے پھر وہ ہوئے رجوع　　جو عرض و طول ملک میں رکھتا نہ تھا جواب

ہر جنس و مال و زر سے خزانے بھرے تمام　　جیادار کا کیا اُٹھکا تھا تازہ دماغ عتاب

جب عزّ و احترام سے واں پیشوا ملا　　مثلِ کمان جھک گئے سب سرکش و احباب

تاریخ کا یہ واقعہ ہے، ایسا چھپا ہوا　　صدیوں کی کاوشوں سے بھی اُٹھا نہ تھا نقاب

پھولا جو ایک پھول چمن سب مہک گیا　　محفل میں یوں مہک رہا تھا کہ جوں شیشۂ گلاب

اے آبِ گنگ ٹھہر سے منہ میرا پاک کر　　نے بے ادب "ادب" اگر آتا ہے وہ جناب

نرایندر سنگھ نام ہے نامی جہاں میں　　جن کے ٹھہرے کام سے تابانی کتاب

قصہ بہت طویل کہانی دراز ہے　　تنگیٔ وقت کہتی ہے اب کر تو اجتناب

پھر شاخ ہشتمیں میں صنوبر سنا الجدم سایہ فگن جہاں پہ ہوا وہ فلک جناب

اوصافِ خسروی تمہیں سننے کا ہو جو شوق
نظمِ دقیق پڑھنے سے تم ہو گئے کامیاب

ایک انعام مدحِ خسروی کے لئے تحریر ہوا تھا جس پر کلکِ وقائع نگار حضرت بہار نے اسطرح سے دادِ تحقیق دی۔

نظمِ دقیق

قصیدہ مدحیہ

کرجو صاحبانِ نمائش کمیٹی کے اعلان محررہ اکتوبر ۱۹۲۶ء (پٹیالہ) کے اتباع میں انعامی مقابلہ کیلئے لکھا گیا۔ بالتزام نشان حروف آئے

اس بزم میں جو نظم کی پڑھنا ہے باصواب — ذرہ خطاب کرتا ہے ذاتِ فلک جناب
وہ آفتابِ فیض ہی پنجاب کا ہے جس — لاکھوں نفوس فیض کا کرتے ہیں اکتساب
اصلاح اور درستی و تدبیر اور زکات — ہر شعبہ سیاق میں ہے خوب کامیاب
جو جو کہ کام اس نے کئے نفعِ خلق کے — اس مختصر سی نظم میں ہو کیونکر احتساب
عجیب و عجاب ہیں، اوصافِ خسروی — تفصیل و شرح اُن کے سے کرتا ہوں اجتناب
ان میں سے ایک وصف کی تشریح گر کروں — صفحہ دو صفحہ کیا ہیں، دیں سال بھی جواب
جود و سخا، عطیہ اور بخشش بہسان و — خیرات اور وقف، سخاوت کے ہیں جو باب
دلداری و دلدہی، تسلی و سرفرازش — رحم و کرم، معافی و ہم گرمیٔ عتاب
خلقِ عمیم صاحبِ تدبیر و وقار — داد و دہش سے لیتا ہے دنیا میں وہ ثواب
اعزاز و افتخار، نمود و نشان و شان — اوج و عروج، حسن و رعنائی و شباب
زیبائی و تزئین یہ سب جامہ زیبیاں — فہم و ذکا، دانش و علم و ہنر لباب

بالائی، برتری و وجاہت ہمہ انکسار ۔ آئین زیب و زینت و خودداری و حجاب
عظمت، جلال، شوکت و حشمت، تونگری ۔ بدکیش جن کو دیکھ کے کھاتے ہیں پیچ و تاب
ہے مجمعِ صفاتِ شہی ذاتِ باکمال ۔ اس کلکِ بے زباں کو بیاں کی کہاں ہے تاب
حیرت، مبالغہ، نہ غلو ہے صحیح صحیح ۔ ریشِ شعاعِ مہر پہ کیا حاجتِ خضاب
عرضِ حیات دیکھ لے جس کو ہو کچھ شبہ ۔ ہر وقت ساتھ رہتا ہے ہر وصفِ ہم رکاب
نام آوران میں نامی ہے سنِ شعور سے ۔ سب خسروانِ دہر ہیں، بلاشبہ ہے آفتاب
جو سید ہوا ہے پر اثر میں تھا وصفِ امتیاز ۔ صورت پذیر ہو گیا وہ وصف لاجواب
فتح نصیب بھائی و جو ندہر سا ہے نصیب ۔ حصے میں دشمنوں کو ملا دوزخی عذاب
دکھلاتی جدتیں ہیں جو ہر روز دھوم دھام ۔ آنکھوں پہ ہی بچتے ہیں اصلاح کے رباب
ارکانِ سلطنت پہ وہ رکھتا ہے اعتماد ۔ اور مانتا ہے اُن کی کہ جو ہوتا ہے باصواب
سکھ اور ہندو اور مسلماں میں اتفاق ۔ قومی منافقوں کو وہ دیتا ہے حق سے داب
بے خوف و بے خطر ہے مؤذن اذان میں ۔ اُس کی ہی مصلحت سے متعصب ہوا کباب
سب کھلے لوگ پڑھتے ہیں قرآن اور حدیث ۔ اے مفتری تو بول میں کرتا ہوں اب خطاب
جھک کر تو بہار صدق سے شکور کے اب حضور ۔ شکور! دعا ہماری ہو مقبول و مستجاب

گلزار پھول کا رہے شاداب اے بہار
تا دورِ مشتری و زحل و مہر و آفتاب

فحش اشتہارات نہیں لئے جاتے

رئیس ہند یہ بار بار اعلان کر چکا ہے، کہ مخربِ اخلاق فحش اشتہارات کسی اُجرت پر رئیس ہند میں شائع نہیں ہو سکتے، خط و کتابت فضول ہے، اگر ملک کے اخبارات ایسے اشتہارات شوق سے قبول کر لیتے ہیں، تو یہ عمل اُن کے گندہ مذاق کا پتہ دیتا ہے، رئیس ہند کے ایسے اشتہارات سے معاف رکھا جائے ”چیف منیجر“

دِل

(حضرتِ تبسم ادرسری نے خاص رئیس ہند کے لئے لکھا)

شمع ہوں شعلہ ہوں کہ برق ہوں میں — موجۂ آتشیں میں غرق ہوں میں
وجہِ تسکین ہے ذوقِ بیتابی — میری فطرت میں آہ سیمابی
آرزوؤں سے مجھکو نفرت ہے — دل کو اب حسرتوں کی حسرت ہے
عالمِ یاس میں کہیں ہوں میں — کس قدر عافیت گزیں ہوں میں
وصل میں بے قرار رہتا ہوں — ہجر میں سوگوار رہتا ہوں
ایک قطرہ ہوں یا کہ طوفاں ہوں — اپنی حالت پہ آپ حیراں ہوں
غمزۂ حسن کا نشانہ ہوں — عشق کے درد کا فسانہ ہوں
آتشِ شوق سے گداز ہوں میں — بیخبر آئینہ نیاز ہوں میں
گوشۂ چشم میرا میخانہ — حلقۂ چشم میرا پیمانہ
شکنِ زلف آستاں میرا — گیسوئے یار میں مکاں میرا
شوخیٔ نازِ جلوۂ رنگیں — خندۂ لب ترانۂ شیریں
قامتِ سرو ہو کہ چہرۂ گل — لحنِ قمری کہ نغمۂ بلبل
رنگِ بادہ ہو فروغِ حنا — شورِ مے ہو کہ قلقلِ مینا
ظلمتِ شب ہو ضیائے قمر — شفقِ شام ہو کہ نورِ سحر
صحبتِ یار ہو کہ فرقت ہو — محفلِ عام ہو کہ خلوت ہو
رنج و غم سے فگار رہتا ہوں — ہمہ تن انکسار رہتا ہوں

پوچھتے ہو مرا نشان کیا
میں دلِ زار ہوں تبسم کا

ہمارے حاصل شدہ سواج

مہاتما گاندھی اور حضور نظام

مہاتما جی چرخہ اور کھدر کے سلسلے میں دورہ کرتے ہوئے جنوبی ہند کی طرف پہنچے جب اسلام پور (قلمرو سے نظام) میں قیام ہوا تو حضور نظام کی طرف سے انہیں چار ہزار دو سو روپے کی ایک تھیلی پیش کی گئی، اسلامی اخبارات حضور نظام کی اس حرکت کو بڑی وقعت دے رہے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں، "اس زمانہ میں جبکہ حضور نظام کی ذات پر برطانوی ہند کے افسرانِ اعلیٰ کی خاص تجسس نگاہیں پڑ رہی ہوں، اُن کا اعلانیہ طور پر ہندوستان میں سب سے بڑے انقلاب کوش شخص کے سامنے اس طرح اپنے دلی تعلقات کا اظہار کرنا ہندوستانی والیانِ ملک میں اُن کی حیرت انگیز جرأت اور قوتِ قلبی کا ایک بے مثل کارنامہ ہے"

حضور نظام نے جو کچھ کیا ہے وہ دونوں کے لئے مفید نہیں اور جس طرح سے اس پر حاشیہ آرائی کی گئی ہے، وہ اس سے بھی بدتر ہے، مہاتما گاندھی کو انقلاب کوش کے سخت لفظ سے خطاب کرنا قومی غداری سے کم نہیں، ہمیں تو کسی صورت میں اس اخباری دنیا سے ملک کی فلاح کی صورت نظر نہیں آتی"

حکومتِ کشمیر اور اخبار عام

ریاستوں کے جوتے ٹکڑوں کا غلام لا مذہب **اخبار عام** جو اپنی نمک حرامی کی خاطر بُری طرح سے بدنام ہے، دوسرے کی زبان سے طرزِ حکومت جموں و کشمیر کی نسبت ایک لفظ سننے کا روادار نہیں اگرچہ مراسلات نامہ نگارانِ کشمیر کے چھاپتا ہے، وہ سترپا پا ابتری و جہانبانیٔ کشمیر کا نوحہ پڑھ رہے ہیں، دیگر اخبارات گورو گھنٹال وغیرہ وغیرہ میں ناقابلِ تردید حالات چھپتے ہیں، اُن سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں، خیر ان کے لئے مفید ہو یا نہ ہو، اخبار عام کا دال پھلکا کہیں نہیں گیا۔

کپور تھلہ

مہاراجہ کپور تھلہ کی اصلی ہندو سپرٹ اسلامی حلقوں میں خراجِ تحسین لے رہی ہے، دراصل مہاراجہ کپور تھلہ کی ذات اس درجہ فیاض اور مہربان واقع ہوئی ہے، کہ اس کی تعریف و توصیف کے گیت نہ فقط حدود ریاست میں گائے جاتے ہیں، بلکہ علاقہ غیر میں بھی ان کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں، جب رنبع شریف ہوتی ہے، تو اس کی تمام حرکات و سکنات شریف ہوتی ہیں، چنانچہ آپ نے انتظامیہ مشینری کے چلانے کے لئے جن کلوں پرزوں کا انتخاب کیا ہے، وہ بجائے خود مکمل ہیں، اسلامی اخبارات کے فرقہ وارانہ حملوں کے جواب میں ہندو اخبارات نے یہاں کے بے تعصب قابل مسلمان وزیر اعظم کی وزارت بابرکات پر ہر طرح کے قومی تعصبات سے پاک ہے، علاقہ غیر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنے جیسا نہیں سمجھا چاہئے، نہ ان کے مذہب کی وجہ سے اُن کو خواہ مخواہ بدنام کرنا چاہئے، میں بحیثیت ایک پختہ خیال سناتنی ہونے کے اُن تمام الزامات کی تردید کرتا ہوں، کہ جو وزیر اعظم کپور تھلہ کی نسبت لگائے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جیسے مہاراجہ آزاد خیال ہے، ویسے ہی اس کا وزیر اعظم "منسا داس"

انتظامیہ کمیٹی ریاست پٹیالہ کی برکات

ہمدرد تاجدار پٹیالہ نے اپنی عزیز رعایا کی فریادوں اور گذارشات کی جلد تر تصفیہ کی صورت نہ دیکھ کر سردیا کشن کے چلے جانے کے بعد قابل ارکان کی ایک انتظامیہ کمیٹی مقرر فرمائی اور معقول مختی شاف دیکر ارشاد فرمایا، کہ بقایا کام جلد نکالدیا جائے، چنانچہ یہ خبر ملکی حلقوں میں بڑے اطمینان اور کامل خوشی سے سُنی جائیگی، کہ ارکان کمیٹی نے اتحاد، نیک دلی، عدل و انصاف سے کام لے کر کل بقایا کام نکال دیا، مختی شاف نے لمپوں کی روشنی میں اُن بے تعداد کاغذات کو ترتیب دے کر اس قابل بنا دیا کہ پیش ہوتے ہی فیصلہ پا گئے، اب روز کا روز کام سرانجام پا جاتا ہے، وہ داد خواہ جو برسوں سے منتظر تصفیہ کاغذات تھے، مہاراج کی جان و مال کو دعائیں دیتے ہیں،

حکومت نابھہ

جب سے مہاراجہ معزول کیا جا کر ڈیرہ دون بھیجا گیا ہے، تب سے ریاست کے ہر شعبہ میں نمایاں ترقیات ہوئی ہیں، قومی تعصبات کا استیصال ہو چکا، ہندو مسلمان امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں،

ہندوؤں اور مسلمانوں کو

ہندوؤں اور مسلمانوں کو

ریاست جیند | مہاراجہ صاحب بیحد نیک مزاج ہیں، اس لئے ہر کس و ناکس پر اعتبار فرما لیتے ہیں، اونکار لال کہ جس نے اپنی علیش مزاجی کی وجہ سے کافی شہرت حاصل کی تھی، مہاراجہ کی پیشگاہ سے رہا فرما دیا گیا، سچ تو یہ ہے کہ لوگ سردار شمشیر سنگھ کی وزارت کو یاد کر رہے ہیں،

انتظامِ فرید کوٹ | پنجاب کی ریاستوں میں اگر کوئی ایسی ریاست ہے جو اخباری فتنوں سے بچی ہوئی ہے، تو وہ ریاست فرید کوٹ ہے، ملکی حالات کے زہر آلود مطلع میں اس کی شہرت قائم و بحال رہنا پریذیڈنٹ کے حسنِ انتظام کا نتیجہ ہے،

ہائے سردار جیون سنگھ! | رؤسائے ۲۲ گھروں میں سردار بہادر جیون سنگھ شہید شہزادپور اپنی قدیم شانِ سرداری اور وضع داری کے لئے مایۂ ناز تھے، ریاست پٹیالہ کے ساتھ تعلقات نے اُن کی بزرگی میں معقول اضافہ فرما دیا تھا، افسوس کہ سالِ رواں کا زبردست پنجۂ موت اس شانِ سرداری کے خاتمہ کا باعث ہو گیا، خاندان کے سرگروہ ٹیکا رام سنگھ صاحب بہادر خاندانی روایات کے قائم و بحال رکھنے والے ہیں، خدائے برتر ہر طرح کی برتری بخشے،

راجہ صاحب کلسیہ | نالائق اور مُفتری اخبارات اس ریاست کے متعلق بھی زہر افشانی کر رہے ہیں، مگر حالاتِ موصولہ قابلِ اطمینان ہیں،

فرمانروائے دھولپور | محض راجپوتانہ میں نہیں بلکہ ہندوستان بھر میں مہاراجہ صاحب کی ذات دیوتا سمجھی جاتی ہے، جس نے آپ کے حسنِ انتظامات دیکھے ہیں، وہی اُن کا اندازہ لگا سکتا ہے، اور زمانہ قدیم کی طرز کے تاجدار ہیں، افسوس کہ بوقت سیر ایک دیوانہ گیدڑ نے روئے مبارک کی طرف جست کی مگر خدائے محافظ کی محافظت ایسی ہستیوں کے لئے ہر وقت نازل رہتی ہے، آپ بغرضِ دفع شک

کسولی تشریف لے گئے، اور بڑی مسرت سے معلوم ہوا ہے کہ کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں،

سوانحِ بھرپور | ایک نامرادادنی اکیپونڈر اپنے پیشہ میں ناکام رہ کر ریاستوں کی خرابی کے درپے ہوگیا ہے، اگر آج ایک نیک نام والئے ملک کو صلواتیں سناتا ہے، تو کل کسی دیوتا صفت مہاراجہ کو ملزم ٹھیراتا ہے، اور محض اس لئے کہ اپنا تنورِ شکم گرم کرے، وہ مردود و معتوب راجگان کا حامی ہے، اُس نے قسم کھا رکھی ہے کہ ریاستوں کا وہی حال بنادے، جو مہاراجہ رِپ دمن سنگھ نے ریاست نابھہ کا بنایا، چنانچہ وہ مردود شقی ازلی اب فرمانروائے بھرت پور کی جناب میں ہر ہفتہ نئی سے نئی شرارت کا مرتکب ہوتا ہے، حالانکہ مہاراجہ صاحب اُن حرکات و سکنات سے کوسوں دُور ہیں، بلکہ اصلاحات کی طرف ایک قدم اٹھایا ہے، یعنی ۱۲۰ ارکان کی ایک اسمبلی منظور فرمائی ہے، کہ جس میں ۳۰ سرکاری ممبر ہوں گے،

خیرپور سندھ | ریاست میں جو طوفان ابتری پیدا ہوا تھا، منتظم ہر طرح کی بتر کوئی کے دُور کرنے میں مصروف ہیں، لیکن پھر بھی عرصہ درکار ہے، گورنمنٹ بمبئی بھی ان بدنظمیوں سے عاجز آگئی، نواب صاحب کو جلد توجہ خاص فرمانی چاہئے، یہی اس کا علاج ہے، ورنہ سخت خطرہ ہے،

نواب گنج پورہ | ضلع کرنال میں کنجپورہ ایک نہایت بدنام مقام ہے، گو حکومت انگلشیہ کا تصرف ہے، مگر ایک مرشد و جوداز ارود دلفگاری تو اب بھی ہے، کہ جس کے تعصباتِ قومی کی شہرت ملک میں مشعلیں جلاچکی ہے، یہ ذلیفہ خوار نادار ہوچکے ہیں، لیکن پھر بھی نوابی کے خیال میں مگن ہیں، اس کی حرکات جو علاقہ کے امن و اطمینان کو آگ لگا رہی ہیں، آئندہ نمبر میں درج ہوگی،

مظالم ٹونک | کچھ عرصہ سے ٹونک کے دربار کے مظالم کی روئدادیں اخبارات میں چھپ رہی ہیں، دفتر ہذا میں بھی بہت سے مراسلات طرح طرح کی بدعنوانیوں کے موصول ہو رہے ہیں، پچھلے مہینہ میں بھی ایسے

بہت سے مراسلات موصول ہوئے تھے، رئیس ہند کسی کا مراسلہ بلا تحقیقات نہیں چھاپتا، اس لئے ایسے صاحبان جو اپنے مراسلات فوراً چھپوانا چاہتے ہیں، ہمیں معذور رکھیں،

فالِ خوشحالی مالیرکوٹلہ بساطِ انتظام ریاست مالیرکوٹلہ کے مُہرے جو ہر طرح سے شکست پاچکے تھے، اپنے اعمال قبیحہ کی وجہ سے ملک میں مردود و معتوب سمجھے گئے، اور آخر ش حضور نواب صاحب بہادر کو اپنی ریاست اور عزیز رعایا کے حالات و جذبات سے واقفیت پیدا ہوئی، جس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ دیانت دار اصحاب کا انتخاب عمل میں آیا، اور نکھرام سلسلہ سو انتظام سے گھی کی مکھی کی طرح سے الگ کئے گئے، اب خدا کے فضل سے سب ابتریاں دُور ہو جائیں گی، اور قابل، دیانتدار اور وفادار ارکان کے انتخاب سے سب ٹھیک ہو جائیگا،

روسائے ضلع شملہ رئیس ہند میں روسائے ضلع کوہستان شملہ کی توجہ کے لئے جو سلسلۂ مضامین چند اشاعتوں میں جاری کیا گیا تھا، خوشی کا مقام ہے کہ پہاڑیوں نے اپنے حقوق کی وکالت دیکھ کر کچھ زندگی کی حرکات کا اظہار کیا ہے، روسا کو چاہئے کہ ملک کی انقلابی حالت دیکھ کر قوانین جلد وضع کریں،

ناصح از میسور رعایائے میسور اپنے بیدار مغز فرمانروا اور دانشمند مرزا صاحب وزیر اعظم کے زیر سایہ ہر طرح کی ترقیات حاصل کر رہی ہے، شاہ و وزیر بہبودی رعایا میں کوشاں ہیں،

محکمہ نہر ریاست پٹیالہ آپ کے نامہ نگار نے جو آپ کے معزز رسالہ کی جنوری کی اشاعت میں سرکار انجنیری پرشاد سب ڈویژنل افسر کے متعلق کچھ شکایات چھپوائی ہیں، وہ مبنی بر عداوت ہیں، ورنہ اُن میں اصلیت ذرہ بھر بھی نہیں، رائے صاحب ایک مشہور اور معزز خاندان سے انتساب رکھتے ہیں، ایسے خاندان کے تعلیم یافتہ رکن سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا بعید از عقل ہے،

"نامہ نگار"

ریاست منڈی کی خوش نصیبی

بیدار مغز راجہ منڈی (پنجاب) نے دورِ جدید کی اُلجھنوں سے بچنے کے لیے سردار **دینا ناتھ** صاحب بہادر بیرسٹرایٹ لا کی خدمات سے باموقعہ استفادہ اٹھایا، یہ نوجوان شریف خاندان سے ہے، اور خود شریف ہے، ہر طرح کی علمی ادبی قابلیتوں کا واحد مالک ہے، اصلاحات کا دَور دورہ رعایا کی بہبودی و مرفہ الحالی کی شہادت ہے، چونکہ سب نعمتوں میں تعلیمی نعمتیں افضل ہیں، اس لئے آپ نے ریاست بھر کو اس فیض سے مستفید کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، چنانچہ اب یہ تجویز درپیش ہے، کہ کل قلمرو میں تعلیم لازمی اور مفت قرار دی جائے، راجہ صاحب ولایت تشریف لے گئے ہیں، اور جناب ممدوح بڑی خوبی سے انتظامات میں مصروف ہیں،

معقول گورد گھنٹال اور کوٹھی جلید ہاؤس (شملہ)

مقبول و مشہور اخبار "گورد گھنٹال" **رئیسِ ہند** کے اُس نوٹ کو بڑی حیرت سے دیکھتا ہے، کہ جس میں کوٹھی جلید ہاؤس (شملہ) ڈھنیگرہ کے اپنے نام منتقل کرانے کی خبر دی گئی تھی، ہمارے معزز ہمعصر کو معلوم ہونا چاہیے، کہ ریاست کی یہ لاکھوں روپیہ کی جدی جائداد ریاست سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہوگئی ہے، اور ایسی حالت میں جبکہ ڈھنیگرہ کی کسی کارگذاری کا کوئی سرکاری ریکارڈ نہیں، **واجد علیشاہ** والئے لکھنؤ نے بھی کروڑوں روپیہ کی دہلی کی جائداد میراثیوں کو بخشدی تھی، جو بعد ضبطی ریاست گورنمنٹ کی ضبطی میں آئی، اور وہ معافی ناجائز سمجھی گئی، کیا گورنمنٹ عالیہ ریاست کی اسی طرح سے حقّے بخرے ہونے دے گی، ضرورت ہے کہ ملکی اخبار گورنمنٹ کو مجبور کریں، کہ یہ انتقال منسوخ فرمادیا جائے،

ریاست سکیت

گذشتہ زمانہ کی بدامنیوں کا یہ نتیجہ نیک پیدا ہوا، کہ رعایا ریاست کو راجہ صاحب کے حسنِ انتظام کی قدر و منزلت معلوم ہوگئی، چنانچہ رعایا و والئے ملک کے تعلقات صورتِ اتحاد میں منتقل ہوکر ملک اصلی سوراج کے لطف لے رہا ہے،

ریاستیں اور موٹریں　ریاستوں پر کوئی نہ کوئی بلا نازل ہوتی رہتی ہے، پہلے ممالک غیر کے حملہ آوروں کی لوٹ مار کی ہوس نے خزائن و جواہر خانے خالی کرائے، پھر نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی، رنجیت سنگھ کے نذرانوں اور جرمانوں نے ایک آفت برپا رکھی، دور انگلشیہ میں اگر ان باتوں سے محفوظ رہے تو فلیٹن کا بھوت اُن کے سروں پر سوار ہو گیا، مگر اس قدر شکر کا مقام تھا، کہ اس اثر میں اتلاف جان کا خوف نہ تھا، اب جناب لیڈی موٹر صاحبہ ریاستوں کے سٹیج پر رونما ہو گئیں، خواہ آمدنی ریاست ایک کروڑ کی ہو، خواہ پانسو کی، مگر لیڈی صاحبہ اپنی نو وار دفوق البھڑک ننگین مس صاحبان کے ساتھ بمبئی، کراچی وغیرہ ساحلوں پر بڑے بڑے نذرانے کراُترتی ہیں، اور جوق در جوق جمع ہو کر بے تمیز ہندیوں کی جان کی دشمن جان ہو رہی ہیں، ہر جھونپڑہ ہر کوٹھا، ہر کوٹھی ہر محل آپ کے قدوم میمنت لزوم سے داغدار ہے، آپ چونکہ یورپین نژاد ہیں، اس لئے رسم طلاق پر فریفتہ ہیں، برس دو برس نااہل ہندوستانیوں کے زیر مشق رہ کر طلاق حاصل کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں، تھم پھر کبھی ساتھ ہی لیجاتی ہیں، مگر جب جاتی ہیں، اپنی گراں یا ارزاں مالیت کی مس صاحبہ کو مزید تفریح کے لئے بلا بھیجتی ہیں،

مرحوم مہاراجہ جے پور کے آخری عہد میں ریاست بھر کے اندر محض یہ پانچ بہنیں تھیں، مگر اب ہر ٹھاکر صاحب کا بہل خانہ ان مس صاحبان کا ڈرائنگ روم بنا ہوا ہے، ایک ٹھاکر صاحب ہیں کہ افیون کے گڑ سے چڑھا چڑھا کر ان پر سوار ہو جاتے ہیں، جنگلوں، ویرانوں، غاروں، کھیتوں، مینڈوں میں جھوڑنے کا نام نہیں لیتے، ہر ششماہی جب خرچ کی پڑتال کرتے ہیں، تو مس صاحبہ کی قسمت پر ہنستے ہیں، اور اپنی قسمت پر روتے ہیں، مگر جدائی گوارا نہیں، یہ وہ شوق ہے، کہ جو جان و مال دونوں کا دشمن ہے،

اندور میں شدھی کی تبلیغ کی آتش فشانیاں　تبلیغ اور شدھی کی آتش فشانیوں نے اُن مقامات میں بھی آگ لگا دی کہ جن کی نسبت شان و گمان بھی نہ تھا، چنانچہ ریاست اندور میں کہ جہاں ہندو مسلمان

کی مطلق تمیز نہیں، تبلیغی جماعت کے سرگرم فتنوں نے آتشِ فساد مشتعل کر دی، سخت خون خرابہ ہوا، اگر رائے بہادر مسٹر ایس، ایم باپنا کی وزارت نہ ہوتی تو تمام قلمرو میں مسلمان گردن زدنی سمجھے جاتے آپ نے اپنی عام رواداری اور مسلم نوازی کے جذبہ کے اثر سے اس نازک موقعہ پر نہایت اطمینان و سکون سے کام لیا، یہ آپ ہی کی مدبری تھی کہ حالاتِ ناقصہ پر فوراً قابو پالیا، صحیح و دیانتدارانہ تفتیش کے بعد مفسد گرفتار کر لئے گئے، اور تین قابل اصحاب کا ایک خاص بنچ مقرر فرما کر امن و امان کا اعلان کر دیا گیا، اس بنچ میں مسٹر محمد علی بیرسٹر بھی شامل کئے گئے، چونکہ یہ انتخاب قابلِ اعتماد ہے اس لئے اسے ہائیکورٹ کے اختیارات دیئے گئے ہیں، اس عدالت کا فیصلہ ناطق ہوگا، گورنمنٹ اندور کی خدمت میں درخواستیں بھیجی جا سکیں گی، ہم اس اعلیٰ مدبری و بے نظیر انتخاب پر وزیر اعظم صاحب موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں،

مہاراجہ کشمیر نے اہی الحکام کی قدردانی لیا

کسی دوسری جگہ مہاراجہ کشمیر اور اخبار عام کے متعلق ایک مختصر نوٹ درج کیا جا چکا ہے جس میں یہ صداقت ظاہر کی گئی ہے کہ اخبار عام حکومت کشمیر کے متعلق کسی دوسرے اخبار کی زبان سے کچھ سننا نہیں چاہتا، مگر اپنے نامہ نگاروں کی زبان سے حکومت کشمیر پر وہ الزام لگاتا ہے کہ توبہ ہی بھلی، چنانچہ اپنی تازہ اشاعت میں اپنے نامہ نگار کی طرف سے یہ دل ہلا دینے والا مراسلہ چھاپا ہے:۔

سرکلر آرڈر کی قدر و منزلت

سنا گیا ہے کہ فارن آفس میں ایک سارٹ ہینڈ رائیٹر کی ضرورت تھی اور حکام نے ایک پردیسی صاحب لالہ برج راج جی کو تنخواہ ۱۰۰ ۔ ۱۵ تجویز فرمایا اور ساتھ ہی یہ نوٹ بھی آرڈر کے ساتھ درج کر دیا گیا کہ کشمیری کوئی بھی اس پوسٹ کے قابل نہ تھا، اسی لئے پردیسی کو لیا گیا، ہم حیران ہیں کہ یہ پردیسی حاکم کن کن چالوں سے غریب رعایا کا گلا گھونٹتے جاتے ہیں، سری مہاراجہ صاحب کے سرکلر آرڈر کی قدر و منزلت صرف گزٹ میں چھپانے تک ہی ہے ورنہ اصلی اقتدار کار در روش میں وقوع ہونا ناممکنات سے تھا، ہمارے نیم مسبل صاحبوں پر ایک پالیسی کا یکایک یہ نیا طریقہ نکل آیا کہ کشمیری اس پوسٹ کے قابل نہیں اگر یہ معاملہ درست ہے تو ایک کیا ہم اکبر حسن شارٹ ہینڈ رائٹر کشمیری پیش کر سکتے ہیں جو لائق صاحب سے بہتر ہیں لیکن مدبر ہیں پردیسی عنصر کا جب تک کونسل اور اعلیٰ آفیسروں میں قلع قمع ہو کشمیری قوم کی ترقی مشکل ہے

مفتری معزول مہاراجہ رپ دمن سنگھ کی ریشہ دوانیاں

معصوم مہاراجہ پٹیالہ کے خلاف

قابل توجہ گورنمنٹ عالیہ

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست — نرود جز بوقت مرگ از دست

شریف طبائع آنکھ کا اشارہ سمجھتی ہیں، جاہل سختی و تادیب سے راہ راست پر آجاتی ہیں، مگر مہاراجہ رپ دمن سنگھ معزول والئے نابھہ کی طبیعت عجیب واقع ہوئی ہے کہ جلاوطنی **ڈیرہ دون** میں بھی اپنی مفسدہ پردازیوں اور ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آتی، کہیں بی بی صاحبہ کی شادی کے متعلق گورنمنٹ پر الزام لگاتی ہے، کہیں کہیں طرح طرح کے فریب و مکاریوں سے اکالیوں کو اکساتی ہے، کہیں گورنگت میں مصنوعی پھول بکھیا ور کرتی ہے، کہیں ملک کے لیڈروں کو دانے ڈال کر اپنے جال میں پھنساتی ہے، کہیں اپنے گذارہ کے متعلق شور مچاتی ہے، کہیں ہاتم **شرڈ رہانند** کے ماتمی جلوس کے ساتھ پا پیادہ چلتی ہے، کہیں اپنے بزرگوں کا بخشا ہوا مبارک نام مذہبی رنگت میں بدلتی ہے، کہیں گندے اور باغی اخبارات سے ناجائز امداد مانگتی ہے، کبھی قیام ولایت کیلئے پروانہ راہداری طلب کرتی ہے، کہیں مجسٹریٹ ضلع کو یہ لکھکر مرعوب کرتی ہے، کہ میں **باوقار** اور ممتاز سی مصیبت میں گرفتار ہوں، غرضیکہ اس کی طبیعت ذلیل وخوار ہو کر بھی ہر وقت معصوم مہاراجہ **پٹیالہ** کو متہم کرنے کے لئے بیقرار رہتی ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ ملک میں بدامنی پیدا ہو، اور مجھے **نابھہ** کی گدی مشق ستم کے لئے پھر مل جائے،

عوام یہ سمجھتے ہیں، کہ گورنمنٹ برطانیہ نہایت سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے، کہ جو اس وقت تک خاموش ہے، اُسے فوراً اس نچلی نہ رہنے والی طبیعت کو کسی دُور دراز جزیرہ میں پھینک دینا چاہئے تھا، تاکہ ملک ناحق خونریزی سے محفوظ رہ جاتا، اور ہندوستان میں پُر امن فضا پیدا ہو جاتی،

ہم ایسے زود کاروں کو مطلع کرتے ہیں، کہ گورنمنٹ برطانیہ دانشمند گورنمنٹ ہے، وہ نہایت متانت اور خاموشی سے اِس کی حرکات پر نظر رکھے ہوئے ہے، وہ جلد سُن لیں گے، کہ کسی آیندہ ساعت میں کیا سے کیا ہوگیا،

اے احسان فراموش ہندوستان کے ہندو و مسلمان قوموں کی دشمن جان ہستی سے اپنی ۱۲ سالہ حکومت کے خاک و خون میں ملانے والی طبیعت، خواہ تو کوئی تماشہ کر تجھے اب رعایا کے ساتھ طفلانہ بازی کا موقعہ نہیں مل سکتا، جس قدر اُچھلے گی اپنا سر پھوڑے گی،

ریاست بھوپال کا جدید تاجدار

ملک کے تعجیل پسند احباب تاجداران ملک کی حرکات و سکنات پر خاص نگاہ رکھے ہوئے ہیں، یہ فائدہ سے خالی نہیں، مگر کسی تاجدار کے تخت نشین ہوتے ہی ایسی امیدیں باندھی جانی اصولِ دانشمندی سے بعید ہیں، کہ اس کا انتظام مثلِ میسور ہو جائے، بقول نامہ نگار اگر نواب صاحب کو پولو کا بیحد شوق ہے، تو یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا، کہ نواب صاحب ریاست کے انتظامات سے لاپروا ہیں، ایسے ہی اگر تمام دربار کا انگریزی لباس ہوگیا ہے، اُس سے بھی انتظام کے متعلق کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا، ہمارا فرض ہے، کہ نواب صاحب کو اطمینان کے ساتھ کام کرنے دیں، اور اُن کی فروگذاشتیں ذہن نشین رکھیں، اور مناسب وقت پر ہمدردانہ مشورے دیں، نہ کہ انہیں ابھی سے متہم کرنا شروع کردیں، اِس سے زیادہ نامہ نگارانِ بھوپال کے مراسلات کا ہم کوئی اثر نہیں لے سکتے،

ایڈیٹر صاحبان رسائل واخبارات کی خدمت میں گزارش ہے کہ جن جن ایڈیٹر صاحبان رسائل واخبارات کی خدمت میں رئیس ہند بغرض تبادلہ و ریویو حاضر ہو رہا ہے، امید ہے کہ براہِ کرم تبادلہ منظور فرما کر کسی قریبی اشاعت میں تقریظ فرما کر ممنون فرمائیں گے،

نیازمند ایڈیٹر

ایڈریس بخدمت سرکار پٹیالہ

تباہ حال رعایائے شہر سنام نے مندرجہ ذیل ایڈریس مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ حکام ذی رسوخ شہر کی موجودہ حالت اور اس کی رفتار تباہی پر غور کر کے جلد تجاویز عمل میں لانی چاہئیں، ورنہ یہ قدیم شہر اگلی صدی میں محض نام کا شہر رہ جائے گا۔ "ایڈیٹر"

ایڈریس منجانب رعایا قصبہ سنام

حضور والا! قصبہ سنام کے باشندگان کو حضور انور کی قدیم رعایا ہونے کا فخر حاصل ہے کیونکہ... اقبل مسیح راجہ سومن پال نے جو حضور انور کے ۱۶ اپشت میں جد امجد ہوتے ہیں، اس کو آباد کیا تھا، پرتھی راج کی شکست کے بعد یہ قصبہ سلطنت اسلامیہ کا دسواں صوبہ قرار پایا، اور مدت تک گورنمنٹ اسلامیہ کے گورنر کا صدر مقام رہا، آخر کار ۱۷۶۲ء میں حق تلفی دادرسی کی بنا پر قصبہ سنام مہاراج بابا آلا سنگھ کے زیر اقتدار آگیا۔

حضور انور! قصبہ سنام نے تاریخ ہند میں بہت بڑا حصہ لیا ہے، جہاں تک قصبہ کا ہسٹری سے تعلق ہے ثابت ہوتا ہے کہ بوجہ اس کے یہ قصبہ کابل اور دہلی کی شاہراہ پر حملہ آوروں کی آماجگاہ بنا رہا، امن کی زندگی اُس وقت سے حاصل ہوئی ہے، جب سے کہ یہ قصبہ حضور انور کی گورنمنٹ کے زیر سایہ آگیا ہے۔

حضور والا! بلحاظ تمدن یہ قصبہ ہمیشہ حضور انور کی گورنمنٹ کا وفادار رہا ہے، اور اس وقت حضور انور کی گورنمنٹ کا اسی ہزار روپیہ سالانہ کا باجگذار ہے، اور بلحاظ قابلیت کے یہ قصبہ ریاست کے دوسرے قصبوں سے ہمیشہ ممتاز رہا ہے، سلطنت اسلامیہ کے زمانہ میں شمس الدین جیسا قابل وزیر سلطنت ہند کے لئے شیخ ضیاء الدین جیسا وزیر شہر دہلی کے لئے اور سفارت کابل کے لئے راجہ رام جیسا سفیر اس قصبہ نے بہم پہنچایا، اور حضور انور کی گورنمنٹ کی خدمات کے لئے دیوان دیا لال، دیوان ٹانو مل، دیوان چھپت رائے، دیوان بدھ سین، منشی عبدالغنی، اور سردار جگدیش سنگھ کے

علاوہ پندرہ دیگر دیواں ہم پہنچائے، اور اس وقت بھی یہ قصبہ بلحاظ تعلیمی قابلیت کے دوسرے قصبوں سے پیچھے نہیں ہے، قصبہ میں دس بی اے، دو انجینئر، دو اسسٹنٹ سرجن، چار ڈاکٹر، چار اور سیر، دو حکیم حاذق اور ایک بلحاظ قابلیت رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف لندن کا ممبر ہے، مگر حالت موجودہ میں یہ قصبہ قابل رحم بن گیا ہے، اس کی آبادی روز بروز کم ہو رہی ہے، یہ تنزل آبادی محض اس وجہ سے وقوع میں آیا ہے کہ قصبہ میں سینی ٹیشن کا کوئی انتظام نہیں ہے، نہ کوئی سڑک ہے نہ کوئی راستہ، راستوں نے گڑھوں کی صورت اختیار کر لی ہے، سواری پر تو درکنار پیدل چلنا مشکل ہے، جابجا کوڑے اور نجاست کے ڈھیر پڑے رہتے ہیں، اس وجہ سے باشندگان کا بہت بڑا حصہ قبل از وقت مر جاتا ہے، اور بہت سا حصہ آبادی کا نقل مکانی پر مجبور ہوتا ہے، موجودہ باشندگان کا قوت احساس زائل ہو چکا ہے، صحت و حرفت برباد ہوتی جاتی ہے، حصول تعلیم کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، تجارت معرض زوال میں ہے، اہل قصبہ اپنے آخری سانس پورے کر رہے ہیں، اگر تنزل کا سلسلہ بند نہ ہوا تو سلسلہ حساب ہمیں بتاتا ہے کہ آنے والے سو سال میں یہ قصبہ برباد ہو جائے گا، اور باشندگان کی ملکیت سے چونسٹھ ہزار بیگہ زمین نکل جائے گی، اور آنے والی نسلیں زراعتی نعمتوں سے محروم نہیں ہو جائیں گی، بلکہ یہ اکرر گی سکنی جائداد ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی، الغرض علی الجملہ چونسٹھ ہزار بیگہ اراضی کے بوجہ کمی آبادی محض بیس ہزار بیگہ کی کاشت ہوتی ہے، اور معاملہ چونسٹھ ہزار بیگہ اراضی کا ادا کیا جاتا ہے، اس آنے والی تباہی کا اثر حضور والا کی گورنمنٹ کی آمدنی و مفاد پر پڑتا ہے،

سنہ ۱۹۴۶ بکرمی میں پچاس ہزار روپیہ انتظام چونبہ کے لئے منظور فرمایا گیا،

سنہ ۱۹۴۳ بکرمی میں چونسٹھ ہزار روپیہ قصبہ کی اندرونی سڑکوں اور نالیوں کے لئے منظور فرمایا گیا،

۱۴ ار جیٹھ سنہ ۱۹۹۶ بکرمی کو حضور والا نے بوجہ اس کے کہ قصبہ سنام کے اردگرد حصار سے لودیانہ تک اور بٹھنڈہ سے پٹیالہ تک دس ہزار مربع میل کوئی ہائی سکول نہیں، قصبہ سنام میں ہائی سکول کی ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے ہائی سکول کا اعزاز عطا فرمایا، اور منظوری کی اطلاع

سررشتہ تعلیم کو دیگئی، مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آجتک ان ہر سہ مندرجہ صدر فیاضیوں کا ظہور عملی صورت میں نہیں ہوا۔ ۱۹۷۲ بکرم میں حضور والا نے رعایا اور گورنمنٹ کی اغراض کو مدنظر رکھ کر قصبہ سنام کو ضلع کا صدر مقام تجویز فرمایا، یہ ایک ایسا اعزاز ہے کہ جو چھ سو سال کے بعد قصبہ کو دوبارہ عطا فرمایا گیا ہے، اور جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک ہی سال کے اندر قصبہ کی آبادی ایک ہزار کی بڑھ گئی ہے، اور ممکن ہے کہ اس مدبرانہ فیاضی سے قصبہ سنام اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کر سکے،

حضور والا، یہ امر بہترین طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ اور جس کو حضور انور کی گورنمنٹ نے ۱۹۷۵ بکرم کو دیوالی دربار کی سپیچ اور ۱۰ ار دسمبر ۱۹۲۵ء کے فرمان میں بھی دہرایا ہے" کہ قصبہ جات اپنی ترقی کا حصر میونسپلٹیوں کی قائمی پر رکھتے ہیں، جہاں کہیں بھی میونسپلٹیاں بنائی گئیں، وہ گاؤں سے شہر بن گئے ہیں، ہم حضور والا کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ حضور والا نے اپنی پیاری رعایا کی بہبودی اور ترقی ملک کے لئے کانسٹی ٹیوشنل اصول پر کیبنٹ وزرا اور جدید اصلاحات کا خیال مبارک ظاہر فرمایا ہے، جو کہ ایک شائستہ اور مہذب گورنمنٹ کا کام ہے، حضور والا کے ایسے پاک ارادوں کی تکمیل سے رعایا کی حالت بہتر ہو سکتی ہے، صنعت اور حرفت و تجارت اور زراعت کی ترقی ممکن ہے،

حضور انور، ہم عاجزانہ طور پر اس ایڈریس کو استدعا کے ساتھ کہ جلد سے جلد قصبہ سنام میں میونسپلٹی اور ہائی سکول قائم فرمایا جاوے، پیش کرتے ہیں اور امید دلاتے ہیں، کہ قائمی میونسپلٹی کا خرچ خزانہ ریاست پر نہیں پڑے گا، بلکہ تبدیل انتظام سے جس کا ذکر فرمان ۱۰ ار دسمبر ۱۹۲۵ء میں کیا گیا ہے، وہی روپیہ کافی ہوگا، جو اس وقت آراستگی پر خرچ کیا جاتا ہے، اور ہم امید کرتے ہوئے حضور انور کی گورنمنٹ کو دعا دیتے ہیں کہ گورنمنٹ پٹیالہ ابدالآباد تک تاجدار برطانیہ کا چمکدار نگینہ بن کر چمکتا رہے، اور روز افزوں حضور انور کی عمر اور دولت میں ترقی ہو،

دستخط ساکنین شہر

ریاستوں کی رشوتیں بعض تاجداران نے رشوت کی انسدادی جدوجہد میں روزِ حصولِ حکمرانی سے اپنی بڑی جانی و مالی قربانیاں کیں، روزمرہ کا عزل ونصب، تقرری وبحالی، موقوفی ومعزولی، معتوبی ومغضوبی سب اسی حُسنِ انتظام کی تدابیر تھیں، درباروں مختلف تقریبوں، متفرق جلسوں اور شب وروز کے اظہارِ خیال نے ان حرکاتِ لعنتی و بدذاتی کا ہرچند قلع وقمع کیا، مگر بدذات ہستیاں باز نہیں آئیں، تہدیدی وتادیبی نظائر روزمرہ نظر آئیں مگر انہیں کچھ نہ سوجھا،

دورِ قدیم و جدید کی روش رشوت کی قدامت روزِ ازل سے پیوستہ ہے، مگر درجات تخفیض رکھتے تھے، نصف صدی قبل بڑی لیاقت اور محنت سے داد دہی خلائق کیجاتی تھی، اور اس کا کچھ معاوضہ بھی رعایا سے لیا جاتا تھا، اور ایسا ہر راشی ایسا اثاثہ اولاً دہرم ارتھ میں خرچ کرتا تھا، یعنی خیرات کرتا، چاہ مسجد ومندر دہرم سالہ بناتا تھا، اور بعض اہلِ دل سدابرت بھی کھولتے تھے، غرضیکہ خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے،

آجکل جو کچھ حاصل کیا جاتا ہے، بڑی بدلیاقتی اور نالائقی سے حاصل کیا جاتا ہے، اور جو حاصل کیا جاتا ہے، غیر تو کیا اپنے رشتہ دار اور ملازم بھی محروم رکھے جاتے ہیں، بلکہ خود نادار اور مفلس بنے رہتے ہیں، تنوروں پر روٹی کھاتے ہیں، اور وہ بھی دوسرے تیسرے وقت، کرایہ کے مکانات میں رہتے ہیں، اگر مکان خود بناتے ہیں، تو ڈر ڈر کر مٹی کی دیواریں کھڑی کرتے ہیں، سواری اُن کے آرام وراحت کی طرح اُن کے ہاتھوں سے نکل گئی، کتوں کی طرح پیدل مارے مارے پھرتے ہیں، اور محض اس نمائش کے لئے کہ ہم دیانت دار مشہور رہوں، جو جمع کیا بنکوں میں پہنچا یا یا کسی دور دراز مقام پر کوئی جائداد پیدا کی، رعایا سے نفرت بدمعاشوں سے شفقت، طفیلی سے رغبت، زبانی دعوےٰ سے زمین وآسمان ایک کر رکھا ہے، مگر جب اصلیت دیکھو وہی ڈہاک کے تین پات، رؤساء کو چاہئے کہ دیانتداری کا معیار خاص مقرر کریں، اور اس کی پڑتال کرنے کے لئے خاص ذرائع تجویز فرمائیں، ورنہ رعایا برباد کردیجائیگی،

قواعد و ضوابط

اہتمام ترتیب و قیمت رسالہ

۱۔ یہ رسالہ شروع ۱۹۲۱ء سے شاندار ارادوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوگا۔

۲۔ چونکہ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہے، اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کا مرکز مانا گیا ہے، اس لئے اس کی اشاعت کے لئے یہ اعلیٰ جگہ یا منتخب کی گئی،

۳۔ اس میں خصوصیت سے ہند کی چھوٹی بڑی ۶۹۱ ریاستوں اور دیگر روساء و امراء وغیرہ کے پولیٹیکل، سوشل، اخلاقی، تاریخی، علمی، ادبی وغیرہ مضامین درج ہوتے ہیں،

۴۔ ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری ضروری حالات معہ تصویر درج ہوتے ہیں،

۵۔ سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہ ہوگا نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ،

۶۔ کسی ماہ کے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہئے،

۷۔ جن اصحاب گرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جائے گا، اگر واپس نہ آیا تو وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار تصور ہوں گے،

۸۔ شرح چندہ حسب ذیل ہے:۔

۹۔ چونکہ اس رسالہ کا موضوع ہے، اس میں محض رئیس ریاستوں اور جاگیرداروں ہی کے متعلق مضامین درج ہوا کریں گے، وقائع نگار صاحبان اسی موضوع اور مستقل مضمونوں پر ہی مضمون تحریر فرمائیں

۱۰۔ جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضامین لکھنگے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائیں گے، ان کی خدمت میں حسب مناسب معاوضہ پیش کیا جائے گا، یا رسالہ مفت دیا جائے گا،

۱۱۔ نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے،

۱۲۔ یہ ضروری ہے، جو حالات بھیجے جائیں صحیح صحیح ہوں سنے سنائے نہ ہوں،

۱۳۔ جملہ خط و کتابت متعلق مضامین خریداری نمونہ رسالہ اشتہارات و نیز ترسیل زر چندہ اجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام منیجر ہونا چاہئے،

۱۴۔ چونکہ اس رسالہ کا دعوےٰ ہے کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں باریابی کا فخر حاصل کریگا، اسلئے طبقہ امراء میں خصوصیت کیساتھ مقبول ہوگا، اشتہار دہندگان کیلئے نہایت نادر موقع ہے، نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں، جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں، مگر یہ واضح رہے کہ جھوٹے اشتہارات بھیجے اور چھپوا کر بیہودگی کی کوشش نہ کریں،

قسم خریدار صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	امرا و رؤسائے نامدار	عوام	طلبا	مابعد
شرح چندہ	بحساب ستتس گنعم لگا ہے بحساب کترس گنعم کر گا ہے		عـــہ ۲۵	عہ	عہ	المضاعف

منیجر رسالہ رئیس ہند دارالسلطنت ہند دہلی

کلیاتِ براہمن

مقدمہ

بہار پاک کئے دامان و صافئ باطن ۔ کمر بخدمتِ زنار بستن آساں نیست

صالح صحبتوں اور قابلِ تعظیم بزرگوں کی محفلوں میں بیٹھنے کا مجھے سنِ شعور سے شوق ہے، سرہند اسلامی عروج میں لندن بنا ہوا تھا، خراب و برباد ہو جانے پر بھی حُزنِ صالح چہروں پر رنگ و روغن چمکا رہا ہے میں وہاں مجسٹریٹ تھا، فدائی خاں کا نعرہ باغِ خاص و عام میری نگاہ میں تھا، تین تین سو چار چار سو برس برس کے تناور درخت حکومتوں کے اقبال و ادبار کے نقش دل پر کھینچتے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے عرس پر کابل و ایران مکھیوں کی طرح جمع ہو جاتا تھا، میں کام سے فراغت پا کر وہاں پہنچتا تھا، اور گھنٹوں سبزہ زار پر ٹہلتا رہتا تھا، جو ملنے کے قابل ہوتا ملتا، عبد اللہ خاں کابلی اس عقیدے کا مردِ کامل تھا کہ ۴۵ عرس علی التواتر دیکھے، وہ سنہ ۱۹۰۱ء میں رنگت سے کسی درخت کے نیچے ایک چھوٹی تقطیع کی کتاب پڑھتا نظر آیا، میں ٹہلتا ٹہلتا پاس جا کھڑا، اور کتاب دیکھنے لگا، شنگرفی جدولیں سفید ململی ابر آلود بادل سے کاغذ پر بجلیاں گرا رہی تھیں، چشمِ معشوق سے زیادہ سیاہ روشنائی خطِ نستعلیق پر موتی بکھیر رہی تھی، کیونکہ ہر صفحہ کے درمیان بھی جدول تھی، اس لئے میں نے قیاس کیا کہ یہ کوئی نظم ہے، خانِ موصوف لطف لے لے کر دل ہی دل میں پڑھتا تھا، اور ہر شعر کے خاتمہ پر آنکھیں

بند کر کے گھٹنے پر ہاتھ مارتا تھا کتاب کی دل آویزی اور اُس کے سرور نے مجھے تحقیق پر اُبھارا میں نے سلام علیک کہہ کر فارسی میں گفتگو شروع کی، خانِ مذکور سر اُٹھا کر میری طرف دیکھنے لگا اس نے فارسی میں پوچھا کہ کیا آپ فارسی جانتے ہیں، میں نے کہا کہ کسی قدر، اس نے کہا کہ میں ایک شعر پڑھتا ہوں اُسے سمجھیے چنانچہ یہ شعر وہ تھا جو پیشانی مقدمہ ہذا پر لکھا گیا، اِس شعر کے اُس کی زبان سے ادا ہوتے ہی میں ایسا متاثر ہوا کہ بے تکلف اُس کے پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کہ خدارا! مجھے یہ بتلایئے کہ یہ کس صاحب کا کلام ہے، اُس نے کتاب میرے ہاتھ میں دیدی، میں نے اُسے بلااستثنا دیکھا، ہر مقطع میں لفظ **برہمن** تخلص تھا میں نے اُس سے پہلے اِن کا نام تک نہ سُنا تھا اس نے تحقیقِ حال کیا اُس نے برہمن کا حسب نسب بیان کر کے فرمایا کہ یہ اُن کا دیوان ہے کہ جو پند رہ پشت سے میرے خاندان کا تعویذِ جان ہے، میں نے اُسی وقت کاغذ قلم منگا کر دس غزلیں نقل کیں،

جس طرح سے باغ **عام وخاص** کی بہار پر خزاں نے چھاپا مارا تھا ٹھیک اُسی طرح سے میرے باغِ مراد پر بھی شیطنت کی بجلیاں گریں، بیس برس کی وفادارانہ خدمت کے بعد جب میں **سرہند** سے روانہ ہونے لگا تو زادِ راہ کیلئے قرض کی ضرورت پڑی، علاقہ پر محبت نے حکومت کی تھی، ایک مانگا ہزار ملتیں ہوئے ہمراہی ریل پر روانہ کئے، میں روضوں کی طرف چلا کہ خانِ مذکور کو سو دو سو روپے دے کر وہ دیوان خرید لوں یا ہمراہ لیجا کر پاس ٹھہر اکر نقل لیلوں، مگر عرس ختم ہو کر زائرین رخصت ہو چکے تھے، خانِ مذکور مجھے وہاں کہاں ملتے،

طلسم مسیحائی **ریاست پٹیالہ** کی راجدھانی کا تاجدار بابرکت مُردہ روحوں کے زندہ کرنے کے خیال میں غلطاں و پیچاں ہے، ایک عالمِ متبحر کی ضرورت تھی، کہ جو مُردوں کو جگاتا، اور پھر اُن سے اُن کے کارنامے سنتا، چنانچہ جناب مسٹر **منموہن** صاحب ایم اے (حال پرنسپل خالصہ کالج امرتسر) اس معجزۂ مسیحائی کے لئے منتخب ہو کر مامور ہوئے، ادویات کا صندوق میرے ہاتھ میں دیا گیا،

ضرورت تھی کہ قدیم نسخے اپنے پشت ہا پشت کے سفینوں سے تلاش کئے جائیں، میری زندگی کا وہ پہلا دن تھا، جبکہ میں نے اپنے بار بار کے ٹٹے چھپنے خاندانی کتب خانہ کی مکمل سیر کی، دن سے رات، راتوں سے صبح ہوا کی، آنکھوں نے محنت کا پسینہ ٹپکایا، ہزارہا کاغذ جنہیں غیروں سے مانگ مانگ کر شرمسار ہو چکا تھا، اپنی ہی بغل سے نکل آئے، میری خوشی کی اُس وقت کوئی انتہا نہ رہی جبکہ میں نے بستہ غنیمت قلعہ **سیف آباد** میں اُسی کا غذ سیاہی قلم اور حجم کا لکھا ہوا **دیوان برہمن** پایا، سب کاغذ چھوڑ کر دیوان خانہ میں آکر تخت پر لیٹ گیا اور دیوان پڑھنا

شروع کیا، چونکہ شوقِ دید پورا ہو چکا تھا، اس لئے چند دن کے بعد اُسے اپنے بکس میں رکھ لیا، جب دل چاہتا تھا، پڑھ لیتا تھا، اور جسے اس کا اہل سمجھتا تھا کچھ سُنا بھی دیتا تھا،

اس دیوان کی قدامت کاغذ کی ساخت، کتابت کی طرز دلربائی، سیاہی کی جان سپاری، جلد کی تیاری، اس دعوی کی زندہ شہادات ہیں کہ **برہمن صاحب** کا کلام اُن کی زیست ہی میں مقبول عام ہو چکا تھا، اور کوئی کتب خانہ اس سے خالی نہ تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان نواب موصوف نے معتوب ہونے کے بعد اپنی اس جاگیر میں آکر کسی طفلِ مکتب سے نقل کرایا کہ اُس عہد کے شرفا کا ایران کے رواج کے موافق شغلِ بیکاری یہی تھا،

ہمارے کتب خانہ میں کس طرح آیا جد بزرگوار منشی **رائے امر سنداس جی** جو میرے والد حقیقی تھے، جدی کاغذوں میں لکھتے ہیں کہ قلعہ **سیف آباد سیف خان** کی اولاد کے قبضے میں تھا کہ جو اپنی بدبختی سے خلقِ خدا کی دشمنِ جان ہو رہی تھی، مہاراجہ **کیرت پرکاش** (بہادر) والئے **سرمور** حصولِ ملاقات کے لئے **پٹیالہ** تشریف لائے، تو ان کی ہراول پر ان رہزنوں نے ڈاکہ مارا اور قلعہ میں جا چھپے، راجہ صاحب نے ایسے مارِ آستین دشمنوں کی سرکوبی پر سری **مہاراجہ امر سنگھ بہادر** تاجدار پٹیالہ کو اُبھارا، قلعہ فتح ہوا، بعد فتح جب مہاراج نے جد بزرگوار منشی رائے **دیا لال** دیوانِ اعظم سے مالِ غنیمت کی فرد سُنی فرمایا، کہ دیوان جی آپ بھی کچھ لے لیجئے، عرض کیا کہ سکھانِ عالیشان قلعہ کا سب قیمتی سامان لے گئے، اب وہاں محض کاغذات کے بے ترتیب انبار پڑے ہیں، وہ اس خانہ زاد کو بخش دیجئے، چنانچہ نواب **سیف خان** و **فدائی خان** کا کتب خانہ ۴۰ گڈوں میں سنام پہنچا، یہ بہتہ اُسی مالِ غنیمت کی یادگار تھا،

دیوان دیوان مذکور کے شروع میں غربی گوشہ پر اس ترتیب سے یہ عبارت درج ہے:-

"اول نسخہ دیوان برہمن

چندربھان منشی

للعہ ورق

نسف

مے جز

عہو

اس سے ذرا نیچے نستعلیق قلم سے نہایت خوشخط "**قلعہ سیف آباد**" لکھا ہے اور اس کی نیچے نواب **سیف خان** کے خطِ طغرا میں قلمی دستخط ہیں، دیوان کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا ہے :-

"در عہدِ دولت بادشاہِ عالمگیر آفاق ستان"

شاہنشہے کہ در جہاں شاہ ہم ازوست ‏ ‏ ‏ با دولت و تخت ملک آگاہی ازوست

او خاصۂ آفتاب چو عالمگیر است ‏ ‏ ‏ در خیل حشم زماہ و ماہی ازوست

وجہ اشاعت اسلامی عروج کا زوال تھا اور ہند زمانہ کی گردش سے پامال ہو چکے تھے، اپنی زبان اور کتاب کا چرچا محض گفتگو میں رہ گیا تھا کہ انہی ایام میں تلے رائے **منشی چندربھان** نے اپنے خاص مقدس و بزرگ تر مذہب کے خیالات فارسی میں قلم بند کئے اور لطف یہ کہ اسلامی خون آشام تلوار کی نوک پر رکھ کر سب سے خراجِ تحسین حاصل کیا، یہ تاریخی معجزہ چھپا تھا، دوسرے **شاہزادہ دارا شکوہ** کا عبرتناک تاریخی واقعہ ان سطور میں اپنی مظلومی کا نوحہ پڑھ رہا تھا، تیسرے مسلمان فاضل دوستوں کا تقاضا تھا کہ یہ تاریخی کلام شائع کر دیا جائے، دورِ حاضرہ میں فارسی مرچکی، اردو کے مطلع جان بلب ہے، اور ملک کے طول و عرض میں ایک زبان بولی جا رہی ہے، جسے غلطی سے اردو کہا جا رہا ہے، اب ان جواہر ریزوں کا کون قدر دان ہے لیکن ؎

پر بحرِ سخن سدا ہے باقی ‏ ‏ ‏ دریا نہیں کاربند ساقی

اس دیوان کی قسمت اس بستۂ پشیمکے دیوان کے خاندان کی قسمت کے مقتضا پہ تھی، جب اس کی طباعت کا خیال آیا فلاکت ہی میں آیا، ایسی حالت میں کیونکر اشاعت پا سکتا تھا، "**پریس مینڈ** کے درباروں کے انعقاد نے یہ دیوان صاحب بھی سندِ اشاعت پر سرفراز کرنے کے لئے مدعو فرمائے"

خانہ نشینی نکتہ چینی سے محفوظ رکھتی ہے، اب اسے شہرت کے پروں سے ملک ملک کے قابلوں کی محفل کی سیر کرنا تھا، گو اس دیوان کا مصنف کی زندگی ہی میں لکھا جانا پایا جاتا تھا مگر صحت پر اعتبار نہ تھا، دل نے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینا چاہئے، ادھر ایک نظر کا وعدہ تھا، ادھر مہینوں کی محنت کے بعد اس کا چھاپنا بیفائدہ تھا، جب تک ہم نے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ کیا تھا ہم یہی سمجھتے رہے کہ یہ دیوان صحیح ہوگا، اور مصنفِ موصوف کی نظرِ ثانی سے نور پا چکا ہوگا، ادھر اس کا ایک شعر بھی صحیح نہ لکھا تھا، گویا مشکلات کا طوفان

تھا جس سے عہدہ برآ ہونا ناممکن،

دیوان صاحب کی مشکلات یہ دیوان ہر طرح کی خرابیوں سے معمور پایا گیا

اولاً یہ نسخہ کرم خوردہ تھا، ظالموں نے نقد مضمون پر بے دریغ نقب لگائے تھے، اور ایسے کہ مٹھ کر نکل جائیں،

ثانیاً کاتب حروف منقوط بے نقط لکھنے کا عادی تھا

ثالثاً بےضرورت نقاط دیتا تھا اور جہاں ضرورت تھی وہاں میدان صاف،

رابعاً ایک کی جگہ دو دو نقطے بھی دینے کا محاورہ تھا

خامساً جہاں حروف کی کشش نستعلیق سے نکل کر خطِ شکستہ تک پہنچی اُس کا صحیح پڑھنا کارے دارد،

۶۔ مقطع میں تخلص شنگرفی سیاہی سے لکھنے کا التزام رکھا گیا تھا، چونکہ یہ کام وقت پر نہ کیا گیا تھا اس لئے بعض بعض مقطعوں میں تخلص کی جگہ خالی رہ گئی۔۔ اور بعض میں غیر موزون،

۷۔ بعض بعض اشعار کے لئے جگہ خالی چھوڑی ہوئی تھی، اور بعض اشعار ادھورے لکھے تھے، خط باوجود نستعلیق ہونے کے ایسا نہ تھا، کہ جو پڑھا جائے،

۸۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی، کہ اکثر الفاظ آگے کے پیچھے اور پیچھے کے آگے لکھے ہوئے تھے، املا کی غلطیوں نے یہ مشکلات اور زیادہ کر دی تھیں،

اگر یہ مشکلات اس کی اشاعت کے راستہ میں حائل نہ ہوتیں تو پہلا ایڈیشن کبھی کا اہل نظر کی نذر ہو چکا ہوتا، خاکسار **بہار** نے اس کی صحت کے لئے اپنی ذات معذور پائی کہ قابلیت محدود ہے **"رئیس ہند"** میں اشتہار دیا گیا، سب سے اول منشی **عبدالرحیم** صاحب آف فیروزپوری نے اطلاع دی کہ یہ دیوان کارخانہ پیسہ اخبار نے چھاپا ہے، خط لکھا، جواب نہ آیا، علمیت کے دعویدار، سرمائے کے تہیدست، طمع کے خادم نمود سے حضرات روپے کے لالچ میں ایسے اندھے ہوئے کہ بہار کو بھی چکمہ دیا، صحیح نویسی کا وعدہ کر کے اجرت پیشگی لے گئے اور ایک سال تک دبائے رکھا، جب سخت تقاضے ہوئے تو مکھی کی مکھی مار کر بلکہ اور مکھیاں جڑ کر واپس دے گئے، جناب مرزا **عبدالرحیم** صاحب گورنمنٹ پنشنر کا خاندان، خاندانِ مبارک ہے، کہ جس کے نخلِ فضیلت سے مرزا **محمد سعید** صاحب ایم اے پرنسپل لدھیانہ کالج، مرزا **محمد رشید** صاحب ایم اے پروفیسر ملتان کالج

فیضی و ابوالفضل سی قابل ہستیاں اہلِ زمانہ کو فضیلت کے سبق پڑھا رہی ہیں مرزا **محمد رشید** صاحب گو عمر و تجربہ کے لحاظ سے میرے عزیز ہیں، مگر علمی فضیلت و قابلیت میں میرے اُستاد ہیں، یہ دیوان اپنی مشکلات بیان کر کے مع نقل دعویدارِ علمیت اُن کی خدمت میں بھیجا، جناب موصوف کو وقت نے جس قدر فرصت دی، جانفشانی کام میں لائے، اور اطلاع دی کہ "اس صحت پر بھی مجھے اطمینان نہیں، کہیں سے دوسرا دیوان حاصل کر کے مقابلہ کر لیجئے" خاکسار بہار آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

پنڈت **برج نرائن** چکبست لکھنوی کی شہرت مباحثۂ **گلزارِ نسیم** میری نظر میں تھی، اُن سے ملتجی ہوا، مگر وہاں وکالت کی آمدنی کے روپے گننے سے کہاں فرصت تھی، کوئی جواب نہ آیا، جب میرا آدمی پہنچا، علیت و لال کے جواب سے مایوس کر دیا،

دیوان کا نالائق دیوان سے مقابلہ

بہار نے اس کا تذکرہ اپنے خاندانی دوست رائے **سری رام** صاحب ایم اے رئیسِ اعظم **دہلی** صاحب **خمخانۂ جاوید** سے کیا، فرمایا کہ دیوان برہمن میرے کتب خانہ میں موجود ہے، کسی کا ذمہ کر دیجئے کہ مقابلہ کر لے، حکیم منشی **چندو لال** ورما ناظر **رئیس ہند** میں کام کرتے تھے، انہوں نے مقابلے کا اطمینان دلایا، چھ ماہ کے بعد بڑے دعوئے صحت کے ساتھ واپس فرمایا، اور مقابلہ ایسا کیا کہ جو لکھا کسی سے پڑھا نہ گیا، کیونکہ آپ بھی کاتبِ سابق کی طرح بے نقط و اعراب لکھنے کے عادی ہیں، قلم دوات بھی ایسی ہی رکھتے ہیں، اپنی دانست میں دیوان کا دیوان صحیح کر گئے، مگر نہ املا[1] صحیح نہ انشا، بلکہ صحیح کا غلط[2] کر دیا، اور بعض اشعار کا مطلب سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کچھ کا کچھ[3] بنا دیا، اور سیکڑوں[4] اشعار جو سراپا غلط تھے، جوں کے توں رہنے دیئے، یا تو مقابلہ کی زحمت ہی نہیں فرمائی یا سمجھ نہ

---

[1] مثلاً ہمارے دیوان میں کوزہ معنی منقش تھا، آپ نے کوزہ معنی آبخورہ سا دیا،

[2] غزلِ اوّل کا چوتھا شعر یوں تھا۔

اُستادِ عشق و وصل درمائے عاشقت الخ،

آپ نے :۔ اُفتادِ عشق و وصل فرسائے عاشقت، بنا دیا،

[3] غزل ۱۴، کا مقطع کا دوسرا شعر یہ تھا ۔ از تو تا حد مطلب جنش یک گام نیست الخ، آپ نے یہ اصلاح فرمائی،

"از تو تا مقصد و مطلب حرامش یک گام نیست"

سکے، بہت سے اشعار جو رائے صاحب **دہلوی** کے دیوان میں غلط درج تھے[۱]، وہ غلط نہ سمجھ کر ہمارے دیوان کا اندراج کر جو صحیح تھا، غلط کر دیا، مگر اس مقابلہ سے اِس قدر فائدہ ضرور ہوا، کہ جو اشعار ہمارے دیوان میں درج نہ تھے، یا نامکمل تھے یا شبہ تھا، اُن کی قدرے درستی ہو گئی، حکیم صاحب نے یہ دلپذیر کلام ایسی دل برداشتہ حالت میں انجام دیا، کہ طبعیت دلگیر ہو گئی، مگر صاحب کتب خانہ جاوید کی نظرِ عنایات کا ممنون ہوں۔

حکیم صاحب کے اس مقابلہ سے یہ تاریخی راز کھلا کہ رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی بعض غزلیں مصنف کی نظرِ ثانی سے نور پا چکی ہیں[۲]، لیکن ایسی غزلیں بہت ہیں کہ جنہیں ہمارے جیسے کاتب نے لکھا ہے، اور وہ ہمارے دیوان سے زیادہ غلط ہیں،

مشکلات پر عبور جب اطرافِ ہندوستان سے اِس کی خریداری کی درخواستیں دھڑا دھڑ آنا شروع ہوئیں تو ہم اِس کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے دفتر میں اِس کی صحت کا انتظام کیا، **کشمیر** اپنے علم و فضل کے لحاظ سے کسی زمانے میں **انگلستان کا آکسفورڈ** بنا ہوا تھا، اُس کی برکت اِس خطے پر آج تک مبذول ہے، وہاں کے بچے ہمارے ہم سِن السانوں سے زیادہ زیرک اور محنتی ہیں، میرے عزیز پنڈت **سورج پرکاش** صاحب نے جو طالبِ علمی میں درجۂ استادی رکھتے ہیں، **رئیس ہند** کے شائق ہیں، اس میں آپ نے **دیوان برہمن** کا تذکرہ دیکھ کر صحت کا سخت محنت طلب کام اپنے ذمّہ لیا، حالانکہ امتحان ایم اے کی تیاری میں منہمک تھے، مگر شوقِ علم میں نہ دن دیکھا نہ رات، تذکرے اور دیگر صافیدہ مسودے لے کر سمادھی میں

---

[۱] یہ غزل کا تیسرا شعر کا پہلا مصرع اِس طرح تھا، ہر قدم خواہی سر دلہائے مشتاق لبسا الخ آپ نے اس طرح رہنے دیا، ڈاکٹر سر اقبال نے جن غزلوں کو صحیح کیا تھا، اُن میں یہ غزل بھی تھی، آپ نے اِس طرح صحیح کیا، کہ "ہر قدم خواہی سر دلہائے مشتاقان نہاد" برہمن کے قلمی دیوان میں اس طرح سے پایا گیا ہے،

[۲] یہ ہمارے دیوان میں غزل ۱۴۹ کا تیسرا شعر تھا، ہر کرا نوش لبِ لعلِ تو بیاد پیش آمد * گشت سیراب دل از چشمۂ کوثر برداشت جو صحیح تھا، ڈاکٹر اقبال نے بھی یہی صحیح رکھا، آپ نے رائے صاحب دہلوی کے دیوان سے یا خدا معلوم اپنی عقل سے اس طرح اصلاح دی ؎

هر کرا نوش لبِ لعل تو یاد آمد ما   گشت سیراب دل از کوثر برداشت

غزل دوئم کے مقطع کے پہلے شعر میں "معدوم گردد تھا" آپ نے "محدود گردد" بنا دیا، وغیرہ وغیرہ   "بہار سامی"

بیٹھ گئے ایک ہفتہ کے بعد جب سمادھی کھولی، تو ہم نے دیکھا کہ امداد ربی سے اگر کُل دیوان نہیں تو بہت سی غزلیں مصنف کے خیال کے موافق صحیح ہو گئیں،

(الف) جو بعض اشعار پڑھے نہ گئے، اور کسی طرح حل نہ ہو سکے، مکھی کی مکھی ماردی گئی، اُن کا دیوان سے حذف کرنا بیجا سمجھا گیا، چنانچہ جن اشعار پر "غ" ہے، اُس سے یہی مراد ہے،

(ب) بعض جگہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا، کہ آیا ہمارے دیوان کا اندراج مصنف کا منشا ہے۔ یا رائے صاحب دہلوی کا ہم نے اپنی عقل کا دخل بیجا سمجھا، اپنے دیوان کا شعر لکھ دیا، اور نسخے میں رائے صاحب کے دیوان کے مقابلے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے کتب خانہ کا دیوان "نسخۂ اولین" ہے، یہ صداقت اس وجہ سے زیادہ دلنشین ہوئی کہ ہمارے دیوان کے سرورق پر "نسخۂ اولین" اسی وقت کا لکھا تھا، اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ صاحب خمخانۂ جاوید کے دیوان میں حروف والفاظ ہی کی تفاوت نہیں، بلکہ مصرعے کے مصرعے نئے ہیں، جو بعض بعض ہمارے دیوان سے زیادہ معنی خیز ہیں،

غزلیات اور رباعیات علاوہ ازیں دس غزلیات اور پانچ رباعیات ایسی ملیں، جو ہمارے دیوان میں سرے سے تھیں ہی نہیں، ہمارے ایک فاضل مسلمان دوست نے "نسخۂ اولین" کے یہ معنی کئے کہ یہ دیوان کی جلدِ اوّل ہے، مگر ہمارا اس سے اطمینان نہ ہوا،

یہ غزلیات و رباعیات ردیف کے لحاظ سے دیوان میں داخل کر دیں، اور اُن پر صاحب خمخانۂ جاوید کا حوالہ دیدیا،

قابل ہاتھوں سے صحت بعض اشعار کی صحت ہمارے دوست خاندانی فاضل یادگار خاندان مولوی فضل امام خان بہادر مولانا مولوی فضل متین صاحب اور مولوی انوار احمد صاحب انور نے فرمائی، اور خوب فرمائی،

(۱) حسرت موہانی اور مرزا سلطان احمد نے جو جو اقتباسات اپنی اپنی تقریظ میں دیئے تھے، اُن حضرات نے بھی اشعار غلط درج کئے، ان سے صحت کی توقع رکھی جاتی خود غلطی میں مبتلا تھا،

(۲) چونکہ بعض اشعار کی خوبی نے ہمارے قلم سے اُن پر نشانات کرائے تھے، وہ نشانات قابل محو نہیں، ہم نے وہ پختہ کر دیئے ہیں، کہ منطقی تقسیم میں حصہ لیں گے،

(۳) رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی غزلیات کے اشعار کی ترتیب ہمارے دیوان سے مختلف تھی، اُس کی ہم نے پرواہ نہیں کی،

(۴) چند غزلیات میں ایک ایک شعر زیادہ تھا، وہ ہم نے لے لیا،

ڈاکٹر سر اقبال گو ڈاکٹر سر اقبال کی علمی و ادبی شہرتیں ملک شہرت کو تسخیر کر چکی ہیں، مگر آپکی کسر نفسی، درویش مزاجی آپ کو ہر طرح کی شہرتوں کی آرزو سے مستغنی کئے بیٹھی ہے، گو آپ رئیس ہند کے پرانے مہربان ہیں، مگر بے پرواہ تصنیفاتِ برہمن کی صحت کے جنون نے ہمیں اُن کی اُس کوٹھی پر پہنچایا، کہ جو اُن کی قانع طبیعت اور نمود و نمائش سے نفرت کا صحیح پتہ دیتی ہے، بہت سے ذکر اذکار کے بعد، مدعا عرض کیا، شوق سے ہمارا دیوان اور صحت شدہ مسودہ کہ جس پر ہمارا اُنکی اطمینان نہ تھا، ہمارے ہاتھ سے لیا، اور پھر اصل دیوان ہمارے ہاتھ میں دے کر مسودے پر جستہ جستہ نظر مارنے لگے، وہ نظر معشوقِ طنّاز کی نظرِ دلدوز سے بھی زیادہ قاتل تھی، مگر اِس قدر منصف مزاج کہ گنہگاروں کی گردن کاٹتی اور اس قدر کہ جس قدر حق، سالم کلام کا صحیح کرنا مہینوں کا کام تھا، آپ نے مشورہ دیا کہ براہمن کا وطن لاہور تھا، یہ کلام یہاں تلاش کیجئے،

حضرت شمیم کی کوٹھی **کپل وسٹو پرکرم کٹی** تشریف لایا کرتے تھے، اُنھوں نے میری خواہش پر نہیں، بلکہ اپنے علمی شوق کے تقاضے پر سالم کلام کی صحت فرمائی،

براہمن کا قلمی دیوان مل گیا! ہم مقدمہ کی مندرجہ بالا سطور کتابت کے لئے کاتب کو دے چکے تھے، حضرت شمیم نے فرمایا کہ آپ کے بعد **کلامِ برہمن** کی بڑی تحقیق کی گئی، گوہر مقصود مل گیا، اور خاص برہمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا،

علم و فضل کے سراج، محبت و موانست کے چراغ شیخ **سراج الدین** صاحب **آذر**، ایم، اے، ایم، او، ایل، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کتب نایاب کے قاروں ہیں، مگر فیض اور بخشش میں حاتم، اُس علم نواز کی علمی معاونت کا کیا شکریہ ادا کیا جائے، کہ آپ نے اپنا بے بہا کتب خانہ ہمارے حوالے کر دیا، اور ایک بیڈ ہمارے پیش کیا، ہم نے شوق سے کھولا، تو خط نستعلیق کی دل آویزی نے کچھ عرصہ کے لئے تحقیق حال سے لاپروا کر دیا، کیونکہ وہ مکمل **دیوانِ برہمن** تھا، اور برہمن نے اپنے فاضل دست

راجہ سہاگ مل لاہور کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھا تھا کتب خانہ برباد ہوا اور ملک چند ساکنہ امین آباد کے ہاتھ کوڑیوں میں آگیا۔ ان کی اولاد بدنصیب نے یہ تمام کتب خانہ لٹا دیا جس کا بہت سا حصہ حضرت آذر نے خرید کر ملک سخن آباد کیا۔

برہمن کے قلمی دیوان کی حالت

یہ دیوان ہمارے دیوان کی تقطیع کا ہے، خوش خطی، صحت، طرز نگارش، طریقہ داشت سب برہمن کی شایانِ شان ہے، جناب محسن بے پایاں اس درجہ علم پرور ہیں کہ بغیر ہماری استدعا کے یہ دیوان کتابت کے لیے ہم کو دیدیا، اور بڑی فیاضی کے ساتھ اُن کی زندگی کے بہت سے مزید حالات بھی عنایت فرمائے۔ ہم ایسے علم دوست شخصیت کی عنایات بے غایات کا شکریہ ادا نہیں کرتے، بلکہ اپنی دل و جان آذر کی نذر کرتے ہیں کہ شاید اُن کے کسی کام آسکے

اہل صفا نے اپنی طبیعت نہ کی بری سرکش کے در پہ بھی گردن جھکی نہیں

ہم نے یہ دیوان بغور دیکھا چونکہ یہ خود مصنف معزز موصوف کا لکھا ہوا ہے، اس لئے اس میں غلطی کے امکان نہ تھا، چنانچہ اسے ایسا ہی پایا، غزلیات نمبری

کسی صاحب نے دوبارہ کوشش کر کے دیوان مکمل کیا ہے، جو دیگر دستیاب شدہ دیوانوں کی طرح سراپا غلط تھی، اُن کی صحت مسودوں سے کی گئی، اس دیوان میں غزلیات اور دیگر رباعیات دیگر دیوانوں سے زیادہ تھیں، چنانچہ موجودہ کلام کا مقابلہ کیا جا کر جس قدر کلام جس دیوان میں زائد ملا اپنی اپنی جگہ پہنچا دیا گیا،

مطبوعہ دیوان کی غلطی ہماری غلطی ہے

جب بے تعداد مقابلوں کے بعد اس امر کا اطمینان کلی ہو گیا، کہ یہ دیوان ایک نہایت صحیح نسخہ ہے اور رائے ایان کا قلمی ہے تو ہم نے اپنے دیوان کی کتابت نذر آتش کی اور اسی سے کتابت شروع کرا دی، مطبوعہ دیوان میں جو غلطی نظر آئے، وہ کاتب کی یا ہماری سمجھی جائے

ایک اعلیٰ دیوان غائب ہوگیا ہمارے مکرم دوست **شیخ فضل الرحمن** صاحب بیکری والے

انجینیر کے دادا شیخ مرحوم افواج پٹیالہ کے ساتھ محاصرہ دہلی میں بہ ایام غدر شریک تھے، وہاں کسی امیر کا گھر ضبطی میں آیا، اہلِ علم تھے کتب خانہ پر ہاتھ مارا، اور لکھو کھا روپیہ کی کتب خانہ گڈوں پر لاد کر پٹیالہ آئے، ہماری دریافت پر فرمایا کہ ایسا ہی ایک اعلیٰ دیوانِ برہمن بھی اُس کتب خانہ میں تھا، جو نوکر لے اُڑا اتفاقاً قبول کرنا پڑتا ہے کہ عہدِ مغلیہ میں کوئی کتب خانہ دیوانِ برہمن سے خالی نہ تھا، اور اب بھی اِس کی سینکڑوں جلدیں گوشہ گمنامی میں پڑی ہوئی بڑی بے صبری کے ساتھ اپنی موت کے دن کا انتظار کر رہی ہیں،

اب بھی یہ دیوان مکمل نہیں

دونوں دیوانوں کے مقابلہ کے بعد اب بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ مکمل دیوانِ برہمن ہے، بلکہ ہماری رائے ہے کہ ابھی ایسی بہت غزلیات اور رباعیات ہیں کہ جو اِس میں شامل نہیں، رانی صاحب کی ایک مرزا کا مشہور مقطع ہے جو اہلِ علم کی تصانیف میں اکثر دیکھا گیا ہے حسبِ ذیل ہے ؎

برہمن چیز نہ بخشند گہ در معبد ما   شنیدہ ایست کہ آں غیرتِ زنّار تو نیست

ایک اور مشہور مقطع سنئے ؎

باش برہمن مدام دعا کن ز روئے صدق   شاہ ملک اختر گردوں جناب را

اِن مقطعوں کی کوئی غزل اِن دونوں دیوانوں میں نہ ملی، اس لیے بلاتامل قبول کرنا پڑے گا کہ اِن کا دیوان وہی مکمل ہوگا کہ جو اِن کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں لکھا گیا ہوگا، اہلِ شوق کی تلاش اگر اِن جواہرات کے لیے جاری رہی، تو کسی نہ کسی کانِ جواہر سے یہ گنجینہ مکمل مل جائیگا۔

جلوخانہ دربار کپورتھلہ اور کلامِ برہمن

جو بیدہ یابندہ حسبِ کمبخت کاتبانِ ہمیں ہند از در دیگر بحبت خطاطی اِن ہند نے دیوانِ برہمن کی کتابت کا عرصہ ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سالوں میں ٹلا دیا، تو اس کی کتابت کے لیے ہمیں لاہور کا سفر اختیار کرنا پڑا، حالتِ سفر میں یکبارگی خیال آیا کہ سردار جگتجیت سنگھ بہادر کی ریاست کپورتھلہ شمالی ہند کے مغلیہ علاقے پر قبض و تصرف کئے بیٹھی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ سلطنت مرحوم کی حصص سلطنت کے ساتھ اُس کے نادرات پر بھی قابض ہو، مجنوں را ہوائے دیگر است وہیں اتر پڑے اور سیدھے کپورتھلہ پہنچے، دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ

۲۰۰ کتبِ نادرہ تو ضبطِ تحریر میں آ چکی ہیں، بے تعداد ایسی اور کتب ہیں، کہ جو آخری دورِ سلطنت مغلیہ کی طرح خراب و پریشان حالت میں ہیں،

اخلاقِ مجسم جناب خان بہادر دیوان **عبد الحمید** سی آئی ای، او بی ای، کے بی، وزیر اعظم کی خوش اخلاقی اور علمی مذاق نے ہمیں اجازت دی، کہ اپنے مطلبِ خصوصی کے لئے دربار کا یہ ذخیرۂ نادرہ دیکھیں، بڑے شوق سے فرمایا کہ خوب سیر کیجئے، اور اِس لطف سے ہمیں بھی مسرور کیجئے، مولوی **ظفر حسین صاحب** بی اے **اشک** جو فارسی، عربی بے تکلف لکھ پڑھ سکتے ہیں، ہمارے ساتھ گئے، ہم جلو خانے میں پہنچے دریافت پر سب سے اوّل، کے، ایم **مِتّرا** ایم اے، پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور کی فہرستِ کتبِ فارسی مطبوعہ ہمارے پیش کی گئی، صفائی و طرزِ ترتیب اور دل آویزی نادرات نے ہمیں ہمارے شوقِ تحقیق سے کچھ عرصہ کے لئے بیکار کر دیا،

مثنوی ہفت بحر ہمیں دامن دریائے بے بہا نے اپنے آب و تاب کے چہرہ کی ونک سے اپنی طرف منسوب کیا، اور یہ فہرست مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیدی کہ آپ اس دریائے بے پایاں میں اس گوہرِ مقصود (کلامِ برہمن) کی تلاش میں غوطہ لگائیں، دو منٹ کے بعد مولوی صاحب کا یہ نعرہ بادِ شمال کی شمال کی طرح کان میں آیا ؎

خداوند دادے دہ محرم را ... کہ بر روشیں در معنی بود باز

ہمیں اس شعر کے سنتے ہی شیرینیِ زبانِ برہمن کا مزہ آیا، معنوی درخشانی نے ظاہری چمک پر چھاپا مارا، اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے کہ دیوانِ برہمن سے پہلے مثنوی **ہفت بحر** (برہمن) کی سیر کیجئے، ہم نے حیران برہمن کوئی اور ہوگا، فہرست پر نگاہ کی تو وہی منشی رائے **چندر بھان** یہاں نظر آئے، لائبریرین نے الماری سے نکالی، سب پڑھی اس کے آخر میں لکھا تھا،ـ "تمام شد مثنوی ہفت بحر من تصنیف رائے چندر بھان در ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۰۹۲ ہجری"

آج تک محققان و متلاشیانِ ادب کی تحقیق میں دیوانِ **برہمن**، رباعیاتِ برہمن، اور قصائدِ برہمن ہی آتے تھے، مثنوی کا نذکرہ کہیں بھی نہ تھا، اس شبہ پر ہم زیادہ تحقیق پر مصروف ہوئے، طرزِ کلام اور خصوصیتِ زبان، کہنے لگے کہ ہر کہ شک آرد کافر گردد، ہم رائے راہان کی اولاد گم گشتہ ہیں، مگر محفوظ

۱۵۲ برس کی عمر ہے، قبلہ براہمن کے انتقال کے ۲۰ سال بعد قدردانوں نے سلیقے سے مکلّف لباسِ زندگی پہنایا، اور مسندِ قرطاس پر بٹھایا، آج تک قابل ہاتھوں، نیک نظروں سے واسطہ پڑا، ۱۵۰ سال سے نگہبانِ عالیشان کی زیرِ حفاظت ہیں، پانچ سال ہوئے کہ سِترا نے ستر آئی فرمائی، گنجِ قاروں سے نکال کر اِس نمائش گاہ میں سجایا، مگر بنگال کا رہنے والا ہمارا حقیقی وطن کیونکر صحیح دریافت کر سکتا ہے، **ملیٹیالہ** لکھ دیا، شائد انہوں نے غلطی سے   ضلع گورداسپور لکھا ہو، ہمارے وطن اور مقاماتِ ترکِ وطن کی آپ خوب تحقیق کر چکے اس کی صحت فرمائیے، اب چونکہ ہم مثنوی کی ترتیب میں شامل ہو گئے، اس لئے ہم اولادِ اناث سے ہیں، میں اپنے عزیز بھائیوں کی واحد بچھڑی ہوئی بہن ہوں، جہاں آپ میرے بھائیوں کی سحر زبان سے ملکِ ادب کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں، اِس سر صف کے نغمے بھی اُن میں شامل کیجئے کہ باعثِ برکت ہوں، رلتے رایان کی اِس گم گشتہ دُور افتادہ پاک وصاف عفت مآب خاتون کے قدموں پر ہم نے اپنا سرِ ادب جھکایا، عرض کی کہ اے دیوی، ہم تو تیرے پوجاری ہیں، تیرے اپیل سے قبل ہم تیری سبیل پرستش تجویز کر چکے ہیں، اپنے خاندان کے ارکان کے ساتھ شامل ہو کر اُن کی عزت و توقیر بڑھا، اور برکت پھیلا،

علم پرور وزیرِ اعظم سے نقل کے لئے بہ ذکر کے استدعا کی، بے توقف خوشی سے منظور فرمائی، مولوی **ظفر حسین** نے فتح کی نوید سنائی، غلطی کی صحت فرمائی، اپنی نگرانی میں کتابت کرائی، تب کہیں جا کر یہ کلیات کی یک جائی صورت میں نظر آئی"

"مثنوی موصوف ۳ ۱/۴ × ۱ ۳/۴ کے سائز پر لکھی گئی تھی، اور یہ وہی تقطیع ہے کہ جو ہمارے "دیوان برہمن" کی ہے، اسی طرح کا کاغذ، وہی طرزِ نگارش، اس کا خطِ نستعلیق ہمارے دیوان سے اعلیٰ ہے، مگر غلط لکھنے میں اس کے کاتب باداجان ہیں، چنانچہ یہ مثنوی بھی املا کی غلطیوں سے معمور پائی گئی، تھوڑے سے مطالعہ میں فاش غلطیاں ہم نے اس تحریرِ دل آویز میں دیکھیں، جس کا بیان نہیں ہو سکتا، قصیدہ شاہجہان کی سطر   میں لفظ "صَرِز" کے بجائے "سرِز" لکھا تھا، ہم نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ نے دیکھا کہ اِس قصیدہ میں املا کی کونسی فاش غلطی ہے، انہوں نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتی، ہم نے کہا کہ شعر نمبر   پڑھئے، اور پھر غور کیجئے، اس پر بھی وہ نہ سمجھے، ہم نے یہ قصیدہ اپنی قلم سے نقل کیا،

۱؎ ۔ مگر میرا اطمینان اب بھی نہیں، کیونکہ لکھنؤ میں غلطیوں کا نہ ہونا ایک تعجب سے ہے، "بہار رُسامی"

اُس وقت کہا کہ اِس میں "صریر" غلط لکھا ہے، وہ فرمانے لگے کہ "س" سے صحیح ہے، ہم خاموش رہے مگر نقل میں "س" سے لکھا، ہم خیال کرتے ہیں کہ اس مثنوی کی کتابت میں جو غلطیاں کاتباں نے کی ہیں، وہ اس ایڈیشن میں صحت نہیں پا سکیں، کیونکہ وقت تنگ ہے اور مصروفیت زیادہ۔

نکتہ | دورِ سلطنتِ مغلیہ میں کشمیر کے بچے اور پورے تعلیم یافتہ نہ ہوتے تھے، جب جوان ہو کر فکرِ روزگار میں مبتلا ہوتے تھے تو خوشخطی سیکھ لیتے تھے، پھر وہ امرا کے ہاں کتابت کا کام کرتے تھے، انہیں یہ بھی سلیقہ نہ تھا کہ "صریر" "ص" سے لکھا جاتا ہے یا "س" سے، چنانچہ اس مثنوی کی کتابت ایسے ہی کشمیری قلم سے ہوئی ہے۔

مرحوم بسمل | جب **رئیس ہند** کے دربار سوم راج استھان میں **رائے رایان** کی نظر لالف معلوم کلام چھپی تو اطراف عالم سے اُن کے مشتاقین و قدردانوں نے ہماری بہت بڑھائی، اُن میں سے **منشی عبدالرحیم** صاحب **بسمل** گرد نواحی دہلی شہزادہ مرزا **عبدالغنی** ارشد **گورگانی** نام و کلامِ **برہمن** سے مرغ بسمل کی طرح تڑپ اُٹھے، نہیں کلام برہمن کا شوق پیدا ہوا تو رغبت و اشاعت بڑھا، ہم نے جناب موصوف سے دریافت کیا کہ آپ کو برہمن کی واقفیت کس طرح ہوئی، جواب آیا کہ اکثر تذکروں میں اُن کا حال پڑھا، قدیم بیاضیں دیکھیں، برہمن صاحب کی تصنیفات سے **منشآتِ برہمن** میرے پاس ہے اُس میں سے غزلیات وغیرہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں تاکہ آپ کلیات سے مقابلہ کر کے زائد غزلوں کا اندراج کر لیں اور منشآت کی عبارت جس میں برہمن نے حالات لکھے ہیں درج کریں تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو"

آپ نے چار غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور فردات و ابیات عنایت فرمائیں، اُن کے ساتھ **منشآتِ برہمن** کے دیباچہ کی نقل بھی بھیجی اور اُن کے کلام سے اُن کی زندگی کے چند واقعات پر روشنی بھی ڈالی، اُن کی طبع رسا بھی صحیح نتیجہ پر پہنچی، ہم اُن سے پہلے کلام برہمن سے وہی نتائج اخذ کر چکے تھے، مقابلہ کے بعد اس عمدہ کلام سے حسبِ ذیل کلام کی **کلیاتِ برہمن** میں ایزادی ہو گئی۔

غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور نو فردات و ابیات، چنانچہ جو کلام اِن کی وساطت سے ہم پہنچا ہے، اُس پر قطعہ حضرت بسمل لکھ دیا گیا ہے، ہم **حضرت بسمل** کی اس دلی امداد کا سب معاونین سے زیادہ شکریہ ادا کرتے ہیں، علاوہ ازیں آپ نے ایک قطعہ تاریخ بھی عنایت فرمایا ہے، ملک میں اگر حضرت بسمل

سے اہلِ شوق پیدا ہو جائیں تو علمی کساد بازاری کا بازار سرد ہو جائے

مجموعہ دیوانِ برہمن نہیں بلکہ کلیاتِ برہمن ہے

ہمارا "دیوانِ برہمن" کی اشاعت کا خیال تھا مگر اس کے شوق صحت نے یہاں تک ہماری رہبری کی کہ برہمن کی جملہ تصانیف مل گئیں، چونکہ معزز موصوف کا دیگر کلام بھی نا پید ہو رہا ہے اس لئے آپ کی کل نظم و تصنیف کا یہ مجموعہ مرتب کر کے چھاپا جاتا ہے اور اسی لئے یہ **کلیاتِ برہمن** کہلانے کا مستحق ہے اگر وقت نے مساعدت کی تو حصہ نثر بھی حصہ دوم کی شکل میں زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائیگا اور جلد،

حتی الامکان کتابت کی غلطیوں کی صحت کی گئی ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ نکتہ چین نگاہیں کاتب کی کوئی نہ کوئی غلطی نکالیں، نہایت سختی اور باقاعدگی کے ساتھ کتابت کا خیال رکھا گیا ہے اور جہاں جہاں ضرورت سمجھی گئی خفیف ڈیش سے کام لیا گیا ہے

برہمن کی روحِ پرفتوح سے معافی

اے برہمن میں تیرا شیدا، جانثار، خدمتگذار ہوں، اب اس خدمت کے بعد مسرت ... ہو گیا ہے کہ میں تیری پاک روح سے بھی مناسب الفاظ میں بھی نادانستہ غلطیوں کے لیے ... معافی مانگوں، اے مقدس روح تو نے اس قفسِ عنصری کی کہ جو آج سے ... سال پیشتر عالمِ وجود میں تھا، تجھ سے تاریخ سن، تو نے اس قفس میں جنم لے کر **اندرپرستھ** اور **کاشی جی** میں باس کرتے ہوئے بلبلِ ہزار داستان بنکر حقائق و معارف توحید و الہیات ... دنیا کی بے وفائی و سنگدلی کے دلکش و دلدوز نغمے سنائے، وہ ہم جیسے نالائقوں و بے تمیزوں کے کانوں تک پہنچے قلمِ غلط سے لکھے جو لکھا وہ غلط لکھا، اب وہ اہلِ بصیرت اور گوش شنوا کہاں ... صبح شام کی اور شام سے صبح ... انگشت کی ... فرہنگ بے آہنگ نکلے ہمیں ناصر ہیں یہ فاصل ... تیرے خیالات تک نہ پہنچ سکے، ابنائے ... اور علم کی کساد بازاری نے کسی اہلِ فن کو غیرت ... نغمے سمجھنے کے لئے رضامند نہ کیا، میرا دل تیرے نغموں کا ویسا ہی عاشق ہے جیسی کہ تو اس وقت اپنے معشوق کی عاشق تھی، مرتا کیا نہ کرتا، کیونکہ تیرا فراق صدمہ جانکاہ تھا، اور اس سے کہیں زیادہ ... کے فراق سے ہوا تیرے ہی نغمے زخمِ جگر کے لئے مرہمِ مسیحا تھے میں نے عقیدت کی دوربین لگا کر محنت کی خوردبین ... خط و خال دیکھے، سمجھے اور جو کچھ میں

نہ آئے سب لکھ دیئے، تو جانتی ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے، صدقِ ارادت کیا، تیری طرح نمود و نمائش سے میری ذات بھی بری ہے، مگر یہ دلی آرزو تھی کہ تیرے یہ نغمے اہلِ ملک کو سناؤں کیونکہ اب سخت ضرورت ہے کہ تجھ جیسے رہبر کے الفاظ اگر صحیح رہبری نہ کر سکینگے، کم از کم مفہوم ہی سمجھ جائینگے، اور یہی مقصد ہے، اگر کہیں کہیں مفہوم بھی سمجھ میں نہ آیا، یا غلط سمجھا، تو اس میں جو میرا قصور ہے، تجھ پر ظاہر ہے، پھر بھی تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں، مگر تیری رہبری میرے شاملِ حال ہے، اب تو اپنے نغمے سنا کہ جن سے سب کے کان کھڑے ہو جائیں، مردِ میدان اُٹھیں، اور نکتہ چین احباب کی طرح بیٹھ جائیں، تو اپنے شہزادہ دارا شکوہ کے قتلِ پُرخون کے آنسو بہا چکی ہے، میں اپنے قتل پر اپنا یہ کارنامہ چھوڑتا ہوں، اب میں تجھے رخصت کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی اہلِ علم کو یہ نغمے سنانے کے لئے سخت بیقراری ہے ؎

اے خطاپوش ما ز ما بگذر
کہ ز ما جز خطا نمے آید

سنام، محلہ منشیانِ قدیم
یکم فروری ۱۹۲۶ء

مقدمہ نگار
بھگونت رائے بہار
سنامی

مرآة الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اُردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ عمر بھر
میں مالداری مفلسی عزت و دولت موجب کے رنج و راحت
تجارت کا فائدہ و نقصان اولاد کی نسل تعداد سالہائے
عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبیح
بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ آئینہ سکندری یا جام جم ہے۔
سنسکرت کی پراچین کتابوں کا عطر ہے دیگر امور و نکات
جوتش کا چاند چڑھا ہے لمحہ لمحہ سے گھنٹے بنا کر دن سے
رات اور رات سے دن کر کے آنکھوں سے محبت کا تیل
ٹیکا کر لکھی گئی ہے۔ نیز تعداد نقشے انتظار ستارگان وغیرہ
کمال محنت سے فراہم کئے گئے ہیں اعلیٰ کاغذ پر خوشخط
چھاپی گئی ہے۔ **قیمت ایک روپیہ چار آنہ**

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

مطبع گوت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

RAIS I-HIND
ہندوستانی ریاستوں کے لیے ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
ریئس ہند
مقام اشاعت
دہلی
دہلی
لنکا

The most illustrious Statesman of his time One of the best Foreign Ministers of all the Indian States
Hakim Munshi Abdul Nabi Khan Bahadur, Sunami

This is an exact reproduction of the above high personage during the time of Council of Regency His Highness Maharaja Mohinder Singh Mohinder Bahadur of Patiala, 1926

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi who has special arrangements of making all kinds of blocks)

دستر خوان رئیس

دور جدید: آراستہ دہلی ۔ ماہ مئی تا اگست ۱۹۲۷ء جلوس ہفتم: دربار از پنجم تا ہشتم

نقص برطرف ۔		منجانب حضرت ... خاں وزیر خارجہ	ایڈیٹر پیارے لال دفا	
نمبر شمار	عنوان مضمون	عنوان ضمنی	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	دستر خوان رئیس	جلوس ہفتم دربار ۵ تا ۸ بحیثیت مستقل منعقدہ دہلی از مئی تا اگست ۱۹۲۷ء	ایڈیٹر	۱
۲	یونہ مصلحت رئیس	علم کی کمی ... اصلاح کے ... یورپ کی جدید تہذیب کی برکات ترقی ... ہندستان میں انگریزی تعلیم	ایڈیٹر پنڈت ہات رام صاحب	۲ / ۲۱
۳	اناظر قدرت	پہاڑی آنکھ مچولی کے ڈرامے	بہار رسنامی	۲۱ / ۲۵
۴	رہنما الکلام	قصیدہ بہاری، قصیدہ نورد ... والغرض ... نواب ... کی سیاہ کاریوں کیلئے کانفرنس کے صاف ... قومی کی نظم ... قصائد ...	بہار رسنامی حضرت ...	۲۶ / ۳۲
۵	سیر الآثار	سلسلہ کوہستان ... پہاڑ ... پہاڑیوں کی طرز زندگی	بہار رسنامی	۳۳ / ۴۰
۶	مسائل علمی تعویذات	بابت ... ایک دلچسپ مضمون تیر ترکمان کے کمالات ...	"	۴۱ / ۴۸
۷	ہمارے حاصل شدہ سوراج	لارڈ ... اور سر ... ریاست پٹیالہ کا جدید ... حکم ... ... معاملات ٹونک ریاست ... کی بربادی ... کے ہاتھوں ... ریاست ... ایک ... رؤسائے کوہستانی ریاست مالیر کوٹلہ مولوی محمد علی کی خدمت میں لارڈ ارون اور کشمیر شاہی کمیشن اور ہمارے مہاجلار ریاست ... آبادی ... کی ... کی بربادی کا منحوس آغاز ریاست ... کے موجودہ انتظام ... ہند دیان ... کی بے تعصبی مسلم الیان ریاست کی ہندوؤں پر پابندیاں، دیوان سنگھ مفتون کی شرمناک جرم میں گرفتاری ... رحمت ... مظفر ... ... مفتون کی گرفتاری ... ریاست ...	ایڈیٹر	۴۹ / ۶۲

رئیسِ ہند

بیادِ الٰہی ستارۂ علم و معانی فخرِ دودمان جناب سردار دیوان بھگوت رائے صاحب بہادر ستاسمی ایم اے ایس بی ایچ ڈی ایم بی ایس ایم ایس لدھیان

جلوسِ ہفتم دہلی مئی تا اگست سنہ ۱۹۲۶ء دربار پنجم و ہشتم

رموزِ مصلحتِ رئیس

علم کی کمی

کیا کوئی شے مستحسن ہے؟ اگر کوئی اچھی چیز ہے، اور انسان اُسے حاصل کر سکتا ہے، تو وہ علم ہے، مگر اُسے کون حاصل کرتا ہے؟

مُدبّر کہتا ہے کہ علم کا خزانہ میرے پاس ہے، رعایا کا فرمانروا اُس کی تعریف اپنے واسطے لینا چاہتا ہے، مگر کون کہہ سکتا ہے، کہ اُس کے پاس علم ہے؟

بُرائی انسان کے لئے لازمی نہیں، اور نہ بدی کی اعانت کرنا ضروری ہے، مگر قانون کی چشم پوشی سے کتنی بُرائیاں رائج ہیں؟ اور کونسل کے فتاویٰ سے کتنے جرموں کا ارتکاب ہوتا ہے،

مگر اے حکمران دانا بن، اور جو تو قوموں پر حکومت کرنا چاہتا ہے، دانائی سیکھ، اگر تو ایک جرم کو جائز رکھتا ہے، تو وہ اُن دس جرموں سے بڑا ہے، جن کی سزا نہیں دی جاتی،

تبلیغ و شدھی کے اثرات اخبارات پر

ملک میں جسقدر اسلامی اخبارات موضوع خاص پر چل رہے تھے، اب مذہبی منافرت نے انہیں اِس درجہ مجبور کر دیا ہے، کہ اپنے کارآمد اعلیٰ مذاقِ سخن کو چھوڑ کر ہندیوں کو ہر ناجائز سے ناجائز فتنہ ناک سے شرمناک طریقوں سے آمادہ دشنام دہی و خون و فساد کر رہے ہیں، وہ اب ایسی اپنی پالیسی کے تبادلہ کا کھلے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں، "دین دُنیا" دہلی جو اسلامی خدمت کے لئے ایک کارآمد پرچہ تھا، اپنی تبادلۂ پالیسی کا اِن الفاظ میں شرمناک بیان کرتا ہے:-

آریوں کے دلوں پر نشتر | دو ماہ سے رسالہ نے موجودہ فضا کو دیکھتے ہوئے، کچھ اپنی روش میں تبدیلی پیدا کر دی ہے، اِس کے مضامین پر تبلیغی رنگ غالب ہے، یہ مضامین آریوں کے دلوں پر نشتر کا کام کر رہے، اور بار بار حکومت کو دین دُنیا کی طرف توجہ دلا رہے ہیں، دین دنیا ہزار دشمنوں کے نرغہ میں گرفتار رہنے کے باوجود بھی اپنے فرائض کو انجام دیئے جائے گا، لیکن ایسی حالت میں یہ مسلمانوں کی غیر معمولی توجہ اور ہمدردی کا محتاج ہے، اگر مسلمانوں نے اِس کا غذی غازی کی ہمت افزائی نہ کی، تو اِس کے ولولے فنا ہو کر رہ جائیں گے، اور اِن ولولوں کی موت کے ذمہ دار رسالہ کے ناظرین ہوں گے"

ہم اِس کے پر درپرائٹر اور اپنے مہربان جناب ابوالنظر سید محمد انور ہاشمی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اسلام کا یہی دین دُنیا ہے، کہ جس کی آپ نے اب تعلیم دینا شروع کی ہے، وہ اِس کا جواب کچھ نہیں دے سکتے، کیونکہ اِس مضمون کی گرد و پیش کا ایک دیگر مضمون اُن کی طامع طبیعت کا شاہد ہے، ورنہ حقیقی اسلام اِس بدعت سے کوسوں دُور ہے،

فحش اشتہارات نہیں لئے جاتے

رئیس ہند بارہا اعلان کر چکا ہے کہ مخرب اخلاق فحش اشتہارات کسی اجرت پر رئیس ہند میں شائع نہیں ہو سکتے، خط و کتابت فضول ہے، اگر ملک کے اخبارات ایسے اشتہارات شوق سے قبول کر لیتے ہیں، تو یہ عمل اُن کے گندہ مذاق کا پتہ دیتا ہے، رئیس ہند کو ایسے اشتہارات سے معاف رکھا جائے، "چیف منیجر"

یورپ کی جدید تہذیب کی برکات ہمارے لئے

آغازِ آفرینش سے گذشتہ ہزارہا سال کی حد تک ایشیا ہر طرح سے قوموں کا سرتاج رہا، مگر اس پانچ ہزار برس کے عرصہ میں قوائے عقلی و ذہنی معرضِ انحطاط میں آ کر زوال کی آخری منزل پر پہنچ گئے، بدیاں، نیکیوں کی جگہ آ حاضر ہوئیں، عقلیں بے عقلی کا سبق دینے لگیں، اور اب یہ حالت ہے کہ سوائے بدمعاشی اور بدکاری کے ان کے نصیب میں اور کچھ نہیں۔ سب سے پہلے جاپان نے اپنا دورِ انحطاط دنیا میں زندہ رہ کر ختم کیا، مگر ایشیائی دیگر بستیاں اسی زوال کے پیچ میں پھنسی چلی جا رہی ہیں، تبدیلی لازمۂ قدرت ہے، دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آ جاتا ہے، عقل اور ذہن کا آفتاب ایشیا میں چھپ کر مغرب میں جا چمکا۔ اقوامِ یورپ بالخصوص عیسائی اسی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں، کہ جس منزل میں ایشیا لاکھوں برس گذرے داخل ہو چکا ہے، وہ اب پیدائش سے موت تک کے جملہ مدارج زندگی کے نکات سمجھ رہا ہے، علوم سنسکرت، عربی، فارسی میں سب کچھ سمجھایا گیا ہے، مگر ایک ہم ہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کی ہدایت پر کان نہیں دھرتے اور اپنی بدنیتی سے دیگر اقوام کے معمولی انسانوں سے زوال میں حد سے بڑھ کر بیٹھے ہیں، اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ ان گم گشتگانِ وادیِ زندگی کو یورپ کے گلزار کی سیر کرائی جائے، تاکہ وہ کچھ سیکھ سکیں۔

ہمارے فاضل دوست پنڈت بھگت رام صاحب تیواری، بی۔ اے نے ہماری استدعا پر مسٹر اوریسن سویٹ مارڈن کی مشہور کتاب گٹنگ آن یعنی ترقی کا اردو ترجمہ نہایت محنت سے کیا ہے، اب ہم اس تمہید کے ساتھ اسے شروع کرتے ہیں، دعا ہے کہ ملک اگر اپنے علوم سے فیضیاب نہیں ہونا چاہتا، مغرب سے ہی فیضیاب ہو سکے کہ ہمارا مقصد محض کامیابی ہے، خواہ وہ کسی سلسلے میں ہو۔

"ایڈیٹر"

بابِ اوّل

رواجِ کہن

کوئی چالیس برس ہوئے کہ ہارورڈ یونیورسٹی کی میڈیکل فیکلٹی کے ایک جلسہ میں ایک ممبر نے غصہ میں بھر کر کہا کہ "میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیوں آج تجویز کی جا رہی ہے، کہ میڈیکل سکول کے کاروبار کے طریقہ میں تبدیلی کی جاوے۔ جبکہ میڈیکل فیکلٹی اسّی سال سے اپنے معاملات کا اچھی طرح سے بندوبست کر رہی ہے" نوجوان مسٹر ایلیٹ نے جو اِس جلسہ کے صدر تھے انجمن کو مخاطب کر کے کہا کہ "میں ڈاکٹر صاحب کے سوال کا جواب دے سکتا ہوں، اور جواب صرف اتنا ہے کہ پریذیڈنٹ نیا ہے"

نیا پریذیڈنٹ ۳۵ سال کا نوجوان تھا، اُس میں دلیری، خوداعتمادی اور بیدارمغزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، وہ کسی بات کی صرف اس لئے وقعت نہ کرتا تھا، کہ وہ بات پرانی ہے، یا قبل ازیں ہو چکی ہے، یونیورسٹی کے نظم و نسق کے متعلق اُس کے خیالات بالکل نرالی قسم کے تھے، اور اِن خیالات کو عمل میں لانے کی اس میں قابلیت تھی تو دلیری بھی موجود تھی، اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ پرانے دارالعلوم میں جس کا وہ صدر بنایا گیا تھا، نئی جان نیا خون بھر دے، اس بات کی اُسے پروا نہیں تھی کہ کیا کیا پرانی رسوم اُسے توڑنی پڑیں گی، اور کس کس کے خیالات کی اُسے مخالفت کرنی ہوگی،

نوجوان ایلیٹ نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ہارورڈ یونیورسٹی کے نظم و نسق تعلیم و مذہب میں رواجی باتیں بہت شامل ہو گئی تھیں، مگر وہ اِس قابل تھا اور اِس قدر دلیر تھا کہ ان رواجی باتوں کو توڑ ڈالے، چنانچہ جس دارالعلوم میں اُس کے صدر ہوتے وقت صرف پانچ سو طالب علم ہوتے تھے، وہ دارالعلوم اُس کی سرگرمی میں دنیا کی سب سے بڑی اور اعلیٰ درجہ کی ترقی کرنے والی یونیورسٹی بن

میں سے ایک بن گیا، اور جب یہ شخص صدارت سے علیحدہ ہوا، تو بیت العلوم میں چھ ہزار طالب علم تھے، اور استاد اور ادیب اتنے تھے کہ جتنے شروع میں طالب علم بھی نہیں تھے، شائد ہی کوئی امریکہ کا شخص زمانہ حال میں اتنا بڑا آدمیوں کے بنانے والا تعلیمی طریقوں میں انقلاب پیدا کرنے والا اور تعلیمی رواجات اور زمانہ وسطیٰ کی مثالوں کو توڑنے والا ہوا ہو، پرانے رواجات رسوم اور تمثیلوں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں کو مفلوج بنا چھوڑا تھا،

جو لوگ دنیا میں سرکردہ اور رہنما ہوئے ہیں، وہ ضرور رواج شکن تھے، جو آدمی بزدل ہے، خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو لیڈر نہیں بن سکتا، ترقی کے دلدادہ لوگ ہمیشہ بے دھڑک اور نرالی بات والے ہوتے ہیں، وہ پرانی باتوں کی صرف ان کے پرانے ہونے کی وجہ سے قدر نہیں کرتے، جو سوال ان کے دل میں ہمیشہ جان گزیں رہتا ہے، وہ یہ ہے کہ آگے کی طرف بڑھیں، سابقہ باتوں میں کچھ ترقی دکھائیں، یہ نہیں کہ جو باتیں رائج ہیں، غلاموں کی طرح سے ان کی پیروی کئے چلے جائیں، جن شخصوں نے تہذیب کے نئے نئے رستے نکالے ہیں، وہ رواج شکن ہوئے ہیں، صرف وہی آدمی ایسے کام کو کر سکتا ہے، جو اوروں نے نہ کئے ہوں، اور صرف وہی آدمی اپنے زمانہ پر مہر سرکردگی لگا سکتا ہے، جو اپنے خیالات پر یقین رکھتا ہو، جو بغیر لوگوں کے سہارے کے اپنی رائے قائم کرکے اس پر عمل کر سکتا ہے، جو کسی معاملہ میں اکیلا ہونے سے نہیں ڈرتا، جو دلیر، نرالا اور نرالا اور پرانا ذہن ہے، جو ایسی جگہ جانے کی دلیری رکھتا ہے جہاں اس سے پہلے کوئی نہیں گیا، جو ایسے کام کر سکتا ہے، جو اس سے پہلے نہ ہوئے ہوں،

جو کام چارلس ڈبلیو ایلیٹ نے تعلیمی دنیا کی خاطر کیا، ویسا ہی شاندار کام مارشل فیلڈ، دنیا بکر اجیز جے ہل، کارنیگی جیسے اشخاص نے تجارتی دنیا کے لئے کیا ہے،

مارشل فیلڈ نے شروع سے ہی ارادہ کر رکھا تھا کہ گاہک جب اس کی دکان پر آئیں، تو ہر بات میں کچھ نہ کچھ نرالا پن ان کو دکھائی دے، کوئی ایسی بات ان کو ہر کام میں دکھائی پڑے جو انہوں نے کبھی نہ دیکھی ہو، اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ ہر کام میں اپنی شخصیت کی جھلک

دکھائے گا، اپنے ذاتی نرالے پن کو قائم رکھے گا، اور کسی دوسرے سوداگر کی خواہ کتنی ہی کامیاب کیوں نہ ہو، نقل نہیں کرے گا، اس نے اپنے کام کا پروگرام بنا لیا تھا، اور اپنی رائے پر اعتبار کرنے سے کبھی نہیں ڈرتا تھا، وہ ماں کے پیٹ سے سرگروہ بن کر آیا تھا، اور سرگردگی کرنے سے اُس کو ڈر معلوم نہیں ہوتا تھا، نہ ہی اور سوداگروں سے نرالے راہ پر چلنے سے اُس کو گھبراہٹ ہوتی تھی،

گو اے ٹی سٹوارٹ امریکہ کے سوداگروں میں سب سے بڑھ کر تھا، مگر جان ونا میکر نے کبھی اس بات کا خیال نہ کیا کہ اس سوداگروں کے بادشاہ کی تقلید کروں، ایک ہی کارخانہ میں ان دونوں شخصوں نے بڑی قابلِ ذکر ترقی حاصل کی، مگر ان کے طرزِ عمل میں بڑا بھاری فرق تھا، جیسے کہ ونا میکر اور مارشل فیلڈ کے طرزِ عمل میں تھا،

نرالا ہونے سے ڈرو نہیں، اپنے باپ، اپنے دادا یا اپنے پڑوسی کی نقل مت نہو، یہ سخت بے وقوفی ہے، بنفشہ کا پھول، گلاب کا پھول نہیں بن سکتا، ہر شخص دُنیا میں خاص کام کے لئے پیدا ہوا ہے، اگر کسی اور شخص کا کام کرنے کی کوشش کرے گا، تو ناکامیابی لازمی ہے، بڑے آدمی کبھی کسی دوسرے کی تقلید نہیں کرتے، نفوسِ علوی کسی خاص نمونہ یا مقررہ کام کے مطابق نہیں بنائے جا سکتے، جو کارہائے نمایاں مضبوط طبیعت والا آدمی کرتا ہے، وہ اُس کی اپنی ذات۔ اپنے شخصی خیالات کا عکس ہے، اُس کی دستکاری، اُس کی فروخت، اس کا انصرامِ کاروبار، اس کی لکھی ہوئی کتاب، اس کی بنائی ہوئی تصویر، اس کا دیا ہوا لیکچر کیا چیزیں ہیں، دُنیا کے روبرو صرف اس خاصیت کے اظہار ہیں، جو صرف اس کے اندر ہی طلوف پڑی تھی، اور کسی کے نہیں،

چونکہ جنرل گرانٹ لڑائی کے رواجی معاملات مندرجہ کتب جنگی کی پروا نہیں کرتا تھا، اس لئے باقی جرنیل اُس کے خلاف تھے، مگر اس نے وہ کام کر کے دکھایا جو اور کسی جرنیل سے بن نہ آیا، یعنی اس نے لڑائی کو ختم کر دیا، یورپ کی فتح میں نپولین نے تمام سابقہ

رواجات کو توڑ دیا، اور کسی رسم کی پروا نہ کی، زور دار طبیعت والے نیا کام کر دکھانے والے اشخاص ہمیشہ رسوم و رواج کے توڑنے والے ہوتے ہیں، کمزور، بزدل، بے جان اشخاص نے کب توڑنا ہے، اور کیا بنانا ہے۔

امریکہ کے بڑے بڑے پریذیڈنٹ جتنے ہوئے ہیں، وہ سب رواج شکن تھے، واشنگٹن، جیفرسن، جیکسن، لنکن، روزویلٹ سب اس قسم کے اشخاص تھے، جنہوں نے جنگلوں کو کاٹ کر اور پتھروں کو توڑ توڑ کر اپنے کام کے نئے یا مستقل راستے بنالئے، لوگوں کی لگاتار سرکردگی کی، اور اپنی زور طبیعت سے ترقی کے راستے پر ان کی راہنمائی کی، جو شخص اکبر کے بغیر تھے، جن کے دل میں یہ ڈر تھا، کہ لوگ ہماری پروا نہیں کریں گے، جن کو یہ خوف تھا کہ جن لوگوں کی وساطت سے ہم طاقت پکڑتے ہیں، کہیں وہ لوگ ہم سے خفا نہ ہو جائیں، جن میں مقررہ رواجات سے انحراف کرنے کی دلیری نہیں تھی، ایسے شخص دنیا کی قوت حافظہ پر قائم نہ رہ سکے۔

وائٹ ہاؤس کے رواجات یا پولیٹکل رسوم کا **روزویلٹ** کی نظر میں کچھ فائدہ نہیں تھا، ہر حیثیت میں بطور پولیس کمشنر، بطور گورنر، بطور وائس پریذیڈنٹ، بحیثیت پریذیڈنٹ، وہ ہمیشہ اپنی ذات کے ظاہر کرنے پر تلا رہتا تھا، اور کبھی کسی اور کی تقلید کا خیال نہیں کرتا تھا، اس نے نقل کرنے کی کبھی کوشش نہیں، اس کی ذاتی طاقت کا بڑا سرچشمہ صرف اس بات میں تھا، کہ وہ ہمیشہ اپنی خودی کو قائم رکھتا تھا، **جوزف جیفرسن** نے نئے ایکٹرز کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ "ناکامیابی کا یقینی راستہ یہ ہے، کہ تم کسی دوسرے کی نقل کرنے کی کوشش کرو"

"باقی آئندہ"

دفتر ہذا نے علم کی ترقی اشاعت کیلئے خاص ماہرین فن کی خدمات حاصل کی ہیں، کہ جو ہر موصولہ کتاب پر عالمانہ تقریظ لکھیں گے، اسلئے جو صاحب کتاب، رسالہ ارسال فرمائیں گے اُن پر نہایت مفصل اور جامع تقریظ لکھی جائیگی۔

"ایڈیٹر"

ہندوستان میں انگریزی تعلیم

"یورپی تعلیم انسان کو حیوان یا ایک جدید فرد انسان بنانے میں حکم قضا رکھتی ہے، اور اُسے ایک دُنیا مانتی ہے حتیٰ کہ خود یورپی اقوام بھی محسوس کرنے لگ گئی ہیں، وہ حقیقت کے خلاف اپنی تعلیم کو نقائص سے پاک سمجھے ہوئے ہیں، اور سب اقوام قوم کی افتاد پر لگاتے ہیں، اوّل مضمون کے بعد ہم فرانس کے مشہور ڈاکٹر گستاولی بان کی معرکۃ الآرا تصنیف تمدنِ ہند سے کچھ اقتباس کرتے ہیں، اور اس کا فیصلہ پھر لکھیں گے"
(ایڈیٹر)

فصل دوم

ایک نہایت عجیب و غریب مضمون جو ہندوستان کے مطالعہ کرنے والے کے لئے باعث دلچسپی ہے، اور جس پر اب تک بہت کم توجہ مائل کی گئی ہے، ہندوستان میں انگریزی تعلیم کے نتائج ہیں، اگر ہم دیکھنا چاہیں، کہ ایسی اعلیٰ تعلیم جو ایک اعلیٰ قوم کی ضرورتوں کے لئے موزون ہو، جب اُسے کسی ادنیٰ قوم کو جیسے کہ ہندوستانی ہیں دی جائے تو اُس کے کیا نتائج ہوں گے، تو یہ ہم ہندوستان میں دیکھ سکتے ہیں، یہاں اِس قسم کی تعلیم کا ایک ایسے وسیع پیمانے پر تجربہ کیا گیا ہے، جس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یہ نتائج اُن تمام قوموں کے لئے جو نوآبادیاں قائم کرنے اور خاص کر اُن کو قائم رکھنے کے خواستگار ہوں، نہایت دلچسپ ہیں، (نادان اسے اپنی تعلیم کے نقص سے نامزد نہیں کرتا)

اگر ہم یورپی ہندوستان کے موجودہ حالات کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں، تو یوں سمجھ لیں کہ ایک ایسے ملک پر جو از منہ متوسط کی حالت میں ہے، ایک نئی دُنیا حکومت کر رہی ہے، اور اُس کو نئی تعلیم دے رہی ہے، ہندوستان میں دو قسم کی تمدنی و معاشرتی حالتیں نظر آتی ہیں، جن کی نسبت کہا جا سکتا ہے، کہ اُن کے مابین ایک بہت بڑا فرق ہے، اُن کے محسوسات علیحدہ علیحدہ ہیں، خیالات علیحدہ ہیں، اور اُن کی ضروریات و اعتقادات بھی جداگانہ ہیں، علم المعاشرت کا مثل علم تاریخ موجودات کے یہ مسلّمہ اصول ہے، کہ نفسِ ناطقہ یا جسم ایک ابتدائی حالت سے اعلیٰ حالت پر بتمام

درمیانی سیڑھیاں یا مدارج طے کئے ترقی نہیں کر سکتا' یہی حالت تعلیم اور نظامات کی ہے' جو تعلیم و نظامات ایک قوم کی ضرورتوں کیلئے ضرور ہیں' وہ اُسی کے لئے موزوں ہوتے ہیں' نہ کہ دوسری قوم کیلئے

ہندوستان میں انگریزی تعلیم جاری کرنیکے اسباب اور اُس کے نتائج

انگلستان کے بعض پراٹسٹنٹ پادریوں کی شور و پکار اور بعض بہی خواہ انسان اشخاص کے دلائل کی وجہ سے جو انگلستان کی مجلسِ وزراء میں تھے' نیز سب سے زیادہ ہندوستان کے انتظام کے لئے کثیر ماتحت عمال کی سخت ضرورت کے باعث انگریزوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان میں یورپی طرز کے مدارس کھولے جائیں' جن میں دیسیوں کو تعلیم دی جائے' اُن میں انگریز معلم ہوں اور اُن کا نصاب تعلیم یورپی طرز کا ہو'

گزشتہ چالیس پچاس سال میں اس تعلیم کے پیالے بڑی مقدار میں دیسیوں کو پلائے گئے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک انوکھا جدید فرقہ ملک میں پیدا ہو گیا' جو بابو یا انگریزی تعلیم یافتہ کے لقب سے مشہور ہے' اُن کا شمار آج کل ہزاروں پر پہنچ گیا ہے' اور یہ روزانہ بڑھ رہے ہیں'

جدید تعلیم میں متعلموں کی دماغی حالت کی رعایت نہیں رکھی گئی

بابو ایک عجیب برزخ ہے' اُس کی دماغی و اخلاقی حالت عجیب قسم کی ہے' ہم اُس کے مطالعہ سے معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مصنوعی قوم کا فرد ہے' جس کے خصائص نہایت عجیب ہیں' بابو پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ تعلیم جس کو ہم زمانہ حال میں تمام برائیوں کا علاج سمجھے ہوے ہیں' جب بلا رعائت متعلموں کے دماغ کے دی جائے تو کیسے بُرے نتائج اُس سے ظہور میں آتے ہیں'

بابو کی دماغی حالت

دماغی اور اخلاقی حالت کے لحاظ سے بابو کی مثال ایک ایسے جہاز ران سے دی جا سکتی ہے' جس کا قطب نما گم ہو گیا ہو' جو الفاظ اُس کے دماغ میں جمع ہو گئے ہیں وہ اُس کے سامنے ایسے خیالات کے مترادف ہیں' جو اُس کی سمجھ کے لئے اجنبی اور ناموزوں ہیں' اُس کو یوں سمجھو کہ اگر تم کسی شخص کو کسی شے یا خیال کی حد یا تعریف بتاؤ تو وہ اُس کو اس وقت نہ سمجھیگا' جب تک کہ اُس کے

متخیلہ میں اُس شے یا اس کے مماثل شے کا کچھ نہ کچھ ذہنی وجود یا صورت پہلے سے موجود نہ ہو، بیچارے بابو کی مثال نئی دُنیا کے متعلق جہاں اُس کی رسائی تعلیم کے ذریعہ ہوئی ہو، بالکل ویسی ہی ہے، جیسے کہ کسی اندھے کو کوئی شخص رنگوں کی تعریف لفظوں میں بتائے، اُس کے خیالات کی پراگندگی پر یہ مستزاد ہے، کہ وہ بلاتسلسل خیال و بلا وقفہ بکواس کرنے کا عادی ہے، ریلوے پلیٹ فارم پر اگر کوئی اجنبی یورپی جس کو اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا، اُس سے سنجیدگی سے کوئی سوال پوچھے تو بادِ صبا بیساختہ و بلا انتظار جواب اُس سے بات چیت کرنا شروع کر دیگے، مثلاً وہ پوچھیں گے کہ آپ کو شکسپیر پسند ہے یا تو ساں ڈے ٹرل؟ کیا ملکہ انگلستان کبھی شیر کا بھی شکار کرتی ہیں؟ ایک یورپی عالم کتنے روپیہ کما سکتا ہے؟ اور آپ اپنے بچوں کو کون سا پیشہ سکھائینگے؟

کوئی بات ایسی متعجب کرنے والی نہیں، جیسی کہ بابو کے غیر مسلسل و پراگندہ خیالات کی روانی، اُس کے بے مہار ذہن میں وشنو، شیو، مشتری، پرنس آف ویلز، یونان و روم کے مشاہیر، قدیم جمہوری ریاستیں، موجودہ بادشاہتیں اور ایسی قسم کے صدہا غیر مسلسل و پراگندہ خیالات اِس طرح پراگندہ ہیں، جیسے فضائی ذرّے جن کو ہوا جدھر چاہتی ہے، اڑائے لئے پھرتی ہے، جدید خیالات کی تعبیر وہ اپنے قدیم موروثی خیالات کے مطابق جو اُس کے ذہن میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور جن تک اُس کی رسائی ہے کرتا ہے، اور اُس پر طُرّہ یہ ہے کہ وہ اس نئی تعلیم کی بدولت قدیم خیالات کو بھی ٹھیک طور پر نہیں سمجھتا، اِس مضمون کے متعلق ہم ایک عقلمند اور معتدل مزاج انگریز کی رائے لکھتے ہیں کہ :-

"مجھے اس تعلیم کے نتائج ہندوستان میں دیکھنے سے سخت مایوسی ہوئی ہے، جو ہم نے ہندیوں کو دی ہے، ایسے شخص جن پر درحقیقت تعلیمیافتہ ہونے کا اطلاق ہو سکے خال خال ہیں، بہت سے نیم تعلیمیافتہ ہیں، اور کثیر التعداد ناقص تعلیمیافتہ اور ڈانواں ڈول حالت میں ہیں، بابو نے پڑھا تو بہت ہے لیکن چونکہ اُس کے خیالات بے مہار ہیں، اس لئے اُن میں بے ترتیبی پائی جاتی ہے، عموماً وہ بکواسی ہوتا ہے، کہا جا سکتا ہے کہ اُس کو بدہضمی کی بیماری ہے، کیونکہ وہ مجبور ہے

کہ جو بے شمار الفاظ اس نے سیکھے ہیں، اور اُسے ہضم نہیں ہوئے، وہ اُن کو ہر وقت باہر نکال کر پھینکتا رہے، اُس کے قول و فعل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن کا گویا بالکل ذمہ دار نہیں۔ وہ اپنی مادری زبان پر چنداں توجہ نہیں کرتا، اور اپنے کلچر، فلسفہ و مذہب کو ناقص طور پر جانتا ہے، اور نہ اُس کو یورپی لوگوں کے عمدہ خصائص حاصل ہوئے ہیں، بعوض اُس کے کہ وہ اِس تعلیم کے لئے ہماری عنایتوں کا شکر گذار رہوتا، اُلٹا اُس سے ہمیں پر حملہ کرتا ہے، اور ہماری تعلیم جو اُس کے تراز دے اخلاق و آداب کے توازن میں خلل انداز ہوئی ہے، یہ گویا اُس کا انتقام ہے۔"

سر جان اسٹریچی لکھتے ہیں کہ :-

"یہ جماعت اکثر ناقص تعلیم یافتوں کی ہے، جو ہماری زبان سے خوب واقف ہیں اور ہمارے معمولی سیاسی مسائل کو اُنہوں نے خوب رٹ لیا ہے، جس پر وہ اپنی فصاحت کی خوب گل افشانی کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ گویا وہ برٹش اور مسکاٹ لینڈ کے عالی دماغ لوگوں کے جذبات کی جن کو اُنہوں نے خوب رٹ لیا ہے، پیروی کرتے ہیں"

موسیو جے ہارمنڈ ہمارا پرانا کونسل جنرل جو عرصہ دراز تک کلکتہ میں رہا ہے، اِس مسئلہ پر اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتا ہے :-

"اب بہت سے انگریزوں نے اس بات کو خوب سمجھ لیا ہے کہ اُنہوں نے جو مغربی تعلیم ہندوستانیوں کو دی ہے، وہ سراسر ایک غلط راستہ تھا، اِن میں سے جو نہایت تجربہ کار انگریز ہیں، وہ تو اس خطرناک غلطی پر جو مشہور و معروف میکالے کے نام سے عمل میں لائی گئی ہے لعنت بھیجتے ہیں کیونکہ اِس تعلیم سے بعوض انگریزوں کے دیسیوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے، ہماری جو ماغی غذا ایسے دماغ والوں کے لئے جیسے کہ ایشیا والوں کے ہیں خطرناک ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تعلیم نے گویا اُن کے ادراک و احساس کی بنیاد متزلزل کر دی ہے، اور وہ سارا اخلاقی اعتبار و یقین کھو بیٹھے ہیں، اور طبیعت کا سکون جاتے رہنے سے اُن پر پراگندگی چھا گئی ہے۔"

اخلاقی نتائج یورپی تعلیم سے جو اخلاقی ضعف بابو میں منتج ہوا ہے وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اُسکی ترازدے عقل بالکلیہ ڈانواں ڈول ہو گئی ہے، قبل اس کے کہ میں اس کی عقلی و اخلاقی حالت کے اس خاص رُخ کی مذمت کروں، مناسب ہے کہ اُس کی دماغی حالت کے متعلق خود اُن ہی کے ایک ہموطن کی شہادت نقل کروں، یہ اقتباس مشہور مسٹر ملاباری کی قابل قدر تصنیف موسومہ "گجراتی" سے ہے "مسٹر ملاباری خود ایک ہندوستانی اخبار نویس ہیں، مگر اُن کا درجہ اپنے ہموطنوں کے اعتبار سے بہت اعلیٰ ہے، اُنہوں اپنے ایک دیسی دوست کے ساتھ مل کر ایک ماہانہ رسالہ نکالا، بطور جملہ معترضہ کے یہ بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا، کہ اخبار و رسالے نکالنا بھی بابو کا ایک خبط ہے، اور چونکہ اخبار نویس کو ہندوستان میں پوری آزادی ہے، اِس لئے بابو اخبار کے ذریعے اپنے دل کا بخار نکال لیا کرتا ہے، مسٹر ملاباری اخبار نویسی کے متعلق اپنی اور اپنے دوست بابو کی جہالت کا اعتراف اپنی کتاب "گجرات" میں یوں کرتے ہیں :-

"ہماری جہالت پر گستاخی اور ضد کا اور اضافہ ہوا، لیکن کیا یہ پریشان بات نہ تھی، کہ ہم سلطنت کے اعلیٰ سے اعلیٰ افراد پر نکتہ چینی اور ٹھٹھول مارنے کے قابل ٹھہرے ؟ ایک دن بلونا کے جنگ کے متعلق ہمارے دوست "پ" کچھ لکھ رہے تھے، مجھ سے پوچھنے لگے، کہ "پورٹ" یعنی "باب عالی" کے کیا معنی ہیں، میں نے جواب دیا کہ "پورٹ" سلطان ٹرکی کی بڑی بی بی کا نام ہے، "پ" نے یہ سمجھا، کہ وہ ایک یورپی نام خدیو مصر کا تھا، ہم اکثر اِس قسم کی بے وقوفی کرتے اور ہر روز اپنے اخبار میں دو چار ایسی حماقت کی باتیں درج کر کے اپنی جہالت ثابت کرتے اور جب ہم دوسرے دن اپنی غلطی سے واقف ہوتے، تو ایک دوسرے پر الزام تھوپنے لگتے تھے"

خیالات کی پراگندگی کے ساتھ بابو پر جو ایک اور خوفناک نتیجہ یورپی تعلیم کا ہوا، وہ یہ ہے کہ اُس میں اخلاق پاکیزگی کے متعلق لاپروائی آگئی، مذہب کی جس مضبوط بنیاد پر اُس کے چلن کا دار و مدار تھا، وہ اس درجہ برباد ہو گیا ہے کہ اب اُس کے پھر جمنے کی اُمید نہیں ہے، وہ اپنے باپ، دادا وُں کے اعتقادات کو کھو بیٹھا ہے، اور یورپی لوگوں کے اصول چال چلن بھی اُس نے

اختیار نہیں کئے، اس کی راستی و دیانت داری صرف وہیں تک محدود ہے، جہاں تک کہ اُس کو پولیس کی حراست کا خوف ہے،

بابو کے تغلب و تصرف سے بچنے کی غرض سے انگریزی انتظام اِس امر پر مجبور رہتا، کہ ہر معاملہ میں سخت احتیاط برتے اور اپنی انتظامی گرفت کو غیر محدود طور پر بڑھاتا اور مضبوط کرتا رہے ڈاک کے خطوط و پارسل کا ٹھیک طور پر پہنچ جانا، بہت کچھ مشتبہ ہے، ذرا بھی کوئی بھاری خط ہوا، اور اِس شبہ کی گنجائش ہوئی، کہ اِس میں کچھ قیمتی کاغذات ہوں گے، پھر ایسے خط کا منزلِ مقصود پر پہنچ جانا، تا وقتیکہ اُس کا بیمہ نہ ہوا ہو آسان بات نہیں ہے، مجھے ہندوستان میں اپنے آلات کا صندوق وصول ہونے میں بڑی مشکلات درپیش آئیں، چونکہ یہ صندوق بہت بھاری تھے، ریل بابو سمجھے کہ شاید اِن میں روپیہ بھرا ہوا ہے، اِس لئے وہ اکثر اُن کے قفلوں کو توڑ ڈالتے تھے، چنانچہ مجھے یہ کرنا پڑتا تھا، کہ میں اپنے قیمتی آلات کو آہنی صندوقوں میں بند کرتا اور پھر اُن کو لکڑی کے صندوق میں مقفل کر دیتا تھا، لیکن یہ لکڑی کے بیرونی صندوق اکثر مجھے کھُلے ملتے، بابو کی نظر جب اندر کے آہنی صندوق پر پڑتی، جس پر لکھا ہوتا تھا کہ اس میں نہایت خوفناک زہریلا بھک سے اُڑ جانے والا مادہ ہے، تو وہ ڈر سے اُس کو کھولنے سے باز رہتا،

بابو جس قدر انگریزوں کے سامنے غلام کی طرح دب جاتا ہے، اُسی قدر اس کا برتاؤ اپنے دیسی بھائیوں سے جن کا کام اُس سے پڑتا ہے، سخت تحکمانہ و حقارت کا ہوتا ہے، ہندوستان کا انتظام کرنے والے درحقیقت بابو لوگ ہی ہیں، کیونکہ یہی وہ دیسی کارندے ہیں، کہ جو انگریزی انتظام کو چلاتے ہیں، لیکن یہ اِس پر بھی قانع نہیں، اُن کا خیال تو یہ ہے کہ ہندوستان کی سلطنت پورے طور سے بابوؤں کے ہاتھ میں رہے، اور بابوؤں کے فائدے کے لئے ہو،

بابو اِس آرزو کا خوابِ شیریں دن رات دیکھا کرتے ہیں، جب کبھی تین یا چار بابو اکٹھے ہوتے ہیں تو اُن میں اِسی قسم کی گفتگو ہوا کرتی ہے، کبھی کبھی وہ اِس مضمون پر بحث کرتے کرتے جوش میں آجاتے ہیں، اُس وقت ایک طوفانِ بے تمیزی برپا ہوتا ہے، اور کوئی کسی کی بات

نہیں سُنتا' اگر اِس اثنا میں ایک آدھ لمحہ خاموشی ہو جاتی ہے' تو اُس کا سبب یہ ہے کہ شاید کسی یورپی کے آنے کی آہٹ اُن کو ہوئی' جونہی یورپی اُن کے سامنے آتا ہے' تو یہ خوف زدہ جماعت افسوس کی آہیں مارتی ہوئی' اِدھر اُدھر منتشر ہو جاتی ہے'

مجھے کئی بار اِس کے دیکھنے سے نفرت ہوئی' کہ انگریز کے سامنے تو بابو نہایت مودب اور غلام سا بن جاتا ہے' مگر وہ اپنے دیسیوں کے سامنے بڑا بدمغ اور مغرور رہوتا ہے'

بابوؤں کے ساتھ انگریزوں کا برتاؤ انگریزوں کا برتاؤ بابوؤں کے ساتھ جس کو کہ وہ خوب پہچان گئے ہیں' سختی و درشتی کا ہوتا ہے' اور نووارد یورپی سیاح جب اول اول اِس حقارت آمیز برتاؤ کو دیکھتا ہے' تو اُس کو سخت نفرت ہوتی ہے' انگریزوں کی فصاحت بابو کے لئے بینت کا اشارہ ہے' لیکن جب کوئی یورپی سیاح چند دن ہندوستان میں رہ جاتا ہے' تو اُس کو مجبوراً انگریزوں کا برتاؤ ٹھیک معلوم ہوتا ہے' کیونکہ یہی ایک طریقہ ہے' جس سے کوئی یورپی بابو کے گستاخانہ رویہ سے اپنے آپ کو بچا سکتا' اور اُس میں خوف و رُعب بٹھا کر اپنا ادب کرا سکتا ہے'

انگریز کسی بابو کو ریل کے اُس ڈبے میں بہت کم آنے دیتے ہیں' جس میں وہ خود سفر کرتے ہیں' مگر بابو کا مزاجِ خیال ہے کہ وہ اسی ڈبہ میں سفر کرے' اس قسم کے مشاہدے سے اول اول مجھے نہایت تعجب ہوا' چنانچہ جب میں نے ایک گُربہ مسکین بابو کو اپنے ڈبے کے دروازہ پر ڈرتا اور ہچکچاتا ہوا دیکھا' تو میں نے ہمدردانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کو اندر آنے کی ترغیب دی' جونہی بابو جی نے میری مہربانی کو معلوم کر لیا وہ فوراً میرے ڈبے میں آ ڈٹے اور خوب ہاتھ پاؤں پھیلا کر شانِ امارت ظاہر فرمانے لگے' نہ صرف یہ بلکہ مجھ پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ بڑے درجے کے شخص ہیں' آپ نے اپنے پاؤں کھلی بنچ پر پھیلا دیئے' ایک بڑا سگار پینا شروع کیا' اور درمیان میں عجیب مہمل سوالات مجھ سے پوچھتے' اور فرش اور کھڑکیوں پر تھوکتے جاتے تھے' آپ کے سوالات میرے درجے' عہدے' آمدنی' خرچ وغیرہ کی بابت تھے'

اِن حالات کو دیکھ کر مجھے اس ڈبے میں بیٹھنا محال ہو گیا، کسی سٹیشن پر اگر کوئی انگریز اُس ڈبے میں داخل ہو گیا، تو بابو صاحب خوف سے زرد اور سرد پڑ گئے، اور چپ چاپ ہو گئے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں، کہ اگر انہوں نے ذرا سی بھی کوئی بے حرکت کی، تو صاحب بہادر اُن کو کان پکڑ کر باہر کر دیں گے،

بابو کو مطیع کر لینا چنداں مشکل نہیں، کیونکہ وہ مثل بلی کے ڈرپوک اور حقیر ہوتا ہے، بہت لوگوں نے بنگالیوں کو موٹر یا ریل کے انجن چلانے پر نوکر رکھنا چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ذرا سے خطرہ پر بھی وہ انجن پر سے کود کر کھیتوں میں بھاگ جاتا ہے،

بابو و پرانے طرز کے پنڈت کا مقابلہ یہاں تک ہم نے دکھایا کہ جب انگریزی تعلیم کسی ایسی قوم کو دی جاتی ہے جس کے دماغ ہنوز اُس کے لئے کچھ ناموزوں ہیں، تو اُس کے کیا نتائج ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ اگر کسی بابو کا کسی پرانے دیسی طرز کے تعلیم یافتہ پنڈت سے مقابلہ کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت اُس کے مقابلہ میں کیسا سنجیدہ، لائق اور خوش آداب و اخلاق ہوتا ہے اگر وہ کسی ہمارے یورپی جلسہ میں بھی کھڑا کر دیا جائے، تو خود بخود اُس کی عزت و وقار دلوں میں پیدا ہو، بخلاف اِس کے بابو کی نقلی شخصیت اور اُس کے غلامانہ تملق سے نفرت ہوتی ہے،

انگریزی انتظام بلا بابو کے نہیں چل سکتا انگریزی انتظام اگرچہ بابو سے سخت نفرت کرتا ہے، مگر مجبور ہے، کہ اُس کو نوکر رکھے، کیونکہ کوئی یورپی اتنی قلیل تنخواہ پر نہیں ملتا، بس باوجود اِس علم کے کہ بابو میں سخت ترین مادہ دشمنی کا ہے، انگریزی انتظام کو بطور ناگزیر برائی کے بابو کی برداشت کرنا پڑتی ہے،

یہ ایک عجیب مشاہدہ ہے، کہ انگریزی تعلیم سے ایک بے خطر ہندوستانی کس درجہ اپنے ملکوں کا دشمن بن جاتا ہے، اُس کا اندازہ اُن دیسی اخبارات کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے، جن کو بابو شائع کرتے ہیں، چونکہ یہ ایسا مضمون ہے، جس پر اگر کوئی اجنبی شخص لکھے تو شبہ کیا جا سکتا ہے

اِس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند اقتباسات اپنے دعوے کی تائید میں نقل کردں،

پروفیسر مائیر دیمیس کی رائے | مشہور پروفیسر دِیمیس جن کی رائیں ہندوستان کے متعلق اُن کے ہم وطنوں میں بہت مستند سمجھی گئی ہیں، اپنی کتاب "جدید[1] ہندوستان" کے تیسرے ایڈیشن میں لکھتے ہیں کہ :-

"مجھے یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مجھے اپنی سیاحت ہندوستان سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انگریز اور دیسیوں کے درمیان غدر کے بعد سے جدائی کا غار لاعلاج طور پر وسیع ہوتا جاتا ہے"

یہی مصنف لکھتے ہیں کہ :-

"تعلیم یافتہ دیسیوں کے دلوں میں انگریزوں سے سخت نفرت بڑھتی جاتی ہے، اُن میں بعض سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا، تو مجھے معلوم ہوا کہ باوجود ہمارے تار برقی اور ریلوں کے وہ ہم کو اور ہماری تہذیب کو اُسی نظر حقارت سے دیکھتے ہیں، جیسا کہ اُن کے بزرگ ہندوستان کے قدیم جنگلی باشندوں کو دیکھتے تھے، اُن سب کا یہ اعتقاد ہے، کہ اُن کے پاس ایک نہایت عالی قدر مذہب ہے، بلکہ عقلی و ذہنی لحاظ سے وہ اپنے کو ہم انگریزوں سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں"

سر الفرڈ لائل اپنی کتاب موسومہ "مشرق بعید کے مذہبی و معاشرتی رسومات کا مطالعہ" میں ہندوستان کے قدیم حکمرانوں کے تذکرہ کے ضمن میں لکھتے ہیں :-

سر الفرڈ لائل کی رائے | "ہندوستان کی موجودہ حالت یہ ہے کہ ہم وہاں پولیٹکل اور نیابتی حکومت کے نظامات کے بیج بے کھٹکے ایک ایسے لوگوں کے دلوں میں بو رہے ہیں، جو صدیوں سے خود مختارانہ و جابرانہ حکومت کے ماتحت رہے ہیں جہاں آزادی اور حق مساوات لوگوں کو کبھی نصیب نہ ہوا، اسی کے ساتھ ہم خود تعلیم کی کھیتی بے کھٹکے ایک ایسی[2] زمین پر بو رہے ہیں، جہاں پہلے کبھی سائنس کا درخت اُس سے زیادہ نہیں اُگا جتنا کہ ازمنۂ متوسط میں یورپ میں تھا"

انگریزی حکمائے سیاست کی غلطی تعلیم کے متعلق | اِن حالات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مثل فرانسیسی عالمان

[1] - ماڈرن انڈیا [2] آرین فلاسفی کو دنیا کا کوئی فلاسفر نہیں پہنچ سکا - (اڈیٹر)

علم الاقتصاد اور انگلستان کے دونوں مشہور بنام مِل صاحبان کے انگریز حکما سیاست نے تعلیم پر حد سے زیادہ بھروسہ کیا' اور سمجھے کہ سیاسی و تمدنی انقلابات و جوش و جلد تغیرات کے نازک زمانہ میں تعلیم ایک مسکن دوا ثابت ہوگی' لیکن معاملہ برعکس ہوا' عام تعلیم جو کثیر مقدار میں اور جلد دی گئی' وہ بعض طبقات کے لئے اور کبھی بے چینی کا باعث ہوئی' اور اُس کی وجہ سے قدیم تمدنی طور و طریق جلدی مٹنا شروع ہوگئے' ہندوستان میں اِن نتائج کا ہونا ضروریات سے تھا' کیونکہ یہاں تعلیم بالکلیہ حکومت کی طرف سے دی جاتی ہے' اور معلم پردیسی لوگ ہیں' جن کا کام یہ ہے' کہ جدید سے جدید اعلیٰ علمی تحقیقات کے نتائج کی تعلیم ایسے لوگوں کے دماغوں میں بھر دیں' جن کے دماغ بسبب اُن کے قدیم دستورات و تہذیب کے ہنوز اُس کے لئے تیار نہیں تھے' مزید براں یہ تعلیم بالکلیہ مادّی ہے' اور ہندوستان میں قدیم الایام سے ساری تعلیم مذہب پر مبنی رہی ہے' (روحانی لکھتے شرم آتی ہے)

یہ خیال کہ عام تعلیم ہی کُل برائیوں کی دوا اور انسان کی قدر و قیمت کی سچی کسوٹی ہے' نہ صرف ہندوستان و ایشیا میں ہی بربادی کا بہت کچھ باعث ہوا' بلکہ یورپ میں بھی اِس تعلیم کی بدولت ایک خوفناک فرقہ پیدا ہوگیا ہے' جس کا حال سب سے نرالا ہے' یورپ میں بھی ہندوستان کے بابو کی طرح ایک فرقہ موجود ہے' جو اُسی سوسائٹی کا جس کی بدولت وہ وجود میں آیا' دشمن ہے' اُس کا کام حکومتوں کی بیخ کنی اور قانون و معاشرت کو تہ و بالا کرنا ہے' یہ فرقہ سوشل ازم اور انارک ازم خیالات کا پیرو ہے' (واقعی یہ اس تعلیم کا نقص ہے)

چونکہ مجھے صرف ہندوستان سے بحث ہے' اس لئے میں اِس کتاب میں اِس مضمون پر زیادہ لکھنا نہیں چاہتا' کیونکہ میں نے ایک دوسری کتاب بنام (سائیکالوجی آف سوشل ازم) میں اس مضمون پر مفصل بحث کی ہے'

بابو خطرہ | ہندوستان کے فرقہ بابوان سے جو خطرہ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے' وہ اُن کے مطالبے میں' چونکہ چند نیک دل انگریز اُن کے مطالبوں سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں' کہ اُن کو ہندوستان کی حکومت میں بڑے بڑے عہدے محض اِس بنا پر دیئے جائیں' کہ انہوں نے امتحان پاس کر لئے

اس لئے یہ اور بھی دلیر ہو گئے ہیں، مگر ان امتحانوں سے جن کو یہ خوب رٹ کر پاس کر لیتے ہیں، ان میں وہ ذاتی اوصاف نہیں پیدا ہو جاتے، جو انتظامِ سلطنت کیلئے ضرور ہوتے ہیں، سرجان اسٹریچی لکھتے ہیں کہ:-

"جس دن ہم اپنے بڑے انتظامی مہمات دکاروبار کو ان بابوؤں کے ہاتھ میں جانے دیں گے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری سلطنت کا آخر اسی دن شروع ہو گا" اور ہندوستان جلد ایک خونخوار بدامنی میں پھر عود کر آئے گا" (پھر یہ بابو بازی ریاستوں کے لئے کیوں رواج دیگئی)

حاکم بننے کے لئے صرف امتحان پاس کرلینا کافی نہیں ہے

ایک دوسرے مقام پر بھی سرجان اسٹریچی اِس مضمون کے ضمن میں یہ فرماتے ہیں کہ:-

"امتحانِ مقابلہ صرف ایک ہی قوم کے افراد کے درمیان ہونا چاہئے کیونکہ اُس قوم میں اُن کے ذاتی اوصاف یعنی کریکٹر کا ارث ہوتا ہے، جو اُس قوم کے فرد کو اپنی قوم سے ورثہ میں حاصل ہوتے ہیں" (ہم ہندوستانی بھی جانتے ہیں، مگر سنتا کون ہے)

اِس امتحان مقابلہ میں جو بات سب سے اہم ہے، وہ یہ ہے کہ نوجوان انگریز جو اِس امتحان کو پاس کرتے ہیں، اُن میں اُن کے بزرگوار کے خصائص بطور وراثت کے امانت ہوتے ہیں، یہ نوجوان اپنے بزرگواروں سے نہ صرف جسمانی مضبوطی و دلیری وراثت میں پاتے ہیں، بلکہ آزادمزاجی اور مضبوطیٔ رائے اور قوتِ استقلال اور غور و فکر کی عادت بھی سو اُن تمام خصائص کے جو انسانوں پر حکومت کرنے کے ضرور ہیں، اُن کو بطور وراثت ملتی ہیں، اور یہ وہ خصائل ہیں، جن کے بغیر متمدن زندگی کے فرائض بجالانا مشکل ہے، انہی خصائل سے انگریزوں نے سلطنت جیتی ہے، انگریز زندگی کے کاروبار میں اُن تمام جسمانی و اخلاقی موروثی خصائل کے سرمایہ کو ہاتھ میں لے کر قدم دھرتا ہے، مگر ہندوستانیوں کی حالت ایسی نہیں ہے"

کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بالا اقتباس میں بعض خیالات اِس قسم کے ہیں، جن سے ہمارے جدید خیالات "مساوات" کی نامطابقت مترشح ہوتی ہے، مگر یاد رہے کہ یہ قانون قدرت کے مطابق

ہیں اور قانون قدرت وہ مضبوط قانون ہے، جس کے مقابلہ میں ہمارا سیاست کے لاطائل متخیلے چنداں وقعت نہیں رکھتے،

لارڈ رپن کی غلطی طبقہ بابوان کی اہمیت بڑھ جانے کا باعث ایک وائسرائے ہوئے ہیں، جو چند دن قبل ہندوستان پر حکمران تھے،

یہ وائسرائے سچے دیندار عیسائی تھے، اور سمجھتے تھے کہ کُل انسان بھائی ہیں، اور دُنیا میں بلحاظ عقل و حقوق انسانی کے مساوات کے حقدار ہیں، مزید براں یہ وائسرائے مشرقی اقوام کی خصائلص سے گہری واقفیت نہ رکھتے تھے، انہوں نے کبھی مثل ہم لاطینی اقوام کے جن کا یہ اصول ہے، کہ چاہے سلطنت ہاتھ سے چلی جائے، مگر اپنا اصول نہ جانے پائے، اپنے اعلیٰ اصول کو عملی صورت دینا چاہی، یعنی بابوؤں پر خاص مہربانی مبذول کی اور اپنے ذہن میں یہ سمجھ لیا کہ اُن کو یورپی طرز کا بنا دیں گے انگلستان کا سب سے خطرناک دشمن بھی جو ہندوستان کے تخت پر بیٹھا ہوتا تو شاید وہ ایسی فاش غلطی کے مرتکب ہونے کی جرأت نہ کرتا، جس سے پایہ تخت کو مُضرت پہنچے، اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانیوں کو جب خیالی حقوق کی تعلیم ہوئی تو انہوں نے آج کل دیسی اخبارات میں گورنمنٹ کے خلاف زور شور سے حملے شروع کر دیے، اور شکایتوں کی بوچھاڑ سے گورنمنٹ کو تنگی میں ڈال دیا، جس دن روس ہندوستان کی سرحد پر نمودار ہوا، اور ذرا بھی اُس کو کوئی کامیابی یا فتح ہوئی اُسی دن بابو کے وسیلے سے ہندوستان کی آبادی میں روسی تائید کے لئے بغاوت برپا ہو جائے گی، چونکہ بابو کو انگریزی تسلط و غلبہ سے بغض ہو گیا ہے، اِس کی مثال اس دیمک کی سی ہے، جو چپکے چپکے کسی دیو کے پاؤں کو چاٹے جاتی ہو،

یہاں تک ہم نے ہندوستان میں انگریزی تعلیم کے نتائج سے بحث کی ہے، اور دکھایا ہے کہ جب کوئی تعلیم کسی قوم کے دماغی حالت کے لحاظ سے موزون نہیں ہوتی، تو کیسے خوفناک نتائج اُس سے ظہور میں آتے ہیں، یورپی تعلیم نے ہندوستان کے قدیم و دیرینہ تمدن کے اثروں کو ہندوستانیوں کے دل سے مٹا دیا ہے، اور اُس میں ایسی ضرورتوں کی خواہش پیدا کر دی ہے، جن سے وہ پہلے

واقف نہ تھا، اور اس پر طرہ یہ ہے کہ جدید خواہشیں تو اُس میں پیدا کر دیں، لیکن اُن میں خواہشات کے پورا کرنے کے وسائل اُس کو نہیں دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس بیچارہ کی حالت نہایت بے چینی و مایوسی کی ہو گئی ہے، وہ اُنہی کا سخت دشمن بن بیٹھا جنہوں نے اس کو ایسی تباہ کن تعلیم دی، بیچارے بابو اپنی دو رُخی حالت کی وجہ سے مجبور ہیں، وہ سخت شاکی ہیں، یقین جانئے کہ واقعات خود اِن غلطیوں کا انتقام لے لیگے، کیا عجب ہے کہ وہی حکومت جو اِس بابو کو عدم سے وجود میں لائی، اِسی بابو کے ذریعہ سے نیست و نابود ہو جائے۔ (باقی دارد)

پہاڑی آنکھ

غلام نرگسِ مستِ تو تاجدارانند

اللہ تعالیٰ کی بخشش ہائے بے پایاں سے انسانی جسم ملتا ہے، اور اعمال و افعال و کمالیت نسل سے انسانوں میں وہ انسان پیدا ہوتا ہے، کہ جو قوائے عقلی و ذہنی کا ہر طرح بادشاہ ہوتا ہے، ظاہری و باطنی خوبیوں کے لحاظ سے ایسا انسان طبقہ انسان میں نہایت شریف، معزز، قابلِ تعظیم سمجھا جاتا ہے، باطنی حسن کا اثر سریع الاثر نہیں، مگر حسنِ ظاہری ایک جادو ہے، منتر ہے، ایسی کرن ہے، تسخیر ہے، سچ تو یہ ہے کہ دُنیا میں اگر کوئی جادو ہے، تو وہ حُسن ہی ہے، گو بال، پیشانی، اَبرُو، ناک، کان، لب، رخسارے، منہ، زنخداں، اور گردن وغیرہ بجائے خود حصہ دارِ حُسن و رعنائی ہیں، اور اگر ہر ایک موزون و مناسب ہو، تو سُبحان اللہ، مگر ان سب عطیاتِ قدرت میں ایک عطیہ ایسا ہے، کہ جس کا ہم نے بالالعد ان عطیات میں ذکر نہیں کیا، کیونکہ بلحاظِ فوقیت و برتری اِس کا شمار ان عطیات میں ہرگز نہ ہونا چاہئے تھا، اگر ہوتا تو ایک گونہ اُس کی توہین تھی، آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ ایسا عطیہ کونسا ہے، کہ جو ان اجزائے حُسن سے حُسن میں بڑھا ہوا ہے، اگر آپ چشم بصیرت رکھتے ہیں تو فوراً

"آنکھ"

کہہ دیں گے، جس طرح سے خدائی نعمتوں میں ہر نعمت اپنے خاندان میں اعلیٰ و افضل سمجھی ہے ٹھیک اُسی طرح یہ آنکھ بھی جسم انسانی میں سب سے اعلیٰ و افضل نعمت ہے، خدا سب کو نصیب کرے پھولوں میں گلاب کا پھول، خوشبویات میں عنبر، پہاڑوں میں ہمالہ، دریاؤں میں گنگا جی، جواہرات میں ہیرا، معدنیات میں طلا، ملکوں میں کشمیر، نباتات میں زعفران، جانداروں میں انسان، آسمانی سیاروں میں سورج اور چاند وغیرہ وغیرہ، اپنے اپنے خاندانوں میں فوق و برتری رکھتے ہیں، ٹھیک اسی طرح جسم انسانی میں آنکھ کا درجہ ہے، اِس کے تین تاثرات و حالات ہیں اور تینوں پُرکیف،

الف:- اگر کوئی انسان مہاراجہ ہے، اور جملہ عطیات کا مومن ہے، مگر آنکھ نہیں رکھتا، تو وہ حقیر و ذلیل ہے، دُنیا اُس کی نظر میں اندھیر ہے، گویا وہ دُنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا،

ب:- دوسری کیفیت اُس کے ظاہری حُسن کی ہے، اگر چہرہ شاندار ہے، اور سب عضو موزوں و مناسب ہیں، مگر آنکھ وہ آنکھ نہیں جو ہونی چاہیے تو کچھ نہیں، غرضیکہ اگر جسم انسانی میں سب عطیات اعلیٰ ہوں، مگر آنکھ کا نقص ہو تو وہ شخص نہ شریف سمجھا جائے گا، نہ خاندانی، حُسن مجازی کے کسی حسنِ آنکھ کے مجروح نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ جو چشمِ پُرآب ہیں دونو ایک خانہ خراب ہیں دونو

ج:- دُنیا میں حیا ایک ایسی چیز ہے، کہ جس کے پاس یہ ہے، وہی انسان کہلاتا ہے، ورنہ "بےحیا" انسان لقب پاتا ہے، اِس کے والدین دونوں آنکھیں ہیں، اور یہ اُن کی اولاد، اگر عورت میں یہ صفت نہ ہو، تو فرقۂ اُناث میں ذلیل و خوار سمجھی جاتی ہے، اور کسی مہذب سوسائٹی میں اُس کی قدر و منزلت نہیں ہوتی، اِس کی طاقت ناقابلِ بیان ہے، یہی آنکھ دلاوروں، عابدوں، بادشاہوں کی قاتل ہے، اور یہی مقتول ہے، جب ذرا بگڑتی ہے، خودکشی کراتی ہے، بِل کر ملک بخشواتی ہے، اِس آنکھ نے ملک آباد اور برباد کرائے، یہی صحت اور تندرستی کا آئینہ ہے، غرضیکہ جملہ عطیاتِ قدرت میں آنکھ ہی سب کا جوہر ہے، اور آنکھ ہی سب کی سرتاج ہے، جو محروم ہے، وہ مفلس و محتاج ہے،

زمانۂ قدیم میں جہاں دیگر اعضائے انسانی کی نشو و نما ملاحت و خوبصورتی کے لئے بیسیوں

نسخے عمل میں لائے جاتے تھے، تو وہاں محض ایک آنکھ کے لئے ہزارہا احتیاطیں روا رکھی جاتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ آریاؤں کے قدیم علم طب میں آنکھوں کو ترقی دینے اور اُس میں ہر قسم کی خوبصورتی اور اثر پیدا کرنے کے لئے بیشمار ضروری ہدایات ہیں،

دُنیا کی کوئی قوم ہندیوں کی آنکھ سے آنکھ نہیں ملا سکتی، نسلوں کا بے حد سخت الحفاظ غذاؤں کی تشخیص و تقرری اور صحت و ترقی کی تجاویز صدیوں تک انہیں ترقی دینے اور اُن کے قائم و کمال رکھنے میں ممد و معاون رہیں، جہاں آجکل کی ہر طرح کی بے احتیاطی نے دیگر عضوِ انسانی کمزور و ناقص بنا دیئے ہیں، وہاں اُن کی آنکھ بھی اپنی حالتِ زار پر خون کے آنسو بہا رہی ہے،

آپ آریہ ورت کے قدیم دیہات، آبادیوں، بستیوں اور شہروں میں چلے جائیں، کہ جہاں ایک ہزار سال کے انقلابات سے ترقی یافتہ قدیم نسلیں محفوظ چلی آتی ہیں، وہاں آپ کو جسم انسانی پاؤں سے چوٹی تک حُسن کے سانچے میں ڈھلا ہوا ملے گا، مگر یہ رُوح پرور نظارہ اُسے ہی نظر آ سکتا ہے، جو دیدۂ بینا رکھتا ہو، آج تک راجپوتانہ اور بہار کی آنکھ بڑے بڑے شیروں کو بغیر اوزار ہتھیار گھائل کرنے کی بے خطا قدرت رکھتی ہے، اِس کے رُعبِ حُسن کے آگے کسی قوم کی آنکھ نہیں اُٹھ سکتی، شاعروں اور ناثروں نے بھی اِس کی مدد سے اپنے اپنے مضامین منور کئے ہیں، چند متبرک [و متعفن] تخیلات کی روشنی قابلِ زیارت ہے ؎

امی ہلاہل، مدھ بھرے، سویت، شام، رت انار — جیوت، مرت، جھک جھک پرت جوں چتوت اکبا

آج چندرماں دوج ہے مگ چتوت چوتھہ اور — میرے اُور شام کے نین بھئے اک ٹھور

چھین لیتی ہیں مطلع دل ہر اک انسان کا — اِس لئے رہزن تری مشہور آنکھیں ہو گئیں

کس نشیلی انکھڑیوں سے آ گئی گلشن میں آنکھ — نرگس شہلا کی جو مخمور آنکھیں ہو گئیں

کیفیت چشم اُس کی مجھے یاد ہے سودا — ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

کشمیریوں، ترکوں اور پہاڑیوں کی آنکھ قدیم ہندوستان ہی کی برکاتِ حُسن کی گراں بارِ احسان ہے، کوہستانِ شملہ کی چوٹیوں، گھاٹیوں، دروں، اور کھوؤں میں

یہ آبدار موتی جنسِ شریف و عالی سے نکل کر ادنیٰ اور رذیل اقوام میں تقسیم ہوگئے ہیں، مگر دوسری نسل میں وُہ خوبی اور اثر نہیں، جو جنسِ اوّل میں تھا، یہاں راجپوتانہ اور دیگر قطعاتِ ہند کے شریف و غیور خاندان گذشتہ ایک ہزار سال سے پناہ گزین ہوتے رہے، اور صدیوں تک اِن کی نسل مذہبی احکام کے خوف سے مخلوط نہ ہوئی، یہی وجہ ہے کہ آجتک یہ گوہر اُن گھروں میں کم و بیش پائے جاتے ہیں، اِن کی قدرتی حفاظت یہاں کی آب و ہوا، اور آنکھ کی غذا بہت ہوئی، کیونکہ آنکھوں کی غذا سبزی اور خنکی ہے، دوسرے آنکھوں کو مرض سے پاک اور صاف رکھنے اور تر و تازہ بنانے میں آبشاروں کے نیچے بچوں کا نہانا ہے،

ہم نے کوہستانِ شملہ میں برابر چالیس سال سے اِن دُرہائے شاہوار کے دیدار فیض آثار سے اپنی آنکھیں منور کی ہیں، اور معطیٔ مطلق کی یہ بے بہا نعمت بڑے تقدس اور تشکر یہ سے اپنی پاکدامنی کی نذر کی ہے، جہاں کہیں بھی اِس جواہر خانہ کا کوئی جوہر دیکھا، خدا کی رحمت کا شکریہ ادا کیا،

میرا کل صُبح ایک آبشار کے پاس سے گذر ہوا، وہاں ایک لڑکی اور دو چھوٹے چھوٹے لڑکے اپنی مُسن والدہ کی زیرِ نگرانی اُس دریائے رحمت سے فیض یاب ہو رہے تھے، جو سری گنگا جی سا پاک و منزہ تھا، اور اپنی ناقابلِ شمار عمر سے آمید و غیر معلوم زمانہ تک اِن موتیوں کو جلا دینے اور آبدار بنانے میں اپنی تندہی اور دیانتداری سے مصروف ہے، میں چڑھائی چڑھتا چڑھتا تھک گیا، پانی اور سایہ دیکھ کر دل چاہتا تھا کہ ذرا دم لوں، مگر جب اِن پہاڑی بچوں کو اِس مستلزمِ حیات سے اِس طرح مستفید ہوتے دیکھا، تو بے تکلف وہیں ڈھیری ہوگیا، اِن تینوں بچوں اور اِن کی ماں کی آنکھیں کرشن مہاراج کی آنکھوں کی وارث ہیں، میں نے یہاں اُن سے پوچھا کہ تمہاری کیا ذات ہے، وہ بولی کہ ہم چندر بنسی راجپوت ہیں، اُس کی آنکھیں گو اُس کی عمر اور بے احتیاطی نے اپنی اصلی حالت پر نہ رکھی تھیں، مگر ہمارے ہاں کے نوجوان بچوں سے زیادہ منور تھیں، گو دراصل میں اُن کی آنکھیں دیکھنا چاہتا تھا، مگر میں نے بدخیالی کے خیال سے بچنے کے لئے اُس سے

بڑے نرم لہجہ میں کہا کہ " میں تمہارے بچپن کی باتیں سننا چاہتا ہوں " اُس نے منیٹھی لوری دے کر اُن کو بیدار کیا، اُس وقت جب میں نے اِن آنکھوں کے نیچے میں ایسے بہاموتی رونق دیتے ہوئے دیکھے "تو غش کھا گیا" میں نے کہا کہ اے بہار تو نے ہزاروں ورق مضمون نگاری میں صرف کئے لیکن تو نے آجتک مناظرِ قدرت پر ایک صفحہ بھی نہیں لکھا، اگر ہو سکے، اب کچھ لکھ کر سب کچھ سامنے ہے، اور اسی لئے آسان ہے، میں نے اُنہیں سامنے بٹھا کر پنسل اور کاغذ سنبھالے مگر افسوس کہ پندرہ منٹ تک ایک لفظ نہ لکھ سکا، جب پنسل اُٹھاتا تھا، رُک جاتا تھا، جب کچھ نہ لکھ سکتا تھا، تو اُنہیں پھر دیکھنے لگ جاتا تھا، سوچتا رہا، خواہ مجھے معذور سمجھئے، خواہ مجروح، میں تو اُن آنکھوں کی خوبصورتی قلمبند نہیں کر سکتا، ایک آنکھ ہے، ہزاروں لطیف جوہر ہیں ؎

مستِ سرور ہو کر سب راز کھول ڈالے
خدا جانے بے خودی میں کیا بول بول ڈالے

پلنگ کے حسب اثیم یا چوری اور سینہ زوری یہ قدیم ضرب المثل ہے، اور ایسے موقعہ پر استعمال میں آتی ہے، جبکہ کوئی شخص ہر طرح کے گناہ کرے، اور بصورت عائد ہونے الزام دوسروں کو ملزم گردانے، یہی حالت ہندو مسلم پرچوں کی ہے کہ اپنی طبع کے تقاضے سے کوئی ہندوؤں کا دم وفا بھرتا ہے، کوئی مسلمان کا، لیکن اصلیت خاک نہیں، چنانچہ مسلم اور ہندو معززا قوام کا دوستِ نادان اور دشمن پیچ پیسہ اخبار اپنی ۱۳ مارچ کی اشاعت میں مسلمانوں کی وکالت کرتا ہوا مخلوط یا جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب پر ایک لیڈنگ آرٹیکل کے ضمن میں چوری اور سینہ زوری کا اِن الفاظ میں مرتکب ہوتا ہے، " یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ پیسہ اخبار ہندو مسلم اتحاد کا کتنا سرگرم حامی ہے، " چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد"

رئیس الکلام

قصیدۂ بہاری

معروف بہ

جذباتِ بہاری نو

جناب بہار رسامی کی ذاتِ علمی، ادبی طبقہ کے لئے محتاجِ معرفی نہیں، آپ نے دربارِ بسنت سرکار ابد قرار پٹیالہ کی تقریب پر حسب ذیل قصیدہ بارگاہِ خسروی میں پیش کیا، اور خراجِ تحسین حاصل کیا۔" ایڈیٹر

پٹیالہ میں ہے آج جو دربار بسنتی — رنگت میں رنگا مطلعِ انوار بسنتی

خورشید سپہر کشتیٔ زرّیں میں لگا کر — تحفہ میں ترے لایا ہے تہوار بسنتی

آ شوق سے ہر سال تو اے فصلِ بہاری — غنچے بھی کھلائیں گے یہ گلزار بسنتی

ہے کیسری جامہ کی نمائش جو مبارک — پھولوں سے کئے ہے سرتاج کا دربار بسنتی

ہے فضل کا سرکار کا ہر لحظہ تعاون — جو عرش سے تا فرش ہے ہر تار بسنتی

ہے فصل کی تاثیر سے شہر گل کی زمیں پر — میدان بھی جنگل بھی ہے کہسار بسنتی

سر سبزیٔ صحرا پہ زرِ زرد ہیں بکھرا در — پہنی ہے ہر اک شاخ نے دستار بسنتی

گلزار جہاں پھولا ہے پھولا ہی رہے بارش — مالی نے منایا جو یہ تہوار بسنتی

گلدستہ بہاری کی نمائش میں سجے وہ — باقی جو بچے پھول تھے، دو چار بسنتی

پٹیالہ کو ہے وقف ہوئی فصلِ بہاری — کیا سقف و صحن کیا در و دیوار بسنتی

خوش رنگی ہر رنگ عقیدت نے رنگی ہے — سرکار بسنتی ہیں، اہل کار بسنتی

ہر رنگ کا بدرنگ ہے نظارۂ لرزاں — گردش میں نہ آسکے تری تلوار بسنتی
ہے چوک کی پوجا جو اجابت کی نگارش — قشقہ ہوا اچھا دل ہوئے زنار بسنتی
اترائے نہ کیوں آج کا دربار بسنتی — نمک خوار بسنتی، تو شہریار بسنتی
جذباتِ بہاری سے فزوں جذب بہاری — کرتا ہے مرا کلک جو گلبار بسنتی
اس شاخِ بسنتی کی زبردستی ہے تحریر — ہے شورِ طرحدار ابھی گفتار بسنتی

پھولے ہے چمن کیسری جب تک زمیں پہ
پھولے پھلے کرتار "یہ گلزار بسنتی"

قصیدہ نوروز

جناب بہار رسنای کا خاندان دولت نیپال کے ہواخواہانِ قدیم میں سے ہے آپ ہمیشہ ہر دربار پر اپنی فضیلت کا جلوہ دکھاتے ہیں، جو قصیدہ در بارۂ نوروز بیساکھی میں پیش فرمایا، مہاراجہ دھیراج نے بدستِ خاص قبول فرمایا، شرف قبولیت سے رتبہ بڑھایا، قدردانی

سالِ نو کی ہر مسرت ہو تجھے شاہا نصیب — لحظہ لحظہ ہر گھڑی کا نیک و خوش انجام ہو
سب مرادیں تیری بر آئیں ہمایوں سال ہو — گھنٹہ گھنٹہ اور مہینہ، سال خوش فرجام ہو
رات راحت میں کٹے اور صبح ہو بہجت بھری — ذکر نصرت سنتے سنتے دوپہر اور شام ہو
تیری صورت، تیری ہیبت، تیرے شوکت اور جلال — شیر غراں دشت میں ہو، رونقِ صمصام ہو
سب مذاہب اور ملل میں فیض کا چرچا ہے عام — پاسبانِ ہندو و عیسائی و اسلام ہو
ہیں سبھی سرشار تیرے عشق میں اے مہ جبیں — ہاتھ میں تیرے سرورِ زندگی کا جام ہو
صید ہو فتراک میں تیرے بندہ ہر نامراد — قبلہ گاہِ سرکش و شیطاں کبھی تیرا رام ہو
صفحۂ ہستی سے مٹے گر ہو عداوت کا خیال — سر قلم قدرت کرے جس سر میں سودائے خام ہو
شاد ہوں تیرے ہوا خواہ جانثار و باوفا — قسمتوں میں دشمنوں کی رنج اور آلام ہو

ہو مطلا کارناموں سے تری تاریخ کل　　نام نامی ورقِ زرّیں پر بزر ارقام ہو
تم رہو محفوظ اور محفوظ ہو ذاتِ اہم　　کل رعایا کے لئے تم باعثِ آرام ہو
اے حضور بندہ پرور مخزنِ جود و سخا　　اک نظر مجھ پر کبھی ہو یہ مرا انعام ہو
اک لگا دو سایۂ حضرتی تو رحمت و افضال کی　　بخشش و رحمت کی بارش خاص و عام ہو
ہوں سبھی بست و کشادِ مملکت کے خاندان　　سلطنت کی منتظم ستنام ہی ستنام ہو
زاب تجھے کو دیکھ کر گویا ہے یوں کلکِ بہار　　فتح و نصرت میں ترے ہر کام کا انجام ہو

مفتون اڈیٹر "ریاست" کی حوالگی پولیس پٹیالہ

بابو دیوان سنگھ کو خیانت مجرمانہ کے شرمناک جرم میں پولیس ریاست پٹیالہ گرفتار کر کے اور اسکی خانہ تلاشی لیکر حوالہ پولیس قیصری کر چکی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تا حال اکسٹراڈیشن کے کاغذات ریاست موصوف کی جانب سے گورنمنٹ میں نہیں بھیجے گئے ورنہ بابو صاحب تراب تک کبھی کے جیلخانہ پٹیالہ میں اپنے لعنتی افعال کا مزہ چکھتے نظر آتے۔ اس عرصہ میں دیوان سنگھ کبھی شملہ دوڑا گیا کبھی ڈلہوزی تاکہ جس طرح اپنی عیاری اور شرارت سے اس وقت تک سزا سے بچتا رہا ہے اب بھی محفوظ رہجائے طرح طرح کے فضول اور کامل نادانی کے عذرات چھاپتا اور چھپواتا ہے۔ اپنی کاٹھ کی ہانڈی میں آنچ آتی ہوئی دیکھکر غیر ذمہ وارادنے پرچے قتل تیغ، ورآٹ، بندے ماترم، اکالی، پارس، سیاست، زمیندار، پیشوا، اودھ پنچ، انکشاف، ولیش بھگت، پرتاپ، بنی فاطمہ، جوز یادہ تر ریاست "ٹولی" پہر کے چیلے چانٹے ہیں رود و کر فریاد کر رہے ہیں کہ مقدمہ عدالت مجاز میں سماعت نہ ہو بلکہ علاقہ انگریزی میں تکمیل دیجئے ایسے نادان نہیں سمجھتے کہ قانون کی منشا کیا ہے۔ ان طفلانِ مکتب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مقدمہ کی سماعت اسی حلقۂ حکومت میں ہوا کرتی ہے کہ جہاں جرم وقوعہ پذیر ہوا ہو ایسے عقل کے اندھوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ حکومت قیصری معاہدات کے خلاف ایسا قضیہ ہرگز ہرگز پیدا نہیں کر سکتی کیونکہ وہ بھی تو اپنے حلقہ حکومت کے مجرمان کو ریاستوں سے ہر روز حاصل کرتی ہے اگر ملزمان کا ایسی نالائقی کی نظیروں سے حکومتوں کے درمیان تبادلہ بند ہو جائے تو ایک عام طوفان برپا ہو جائے اور دوسرے حکومت پٹیالہ ایک متحدہ حکومت ہے اسکے خلاف کسی ذلیل ادنیٰ اخبار نویس کی ایسی ایسی لغو تحریریں کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتیں، ہاں ان اخبار نویسوں کی شرارت کا پتہ حکومت کو ضرور لگ جائیگا ہندوستان کے اخبار ایسی ایسی ذلیل کرتوتوں کی وجہ ہی سے بدنام ہو گئے۔

نوابِ رامپور کی سیاہ کاریوں کیلئے طبی کانفرنس کے صابون

بہارِ چند روزہ پر نہ پھول اے بلبلِ شیدا　　ہمارا گلشنِ امید نہ سوکھا ہے ہرا ہو کر

نواب **حامد علی صاحب** والیٔ رامپور کے عادات و اطوار نے نہ فقط حدودِ ریاست رامپور میں عیاشیوں و مظالم کے جدت آمیز مظاہرے دکھائے ہیں، بلکہ اطرافِ ہندوستان میں بھی رعایائے ریاست رامپور کی بے بسی اور مجبوریوں پر خون کے آنسو گرائے جا رہے ہیں، اب آپ کے حواری کچھ کھا پی کر اُن تمام سیاہ کاریوں کی پُر آلائش چادر کو **آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس** کی صدارت کے صابون سے پاک وصاف کرنا چاہتے ہیں، ملک کی بدقسمتی ہے صداقت و ایمان کا گلا گھونٹنے کے لئے **مسیح الملک نواب** طال اللہ بہت نامی ہیں، انہیں ارزاں داموں پر دہلی ہی میں ابو المعظم نواب **سراج الدین احمد خان** سائل مل گئے، جھوٹ کو کیا چاہئے؟ ایک ردی، ذرا دیکھنا یہ بے تُکا ہجو کا نواب اردو شاعری کو کس طرح بدنام کرتا ہے ؎

اجمل حسن حکیم ہے پاسدارِ فن　　سرکار رامپور سا ہو آبیارِ فن

مختلف طلاؤں اور ادویۂ مقوی کے نسخہ جات سلامت رہیں، جہاں یہ ہو وہاں فن کی آبیاری کیوں نہ ہو، یہ دیندار اسلامی دینیات کا ماہر نواب رامپور کی عادات کو عین اسلامی دینداری سے زعم خود اس طرح منسوب کرتا ہے ؎

حاتم سا ایک، ایک ہے لقمان کی طرح　　نیت بخیر دونوں "**مسلمان کی طرح**"

رعایا کے جذبات ہر طرح سے پامال کر دینے کی وجہ سے نواب رامپور اپنی حدود میں اپنے خلاف سخت نفرت و حقارت پھیلا چکا ہے، مگر ایک یہ بے ملک گداگر نواب ہیں کہ اُسے **مخدومِ عالم** لکھتے ہوئے شرم نہیں کھاتے **حکیم صاحب** کو مقابلہ میں جو تکلف آیا ہوگا، وہ وہی جانتے ہیں،

مخدومِ عالم ہے ایک ہے اِک خادمِ انام　　خاصیتوں میں ایک ہیں، مذکور دونوں نام

اب یہ بے ملک نواب اپنی نہت گری ہوئی گراوٹ کا بڑے فخر سے اظہار کر کے اِس طرح گداگری کرتا ہے، جو اسکی مفلسی کی نوابی کے عین شایانِ شان ہے ؎

میری بقا کا ہستی پہ اُنکی ہے انحصار | جو مجھ پہ اعتماد ہے اُن کا ہے اعتبار
انبارِ سنگ و خشت کا کچھ بھی نہیں وقار | سرسبزیاں جو مجھ میں ہیں اُنکی ہیں وہ بہار

میرا وجود جُود سے وابستہ اِن کی ہے
جو مجھ پہ التفات ہے پیوستہ اُن کی ہے

ایک تو مفلس دوسرے طبعی سائل تیسرے خود سراپا سائل، جب آپ کو پرائیویٹ ملاقات اور علانیہ گزارش اور کھلی گداگری سے کچھ نہ ملا ہوگا، آپ نے ضروری سمجھا کہ کانفرنس میں اِس طرح کے کلماتِ گداگری سے دو چار روز کی روٹیاں ضرور مل جائیں گی، چنانچہ آپ نے شرم و حیا بالائے طاق رکھ کر طڑاق طڑاق یہ بند پڑھ دیئے، ابھی اور سُنئے کہ اکبر اعظم شہنشاہِ بے نظیر کی رُوح کو کیسی کیسی سخت ضربات سے مجروح کیا جا رہا ہے، اور اُس کے نورتن کو کس طرح ذلیل و رُسوا ؎

اکبر کے دَور کا ہے نمونہ یہی مقام
وصفِ خواص رکھتے ہیں اِس سرزمیں کے عام

والیانِ بھوپال، الور، میسور، بڑودہ اور نظام سے بیدار مغز فرماں روایان کو نواب رامپور کا مُقلد قرار دینا، اس سرتاپا سائل ہی کی دلیری ہے، کہ مگر کیا کرے پیٹ لگا ہے، وہ نوابی کا یہ بندِ رقت بھی استقلال سے سُن لیجئے، ثم دفعہ بھوکوں کے مُنہ پر تھوک دیجئے ؎

اِس سال کانفرنس یہاں میہمان ہے | آئندہ سال اور کہیں کا گمان ہے
بھوپال کا خیال ہے الور کا دھیان ہے | میسور کی بڑودے، دکن کی یہ شان ہے

تقلید سب کریں گے اِسی بے مثال کی
یہ فال ہے نکالی ہوئی نیک فال کی

اِس قابلِ نفرین مدح سرائی پر لعنت بھیجکر آپ کی خداداد ذہانت کی بھی داد دینا بجا ہے،

کہ منتظمان کانفرنس کی مُتلوّن مزاجی کی کس طرح دھجیاں اُڑائی ہیں، سب جانتے ہیں کہ ہر سال کانفرنس کا پریسیڈنٹ ایک نہ ایک منتخب ہوتا ہے، پھر آپ کا ایسی بیہودہ طرفی سے مطلب! اس انتخاب کو تقلید سے نامزد کرنا ایسے لیسے سائلوں ہی کا حصہ ہے، خدا ملک میں ہمت و غیرت پیدا کرے، تاکہ ایسے گداگری کے ولدوز نظارے نہ دیکھنا پڑیں اور غلط آدمی صحیح رستہ پر چلنا سیکھے" نقاد شامی"

نظم

(از کلک جواہر سلک سردار محمد افضل کریم خان صاحب فضل جو پولیس میں پیشار پویڑی کی بجید دل فریب ہے)

دھن بھاگ ہمارے، شاہ ہمارا، آج ہمارے گھر آیا
سب جگ کی خوشیاں ہم کو ملیں جب محبوب کا روپ نظر آیا

دیوار اور در پر شادی ہے، اور شور مبارکبادی ہے
جس شاہ سے یہ آبادی ہے گن سب نے اُس کا ہے گایا

چیری میں سرکار کی ہوں، اور چیا کر اِس دربار کی ہوں
دھن بادی اُس کرتار کی ہوں جس نے یہ دن دکھلایا

میں اُس کے نمک سے پلتی ہوں، دن رات اُسی کو جلتی ہوں
یہ فیض اُسی سرکار کا ہے جو مُنہ سے مانگا سو پایا

بھوپندر سنگھ تم جُگ جُگ جیو، پرتاپ تمہارا دُونا ہو
اقبال اور عمر زیادہ ہو، ستگُر کا رہے تم پر سایہ

جناب بہار شامی مدظلہٗ کوہستان شملہ کی سیر کرتے کرتے چایل تشریف لے گئے، مہاراجہ صاحب بہادر پٹیالہ کے کنور صاحبان اور جناب مہارانی صاحبہ معظمہ کے جشن ہائے سالگرہ سے در و دیوار خوشیاں منا رہے

سے حضرات موصوف سے ذیل مبارکباد اور ایک قصیدہ دربار ہمایوں میں پیش فرمائے' جو ممدوح کی اجازت سے شائع کئے جاتے ہیں'
"ایڈیٹر"

مبارک باد

کنور صاحب کی سالگرہ کا جشن سعید مبارک ہو
آقا کے عیش و مسرت کی پرجا کو نوید مبارک ہو

ہر دم ہے بہار کی حق سے دعا جوبن پہ رہے یہ باغ سدا
تم مالی ہو پھول گے گلشن کے ان پھولوں کی دید مبارک ہو

مبارک باد

چمن میں پھر بہار آئی گل و گلزار پھولا ہے
خوشی اور شادمانی کا ہر اک ڈالی پہ جھولا ہے

کنور جی کے جنم کا دن مبارک ہے تو خوش ہو جا
مسرت آگئی حصہ میں تیرے کیوں تو بھولا ہے

قصیدہ سالگرہ حضور مہارانی صاحبہ بہادر

سنی آواز بہجت کی یہی ہر جا مبارک ہو
سرور و شادمانی کا تجھے پینا مبارک ہو

فلک سے یہ خبر آئی ظفر ہے تیری قسمت میں
اوائل شادمانی کا تجھے مژدہ مبارک ہو

رچا و جشن کے جلسے کہ نسبت دل سے حامی ہے
بھرے پڑ دار میں اس سال کا جلسہ مبارک ہو

یہ گذرا آج "عشرت سے" جو تیرا تہ ذی جاہ
نوید در فتح کا مژدہ تمہیں "فردا" مبارک ہو

یتیم و بیکس و مظلوم کے تم دل سے رکھشک ہو
ہے سنگور تیری رکھشا پر تجھے شاہا مبارک ہو

پئے تعظیم جھکتے ہیں سبھی "اعزاز اور اکرام"
ترے دیدار کو یہ دیدہ بینا مبارک ہو

دُنی پامال ہو کر صفحہ ہستی سے مٹے یک دم
حکومت اور مسند کو نہیں خدشہ مبارک ہو

صدی ذو سے ترا خادم تری خدمت میں حاضر ہو
سرفرازی کا خلعت ہو تو پھر اس جا مبارک ہو

قلم شمشیر سے کی تاج کی خدمت ہے موقعہ پر
ذرا چشم عنایت کا رواں چشمہ مبارک ہو

برس لے "ابر رحمت" ہو بہار بیخزاں جس سے
مرے آقا کی رحمت کی مجھے برشا مبارک ہو

پھلیں پھولیں ترے آگے ہمارے مہتا بوراج
کنور صاحب کی خصلت کا تجھے مژدہ مبارک ہو

قصیدے تیری مدحت کے پڑھے میں نے کئی بھگونت
جنم کے دن مبارک کا مرا نغز مبارک ہو

سیر الآثار

سلسلۂ کوہستان شملہ کے پہاڑیوں کے عادات و اطوار

(سلسلہ کے لئے دیکھو رہبر ہند جولائی ۱۹۲۶ء)

پاپی لوگ پہاڑ کے پتھر جنہاں نہ سے جیت　　انگ ملا دانا کریں نین ملا وایت

کسی تجربہ کار مبصر نے مندرجہ بالا ایک سطر میں پہاڑیوں کے عادات و اطوار کا مکمل نقشہ کھینچ دیا ہے اُن کی بدمعاشیوں اور بد ذاتیوں پر نظر نہ کرکے رحم انسانی کے جذبہ سے متاثر ہوکر ان کی اصلاح کے لئے یہ سلسلۂ مضامین جاری کرنا پڑا۔ یقین ہے کہ صدیوں کی شاہی نسلیں، پہاڑی تاجدار اپنی برباد کردہ شہرت کو حاصل کرنے کے لئے موثر کوشش کریں گی۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگر مے کنند

پہاڑی میلے میں نے آج سے ۲۰ سال قبل سلسلۂ کوہستان شملہ کے حالات پر ایک جامع و مکمل کتاب بنام "لطیفِ کہسار" لکھی تھی، جس کا ایک ہزار کا پہلا ایڈیشن بڑا پھولا پھلا۔ اُس میں سُرخی بالا کی بھی ایک سیر درج کی تھی، چونکہ اس زمانہ اور حالیہ دَور کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس زمانہ کے "پہاڑی میلے" کی دِل کھول کر سیر کراؤں اور خصوصاً اس وجہ سے کہ مجھے اپنے قیام کوہستان میں اِس دفعہ تین مشہور میلے دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور اتفاق بھی ایسا کہ اُن کے لباس، خوراک، خیالات، جذبات اور کُل حالات سے طبیعت سیر ہوئی۔

سب سے اول میں نے شوہلن[1] کا میلہ دیکھا، کہ جو سپٹی[2] کے میلے سے دوسرے درجہ پر متاز کہا جاتا ہے،

[1] [illegible]

[2] [illegible]

اُسی روز عین وقت پر بارش ہوئی' میلے کا رنگ نہ جما' مگر جس قدر جما وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے' اِس میلے میں کالکا اور شملہ سے لوگ آئے تھے' ۲۰' ۳۰ کوس کے پہاڑی جمع ہوئے تھے' دیسی جو آئے تھے' وہ موٹروں اور ریل میں آئے' جائے میلہ کی قدیم جگہ' جدید بازار پڑنے سے رُک گئی' اور تھوڑا سا میدان رہ گیا' یہ ایسی غلطی ہوئی کہ جس کی اب تلافی نہیں ہوسکتی' یہ غلطی یہاں ہی نہیں ہوتی' بلکہ ہندوستان کے ہر مذہبی مقدس مقامات غیر ضروری سمجھے ہوئے ہیں' اور دُنیوی کاروبار فائق تر سمجھے جاتے ہیں' چونکہ یہاں جگہ کم رہ گئی ہے' اِس لئے تماشبین راستوں' بازاروں' چھتوں' دُکانوں میں جمع ہوئے' اگر ایک آدمی میلہ کا چکر لگا کر یہ دیکھنا چاہے' کہ میں سب کچھ دیکھ لوں قطعی ناممکن' اِس میں پہاڑی عورات کی نسبت مردوں کے مقابلہ میں ایک اور چار کی ہے' پہلے نصفا نصف سودا تھا' اس کی وجہ یہ ہے' کہ عورتیں تو کم ہو رہی ہیں' اور آدمی زیادہ' اگر تماشبین زیادہ تر دیسی ہوتے ہیں' اب اجرائے ریل کے ساتھ سولن میں دیسی آبادی اِس قدر آباد ہوگئی ہے' کہ اُسے دیسی ہی کہا جاسکتا ہے' چونکہ پردہ کا پردہ ہندوؤں میں تو کیا' مسلمانوں میں بھی چاک ہوچکا ہے' اس لئے اِس دیسی آبادی کی مستورات بھی اپنے مخصوص فیشن کے فینسی لباس پہن کر میلہ کی رونق بڑھاتی ہیں' کہا جاسکتا ہے' کہ یہ میلہ دیسی اور پہاڑی نسلوں کا مجموعہ بن گیا ہے' دوسرا میلہ جونا جی اور تیسرا تارا دیوی کا دیکھا[1]

لباس میلہ | اب میں یہاں کی عورات کے لباس کے متعلق لکھوں گا' کیونکہ یہ میلے اب محض عورات ہی کی وجہ سے قائم ہیں' مذہبی تقدیس و تکریم مغرب پر قربان ہوچکی ہے' میں نے دیکھا کہ پہاڑی عورات کا لباس سرتاپا تبدیل ہوچکا ہے' جہاں پہلے ایٹلیس اور گڑا ڈیل نے اپنا فرش بچھا رکھا تھا' وہاں اب ململ' لٹھہ' این سکھ' مخمل' اگورنٹ' بنارسی چادر' ململ رنگین' ریشم' اچھول ڈ ارگسیٹروں نے طرح طرح کے رنگ کھلا رکھے تھے' رنگین لٹھہ یا ململ کی چادر میں گوٹہ کناری بھی جھکتا نظر آتا ہے' اُن کے لباس کا ہر رنگ دیسی عورات کے مُشابہ ہوچلا ہے'

قطع لباس | باوصف اِس قدر تیتی پارچات کے اِن کے لباس کی قطع و برید قطعاً پہاڑی ہے' دیہی

[1] یہ میلہ جدو در ریاست پٹیالہ المقام جونا جی شخص سولن برز رحم آئی بجادوں میں ہوتا ہے ... مشہور ہوئی کہ وہ ریاست ... میلہ کا اصلی مقام ہے ...

کھلا پاجامہ، وہی کرتہ کی بیہودہ تراش، اور زائد بٹنوں کی نمائش، وہی واسکٹ کی بے محرمی، اور اُن میں رومال رکھنے کا ناکارہ طریق، وہی سر کر پینے کا مردانہ اور مسخراپن کا شیوہ، میلے کی سیر اور شمولیت کا وہی چلن، وہی رغبتیں اور وہی حماقتیں، مگر پہلے سے زیادہ شرارتیں، آوارگیاں اور بےحیائیاں نامحرموں سے مذاق کی طرف ہر وقت متوجہ رکھتی ہیں، اور وہ کبھی بدمذاقی اور بیہودگی کی آمیزش، پارچہ کی مختلف رنگی، تراش کی بے ڈھنگی، گفت و کلام کی بدمزگی حسن کی خوبصورتی ہونے، بدمزہ قیمتی دسترخوان چن رکھا ہے، جو شریکِ طعام ہونا چاہتا ہے، ہو جاتا ہے، مگر معائب اور مکروہات خوراکِ تلخ نوکی لطف کے بجائے بے لطفی پیدا کر دیتے ہیں، کہنا پڑتا ہے کہ جب اِن کے لباس کی قطع بُرید دل پسند ہو جائے گی، تو ان کی تباہی اور بربادی کے اسباب مکمل ہو جائیں گے،

ان کی شہرتِ حسن انکی آبروریزی کا باعث

اکثر اوقات شہرت بھی نہایت نقصانات پہنچاتی ہے، اور بُری شہرت برباد کر دیتی ہے، پہاڑی عورات کی نسبت ہندوستان میں یہ عام شہرت ہے کہ "یہاں کے مرد اپنی لڑکیوں کو دیسیوں کی خاطر و تواضع کے لئے خود پیش کر دیتے ہیں،" اُس کے بعد جب لوگوں کا آنا جانا زیادہ ہو گیا، اور کچھ یہاں کے حالات نے امداد دی، تو یہ شہرت تجربہ کے پر لگا کر اُڑی، اور ملکوں میں پھیل گئی، اور چونکہ یہاں پردہ نہ تھا، عام آزادی تھی، غیروں کے آنے پر انہوں نے پرانے قوانین بحال رکھے، ضرورت کے موافق تبادلہ نہ ہونے سے پہاڑی عورات ہر اجنبی سے بھی اسی طرح ملاقی ہوتی جس طرح کہ اہلِ پرگنہ سے ہوتی تھی، ماسوائے اِن وجوہات کے پہاڑی آدمی مقوی اغذیہ نہ کھانے سے قوتِ مردمی زائل کر بیٹھے، اِس لئے اِن کی عورات غیروں سے اُلجھنے میں کانٹا بن کر سرِ راہ کھڑی نظر آئیں، اور اِس طرح سے رل مِل گئیں، کہ جس طرح نیک خیال آدمی، نیک چلن عورت سے ملتا تھا، اِن سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ میلوں پر ہر پہاڑن ہر دیسی غیر مرد سے بے تکلف بات چیت کرتی ہے، اور بلاواسطہ تحفہ تحائف بے تردد قبول کر لیتی ہے، اگر کوئی ایسا تحفہ دے کر اُسے چھیڑتا ہے، تو وہ ذرا جھجک کر اور اُسے میلے کی مٹھائی سمجھ کر ہنستی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ جاتی ہے، اور پھر گفتگو میں مصروف ہو جاتی ہے،

میلوں کے تحفے پہاڑی عورات سگرٹ اور مٹھائی سے بخصوص مانوس ہیں، وہ پارچات پر بھی حاجات کو پورا کرتی ہیں، چکر جوندے پر بیٹھ کر جگر کھانا انہیں بھاتا ہے، وہ میلے میں جہاں نکلتی اور سیر کرتی ہیں اکیلی نہیں، دو دو چار چار کی جھرمٹوں میں چلتی ہیں، جن میں ادھیڑ عمر سے لگا کر کم سن تک ہوتی ہیں، ایسے جھرمٹوں میں ایک دو ضرور خوبصورت ہوتی ہیں، وہ ہر جگہ ٹھہر ٹھہر کر چلتی ہیں، چونکہ نزاکت اور بناوٹ سے ناآشنا ہیں، اس لئے اپنی معمولی سادگی میں رک رک کر جھجک جھجک کر دائیں بائیں چلتی چلتی ہوئی آنکھیں آزادی سے ملاتی ہوئی ایک خاص جگہ بیٹھ جاتی ہیں، اور وہ خاص جگہ بالخصوص ایسی ہوتی ہے کہ جہاں غیر مردوں کا عام گذر ہو، جب کوئی بدمعاش راہ رو اس راستہ سے گذرتا ہے، اور ان کی طرف دیکھ کر اشارہ کرتا ہے، بولتا ہے یا ہاتھ اٹھاتا ہے، تو وہ اس بیہودگی کا ایسا خیر مقدم کرتی ہیں کہ ہر ناواقف یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی پہلے سے واقف ہے، اس پر وہ مٹھائی وغیرہ بے تردد پیش کرتا ہے، اور وہ بے تردد و تکلف اس کے لینے کے لئے اپنے ہاتھ بڑھا دیتی ہے، یہ تحفے اب زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ تک ہوتے ہیں، ایسے توسط کی نفس سے بعض عورتوں کے پاس بے حد خوراک اور تازہ تازہ مٹھائی جمع ہوتی ہے، یہاں انسانی خوبصورتی، نسل، قومیت اور وجاہت کا دخل نہیں، اگر دخل ہے تو محض تحفہ کا،

پہاڑیوں کی عورات سے علیحدگی میلوں پر بہ نسبت فرقہ اناث کے فرقہ ذکور کے افراد بہت کم شامل ہوتے ہیں، اور بڈھے تو ۵ فیصدی کی اوسط سے بھی شامل نہیں ہوتے، ہر پہاڑی اس روز ایک انسان بن جاتا ہے، پاجامہ سفید پہنتا ہے، کرتہ اور واسکٹ بھی دیکھا جاتا ہے، ٹوپیاں اور دوپٹہ بھی ہوتے ہیں، چھتری اور چھڑی تو ان کی زینت سال ہے، سگرٹ کا رواج عام ہے، اگر میلوں میں تیچ کالکا ریلوے انجن سے زیادہ دھواں نکلتا نظر آتا ہے، یہ پہاڑی لڑکے اور آدمی صاف اور ستھرے کپڑے پہن کر اپنی عورات کے ساتھ میلے جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں، راستہ میں ارد گرد کی عورتیں عورتوں میں مل جاتی ہیں، اور آدمی الگ ہو جاتے ہیں، میلے میں جا کر سب عورتیں تقریباً اپنے اور دیگر پہاڑی آدمیوں سے علیحدہ ہو کر عورتوں میں مل کر بیٹھ جاتی ہیں،

آدمیوں سے یہ علیحدگی اُن کی عورات کی خواہش کی بنا پر نہیں ہوتی، بلکہ رواجاً ایسا عمل ہے، اور دوسرے یا اپنی لڑکیوں کو اِس طرح سے غیر مرد سے بات چیت کرتے ہوئے کبھی بُرا نہیں مانتے گو یہ عمل کسی زمانہ میں اچھا تھا، مگر اب سراسر بربادی ہے،

پہاڑی میلے عورتوں کے میت بازار میں

جہاں میلہ ہوتا ہے، اُس کے اِردگرد دیہات کے دس دس، بیس بیس میل تک ہر دس برس سے لگاکر ساٹھ برس تک کی عورت ضرور شامل ہوتی ہے، میلے کے روز پہاڑی گھر خالی ہو جاتے ہیں، اور تاریخ مقررہ سے پندرہ پندرہ، بیس بیس روز پیشتر میلے کی تیاریوں میں پہاڑی عورات مصروف ہو جاتی ہیں، اور یہ مصروفیت غیر انسانوں کے جذبہ شہوت، پرداز و مدار رکھتی ہے، اوّل تو شاذ ہی کوئی ایسی عورت ہو جو غیر سے تعلق نہ رکھتی ہو، مگر جو باکرہ یا خوردسال ہوتی ہیں، یعنی جن کی ۱۰ یا ۱۱ سال کے قریب ہوتی ہے، وہ ۸ یا ۹ برس کی عمر میں غیر مردوں کے منظورِ نظر ہو جاتی ہیں، گو وہ خواہشات پورا نہیں کر سکتیں، لیکن تحفہ قبول کر سکتی ہیں، ایسے تیار شدہ عورت جب میلے میں دیگر عورات کے ساتھ جاتی ہے، تو غیر اشخاص یا تو براہِ راست یا توسل سے اُس سے گفت و کلام کرتے ہیں، اِس سے اِن پہاڑنوں کے ساتھ غیر اشخاص کے عجیب تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں،

تعلقات کا تباہ کن نتیجہ

میلوں کے تعلقات اُن کے میلیوں کو اُن کے گھروں میں پہنچاتے ہیں، جہاں پہاڑی مرد اُن کی آؤ بھگت کرتے ہیں، محض یہ خیال کرکے کہ یہ جدید ذریعہ آمدنی ہے، اُسے حقّہ پلاتے ہیں، دارو (انار ترش) اخروٹ، مکی کا بھُٹہ کھلاتے ہیں، اِس طرح سے وہ ہر روز معہ ضروری تحفہ تحائف آتا جاتا ہے، جب روزمرّہ کی مباشرت سے تعلقات بڑھ جاتے ہیں، تو اُس کے گھر والے اُس لڑکی کو اُس کے خاوند کے گھر جانے سے روک لیتے ہیں، اِسی طرح سے ایک ایک برس دو برس تک تعلقات قائم رہتے ہیں، اِس عرصہ کے تحائف میں زیادہ تر مٹھائی، تماکو، ریشمی پارچات (جس کا رنگ شوخ ہو) آزاربند، انگریزی جوتا، چھتری، پان، عطریات، رومال ریشمی، چھاپ (انگوٹھی) وغیرہ وغیرہ اشیاء ہوتی ہیں، اِس طرح سے تقریباً پانسو ہزار روپیہ کا مال حاصل کرکے اُس کو اُبھارتی ہیں،

پہاڑی ا۔ ہمارے گھر ضرور آنا' (اور بس)

قدیم آرین تہذیب کے نشانات

اسلامی حملوں سے پیشتر' لاکھوں برس قبل کی آریاؤں کی تہذیب و معاشرت مسلسل و متواتر چلی آتی تھی' اور اُن کے مذہبی دستور العمل میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہ ہوئی تھی' جو قوانین سری منو مہاراج نے قائم کئے' وہ مذہبی قیود اور قانونی پابندیوں سے لکھوکھا برس قائم و بحال رہ کر آریاؤں کی زندگی پر گہرا اثر ڈالتے رہے' اُس متبرک دستور العمل کا ہر فرض' فرض مذہبی کی بنیاد پر تھا' اس لئے ہر ورن کا فرد اُسے انجام دیتے وقت یہ سمجھتا تھا کہ میں دُنیا پر نہیں چلتا' بلکہ مذہبی راستہ پر چل رہا ہوں' مُکتی یا نروان اسی کے وسیلے سے مجھے ملے گی' ہر بچہ' بوڑھا' مرد' عورت شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں مذہبی پابندیوں سے جکڑے ہوئے سائنس کے گہرے اصولوں پر کاربند رہتے تھے' اور یہ اُن کی فطرت ثانی ہو گئی تھی'

اسلامی حکومت نے آریاؤں کی معاشرت تباہ نہیں کی

بعض اہل اسلام نے گراں پابندیوں کے درہم برہم کرنے کا پورا حوصلہ دکھایا' مگر ایک حکمران کے مر جانے پر اُس کے عمل کا خاتمہ ہوتا چلا گیا' کیونکہ آریاؤں کے طرز تمدن و معاشرت کے تباہ و برباد کرنے کا کوئی مستقل نظام نہ تھا' اور ایسے حکمران کے زمانہ میں کہ جس نے کفر مٹانے کا بیڑا اُٹھایا' اُس کے عمال اُس کی دل و جان سے موید نہ تھے' اگر کسی صوبہ میں ظلم ہوتا تھا' تو دوسرے صوبہ میں آریاؤں کے ساتھ برادرانہ سلوک ہوتا تھا' کسی باقاعدہ نظام کے نہ ہونے سے آریاؤں کی معاشرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا' گو اُن کی مذہبی سرگرمیاں اور ترقیاں ٹھنڈی پڑ گئیں' مگر مذہبی فرائض دل و جان سے ادا کرتے رہے' یہ سب اپنی زبان اور مذہبی تعلیم کی ترویج نے حفاظت کی' کیونکہ اہل اسلام نے تعلیم و تربیت کا کام مطلقاً اپنے ہاتھ میں نہ لیا' جو ملازمت کا خواہاں یا علم دوست ہوا' اُس نے عربی' فارسی بھی پڑھی' مگر سنسکرت کی تعلیم مکمل ہوتی تھی' اس لئے اُن کے قلوب پر اسلامی زبان و علوم کا کوئی اثر نہ ہوا'

"بہار سنگھ" (باقی آئندہ)

مشاغلِ علمی و تقریظات

بان وِدیا یا دھنر وید

تیر و کمان

زمانۂ قدیم میں یعنی جب بنی نوع انسان، انسانی منازل پر پہنچ چکے تھے، اور تھوڑا بہت شور و فساد پیدا ہونے لگا، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ دشمنوں کو مارنے کے لئے گالی، لات، مکا، دھول، دھپا، کھینچ تان، مار پیٹ کافی نہیں، اول اول لکڑی سے کام لیا گیا، پھر وہ بھی کافی نہ سمجھی گئی، تو جو نظر آیا اُسے ہی استعمال میں لایا گیا، جانچ کی آخری تجویز "تیر و کمان" پر ختم ہوگئی، اور اِسی سے تکمیل پوری کی گئی،

تیر و کمان کی ابتدائی منزل معمولی لکڑی اور سوت کے دھاگے سے شروع ہو کر معلّق بجلی کی تانت اور آتش و کا تو پر ختم ہوگئی، اب اس میں ترقی ہونے کی گنجائش، اس سے خطرناک، مہلک، ضرر رساں، تباہ کن، ارزاں کوئی اور ہتھیار آجتک ایجاد نہ ہوا ہو،

گو ہمیں اِس علم سے ذرا بھی واقفیت نہیں اور ہم نے بچپن کے سوا کبھی تیر و کمان ہاتھ میں نہیں لیا، لیکن آجکل ہندوستان بھر میں پروفیسر وویکا نند دی، لے، ذرا دیا النکار مستعلم گوروکل کانگڑی کی بان وِدیا کی علمی شہرت نے مہابھارت کے بیان کردہ بان وِدیا کے جوہر چمکا دیئے ہیں، اور ہم نے چند بار اپنی آنکھوں سے اُن کے حیرت انگیز کرتب دیکھے ہیں، اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ دُنیا بھر کے اِس قدیم علم پر کچھ لکھیں اور اُن کے کرتبوں کی تفصیل بیان کریں،

لہ۔ ادھیائے ۷۔ اشلوک ۹۔ منوسمرتی ۱۰۲۔۱۹۲۰ سلہ پہلے پہل لکڑی اور سوت سے تیر کمان بنائے جاتے تھے، پھر کوکرو نے ترقی دی۔ سلہ کمان اصلی بانس، سینگ، فولاد، آتش دہاتو، مچھلی کے پر سے بنائی جاتی پھر سن، ریشم، اونٹ کی

کہ جو نہ فقط قصے کہانی سمجھے جاتے تھے، بلکہ سرے سے ہر قوم و ملت میں اس علم و فن کے ماہر اس پر اعتقاد ہی نہ رکھتے تھے، میں نے اُن کے یہ کرتب بڑے بڑے معزز و فہیم آدمیوں کے مجمع اور خلوت میں دیکھے ہیں، اور بلا خوف تردید لکھتے ہیں کہ یہ کرامت نہیں بلکہ کرتب ہے، جیسا گورو گوبند سنگھ صاحب دہم بادشاہ روحانی نے لال قلعہ میں تیر کے ذریعہ خط پہنچا کر لکھا تھا

اس پر بھی اگر کسی معترض کو کوئی شک و شبہ ہو، تو وہ خود پیر و فقیر صاحب سے مل سکتا ہے، اور اُن کے کرتب دیکھ سکتا ہے، کہ جس کی نہ کوئی اُجرت ہے اور نہ کوئی فیس،

علم کی ابتدا | ہر وجودِ انسانی میں پانچ گیان اندریاں یعنی حواس خمسہ خالقِ مطلق نے عطا فرمائی ہیں، اور فطرتاً ہر شخص کے حصہ میں آئی ہیں، اگر کوئی ان پانچ نعمتوں میں سے ایک سے بھی محروم ہے، تو وہ انسان، انسان نہیں سمجھا جاتا، راج[1] دربار میں شریک ہونے کا حکم نہیں، رشیوں نے ان ہی حواس کی تقسیم کے موافق یہ علم بھی حسب ذیل پانچ فرع پر تقسیم کیا،

اوّل :- ارتھات شبد یعنی قوت ناطقہ اس کا تعلق زبان سے ہے، اس علم کا ماہر کان سے آواز سُن کر نشانہ مار سکتا ہے،

دوسری اصطلاح میں اس قسم کی تیر اندازی کا شبد بیدی بان نام کہا گیا، روز اوّل سے ہزارہا تیر اندازوں نے آواز پر نشانہ مار کے اس کی صحت کا یقین دلایا ہے، آریہ ورت کے آخری ہندو تاجدار مہاراجہ سری پرتھوی راج نے شہاب الدین غوری کو جندر بردے کے ایما پر بمقام چھت پا غوری اُس کی زبان سے "ہاں تیر چلاؤ" کی آواز سُن کر نشانہ مارا اور اس کا منہ توڑ دیا، پیر و فقیر صاحب دو فٹ مربع چوکٹھا کافی فاصلہ پر رکھ کر کہ جس میں شمالاً جنوباً ایک باریک تار کھنچی ہوئی ہے، ایک آدمی کے کسی آواز سے کھٹکا نے پر آنکھیں بند ہوا کر نشانہ مارتے ہیں، وہ تیر اُس تار کے دو ٹکڑے کر ڈالتا ہے، یہ عمل بعینہ ویسا ہی ہے، جیسا کہ مہاراجہ صاحب موصوف نے شہاب الدین کو قتل کرنے میں دکھایا، گو یہ شاخ علم معمولی ہے، مگر ذرا یہ خیال کیجیے کہ ایک اندھا آدمی ۵۰، ۶۰ فٹ کے فاصلہ پر کھڑا ہو کر تیر سے تار کے دو ٹکڑے کر ڈالتا ہے اور ممکن

---

[1] نرو کت ادھیائے (۱) اشلوک (۱۵) [2] منوسمرتی ادھیائے (۷) اشلوک (۱۹۶)

نہیں کہ نشانہ خطا ہو،

تحقیقات یہ کرتب ایک معجزہ ہے، اور کرامت ہے، جس نے نہ دیکھا ہو وہ یقین نہیں کر سکتا، شروع میں ہمیں بھی یقین نہ تھا، لیکن جب دیکھا اور بار بار اطمینان و غور سے دیکھا، تو ہم نے پروفیسر صاحب سے پوچھا کہ آپ شست کس طرح باندھتے ہیں، کیا کوئی خاص علم ہے، فرمایا کہ جس طرح ۵-۶ ماہ کا زائدہ بچہ منہ میں کوئی چیز نہیں ڈال سکتا لیکن ذرا بڑا ہونے پر اس کا ہاتھ کسی چیز پر پڑ کر صحیح طور پر اس کو منہ میں ڈال لیتا ہے، کسی نشانہ یا شست کی اسے ضرورت نہیں، ٹھیک اسی طرح بان ودیا کا ماہر نشانہ پر نشانہ مار سکتا ہے، خواہ دکھائی دے خواہ نہ دے، خواہ دور ہو خواہ نزدیک، وہ نشانہ مارے گا اور صحیح ہرگز ہرگز نشانہ خطا نہیں ہو سکتا، یہ کام قوت خیال کا ہے، پس ایسے ایسے حیرت انگیز ناممکنات عمل جب عمل میں آتے ہوئے دیکھے جائیں، تو ان سب کی نسبت یہی خیال کیا جائے،

دوم - اسپرش دلا مسا یعنی چھو کر نشانہ مارنا، اس کا تعلق جسم سے ہے، ایک ایسا تیرانداز کسی جاندار یا چیز کو چھو کر جبکہ اس کی آنکھیں کپڑے سے بند کر دی جاتی ہیں، کسی دور مقام پر لا کھڑا کیا جاتا ہے، اور اس کا راستہ بھلا دیا جاتا ہے، وہ دور جا کر کھڑا ہوتا ہے، اور تیر کمان سے چھوڑ دیتا ہے کہ وہ سیدھا اس کی ہوئی جگہ پر پہنچتا ہے، پروفیسر صاحب کی دونوں آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی، اور ان کو ۵۰ فٹ کے فاصلہ پر لیجا کر ایک مومی بال کہ جس میں گیند لٹکی تھی دکھایا، پروفیسر صاحب نے بال کو اوپر سے نیچے تک ٹٹولا، پھر اس آدمی نے ان کو چند قدم کے فاصلہ پر لیجا کر چھوڑ دیا اور کہا کہ آپ اپنے مقام پر جا کر نشانہ ماریے وہ ٹٹولتے ٹٹولتے اپنے اصلی مقام پر آئے، اور تیر چھوڑ دیا ہم نے جا کر دیکھا کہ بال کے دو ٹکڑے ہو گئے، اور گیند نیچے فرش پر آن پڑی، یہ نشانہ ہاتھی سے لگا کر چیونٹی تک کا ہو سکتا ہے،

سوم - روپ رامبرا یعنی آنکھوں سے دیکھ کر، یہ ان کے نزدیک معمولی نشانہ ہے، آپ آنکھوں سے دیکھ کر تیر کے ساتھ ۱۰۰ سو فٹ پر صحیح نشانہ مارتے ہیں،

چہارم:- رس (ذائقہ) یہ اُس رس کے مطابق سمجھ لیجئے،

پنجم:- گندھ (شامہ) یعنی سونگھ کر جس طرح شیر، کتا، بلی وغیرہ گوشت خور جانور اپنی قوت شامہ کی امداد سے اپنا شکار تلاش کر لیتے ہیں، اُسی طرح اِس وِدیا کا ماہر پروفیسر اپنے شکار کو بغیر دیکھے یعنی سونگھ کر نشانہ بنا لیتا ہے، شیر، چیتا، ریچھ وغیرہ جانور محض سُنگھ لے کر جان لیتے ہیں کہ فلاں جگہ فلاں شکار ہے، یعنی وہ بغیر دیکھے سُنگھ لے لے کر شکار پر جا پڑتے ہیں، اِسی طرح سے یہ قوتِ شامہ کا بے نظیر مالک محض سونگھ کر گز دو گز دس فاصلہ سے نشانہ مارتا ہے، اور بغیر پھیر اِدہر اُدہر دیکھے دکھائے،

دیگر کرتب حواسِ خمسہ کے تابع اور بہت شاخیں ہیں، اور ہر شاخ کی اور کئی کئی ڈالیاں ہیں، ماہرانِ فن یعنی رشیوں نے ہر دنیوی ضرورت کے لئے اِس علم کے انطار کو ذرہ سے آفتاب تک ممتد کیا، اور حقیقتاً کوئی فن اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک کہ اُن اقسام کے کل متعلقات پر حاوی نہ ہو، مثلاً ایروپلین (ہوائی جہاز) بن گیا، اور فضائے آسمان پر چکر لگاتا نظر آتا ہے، لیکن اِس کا دلخراش شور، مشینری کا جوڑ توڑ، خامئ حفاظت، ناکامئ پرواز وغیرہ وغیرہ خامیاں ہونے سے یہ ایجاد ابھی مکمل نہیں سمجھی جاتی،

کون دعوے کر سکتا ہے کہ ایک باکمال تیر انداز فلاں قسم کا نشانہ نہیں مار سکتا، ہم چند اور تیر اندازی کے عجیب و غریب کرتبوں کا ذکر کرتے ہیں، کہ جو برہمچاری جی جلسوں میں دکھاتے ہیں،

سایہ دیکھ کر نشانہ مارنا یہ شاخ قوتِ باصرہ کے تابع ہے، لیکن کمال میں اُس سے افضل ہے کیونکہ قوتِ باصرہ کا صاحب نشانہ کو دیکھ کر مارے گا، لیکن اِس فن کا ماہر سایہ دیکھ کر اصلی چیز کو نشانہ بناتا ہے،

مہابھارت سے فیض پاتے ہوئے ذی شعور اصحاب کو یاد ہوگا، کہ مہارانی دروپدی کے سوئمبر کی یہ شرط تھی، کہ جو آسمان پہ لٹکتی اور گھومتی ہوئی مچھلی کا عکس تیل کے کڑاہے میں دیکھ کر مچھلی کی آنکھ پھوڑ دے گا، دروپدی جی اُس کے گلے میں جےمالا ڈالیں گے، چنانچہ مہارتھی ارجن نے یہ

شہرہ پوری کی، بڑا اعتقاد مستحکم رکھتے ہیں، اور کہتے ہیں نہ نا ممکن ہے، ہم نے برہمچاری جی کو دیکھا کہ کافی فاصلے پر ایک درخت میں بعینہ لٹک رہا ہے، اور درخت کے ہلائے جانے کی وجہ سے بعینہ کافی گردش میں ہے، اُس کا سایہ ایک شیشہ میں پڑ رہا ہے، برہمچاری بعینہ کی طرف پیٹھ کر کے شیشہ میں عکس دیکھتے ہیں، تیر چلّے پر چڑھا کر چھوڑ دیتے ہیں، وہ انڈے میں چھید کرتا ہوا پار نکل جاتا ہے،

قیاس سے نشانہ لگانا یہ عمل قوتِ باصرہ اور قوتِ ناطقہ کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے، چتوڑ کی تاریخ میں مستند طور پر درج کیا گیا ہے، کہ مہارانا پرتاپ سنگھ دشمنوں کے ستائے ہوئے پہاڑوں میں زندگی بسر کر رہے تھے، ایک روز مع فوج شکار کو نکلے، دوپہر کا وقت تھا، کھانا کھانے لگے، دیکھا کہ سامنے دوسرے پہاڑ کی چوٹی پر شیر کی پونچھ ہل رہی ہے، اور نصف دائرہ کی شکل میں نمودار ہے، چونکہ درخت زیادہ تھے، شیر بیٹھا ہوا پونچھ ہلا رہا تھا، اور جھاڑیاں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتا تھا، آپ نے اپنے سرداروں سے کہا کہ دیکھو سامنے چوٹی پر ضرور شیر بیٹھا ہے، کیونکہ اُس کی پونچھ ہل رہی ہے، کیا کوئی اِس قیاس سے شیر کی کنپٹی پر تیر مار کر اُسے ہلاک کر سکتا ہے، سب نے معذوری ظاہر کی، اِس پر آپ نے بیٹھے بیٹھے دھنش بان اُٹھایا، تیر چڑھایا اور رہا کیا، کہ شیر دہاڑ مار کر اُچھلا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا، جب پاس گئے تو دیکھا کہ تیر ٹھیک کنپٹی پھوڑتا، جان لیتا ہوا نکل گیا،

مہاراجہ بھپندر سنگھ پٹیالہ کی تیر اندازی ایک رات موسم گرما میں سنہ زور مہاراجہ بھپندر سنگھ صاحب بہادر رئیس پٹیالہ قلعہ کے سردخانہ کی چھت پر استراحت فرما رہے تھے کہ باغ کی مولسری پر ایک کوتری (جانور) بولی، اور بار بار بولی، چونکہ اُمورِ سلطنت درپیش تھے، اُس کی آواز باعث خلل ہوئی، اتنے میں کوتری بولنی بند ہو گئی، مہاراج نے پلنگ سے بندوق اُٹھائی، اور غور کر کے قیاس پر گولی چلا دی، مہاراج نے فرمایا کہ دیکھو جاؤ گولی نے کوتری ہلاک کر دی، ایک اہلکار نے فرمایا کہ حضور ٹھیک مگر بعض نادان خاموش ہو رہے، مہاراج نے حکم دیا کہ جاؤ اٹھا لاؤ، چنانچہ دیکھا کہ کوتری نچلی شاخوں میں مر کر پھنسی پڑی ہے،

ایک تیر سے کئی کے نشانہ اُڑانا

دنیا میں کوئی قوم جو فنونِ جنگ کے کمال کا دعوےٰ کر سکتی ہے، یہ نہیں کہہ سکتی، کہ وہ نشانہ سے اپنے ارد گرد کے چند نشانے اڑا سکتی ہے، آجکل اس ضرورت پر بڑا غور کیا گیا مگر کامیابی نہ ہوئی، اور ہو کس طرح جبکہ علم ہی مکمل نہیں ہے، اس کے حصول کے طریقے آج تک صحیح صحیح معلوم نہیں ہوئے، مشین گن ایجاد ہوئی ہے، جو چاروں طرف گولوں کی بارش کرتی ہے،

اس کے نشانوں کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ایک ضرب سے چند نشانے مارے، بلکہ ہر بار کی ایک ضرب ہے، اور وہ بھی بالعموم، خطا ہوتے ہیں۔

مگر علم تیر و کمان کا ماہر اسے معمولی کرتب سمجھتا ہے، رامائن سے شرف پائے ہوئے اعلیٰ پایہ کے اصحاب جانتے ہیں، کہ جب سری رامچندر جی مہاراج نے سگریو سے کہا کہ میں بالی کو زیر کر سکتا ہوں، تو اس نے سری رامچندر جی مہاراج کی قدرت و طاقت پر عدم اطمینانی ظاہر کی، اس پر سری بھگوان نے تاڑ کے اُن سات درختوں کو کہ جو دائرہ کی شکل میں کھڑے تھے، ایک ہی تیر سے بیندھ دیا، اسی طرح بہ بھکاری ایک تیر سے دائرہ کے سات شمع کاٹ ڈالتا ہے،

پاؤں میں کمان پکڑ کر تیر مارنا

ہر طرح کے اوزار ہاتھوں کے محتاج ہیں، اگر قبضے میں ہتھیار ہیں اور ہاتھ نہیں تو بیسود، جنگ میں بڑے بڑے، جودھا، شورویر، ہاتھ کٹ جانے سے سونڈ ہاتھی کی طرح گردن زدنی ہیں، اور اب تو یہ حالت ہے کہ جہاں جنگ میں ذرا سی خراش ہوئی، مجروحین کو ایمبولینس گاڑی مجروح لادنے والی ڈولی پر لٹا ہسپتال میں لا ڈالتے ہیں، رامائن اور مہابھارت کی نظیریں جانے دیجئے، عہد حکومت اسلام میں ایسے بے تعداد مناظر دیکھے گئے، کہ ٹنڈے یعنی ہاتھ، پاؤں کٹے ہوئے آدمیوں نے فتح کا پانسہ الٹ دیا، یودھا جنگ میں ہاتھ پاؤں کٹ جانے، اور ناکارہ ہو بیکار ہو جانے پر بھی اپنے پاؤں، ٹانگوں، انگلیوں اور بدن کے دیگر حصوں کی امداد سے تیر و کمان چلاتے تھے، جب مہارانا سنگرام سنگھ (رانا سانگا) بابر کے ہاتھوں ہر طرح سے دق کئے جا رہے تھے، اُن کی سلطنت، فوج اور رعایا برباد ہو رہی تھی، تو آپ سفید لباس پہن کر رن میں داخل ہوئے،

کہ جہاں چند کے مقابلہ میں لاکھوں غازیوں کا مجمع تھا، اور کہ جو اُس وقت کے مسلمہ شہزور پہلوان تیر آزما تھے، آپ تیر و کمان سے میدان صاف کرتے، کشتوں کے پشتے لگاتے قلب میں جا گھسے، سرفروش غازیوں نے چاروں طرف سے حملہ کیا، اور دونوں ہاتھ تلواروں سے علیحدہ کر دیئے، قاتل یہ سمجھ کر کہ ادھ موا ہو چکا پیچھے ہٹے وہ سنبھلے اور اپنے پاؤں، ٹانگوں اور انگلیوں کی امداد سے کمان قابو کی، اور ترکش گھٹنے کے نیچے دبا لیا، پے در پے ایسے وار کئے کہ شکست فتح میں تبدیل ہو گئی،

ایک کمان میں ایک سے زاید تیر چلانا

بندوق، توپ وغیرہ مہلک آتشیں اسلحہ میں محض ایک ایک گولہ پڑتا ہے، اور وہی چلتا ہے، کارتوس کی بندوق چھرّے وار میں سینکڑوں چھرّے ہوتے ہیں، کہ جو بعض اوقات ایک چڑیا کی بھی جان نہیں لے سکتے، یہ ضرورت ہر زمانہ میں محسوس کی گئی کہ ایک وار میں چند کی جان لی جا سکے، مگر کوئی قوم اس طرح سے جانیں لینے کے فن میں کامیاب نہ ہوئی، اہلِ مغرب کے ماہرانِ جنگی نے چھرّے وار بندوق غلط دار سمجھ کر مشین گنیں ایجاد کیں، کہ جو ایک منٹ میں ۷۰۰ تک فائر کر سکتی ہے، اگر اس کا استعمال معمولی حالتوں میں شاذ ہوتا ہے، ایسے موقعہ کم ملتے ہیں کہ ایسی توپیں کام دے سکیں،

اوّل اوّل ایک کمان میں ایک تیر چلایا جاتا تھا، پھر ضرورت نے ایجاد کو مجبور کیا، موجد نے دو چڑھائیں پھر تین، چنانچہ ایسے تیر آ، مہابھارت کے عہد میں چلائے جانے معلوم و تحقیق ہو چکے، بتا دیجئے سب سے آخر مہاراجا آدوا پرکاش والے جموں تھے، کہ جنھوں نے آج سے ۳۰ سال قبل ایسے فن کا جنگ میں نظارہ دکھا کر فریق مخالف کو مرعوب کیا،

برہمچاری نے اس کی بھی مہارت پیدا کر لی ہے، وہ اپنی کمان میں دو، تین تیر چڑھا کر ایک وار میں دو، تین نشانے لگا سکتا ہے،

ایک وقت میں آگے اور پیچھے نشانے مارنے

ہر شخص اپنے ہنر کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لے سکتا ہے، گر ضرورت پاؤں سے بھی ہاتھ کا کام لے سکتی ہے، چنانچہ تاریخوں میں اکثر یہ پڑھا گیا ہے، کہ بعض خطاطوں نے اپنے منہ میں قلم پکڑ کر عبارت لکھی اور بعض نے پاؤں کے انگوٹھے میں قلم دبا کر اپنا مطلب

ادا کیا، مُدبّرانِ فنِ تیر اندازی نے اپنی عقل کے تیر ایسے چلائے، کہ ایک وقت میں آگے اور پیچھے نشانے لگائے، ہندوؤں کے قدیم گرنتھوں میں ایسی بیشمار مثالیں ملتی ہیں، کہ بزمیت کے وقت مفرورین نے گھِر جانے پر سامنے اور پیچھے وار کئے برہمچاری کے نزدیک یہ ہنر ایک کھیل ہے، وہ زمین پر بیٹھ جاتا ہے، اور پاؤں سے اگلی طرف تیر چلاتا ہے، اور ہاتھوں سے پچھلی طرف جو دونوں ایک ہی وقت پر چھوڑتا ہے، وہ دونوں ہی نشانہ پر بیٹھتے ہیں،

دو متحرک بالوں کے خطِ تقاطع کا قطع کرنا ہمیں تو سب سے مشکل برہمچاری کا وہ کرتب معلوم ہوکہ، جو اب ہم آخر میں لکھتے ہیں، ذرا سمجھیے، دو آدمی دو گز کے فاصلے پر کھڑے ہوتے ہیں، اُن کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بال میں ایک ایک بعنیہٖ آویزاں ہے، دونوں ایک دوسرے کی طرف حرکت دیتے ہیں، جب دونوں کا تقاطع ہوتا ہے، برہمچاری ۵۰ فٹ کے فاصلہ پر کھڑا ہوا تیر مارتا ہے، جو ٹھیک خطِ تقاطع پر پڑکر دونوں بالوں کو کاٹ ڈالتا ہے،

تیر واپس بلانا ہمنے برہمچاری سے دریافت کیا کہ ہم نے پراچین زمانہ کی بابت ودّیا کے سب نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ہمیں اُن کی صداقت پر کوئی شبہ نہ رہا، لیکن مہربانی فرماکر یہ بتلائے کہ آپ تیر چھوڑکر کمان میں واپس بھی لاسکتے ہیں، فرمایا کہ یہ عمل میں نے اب تک جاری نہیں کیا، مگر کوئی ناممکن امر نہیں، ایسا ہو بھی سکتا ہے، ہم نادان جو پُرانی باتوں کو غلط سمجھتے ہیں، ایسے صحیح ثبوت مل جانے پر یقین نہیں لاتے، کہ تیر واپس آجاتا ہے، مگر ہم جلد سن لینگے، کہ ایسا بھی کسی نے کر دکھایا،

برہمن تیر و کمان نہ رکھ سکتے تھے چونکہ زمانۂ قدیم میں ورن کی تقسیم تھی، اور نہایت سختی سے اُس کی پابندی تھی، لہٰذا ایسی جان لینے کی ودّیا سے برہمنوں کو محروم رکھا گیا، اور حکم دیا گیا کہ کوئی برہمن تیر و کمان نہ رکھے، جو رکھے گا اُسے درجہ سے گرادیا جائے گا[1]،

"بہار شناسی"

[1] ـ منوسمرتی ادھیائے ۴ ـ اشلوک ۱۶۰

ہمارے حاصل شدہ سوراج

وائسرائے کے ریاستوں کے دورے

لارڈ اروِن اور سر ہری سنگھ

ارباب بست و کشادِ سلطنت برطانیہ بالعموم اپنے رموز پرستی سے کار بند ہیں، جو نکات اور رسوم ہندی ہیں، ہندی چھوڑ بیٹھے، مگر یہ دانشمند قوم اپنی روایات کے خلاف ہندی روایات اور ضروریات پر ہمیشہ غور کرتی رہی، اور محبت و دانش سے عمل پیرا رہی، یورپ میں "نذر" کا قاعدہ نہیں، مگر ہندوستان میں ضروری ہے، انہوں نے یہ ضرورت ڈیڑھ صدی تک ضروری سمجھی، اور تاجداران کو "نذر" دکھانے پر مجبور کرتی رہی، مگر تاجداران دورِ جدید اسے اپنی سخت توہین سمجھنے لگے، نئی تعلیم انکساری و فروتنی کو خود نمائی اور جاہ طلبی سے تبدیل کر چکی، چنانچہ یہ حرکت توہین لارڈ ریڈنگ کی نبض شناس طبیعت نے محسوس کی، وہ پولیٹیکل مسئلہ جو ملک کے خاص مدبروں نے برسوں کی متواتر کوششوں سے حل نہ ہوا تھا، خود بخود طے ہو گیا، یعنی تاجداران سے نذر لینے کی بے فائدہ بلکہ ضرر رساں حرکت بے حس ہو گئی،

دوسرا عمل وائسرائے صاحبان کا دورۂ ریاست ہا رہتے، اس میں ریاستوں کے خزائن پر سالانہ کروڑوں روپیہ کا ناحق بار پڑتا ہے، اور مطلب ظاہر اسوائے سیر و شکار، تفریح و تضیع اوقات اور کچھ نہیں، تین چار روز کے اندر اندر جانی و مالی مصروفیت کے ایسے دلدوز نظارے نظر آتے ہیں، کہ کچھ نہیں، رعایا خون کے آنسو گراتی ہے، رعایائے ریاستوں کی ضروریات ریاستوں کی آمدنیوں سے پورا نہیں ہوتیں، چہ جائیکہ ایسے اخراجات میں روپیہ برباد کیا جائے، زمانۂ ابتداء میں تاجدار اپنی روایات کی عزت کرتے ہوئے اپنے اپنے دار الخلافوں سے شاذ ہی علاقۂ غیر میں قدم رکھتے تھے، اگر کہیں جاتے تھے، تو اپنی اپنی ریاستوں کا دورہ کرتے تھے، اس لئے گورنمنٹ کے پولیٹیکل تقاضے ڈپٹی کمشنروں، کمشنروں، گورنروں اور وائسرایوں کے دورے سالانہ ہوتے تھے، اب تاجدار ہر وقت پرنا فرانہ مہمان کی طرح بے تکلف

شامل ہونے کے لئے ہروقت تیار رہتے ہیں، پس اگر ایسے پولیٹیکل امور ایسی ملاقاتوں پر طے کرنے جایا کریں، تو اس افلاس کے دور میں تاجداران اور اُن کی رعایا محفوظ رہ کر ہر طرح کی راحت و آسائش حاصل کرے، حال ہی میں وائسرائے نے کشمیر میں نوجوان فرمانروا کے دورِ حکومت کے آغاز میں ہفتے صرف کئے، ریاست کو خدا معلوم کس قدر زیرباری ہوئی، اور رعایا کو کیا کیا تکالیف پہنچیں، پس ہم حکومت ہند سے ملتجی ہیں، کہ وہ معاملہ "نذر" کی طرح ارباب بست وکشاد کے "دورہ" پر بھی دانشمندانہ غور کرے، تاجداران میں جان نہیں، کہ اپنی اپنی مشکلات عرض کرسکیں،

ریاست پٹیالہ کا جدید نظم ونسق

امسال کی حکومت از بہارش پیدا، اگر تاجدارانِ ہند اپنے اپنے رجالِ سلطنت کے نگرانِ حال رہیں، تو ریاستوں کے انتظام کی بہت کچھ اصلاح ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے بیدار مغز تاجدار پٹیالہ کو بخشی ہے، کہ رعایا کی فلاح کے لئے کسی خرچ کی پروا نہ کرتے بہتر سے بہتر انتخاب فرماتے ہیں، چنانچہ سالِ حال کی بہار کی رونمائی میں دربارِ نوروز بڑی شان سے منایا گیا، شاہی اعلانوں کی نوعیت نے ایک خاص بہار پیدا کی، ریاست کے قدیم جاں نثار ملک لیکھا رام مرحوم بخشی افواج کے شجر کو اپنی رحمتِ عام سے تروتازہ کیا گیا، منسٹروں میں سے لالہ گوکل چند دہلوی چیف جسٹس عرصہ ۳۰ سال سے ریاست کما رہے تھے، اجنبی تھے، آخر ش لاکھوں روپیہ ریاست سے کما اجنبی رہے، ۵۵ سالہ ہوجانے کی وجہ سے گراں بہا پنشن پر ریٹائرڈ کئے گئے، چنانچہ آپ اپنا "ہینڈ بیگ" اُٹھا کر ریل کا ٹکٹ خرید کر ایک دو چار ہوئے، آپ کرکٹ کھیلنے آئے تھے، پھر کمالِ ذات سے گیند بازی شروع کی، کیونکہ آجکل کرکٹ بھی دیگر کھیلوں کی طرح حصولِ کامرانی کا ایک خاص ذریعہ ہے، اب پٹیالہ میں آپ کی کوئی یادگار نہیں، ہاں نوجوان خوبصورت لڑکے آپ کو ضرور یاد کریں گے، کہ جن پر آپ ہمیشہ مہربان رہے، مشہورِ عالم خاندانی سردار، صورت وسیرت کے مُرصع مسٹر دینا ناتھ بیرسٹر وزیر ریاست منڈی کہ جو پہلے پٹیالہ میں جج ہائیکورٹ تھے، لا اینڈ چیف جسٹس کے عہدہ پر سرافراز ہوئے، آپ کے حسنِ اخلاق کی حکومت کا سکہ عوام کے دلوں پر نقش کئے

ہونے ہے حقیقۃً یہ انتخاب ملک میں بے حد پسند کیا گیا ہے' رائے بہادر سردار کاہن چند صاحب ریونیو منسٹر بھی معقول پنشن پر بڑی عزت و توقیر کے ساتھ ریٹائر کئے گئے' اُن کی بجائے خاندانی سردار مسٹر رفیق محمد خانصاحب مقرر فرمائے گئے' (یہ سطور آغاز سال کرم پر لکھی گئی تھیں' رسالہ کی اشاعت میں توقف ہوا' اُدھر خان صاحب دورۂ نارنول میں ہیضہ کے پنجہ میں ایسے پھنسے کہ جانبر نہ ہو سکے' خاں صاحب مرحوم کی تصویر اور حالات زندگی کسی آئندہ اشاعت میں درج کیے جائینگے' اُمید کی جاتی ہے کہ مستقل عزل و نصب دسہرہ کے ایام میں ظہور پذیر ہوں گے' اور وہ اصحاب جو وزارت معزول نے محروم رکھے تھے شریک انتظام کئے جائیں گے' ریاست کے گرد و معزول اب بھر پور کے سبزہ زار میں چرتے چُگتے نظر آئیں گے) سردار بچتر سنگھ وزیر اُمورِ عامہ بھی ریٹائرڈ فرمائے گئے' آپ ریاست کے قدیم جاں نثار ہیں' اور پبلک پٹیالہ آپ کو اپنا ایک لاثانی وضع کا سردار سمجھتی ہے' بہت سے بد دیانت اور ناقابل کارمجسٹریٹ بھی علیحدہ کئے گئے' اور اُن کی جگہ ہونہار قابل افراد منتخب ہوئے' سردار امر جیت سنگھ بی' اے' ایل' ایل' بی مرحوم سردار بہادر دیوان امر سنگھ کے خلف الرشید سردار گیان سنگھ بی' اے' رئیس رارڈ' مسٹر عبدالوحید بی' اے' مسٹر عبدالشکور بی' اے' یادگار خاندان منشی عبدالمجید خان وغیرہ وغیرہ کا انتخاب اُن کی جگہ تسلی بخش ہے' کیونکہ اجنبی عنصر نے ریاست پٹیالہ کا حاصل شدہ سوراج تباہ و برباد کر دیا تھا' اس انتخاب پر والیانِ ریاست کو اپنے آقائے نامدار کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

مشہور قابل و دیانت دار سردار مہر سنگھ جن کی علاقہ تعیناتی میں پرستش کی جاتی ہے' اکسائز کمشنری پر سربلند ہوئے ہیں' سردار سکھدیو سنگھ خلف سردار گورکھ سنگھ پریسیڈنٹ کونسل شہید جاں نثاری مستقل ناظم کئے گئے' اس انتخاب نے حق بحقدار رسید یاد دلا دیا' سردار بلونت سنگھ بھی جو ریاست کے خدامِ قدیم میں سے ہیں' مستقل فرمائے گئے' لالہ پرمانند اور سردار گرہیل سنگھ بھی ناظم بنائے گئے' غرضیکہ جدید انتخاب شاہ وقت کا ایک زرّیں کارنامہ ہے' اس انتخاب سے حدود ریاست میں محبت و خلوص کی ایک لہر دوڑ گئی' سردار اندر سنگھ جو ۵۵ سالہ ہونے کی وجہ سے پنشنیاب ہونے

ہیں، اپنی بے نظیر کارکردگی اور مسلسل دیانتداری کی وجہ سے خاص اعزاز کے مستحق تھے، غرضیکہ جہاں بددیانت، بددیانتی کے الزام میں صحیح طور پر علیحدہ کئے گئے ہیں، وہاں دیانت داری کی خاص عزت و توقیر فرمائی جاتی ہے، مشہور دیانت دار اور بے لاگ افسر سردار بچتر سنگھ گوہسالہ ہونے کی وجہ سے ریٹائر کئے گئے، مگر اُسی شام جج بنائے جانے سے تاجدار پٹیالہ نے دعائیں حاصل کیں، اور دیانت داری کے حوصلے بڑھائے، آخری طریقے کہ ان ہر دو افسران کی کافی قدر افزائی کی گئی،

خس کم جہاں پاک پنڈت **دیا کشن** کی مہربانی ریاست **پٹیالہ** کے اسی لاکھ نفوس میں سے محض چار غیر معلوم گھرانوں پر تھی، اب اُن کی کیفیت سنئے، لالہ پتر چند کیتھل باشی دربھنڈری میں حسب بیان لالہ **گوکل رائے** دیوان دس ہزار روپیہ دے کر ناظم ہوئے تھے، بے تعداد دولت جمع کی، معمولی گھرانہ رئیس بنا بیٹھا تھا، مگر ملازمتِ ریاست سے بے دخل، آپ نے آتے ہی اُس گھرانے کے قابل تعریف شخص کو ایک فضول محکمہ قائم کر کے تین سو روپیہ ماہوار دلایا، جو پنڈت صاحب کی علیحدگی کے ساتھ بتنظیم وزارت نے محکمہ تخفیف فرمایا، اُس کا ہمشیرہ زادہ **رنبیر سنگھ** جو پنڈت صاحب کی آمد سے قبل پندرہ روپیہ کا بھی ملازم نہ ہوا تھا اور ہر طرح محروم القسمت تھا، ۳ سو روپیہ ماہوار کا ملازم کیا گیا، اُس کا بھائی **نوبہار سنگھ** بھی ۲۰۰ روپیہ ماہوار کی آسامی پر مقرر ہوا، ان دونوں کا باپ **رنجیت سنگھ** کو جو محکمہ بارک ماسٹری میں ۱۵، ۲۰ روپیہ ماہوار کا ایک ادنیٰ محرر تھا، اور اپنی عمر گھر سے دفتر آنے جانے یا پانوائی کی دُکان پر بیٹھنے بیٹھانے میں ختم کر چکا تھا، قائم مقام ریاست بنایا جا کر اہلکار بنا دیا گیا تھا، چنانچہ بہار خوشگوار کی نمو کے ساتھ پیارے نند کے تینوں ناموار دو ضرر رسان درخت بتر ہندی کے سپرد ہوئے، **رئیس ہند** کے معزز نامہ نگاران کے مطالبات کے بیباقی کی یہ آخری قسط تھی، کہ جو بیدار مغز حکومت نے ادا کر دی، مگر نوبہار سنگھ کو علیحدہ شدہ منسٹر نے پھر نوکر رکھ لیا تعجب ہے،

مظالمِ ٹونک ملک میں چاروں طرف **مظالم ٹونک** کی ترقی سے نواب صاحب ٹونک کے خلاف مضامین نکل رہے ہیں، اور تاحال ریاست کی طرف سے کوئی تردیدی اعلان شائع نہیں ہوا،

رئیس ہند کے ایک معزز نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں کہ یہ معاملات ذاتی کاوش کا نتیجہ ہیں، ہم نے پھر دریافت کیا کہ اصلیت پیدا کی جائے، نامہ نگاران اپنے مراسلات جاری رکھیں۔

ریاست جیند کی بربادی ڈھینگرہ کے ہاتھوں سے

متفرق اخبارات نے باوثوق ذرائع سے ڈاکٹر ڈھینگرہ حال چیف منسٹر ریاست جیند کی دراز دستیوں سے تنگ آکر حکومت ہند سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ جلد اس ڈھینگرہ کی حرکات کا خاتمہ کرے، دفتر ہذا میں ڈھینگرہ کے متعلق طولانی مراسلات موصول ہوئے ہیں، ان میں سے ایک درج کیا جاتا ہے۔

"ہزار افسوس کہ ہمارے مہاراجہ صاحب کو کانوں سے کچھ سنائی نہیں دیتا، وہ بے حد شریف ہیں، مگر اس قدر کمزور ہیں کہ ڈھینگرہ کی چال بازیوں کا انتظام نہیں کر سکتے، ڈھینگرہ شروع میں معمولی ڈاکٹر تھا، اتفاق سے سردار شیر سنگھ کے انتقال سے چیف منسٹر بن گیا، کوٹھی بالوگنج شملہ ۵ لاکھ روپیہ کی اپنے نام بیع کرالی، اور بڑی چال بازی سے کوٹھیات شملہ، لاہور، انبالہ کی فروختگی کا معاملہ درپیش ہے، پچاس ہزار روپیہ جو مصارف خاص کے لئے لیا گیا ہے، ڈھینگرہ بیان کرے کہ کہاں خرچ کیا، اونکار لال کا دراصل کیا معاملہ تھا، اس معاملہ میں ریاست کا کیا خرچ آیا، کیوں معافی دیگئی، کیوں دوبارہ سروس میں لیا گیا، ترقی کے کیا اسباب تھے، کیا ڈھینگرہ وزارت

کے قابل ہے، اگر گورنمنٹ جلد توجہ نہ کرے گی، تو یہ ریاست تباہ و برباد ہو جائے گی، ہم گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں بڑے ادب سے ملتجی ہیں، کہ تاجداران جیند کی خدمات پر غور فرماتے ہوئے، ریاست جیند کو ڈھینگرہ کی پیدا کردہ تباہی سے جلد بچائے"

ریاست رامپور ملک کے اخبارات اور اہل الرائے اصحاب نے نواب رامپور کی حرکات سے تنگ آکر ہر چند داد و ویلا کیا، مگر آج تک اُس سے باز پُرس نہ ہوئی، اور یہ بدستور اپنی ناقابل بیان حرکات کا مرتکب ہوتا رہا اب

ایک پونڈ انعام

علمی مقابلہ

جو صاحب مندرجہ ذیل موضوع پر ۱۰۰ اشعار کی بہتر نظم لکھ کر دفتر **ریئس ہند** میں قبل از یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء ارسال فرمائیں گے، مقابلہ میں نمبر اول پانے پر اُن کی خدمت میں ایک پونڈ نذر کیا جائیگا، اس انعام کا فیصلہ بعد مقابلہ **شیخ عبدالقادر** بیرسٹرایٹ لا، اور **ڈاکٹر سر اقبال** فرمائیں گے

موضوع

ہندوستانی راجگان کا وجود ہندوستان میں غنیمت ہے، اُنکی سالگرہ اور جوبلیوں کے جشن دل سے منانا چاہئیں مہاراجہ **جگتجیت سنگھ** بہادر والئے **کپورتھلہ** کا عہد حکومت ایک شریف عہد حکومت ہے، رعایا اُس کے بہتر انتظامات سے بہرہ ور ہوئی ہے، اُس نے کپورتھلہ کو بے نظیر خوشنما عمارات سے رونق دی ہے، وہ بیحد شریف اور خلیق ہے، اور عام رواداری اور ہمدردی کا عادی ہے، اور صاحب اولاد و سعادتمند ہے، اور مہاراجہ **جگتجیت سنگھ** اہلو والیہ کی روایات کا مالک ہے، تمام دُنیا کا سفر کیا ہے، اور دول غیر سے اعزاز ملے ہیں، اُسکی چالیس سالہ عہد حکومت کی گولڈن جوبلی اسکی بے نظیر خوبیوں کی وجہ سے دلی جذبات کے پُرجوش تقاضوں پر جیسے پیمانہ پر مئی ۱۹۲۶ء میں منائی گئی ہے وغیرہ وغیرہ تعداد اشعار ۱۰۰ نوٹ، مقطع تاریخی ملوکانہ ہونا چاہئے،

نیاز مند۔ ایڈیٹر رسالہ "ریئس ہند"

سُنا گیا ہے کہ پچھلے مہینوں میں اطرافِ ملک سے رنڈیاں جمع کی گئیں، اور ایک مینا بازار لگایا گیا، بھاری بھاری رُخصتانے دیئے گئے، اہلکار شہروں میں رنڈیاں انتخاب کرتے پھرتے تھے، ہزار افسوس کہ اب ہندوستان کے تاجداران کو اسی جنس کی خریداری کا شوق ہے، اور بیکس گذار غریب رعایا کی ایک نہیں سُنی جاتی، گورنمنٹ نے مہاراجہ اندور اور نابھہ کو تخت سے علیحدہ کر دیا، اُس کو مناسب ہے کہ نواب رامپور کے چال چلن کی تحقیقات کے لئے بھی ایک کمیشن بٹھائے،

رُوساے کوہستانی اور ڈپٹی کمشنر کی توجہ کے قابل

جب سے شملہ آباد ہوا، کوہستانی رعایا برباد ہوگئی، ہرسال اُن کی بیسیوں عورت اجنبی آدمی لے اُڑتے ہیں، اور کوئی قانون اِس کا انسداد نہیں کرسکتا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں چاروں طرف بربادی پھیل گئی، عورت کا نام ونشان مٹ گیا گاؤں بے چراغ ہوگئے، پہاڑی کنوارے رہ گئے، شادی کے اخراجات چار گنے بڑھ گئے، تاجداران اور صاحب سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیٹس کو اِن ناگفتہ بہ بردہ فروشیوں کے لئے کوئی خاص قانون مرتب کرنا چاہئے،

ریاست مالیر کوٹلہ

گو حالاتِ ناقصہ اور شورشِ رعایا پر قابو پانے کے لئے نواب صاحب بیحد معروف ہیں، مگر اہلکارانِ ریاست نے ایسے ایسے سامانِ ابتری پیدا کردیئے کہ اُن پر فتح پانا سخت مشکل ہے، مالی حالت کو رُو بہ اصلاح لانے کے لئے نواب صاحب ہرچند کوشش فرمارہے ہیں، مگر تاحال صورتِ اطمینان بخش نہیں، نواب صاحب کو چاہئے کہ قابل دیانت دار اصحاب کو شریکِ انتظام کریں، کیونکہ یہی ایک صورتِ بہبودی ہے،

مولوی محمد علی کی خدمت دین اور مقدس ڈاکو نعلی خواجہ کو تلقین

اپریل کا مہینہ نزول رب ہے وقوف کا لقب پائے ہوئے ہے، اسی کے ارشد سے علی حسن نے ایک ہندو راجپوت مہارانا کا معہ اپنے پانچ لاکھ رعایا کے مسلمان ہونا غلط طور پر مشہور کیا ہے، اسی سلسلہ میں جناب مولوی

محمد علی صاحب اپنے دستخط سے اپنے ہمدرد میں ایک طولانی تحریر میں لکھتے ہیں :-

"خواجہ علی حسن آنجہانی نے اپنی حیات ثانی کے دور کو اس طرح شروع کرنا چاہا تھا کہ اس نے میرٹھ کے سربرآوردہ مسلمانوں کو دعوت دی تھی کہ ملک گجرات کے مشہور نومسلم مہاراجہ نام سنگھ الیشور سنگھ جی جن کا اسلامی نام نواب نصر اللہ خان رکھا گیا اور جو ریاست آمود ملک گجرات کے حکمران ہیں، اور ساڑھے پانچ لاکھ راجپوتوں سمیت اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں، انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں جانے والے ہیں، تمام اسلامی انجمنیں، تمام علما و مشائخ اور رؤسا کا فرض ہے کہ اسلامی بھائی مہاراجہ صاحب کا تکبیر کے نعروں سے خیر مقدم کیا جائے' ..." مقدس ڈاکو نفلی خواجہ جھوٹی تبلیغ کے راجہ کے پوسٹروں اور اشتہارات سے یہی اثر ہوا کہ ٹھاکر صاحب اور ان کے ہم قوم ۵½ لاکھ راجپوت حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں' اور غالباً یہ خواجہ ہی کی تبلیغ کا اثر ہے کہ انہوں نے ہندو دھرم کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا' ایسے اشتہاروں پر یہ بھی کہا گیا کہ نامعلوم یہ سچ بھی ہے' یا محض اس "جھوٹی تبلیغ کے راجہ" کی تازہ ترین تصنیف ہے' ... مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ" اس کے بعض مرید اور اس کی مقدس لوٹ کے اکثر شریک کار اور بالخصوص اس کا ایک ادنیٰ لفنگا ساتھی میرے خلاف پروپگنڈا کرتے رہے' ... میں جانتا تھا کہ اس کی روزی ہی یہ تحریری "تبلیغ ہے' اور ہماری آخری قید کے زمانہ میں اس کا مزہ چکھنے کے بعد یہ کبھی اس "کتب فروشی" اور "کتب نویسی" تک پر قانع نہ ہوگا' جس نے اسے مجاوری کی بھیک اور ٹکڑ گدے پن کو ترک کر کے اپنا ذریعہ معاش بنایا تھا' اب تبلیغ کے نام سے روپیہ اینٹھنے اور لیڈری کئے اور جلوس نکلوائے بغیر نہ اس کا پیٹ بھرے گا' نہ اسے چین ہی آئے گا' اس کے آگے سر میاں محمد شفیع پریسیڈنٹ کے اشتہار پر انتقادات نظر ڈال کر اسکی خاک اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :- "میں تسلیم کرتا ہوں کہ لاہور کے ہندو اخبارات نے اس جعلی خواجہ کی "جبری تبلیغ" کا بھانڈا پھوڑنے کی کوشش اور اپیل کو شروع کر دی تھی کہ کوئی مہاراجہ مسلمان نہیں ہوا' نہ ہی اس کے ساتھ ۵ لاکھ راجپوت مسلمان ہوئے ہیں' غالباً اسی وجہ سے خواجہ کو مجبور کیا کہ دوسرے ہی روز اس نے اپنی قلم سے اسنہ را میں مہاراجہ کے مختصر حالات لکھے گئے اور

بظاہر اِس خوف سے کہ اب اِس نومسلم مہارانا اور اُس کے ہمقوم پانچ لاکھ نومُسلم راجپوتوں کی نظامی تبلیغ "کا بھانڈا پھُوٹ جائے گا" "جھوٹی تبلیغ کے راجہ" نے اِس کا خیال کر لیا کہ یہ قوم **سلطان محمود** بیگڑہ والئے گجرات کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے اور اِس کا بھی اقبال کر لیا کہ "شدھی سبھا کے مقابلہ میں میرا کام بہت کمزور تھا" اِس صریح دھوکہ آمیز کارروائی پر بہت کچھ لکھ کر دیگر جرائد اسلامی کی ایمانداری کی قلعی کھول کر لکھتے ہیں کہ :- "اِن اقتباسات میں چوتھا اقتباس ملاحظہ ہو، میں ایڈیٹر صاحب **حمایتِ اسلام** سے پوچھتا ہوں، کہ وہ بتائیں کہ مہارانا صاحب "کب" اپنی قوم سمیت کفر (معاذاللہ) کو ترک کرکے اِسلام کی پناہ میں آئے، ۵۰۰ برس پہلے یہ سب بھائی اور اُن کے باپ دادا مُسلمان تھے، آخر اُن کے مرحوم و مغفور آبا و اجداد کو "اسلام کی پناہ" سے خارج کرکے کفر میں کیوں دھکیلا جاتا ہے، کیا یہی تبلیغ ہے؟ کہ مسلمان تو ابھی چند ہی اشخاص کو کیا ہوگا، مگر لاکھوں کروڑوں اگلے مسلمانوں کی اِس طرح بے دریغ تکفیر دی کیا! اِس طرح کی "تحریری تبلیغ" ملتِ اسلامیہ کو فائدہ پہنچا سکتی ہے، آج تو اِس نے ہمیں ہندوؤں کے سامنے سخت ذلیل کر دیا ہے، میرا قیاس ہے کہ سب حضرات اِن "فائدہ مند دنفریبیوں" کے ایجاد کرنے والے نہیں، بلکہ اِن کا موجد وہی "تحریری تبلیغ" کا موجد اور دہلی کے فریبیوں کا اخبار نکلوانے والا ہے، جس نے آٹھ برس ہوئے **حضور نظام** تک کو اپنی جاسوسی اور غداری کا سبب کیا تھا، اور جو غالباً اب بھی اُن پر اور نیز ملتِ اسلامیہ پر ہاتھ صاف کرتا رہتا ہے۔ خدا سب کو اِس کے شر سے محفوظ رکھے اور مسلمانوں کو سمجھ دے، کہ اِس کے فریب کا شکار نہ ہوں" **لاہور** کا حالیہ فساد ایسی ہی تحریری تبلیغوں کی بنا پر ہوا، **علی حسن** کی شرارتوں کا آغاز پٹیالہ میں مسلمانوں کو مذہبی سختیاں سے ہوا، کہ جب سے اُس نے سخت ندامت اُٹھائی، اور ایسی ہی کسر نکل گئی،

لارڈ ارون وائسرائے ہند جنت نظیر کشمیر میں

جب سے ہری سنگھ نے تخت پر قبضہ کیا ہے، دن بدن حالت ابتر ہوتی چلی جا رہی ہے اور بہت جدید تنازعات پیدا ہو رہے ہیں، اصلاحات اور رفاہیت عامہ کا تو کوئی کھانا

سننے میں نہیں آیا، مگر ابھی شادی کا شگوفہ تازہ کھلا ہے، گورو گھنٹال اپنی تازہ اشاعت میں کشمیر کی افسوسناک حالت کا
تذکرہ کرتا ہے: کئی ماہ سے سن رہے تھے کہ مہاراجہ ہری سنگھ والئے جموں و کشمیر کے تعلقات گورنمنٹ ہند سے
کشیدہ ہیں، اس سلسلہ میں بے شمار افواہیں ہمارے کانوں میں پہنچیں، کوئی کہتا تھا کہ یہ جھگڑا تاجپوشی
کی رسم سے شروع ہوا ہے، کیونکہ مہاراجہ ہری سنگھ نے انگریزوں کو بطور معمولی مہمان کے مدعو کیا تھا
بطور افسران نہ بلایا تھا، کوئی کہتا تھا کہ یہ جھگڑا برطانوی جھنڈے کے حدود ریاست میں نصب
کرنے سے پیدا ہوا ہے، اور بھی کئی افواہیں ہمارے کانوں آتی رہیں، مگر جب یکایک ہم نے سنا
کہ مہاراجہ ہری سنگھ نے مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے متبنیٰ راجکمار جگت دیو سنگھ کو ان کے تمام
سوشیل اور پولیٹیکل حقوق سے جو انہیں از روئے ہندو دھرم شاستر حاصل تھے، محروم کر کے اپنے
علاقہ سے بھی نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا ہے، اور جس مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دان کا تمام ہندوستان
میں چرچا تھا، اب اس کا پسر متبنیٰ جو ہندو دھرم کی رو سے صلبی بیٹے کا درجہ رکھتا ہے، اپنے پیٹ
کے لئے بھی در بدر مارا مارا پھرتا ہے، تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہ سب افواہیں غلط ہوں گی، کیونکہ مہاراجہ
ہری سنگھ ایسا بے وقوف کبھی نہیں ہو سکتا، ایک طرف تو وہ انگریز افسروں کے ساتھ چھیڑ خانی
شروع کرے، دوسری طرف اپنے ہی گھر میں ایک ایسا خانہ جنگی شروع کر دے، کہ جس کی آڑ
میں انگریز افسر اسے نظام حیدر آباد کی طرح مفلوج کر کے بٹھا دیں، اس کے بعد ہی ہمیں ان
بدسلوکیوں کا علم ہوا کہ جو مہاراجہ پرتاپ سنگھ مرحوم کی بیوہ مہارانی چاڑکی کے ساتھ کی گئیں
بلکہ جن کا سلسلہ اب تک جاری ہے، اس پر تو ہمیں قطعی یقین ہو گیا، کہ یہ سب افواہیں غلط تھیں
مہاراجہ ہری سنگھ نہ صرف انگریزوں کی طاقت کو جانتا ہے، بلکہ یہ بھی سمجھتا ہے، کہ ان کی ڈپلومیسی
اور پولیٹیکل چالیں جب حرکت میں آتی ہیں، تو مخالف منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں، اس کے بعد ہی
ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ لارڈ ارون وائسرائے ہند کشمیر جانے والے ہیں، یہ خبر سن کر
تو ہم حیران رہ گئے، اور سمجھ گئے کہ جموں و کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے، یا ہو چکا ہے، اب اس پر گورنمنٹ
ہند اور وائسرائے ہند کی مہر خوشنودی لگائی جائے گی، اس کے بعد مہارانی چاڑکی کی فریاد

کوئی سُنے گا، اور نہ راجہ مہاراجگت دیوسنگھ کے حقوق کی ترجمانی کوئی کر سکے گا، غریب ہندو ساہوکاروں اور ہندو رعایا کا تو کہنا ہی کیا ہے، ان کی نہ کسی کو فکر ہوئی ہے، اور نہ آیندہ ہوگی جوں جوں آثار قدیم کی یادگاریں ہندوستان سے اُٹھتی جاتی ہیں سامان ابتری پیدا ہوتے جاتے ہیں کیونکہ انکی جگہ ایسے افراد لے رہے ہیں، کہ جو نہ ہندی تہذیب کے مالک ہیں، نہ یورپین کے، ایک جدید ابتری کی تہذیب کے مالک ہیں۔

شاہی کمیشن اور ہمارے تاجداران | شملہ میں یہ افواہ بڑے زور سے چکر لگا رہی ہے، کہ ہندوستان کے والیان ریاست بہت جلد ایک ایسی تنظیم عمل میں لائیں گے، جس کے مطابق وہ ہندوستان اور لندن میں باقاعدہ جد و جہد شروع کر سکیں، تاکہ اُن کے حقوق کی حفاظت ہو سکے، اور ہندوستان کے جدید کانسٹی ٹیوشن کے مطابق جس کی کہ شاہی کمیشن کے ہندوستان میں جلد آنے کی توقع کی جاتی ہے، کہ وہ جو کچھ حاصل کر سکتے ہیں، حاصل کر سکیں، ظاہرا صورت اچھی ہے، مگر جب تک یہ ایسی اصلاح آپ خود نہ کریں گے، کچھ نہ ہوگا،

ریاست میسور میں نوآبادی | میسور کے بیدار مغز فرمانروا اور قابل دیوان **محمد اسمٰعیل** صاحب بالقابہ نے اپنی ریاست میں ایک نوآبادی بنانے کے لئے یہ اعلان کیا ہے، کہ نوآبادی کے باشندوں کو بیل، تخم، ہل وغیرہ سامان کے علاوہ پانچ ماہ تک خوراک بھی دی جائے گی، اوّل میسور میں اُس کا تجربہ کیا جائے گی، اور اگر ضرورت ہوئی تو ریاست کے دیگر مقامات میں بھی نئی بستیاں بنائی جائیں گی،

آفریں باد حکومت میسور

بچھوؤں کی قطار | بچھوؤں کی قطار چلی جا رہی تھی ایک شریف نے پوچھا کہ اِن میں شریف کون ہے، مُنتہی نے کہا کہ ہاتھ لگا کر دیکھ لے، اسی طرح اہل سخن نے تحقیق لکھا ہے، کہ اورنگ زیب برہمانے کے بعد کشمیریوں کے کشمیر میں آباد و شاد رہنے کی دعا مانگا کرتا تھا، نادانوں نے تعجب ظاہر کر کے ملک اطہر میں

اُس کی ارادت کی خبر پہنچا دی، پھیلتے پھیلتے یہ خبر محلات میں بھی پہنچ گئی، **بیگم صاحبہ** نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ آپ کُل قلمرو کو چھوڑ کر ایسے فسادیوں اور شورہ پشتوں کے لئے ہر روز نماز کے بعد کیوں ایسی دُعا کرتے ہیں، اُن کے لئے تو غارت گری اور بربادی کی دُعا کرنا چاہئے، اورنگزیب اپنے دلی راز سے کسی کو بھی آگاہ نہ کرنا چاہتا تھا، مگر **بیگم صاحب** کا سوال کچھ ایسے موقع اور محل پر ہوا کہ اُس کو اپنا راز ظاہر ہی کر دینا پڑا، کہا کہ اے میری شریک رنج و غم یہ راز ایسا ہے کہ اگر میں ظاہر کر دوں تو تمام سلطنت درہم برہم ہو جائے، مگر تو میری حقیقی ہوا خواہ ہے، کسی سے کیوں ظاہر کرے گی، تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان بھر میں کوئی انقلاب ہو گا، تو وہ کسی کشمیری کے دماغ کی تراوش کا نتیجہ ہوگا، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ جتنا دماغ اپنے ہی ملک میں آباد رہیں اور کسی دوسرے ملک سے واسطہ نہ رکھیں، کہ جو اُن کی باریک سے باریک اور گہری سے گہری حرکت سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں، اگر یہ برباد ہو گئے اور ملک میں پھیل گئے، تو پھر ان کے پیدا کردہ دماغوں کی شورش کا کوئی علاج نہ ہوگا، میری دُعا اس مصلحت پر مبنی ہے، چنانچہ **اورنگزیب** کی پالیسی پر کاربند نہ ہونے کی وجہ سے کشمیری ظلم کی تاب نہ لا کر گورو **تیغ بہادر صاحب** ہم بادشاہ روحانی سے رجوع ہوئے، اس کا جو نتیجہ ظاہر ہوا، وہ اسلامی پُرجلال مغلیہ سلطنت کی تباہی اور ہندی حکومت کی بازیچا لی کا باعث ہوا،

دُور کی نظر یا جانے دیجئے، اگر **پنڈت دیا کشن کول** پٹیالہ کی وزارت پر نہ ہوتا، تو مقدمہ مہاراجہ پٹیالہ نہ ہوتا، اگر ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا، ارکانِ ریاست پٹیالہ معزول مہاراجہ کے ظلم و ستم کے جواب میں انتقامیہ صورت صلح و آشتی بلکہ عاجزی کا اختیار کرتے اور معاملہ بڑھاتے

پھر تپور کی بربادی کا منحوس آغاز

خدا معلوم راجگان کو کیا ہو گیا کہ انہیں اپنے حلقۂ حکومت میں حکومت کے قابل کوئی نظر نہیں آتا، جب نظر پڑتی ہے، غیر ہی پر پڑتی ہے، اور اُن میں سے بعض تو وہ ہیں کہ جو گورنمنٹ نے ناقابل سمجھ کر موت کے گھاٹ کے سپرد کر دئے ہیں، بعض وہ ہیں کہ جو ریاستوں کو برا کہتے

ہیں، مگر وہاں کی حکومت کی ہوس میں مرے جاتے ہیں، بعض ایسے ہیں کہ جو ایک ریاست میں جا کر اُس کی تباہی و بربادی کرکے اپنی عیاری سے سادہ لوح کھوند و تاجداران کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں، اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ بھرت پور کے حالات نامراد متعصب اخبارات و اشخاص نے قابل توجہ قرار دیئے، جب شہرت بگڑی تو ایسے زغن کرۂ فلک پر شکار کی تلاش میں منڈلانے لگے" اب مہاراجہ بھرت پور کی دانشمندی اور بلند خیالی پر تجربات کو رونا چاہئے کہ آپ نے پنڈت دیا کشن کے بھائی پنڈت ہری کشن کول کو گراں بہا تنخواہ پر ریاست بھرتپور کا مدار المہام بنا لیا ہے، نہ انہوں نے پنڈت سبق الذکر کی حرکات و حالات پٹیالہ سے کچھ استفادہ اٹھایا نہ گورنمنٹ عالیہ کے تدبر و دانشمندی سے کوئی نتیجہ نکالا، نہ اورنگ زیب کی دعا پر غور کیا، اِس انتخاب کا اب جو نتیجہ پیدا ہوگا، وہ اہل نا اہل ایک دو سال ہی کے اندر دیکھ لیں گے کہ خزانہ میں کیا باقی رہ گیا ہے، اور کس کس ملحقہ راجدھانی سے کس کس قسم کے ناقابل بیان ہولناک تنازعات شروع ہوگئے، ہمیں تو ان روسا کی حالت پر رحم آتا ہے، خدا اِن کو ہر طرح سلامت رکھے ورنہ اِن کی حرکات تو سب قسم کی آفات کا پیام لاتی ہیں،

ریاست نابھہ کے موجودہ انتظام سے مایوسی | نابھہ خاص سے ہمارے نامہ نگار ریاست نابھہ کے انتظام موجودہ کی نسبت باوثوق اطلاع دیتے ہیں کہ :- "گو معزول مہاراجہ کا عہد حکومت ہر طرح کی سختی اور تنگی پالیسی کا عہد تھا، اُس کے پامال ہو جانے سے ہم سب شاد ہوئے کہ انتظامات ایک یورپین کے ہاتھ میں آجانے سے مثل گورنمنٹ قیصریہ ہو جائینگے، لیکن تجربات بتلا رہے ہیں کہ یہ موجودہ انتظام بھی قابل اصلاح ہی نہیں، بلکہ لائق استرداد ہے، انگریز ریاستوں میں آکر ریاستی آب و ہوا کے زیر اثر ہو جاتے ہیں، اور اُن کی وہ پابندی، وقات، طریقۂ ملاقات، طرز حکمرانی، شنوائی داد و فریاد، قائم نہیں رہتی، اب میں تفصیل وار جدید نقائص بیان کرتا ہوں" یہ تفصیل کسی آئندہ اشاعت کیلئے اس وجہ سے ملتوی کی جاتی ہے، کہ ہم نے اِس کی صحت کا انتظام کیا ہے،

"ایڈیٹر"

پولیس میس پٹیالہ

بتاریخ ۱۹ اپریل ۱۹۲۶ء پولیس لائن پٹیالہ میں ایک "پولیس میس" کھولا گیا، جس کا افتتاح مہاراجہ صاحب بہادر نے اپنے دست مبارک سے فرمایا، کھانے کے بعد پچاس سال گذشتہ کی پولیس کی تفتیش کا نمونہ ایک ڈرامے کی شکل میں دکھلایا گیا، گانے کے بعد ایک دعائیہ نظم جو رئیس الکلام میں درج ہے پڑھی گئی، ہر چرن داس سب انسپکٹر پولیس نے نقال کا پارٹ ادا کیا، ہم سردار حضور اسنگھ صاحب ڈھلون انسپکٹر جنرل پولیس کی جدت پسند طبیعت کو مبارکباد دیتے ہیں، کہ اُن کے عہد میں ایسی ترقی کا دور دورہ ہوا، حقیقتاً آپ کی شریف طبیعت اتحاد و مواسات کی شیدا ہے، اگر وزارت معزول آپکی ترقیات میں حائل نہ ہوتی تو اب اسوقت منشر ہوتے مگر صبر شیریں پھل لیتا ہے

ہندو والیانِ ریاست کی بے تعصبی

ہندو دہرم کے ماننے والے اِس امر پر متفق ہیں، کہ اِس ایشوری دہرم میں کسی دیگر دہرم یا مذہب کی، کوئی بُرائی نہیں کی گئی ہے، بلکہ یہ اِسی دہرم کی خصوصیت ہے، کہ کسی ایک طریقہ یا ذریعہ پر بھی اصرار نہیں کیا گیا ہے، جو جس طرح چاہے یاد خدا کرے، اُسے کوئی روک نہیں سکتا، چنانچہ اِسی خصوصیت کا اثر ہندوؤں پر عموماً اور ہندو والیانِ ریاست پر خصوصاً اِس قدر ہویدا ہو رہا ہے کہ اکثر ہندو والیانِ ریاست نے اپنی ریاستوں میں خزانہ شاہی سے مسجدوں کی تعمیر کرائی ہے، جن میں مہاراجگانِ کپورتھلہ، جموں وکشمیر، دتیا، الور، اور میسور کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں،

اِن مہاراجگان کا اپنی ریاستوں میں مسجدیں تعمیر کرانا، اِس امر کی زندہ شہادت ہے، کہ انہیں ہندو اور مُسلمانوں میں مطلق امتیاز نہیں اور یہ ہندو دہرم کی تعلیم کا ہی اثر ہے کہ وہ ہندو ہوتے ہوئے، مساجد تعمیر کرا رہے ہیں،

مُسلم والیانِ ریاست کی ہندوؤں پر پابندیاں

ایک طرف جہاں یہ حالت ہے، کہ ہندو والیانِ ریاست مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مساجد تعمیر کرا رہے ہیں، بعض مسلم والیانِ ریاست اپنی ریاستوں

میں ہندوؤں پر انواع واقسام کی پابندیاں عائد کر رہے ہیں، جو یہاں تک بڑھ گئی ہیں کہ بھوپال میں تو ہندوؤں کو نیا مندر بنانے کی بھی اجازت نہیں ہے، اور حیدرآباد دکن میں ہندوؤں کو مسلمان بنانے کا پروپیگنڈا ہو رہا ہے، اگلے نمبر میں بھوپال کی ہندو رعایا کی عرضداشت چھاپی جائیگی۔

یہ ہے، تفاوت جو ہندو اور مسلم والیان ریاست میں پایا جاتا ہے، مسلمان سوچیں، کہ بے تعصبی اور مساوات کس طرف ہے۔" (رفاہ عام)

دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر "ریاست"

کی

شرمناک جرائم میں گرفتاری

نتیجہ کار بد کا کار بد ہے

ہند میں اخبارات کی نعمت مغربی دانشوروں کے توسل سے نصیب ہوئی ہے، آج سے ایک صدی قبل ہندوستان میں اخبار کا نام ونشان نہ تھا، مگر شرارت، افترا پردازی طبع نفسانی، بے روزگاری اور قانون کی ناقص ترتیب کی بدولت بڑے بڑے شہروں میں سینکڑوں اخبار نکلتے ہیں، سینکڑوں جاری ہو کر بند ہوگئے، ہزاروں زندہ رہ کر مرگئے، مگر ان میں سے بعض جرائد ایسے بھی ہیں کہ جو اچھی روش پر چل رہے ہیں،

ملک میں جب سے لارڈ کرزن نے ایجیٹیشن برپا کیا، اس وقت سے ملکی جرائد زیادہ تر پولیٹیکل معاملات میں حصہ لینے لگے، اور جب ملک میں عدم تعاون کی آگ مشتعل ہوئی، تو جملہ اخبارات نے اس نا واقفیت کے کوچہ میں قدم رکھا، پھر تبلیغ اور شدھی نے ان پرچوں کو دو دھڑوں

نفاق آمیز، خلاف ایمانداری فرقہ وارانہ خونی فسادات برپا کرنے کے لئے آمادہ بیکار کر دیا، دراصل ہندوستان کی اخبار نویسی کا بہت سا حصہ ادنیٰ ترین افراد سے مرکب ہے، گو اطراف ہندوستان میں اچھے اچھے اہل قلم ایمانداری سے یہ فرائض انجام دیتے ہیں مگر لاہور اور دہلی کے درمیان بعض مشہور شہدوں اور غنڈوں نے اسے توہین و تضحیک اور سراسر ناجائز آمدنی کا ذریعہ قرار دیا،

ایسے غیر ذمہ دار، ادنیٰ، کمینہ اور بدمعاش ہستیوں نے یہ معزز پیشہ ایسا ذلیل و خوار کیا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، اور اب ان کی انتہائی بددیانتی اور طمع نفسانی پر غور کر کے یہ فتویٰ دینا بڑا آسان ہے، کہ ان پر عنقریب سخت آفت نازل ہوا چاہتی ہے،

اواخر ماہ جولائی ۱۹۲۷ء میں پنجاب کونسل میں اس کے دانشمند ارکان نے ان کی شرارتوں سے مجبور ہو کر ان کو بڑا معزز سرٹیفکیٹ بخشا ہے، اور اخبار بندے ماترم نے جہاں اس بیان کی تائید کی ہے، وہاں یہ مزید واقفیت بہم پہنچائی ہے، کہ لاہور میں اخباروں کے ایڈیٹریاں فروش، جفت فروش، دھوبی، حجام، غسال، اندھے اور ناخواندہ ایڈیٹر بھی ہیں، جو ان کے عیار نابکار پروپرائیٹروں نے شرفا کی پگڑیاں اتارنے کے لئے قربانی کی خاطر یہ بکرے پالے ہیں، جب کوئی مضمون اخبار لائبل کا مرتکب ہوتا ہے، تو یہ جالو آگ لگا کر دور سے تماشہ دیکھا کرتی ہے،

گذشتہ تین سال سے جب سے کہ ریپودمن سنگھ (معزول مہاراجہ نابھہ) اپنے جرائم قبیحہ کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہوا ہے، تو بعض شورش پسند اس کا پروپاگنڈا پھیلانے کے لئے اجیر بنائے گئے ہیں، جن کا ہر ورق ایسی نمک خواری کا پتہ دیتا ہے، ان میں سے ہم اس وقت ایک کا ذکر کرتے ہیں، ۱۹۲۳ء میں دیوان سنگھ نام ایک غیر معروف شخص علاقہ مانسہ (ریاست پٹیالہ) میں آنکھوں کے معالج کی حیثیت سے دکان کرتا تھا، اور خواہ مخواہ کا ڈاکٹر بن گیا تھا، کیونکہ قانون ناقص ہے، اس لئے یہ کچھ عرصہ تک ایں

پیشہ کی مٹی پلید کرتا رہا' منڈی کے چودھری لالہ جوت رام ساہوکار کے پاس اکثر اپنی شیخی مارا کرتا تھا' اُس نے سمجھا کہ شاید کسی خاندان سے معزز سردار ہو گا' آنا جانا شروع ہو گیا' ایک روز اُس نے مفتون سے کہا کہ اگر کوئی آدمی بھٹنڈہ جانے والا ہو تو آپ مجھے اطلاع دیں کیونکہ میں نے مبلغ تین سو روپیہ ایک شخص کے پاس روانہ کرنا ہے' مفتون نے کہا کہ میں آج ہی بھٹنڈہ جانے والا ہوں' مجھ دے دوں گا' وہ شریف آدمی ایسے غنڈوں کی عادات و اطوار کیونکر سمجھ سکتا تھا' جھٹ تین سو روپیہ اُس کے حوالہ کر دیا' یہ حضرت روپیہ لیکر چمپت ہوئے' اور ایسے جیسے گدھے کے سر سے سینگ' جب بھٹنڈہ کی تحریر سے لالہ جوت رام کو معلوم ہوا کہ روپیہ نہیں پہنچے' تو انہوں نے مفتون کو سخت شرم دلائی' اُس نے روپیہ امانت کی واپسی کا سوگند وقسم سے وعدہ دے کر اُس کو دائری مقدمہ سے باز رکھا' مگر مدعی نے اُس کی حالت پر غور کر کے حکام پولیس کو اطلاع دیدی' دیوان سنگھ مانسہ چھوڑ کر دہلی چلا گیا' علی حسن کیساتھ مل کر رعیت اخبار جاری کیا' مگر ناکام رہا' وہاں سے نابھہ میں جا پہنچا' مہاراجہ ریپدمن سنگھ کو اس قماش کے آدمیوں کی سخت ضرورت تھی' ملازم ہو گیا' چودھری صاحب موصوف نے روپیہ کی واپسی کے لئے بیسیوں خطوط تاکیدی لکھ کر اُس کو شرم دلائی' دو خط نابھہ اور دہلی سے اُس کے مرسلہ چودھری مذکور کے پاس ہیں' جس میں اُس نے اِن امانت کے روپیوں کی جلد واپسی کا وعدہ کر کے بڑا اطمینان دلایا ہے' اِس اطمینان کا مطلب یہ تھا کہ وہ مقدمے کی پیروی سے باز رہے' اِس عرصے میں پنڈت دیا کشن کول کا رشتہ دار بلکہ اُس کے یارِ غار پنڈت جیون لال سابق سپرنٹنڈنٹ سے ساز باز کیا' جس کے حالات نہایت شرمناک ہیں' وہ بھی لکھے جائیں گے' جیون لال نے مقدمہ کو ملیامیٹ کرنے کے لئے تحریری طور پر ناجائز کوشش کی' مقدمہ چونکہ سچا اور مضبوط تھا' اِس نے سوائے التوا کے اور کچھ نہ کرا سکا' دوسری طرف مستغیث کو بھی دھمکایا گیا' شریف مہاجن اِس دھمکی سے موقعہ مناسب کے انتظار میں خاموش ہو گیا' جیون لال کے ملازمت سے علیحدہ کئے جانے پر مستغیث نے اس غبن کے متعلق حکام ضلع

سے داد دیلا کیا، جنھوں نے مثل مقدمہ اور واقعات کی پڑتال کرنے کے بعد افسران اعلیٰ کو اس مقدمہ کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ مفتون مذکور زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند پولیس پٹیالہ نے دہلی میں گرفتار کر کے حوالہ پولیس قیصر یہ کیا، بوقت گرفتاری اُس نے ایک رسید پیش کی، جس کا مفہوم اُس نے یہ ظاہر کیا، کہ مبلغ تین سو روپیہ اصل اور تین سو سود کے کل چھ سو روپیہ چودھری مذکور کو دے چکا ہوں، رسید جو دیکھی گئی، تو نہ وہ باقاعدہ تحریر ہے، نہ اُس پر تاریخ ہے، نہ کسی کی گواہی ہے، چودھری مذکور بڑے دعوے اور زور کے ساتھ بیان کرتا ہے، کہ رسید جعلی ہے، نہ اُس نے یہ روپیہ مفتون سے وصول کیا ہے، نہ ہی رسید دی ہے، مقدمہ چل رہا ہے، اس قسم کے حالات میں گورنمنٹ عالیہ اور ریاست موصوف میں ملزمان کا لین دین ہے اور مختلف حالات کے زیر اثر منتقلی ملزمان میں دیر ہونی ضروری ہے، قانون کے آگے منتقلی کا توقف قابل توجہ نہیں ہفتہ دو ہفتہ کے اندر حوالہ پولیس پٹیالہ ہو جائیگا۔

یہ ہے، ایک شخص کی کیفیت کہ جو باوجود ہر طرح کے عیوب کے دار الخلافہ ہند میں بیٹھا ہوا ریاستوں کی اصلاح و بہبود کا مدعی ناصح اور بڑی بڑی تجاویز کا مجوز ہے، ملکی ریفارم ایسے اشخاص کے حصہ میں آگئی ہے ستم ہے،

اُس نے نابھہ سے علیحدگی کے بعد دہلی سے ریاست کے نام سے اخبار جاری کیا، **رئیس ہند** کے اوراق ریاست کے رویہ اور سفید پوش ڈاکو کے حالات سے بھرے پڑے ہیں، یہ اپنی نالائقی اور قابل ملامت جسارت اور شرارت کی وجہ سے ایسا دریدہ دہن ہو گیا ہے، کہ ۱۰ نمبر کے بدمعاشوں کی طرح ملک کے معزز و مقتدر راجگان، نوابان، امراء، شرفاء کی جناب میں اپنی طبع نفسانی کے لئے دن رات بکواس مارتا ہے، وہ ایک ہفتہ اگر کسی کی بُرائی کرتا ہے، تو دوسرے ہفتے اپنے مطالبات پورا ہونے کے بعد اسی کے خلاف مضامین تعریفی لکھتا ہے، اس کے مندرجہ گندے اور فحش اشتہارات اس کی خصلت کا پتہ دیتے ہیں، مہاراجہ ...دمن سنگھ کو تخت پر واپس لانے کے لئے اس نے کن کن کمینہ حرکات سے کام نہیں لیا،

اور اس خطرناک تباہ کن حصولِ مقصد کی خاطر گورنمنٹ عالیہ کی منصف مزاج حکومت کیخلاف کس کس طرح نفرت و حقارت نہیں پھیلائی،

یہ مقدمہ جو اس کے خلاف چل رہا ہے، اِس کی تمام حقیقت کھول کر رہے گا، ہندوستان کے چھ سو گیارہ حکمرانوں کو بالعموم اور مجروح دل حکومتوں کو بالخصوص ارکانِ ریاست پٹیالہ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اُنہوں نے نہایت دلیری سے انصاف سے کام لیتے ہوئے، ایک غریب کی داد فریاد سُن کر دُشمنِ ملک غون آشام بھیڑیے کے گلّے چیر دیئے، اور روات توڑ دیئے،

ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عنقریب ایک ایسی خفیہ تحقیقات ہونے والی ہے کہ اس نے کس کس ریاست کو ناجائز دھمکی دے کر استیصال بالجبر کا ارتکاب کیا ہے، اِس کے علاوہ یہ بھی معتبر معلوم ہوا ہے کہ بعض ریاستوں کی طرف سے اِس پر کئی قسم کے دیوانی و فوجداری دعوے دائر ہوں گے، ناظرین کی دلچسپی اور ملک کی فلاح کے لئے ہم جملہ رؤسا ہند کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ جس صاحب کو کسی کی جانب سے ایسی دھمکی دی گئی ہو، وہ ہمیں فوراً مطلع کریں، کیونکہ ہم اخبار نویسی کے دربار سے ہر طرح کے بدمعاش ڈاکوؤں کو جہنم میں پہنچانا چاہتے ہیں،

فتنہ مفتون کی افتراپردازیاں
دیوان سنگھ ایڈیٹر ریاست کے زورِ قلم سے

معزول و معتوب مہاراجہ رپدمن سنگھ کی چنڈال چوکڑی درحالیکہ وہ نابھہ میں ہر مذہب و ملت پر اپنی مشق ستم میں مصروف تھا، ہر فعل میں اس کی دستِ راست تھی، جس کا نتیجہ چند ہی روز میں یہ ہوا کہ ڈیڑھ سو برس کی ایک معزز و معقول ریاست اِن نالائقوں نے تباہ و برباد کر دی، اور مہاراجہ بھی اپنی حرکاتِ فرسنہ کا شکار ہوئے، مگر اِس سے بہتر تھا کہ یہ چوکڑی نابھہ کے بیڑے ہی میں محدود رہتی، کیونکہ اِس کا ہر فرد اطرافِ ملک میں پُرامن سلطنتِ قیصریہ کو صوبہ سرحدی بنانے پر تُلا ہوا ہے، اور جو جہاں ہے اپنی نسلی خباثت کے زور پر حکومت کے خلاف بدامنی اور حقارت پھیلا رہا ہے، مفتون نے اپنی سنہری اور دہلی مصلحتوں کی قطع میں، اب نیک مزاج زاہدو

عابد **نواب ٹونک** کو اپنا نشانہ بنا رکھا ہے' اور یہ ظاہر ہی ہے' کہ یہ **مفتون کون ہے**؛ وہی نامہ
کی غلیظ نگاری کا سرگروہ جو ہتر ملک کا ملک اُس کی شیطنتِ ازلی سے بلبلا اٹھا' بلکہ اس پیشہ کی
بزرگ ہستیاں بھی اُس کی زریں پالیسی کا رونا رو رہی ہے' چنانچہ **مولوی ایس این علی صاحب**
بہاسہ پیر اعظم مراد آباد ملک کو اس کی حرکات سے ان الفاظ میں آگاہ فرماتے ہیں:-

"دہلی کے ایک ریاستی پرچہ کو ہم کئی سال سے مسلسل دیکھ رہے ہیں کہ اُس نے یہ پالیسی اختیار کر لی ہے
کہ ہندوستان کی چھوٹی بڑی ریاستوں کے خلاف اصلاح کرنے کی آڑ میں مضامین لکھتا رہتا ہے
یہ بھی ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ جن ریاستوں کے خلاف وہ مضامین لکھتا ہے' پھر معلوم نہیں کہ وہ کس
وجہ سے اُن ہی ریاستوں کی موافقت میں قلم فرسائی کرتا ہے' اگر وہ ریفارمر ملک ہونے کے لحاظ
سے اس بات کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی' کہ کیا چند ہفتوں کے بعد
ہی اُن کے مضامین کے اثر سے ریاستیں اپنے قدیمی طرزِ عمل کو بدل دیتی ہیں' اور تمام اصلاحی
امور کی اصلاح کر لیتی ہیں' کہ جو ایکدم اُس اخبار کا تون' لہجہ' طرز و روش اور خیالات پلٹ
جاتے ہیں'

اس اخبار کے دیکھنے والے ناظرین بھی ہمارے اس خیال کی سو فیصدی تائید کریں گے' اب
پچھلے دو مہینوں سے اُس نے ٹونک کی اسلامی ریاست پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ کیا ہے'
ولیعہد ٹونک کے متعلق ہر ہفتہ نئی نئی گل افشانیاں کرتا رہا ہے' جہاں تک ہم سمجھتے ہیں' اس کی معلومات
جب ختم ہو جاتی ہیں' اور کسی ذریعہ سے بھی کوئی اطلاع اُس کے سامنے نہیں آتی ہے تو پچھلے
ہی مضامین کی کچھ کم و بیشی کے ساتھ ورق گردانی کرنے لگتا ہے' ہمارے خیال میں کسی
ایڈیٹر اخبار کی یہ پوزیشن بحیثیت ریفارمر ہونے کے نہیں ہونی چاہئے' کہ وہ ہمیشہ ہندوستانی ریاستوں
پر ہی ہاتھ صاف کرتا رہے' اور کسی خاص وقت کے بعد کسی زریں وجہ سے اپنے تھوکے کو
آپ ہی چاٹنے کی کوشش کرے' آجکل وہ ریاست ٹونک کے سر ہے' خدائی فوجدار بنا ہوا ہے'
ایک اخبار میں ایک ہی آرٹیکل ٹونک کے متعلق نہیں ہوتا' بلکہ چند نظم و نثر کے مضامین ہر ہفتہ

ٹونک کے خلاف سلسلہ وار لکھ رہا ہے، اس کے ذہن میں اس کام کے لئے کوئی خاص وقت مقرر ہوگا، اس کے بعد یا تو وہ کوئی خاموشی اختیار کریگا، یا بجائے اُلٹا چرخہ چلانے کے سیدھا چرخہ چلانا شروع کر دے گا۔ (ریاست "میں معلومات کے بغیر مضمون آرائی ہوتی ہے (ایڈیٹر)

ہم ہمیشہ سے اُس کی یہی روش دیکھ رہے ہیں، وُہ دوسرے پرچوں پر ذرا ذرا سی باتوں پر نکتہ چینی کرتا ہے، مگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر کبھی نہیں دیکھتا، حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کے آگے اور پیچھے تھیلیاں لٹکتی رہتی ہیں، آگے کی تھیلی میں دوسروں کے عیوب ہوتے ہیں، اور پس پشت کی تھیلی میں اپنے، اس واسطے ہمیشہ دوسروں کے عیب نظر آتے ہیں، اور اپنے نظر نہیں آتے، اگر ضرورت سمجھیں گے، تو اس مسئلہ کے متعلق آئندہ ہم بھی ایک سلسلۂ مضامین شروع کر دیں گے،

مہاراجہ جگتجیت سنگھ بہادر والئے کپورتھلہ کا جشنِ گولڈن جوبلی

ہندی دھرم کی رُو سے ہر نفس کا ہر نفس بے بہا ہے، اُسے ہر صبح اپنی اگلی صبح تک پروگرام بنانا چاہئے، اور گذشتہ صبح کے پروگرام کی پڑتال کرنا چاہئے، ایسا ہی اُسے تیوہاروں، اُتسوؤں اور جلسوں کا پورا پورا پربندھ کرنا ضروری ہے، تاکہ قدیم یادگاریں جو بدی اور نیکی کے نتیجہ خیز سبق ہیں، پوری پوری یاد رہیں، بدی سے پرہیز ہو، کہ اس کا نتیجہ تباہ کن ہے، نیکی پر عمل کیا جائے، کہ ترقی کا راستہ ہے، اب ہندوستان میں ایسے ایسے قدیم تہوار خلوصِ دل سے نہیں منائے جاتے، نتیجہ دیکھ لیجئے، کہ نیکی یورپین تہذیب کی نذر ہوئی، اور بدی حاضر ہوگی، اب ہر طرف ابتری ہی ابتری ہے، اگر تہوار منائے جاتے ہیں، خون کے دریا بہتے ہیں،

مگر یورپ ایسی ایسی تقاریب کا شیدا ہے، مہاراجہ جگتجیت سنگھ بہادر والئے کپورتھلہ کی پاک طبیعت نے ہندوستان میں بہترین تعلیم و تربیت پاکر دیدۂ بینائے اطرافِ عالم کی سیاحت کی ہے، اور بہت کچھ سیکھا ہے، آپ کو تختِ سلطنت پر جلوس فرمائے ہوئے پچاس سال گذر چکے

اسلئے اس کامل کامیابی کی خوشی منانی چاہئے تھی، چنانچہ نومبر آئندہ کے آخری تاریخوں میں ایک اعلیٰ پیمانہ پر آپ کا جشنِ گولڈن جوبلی منایا جائے گا، حضور والسرائے کے علاوہ ہمارے ۱۲، ۱۳ تاجدار شریکِ جلسہ ہوں گے، چونکہ آپ کے اخلاق اور تپاک کا حلقہ دُنیا بھر میں محیط ہے اسلئے اطراف عالم سے بہت سے معززین رونق افروزِ بزم ہوں گے،

سُنام میں کارِ خیر کی تکمیل

(دیوانِ پٹیالہ) ریاست پٹیالہ کے مشہور قدیم سکھ خاندان ہری کا کے رُکن میجر سردار بلونت سنگھ صاحب ناظم ضلع نے اپنی خاندانی ہمدردی و آسائشِ عامہ کے تقاضے پر چوپیہ سُنام میں جانب لسوہ سردار رائے بھگونت سنگھ صاحب بہادر سُنامی ایک بند تیار کرایا ہے، جس میں پبلک نے اپنی آسائش و بہبودی سمجھ کر دل سے حصّہ لیا ہے، یہ ایسی یادگار ہے، کہ جیسی آپ کے جدِ بزرگوار سردار لبا وا سنگھ بہادر ہری کا نے فتح دہلی کے وقت ریاست پٹیالہ کی افواج کیساتھ بے نظیر حصّہ لینے میں قائم کی تھی، کہ جس سے سلطنت انگلشیہ ہندوستان میں قائم رہ گئی، خاندانی رکن ضرور خاندانی روایات تازہ کرتے ہیں،

دیوان سنگھ مفتون کی گرفتاری سے تشکر و اطمینان

ہر مصیبت سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے، مگر بعض اشخاص کی اُفتاد ایسی ہوتی ہے، کہ اگر اُن پر مصیبت پڑتی ہے، خلق اللہ بارگاہ منتقم حقیقی میں شکریہ ادا کرتی ہے یہی حالت مفتون کے شرمناک جرم کی گرفتاری کی ہے، کہ اطرافِ ملک سے اظہارِ تشکر و اطمینان کے خطوط کا سلسلہ قائم ہو گیا، سچ ہے کہ کر دکہ نیافت،

ریاست مالیر کوٹلہ میں آتشین اسلحے سے خونریزی

رئیس ہند برابر دو سال سے نواب صاحب کو توجہ دلا رہا تھا کہ رعایا کی بے چینی

جلد دُور کی جائے، ورنہ سخت ابتری کا احتمال ہوگا، نواب صاحب نے اہلکاران خائن اور نالائق کے علیحدہ کرنے میں تو رئیس ہند کی خواہشات پوری کیں، مگر خزانہ اور نظام بحق الحال کوئی قابو نہیں پایا، عزیز رعایا کے بعض افراد ہوائے زمانہ کے اثر سے احکام شاہی کی تعمیل نہ کرتے تھے اِس لئے بجائے تالیف قلوب کے تیغ اسلحہ سے کام لیا گیا، خدا کرے، کہ شورش عارضی ثابت ہو، اور مذہبی معاملہ نہ بنے، ورنہ سخت خطرناک نتائج کا خوف ہے، رعایا کو سمجھنا چاہئے کہ نواب صاحب کی ذاتِ گرامی ہر طرح کے فتنہ و فساد سے پاک ہے، جو فریاد کرنا ہو وہ اُن سے کریں،

ریاست میسور میں وائسرائے کی فیاضی

میسور میں ۲۹ جولائی کی شب کو ریاست موصوف کی طرف سے وائسرائے کی ضیافت ہوئی، مہاراج نے ریاست کے معاملات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ سب سے بڑی دقت مالیات کی ہے، آپ نے خراج کی رقم میں تخفیف کرنے پر زور دیا، کہ کم از کم عارضی امداد منظور کی جائے،

وائسرائے نے جواب دیتے ہوئے، نعرہ ہائے مسرت کے درمیان اعلان کیا، کہ حکومتِ ہند نے ریاست کے سالانہ خراج میں ساڑھے دس لاکھ روپیہ کی دائمی تخفیف کا فیصلہ کر دیا ہے اور اِس طرح خراج کی رقم اتنی ہی لی گئی ہے، جتنی کہ ۱۸۸۱ء کے معاہدہ میں قرار پائی تھی، وائسرائے نے اس امر پر اظہارِ مسرت کیا، کہ ریاست کے پہلے ہی دورے میں اُنہوں نے یہ اعلان کیا ہے، اور حکومت کی طرف سے یہ اعتراف فرمایا کہ حکومت ہز ہائینس کے رویہ اور برتاؤ کا خاص لحاظ رکھتی ہے،

ابرِ رحمت اسقدر برسا کہ طوفان ہوگیا

جولائی کے آخری اور اگست کے پہلے ہفتے میں بارانِ رحمت اطراف ملک میں طوفان بن گیا، دریائے دشواری کے یکدم ۵ ہفت چڑھ جانے سے دو ہزار مکانات آٹھ دیہات جو بڑودہ کے اردگرد کی زینت تھے، بہ گئے،

دو سو انسانی جانیں ضائع ہوئیں، نقصان کا اندازہ ڈیڑھ کروڑ کیا جاتا ہے، کون ہے جو ان ہندی بکنیوں کی خبر لے

فسادات اندور کی تکمیلِ مقدمات قابلِ اطمینان ہے

تبلیغ اور شدھی نے ملک کا کرہ زہر آلود کر دیا چنانچہ اسی سلسلۂ شیطنت میں ایک شرمناک فساد ریاست اندور میں کیا گیا تھا، مقدمات کی قابل ججوں کے روبرو سماعت ہو رہی ہے، اور یہ امر موجبِ مسرت ہے کہ عادلانہ اور منصفانہ طرزِ عمل مرعی رکھا گیا، اس مبارک انصاف کے ہیرو مشہور ہر دلعزیز صلح کل رائے بہادر مسٹر ایس ایم باپنا صاحب وزیر اعظم ہیں۔

ریاست ٹولی کی فتنہ پردازیاں

موقر الامان اپنی ۹ اگست کی اشاعت میں کیا خوب لکھتے ہیں کہ دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست پر جب مالش کے سیٹھ نے استحصال بالجبر و خیانت مجرمانہ کا مقدمہ چلایا تو مالوی جی کے اخبار ہندوستان ٹائمز کے ایڈیٹر نے اسکی ضمانت دی، نیز ۳ اگست کو ایڈیٹر تیج کے مکان پر اس کی حمایت میں ایک خانہ ساز جلسہ ہوا، اس میں جو ریزولیوشن منظور ہوا وہ دہلی کے ہندو مسلمان اخبار نویسوں کی طرف سے دنیا کو دھوکہ دینے کیلئے شائع کیا گیا، مگر الامان و مبلغ کو کوئی اطلاع نہیں دی گئی، درّہ عمر، الجمعیۃ و ہمدرد کا کوئی نمائندہ شریک نہیں تھا، معلوم نہیں یہ ہندو مسلم اخبار نویسوں کا جلسہ کیسے ہو گیا، اگر ریاست ٹولی کے بعض کارکن شریک ہو گئے تو وہ سے ریاست ٹولی کا جلسہ کہنا چاہئے، بہرحال عنقریب ان لوگوں کو [illegible] معلوم ہو جائیگا کہ انہوں نے جس چیز کا نام اس خانہ ساز تجویز میں پریس کی آزادی رکھا ہے یہ پریس کی تباہی ہے کیا ریاستوں پر سنگین جھوٹے الزامات عاید کرنا، خاص سازشیں کر کے گندے در بیہودہ پرچے شائع کرنا، شرفا کو دھمکیاں دینا، انکی پگڑیاں اُتارنا یہ پریس کی آزادی ہے، ہم جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کی خدمت میں بھی بادب عرض کرینگے کہ وہ یا تو تبلیغ کو پسند کریں، یا اخبار ریاست کو اب پیالہ لبریز ہو چکا ہے اور شاید زمانہ زیادہ عرصہ تک مہلت نہ دے اسلئے جہانتک ممکن ہو اس شخص کی خفیہ یا علانیہ حمایت سے اپنا دامن بچائیں جسکے اعمال

قواعد و ضوابط

اہتمام ترتیب و قیمت رسالہ

۱۔ یہ رسالہ شروع ۱۹۱۳ء سے تا اجرا ماہوار پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ترتیب کی سہولت تاریخ تو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوگا

۲۔ چونکہ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہے اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کا مرکز رہا ہے اس لئے اس کی اہمیت کے لئے دہلی ... کی گئی ہے۔

۳۔ اس میں خصوصیت سے دہلی کی معاشرتی، تاریخی، سیاسی اور دیگر روساء و امراء وغیرہ کے پولیٹیکل، سوشل، اخلاقی، تاریخی، علمی و ادبی وغیرہ مضامین درج ہوا کریں گے

۴۔ مرکزی گورنمنٹ ... کے ضروری ضروری حالات نوٹ ہوا کریں گے۔

۵۔ سال بھر کے لئے یہ رسالہ جاری رہے گا۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ

۶۔ کسی ماہ کا رسالہ نہ پہنچے تو اس کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہیے

۷۔ نیز اصحاب کرام کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جائے گا۔ بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھے جائیں گے

۸۔ شرح چندہ حسب ذیل ہے:-

۹۔ چونکہ اس رسالہ کا موضوع ہے اس میں محض رئیس و رئیسوں اور جاگیرداروں کے متعلق مضامین شائع ہوا کریں گے۔ وقائع نگار صاحبان اس موضوع اور مستقل تحریر ہی پر مضمون تحریر فرمادیں۔

۱۰۔ جو صاحبان رئیسوں کے حالات پر مضمون لکھیں گے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائیں گے۔ ان کی خدمت میں بعد اشاعت ... کیا جائیگا یا رسالہ مفت دیا جائیگا

۱۱۔ نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے۔

۱۲۔ یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جائیں سچ صحیح ہوں۔ شبہ سے ... رہیں۔

۱۳۔ جملہ خط و کتابت متعلق مضامین خریداری و نمونہ رسالہ اشتہارات و ترسیل زرچندہ اجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام منیجر ہونا چاہیے۔

۱۴۔ چونکہ اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں رسائی کا فخر حاصل ہے اسلئے طبقہ امراء میں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہے۔ اشتہار دہندگان کے لئے نہایت نادر موقع ہے۔ نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں جو بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتے ہیں مگر یہ واضح رہے کہ جھوٹے اشتہارات بھیجنے اور چھپوانے کی بے سود کوشش نہ فرمائیں۔

قسم خریداران	نواب تعلقداران بہادر و راجگان بہادر	امراء و رؤسائے نامدار	عوام	طلباء	مابعد
شرح چندہ	شگفت فتنمش گفتم نکات بگفتا مگر مش گفتم نگاہ ہے	۲۵ عہ/	۱ے/	۵ عہ/	رعایت

چیف منیجر رسالہ رئیس ہند دار السلطنت ہند دہلی

کشتہ قلعی مفیہ

سستی۔ نامردی اور امراضِ مثانہ کے لئے اکسیر ہے

یہ کشتہ پہاڑ کے ایک سادھو سنیاسی نے عرق لیموں میں ہمارے روبرو بیس سال ہوئے تین ماہ میں تیار کیا تھا۔ چونکہ تجربہ سے عجیب و غریب پایا گیا ہے۔ اس لئے جن صاحبان کو اس کے استعمال کی ضرورت ہو۔ بلا دریغ طلب فرماویں۔ ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہے۔ قیمت چار روپیہ۔

کشتہ فولاد

جس کے عجیب غریب خواص ناقابل بیان ہیں

یہ کشتہ بھی سادھو معزز الیہ نے ہماری نگرانی میں تیار کیا تھا۔ اول تو خالص فولاد کا ملنا مشکل تھا۔ پھر اس کی شناخت اس سے مشکل تھی۔ ایک بیش قیمت سلاح خانہ سے حاصل کیا گیا۔ اور اُسے عرق تربوز میں گلایا گیا۔ اور پھر دو مہینے تک آنچ پر آنچ دی گئی۔ جب کہیں جا کر یہ کشتہ بنا۔ ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہے۔ چار روپیہ۔

حسنِ یوسف

چہرے کے دھبوں۔ داغوں اور چھائیوں کو صاف کرنیوالا پوڈر

شیخ الرئیس بو علی سینا کے قانونچہ کی ترکیب کے موافق تیار کیا ہوا سفوف ہے۔
قیمت فی پوڈر جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے ایک روپیہ

ملنے کا پتہ: پٹیالہ بھگونت آشرم (پنجاب)

مرآۃ الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں مالداری مفلسی صحت و بیماری عمر بھر کے رنج و راحت تجارت کا فائدہ و نقصان اور اولاد کی شکل تعداد سالہائے عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حال بتشریح بآسانی معلوم ہو سکتا ہے آئینہ سکندری پایا ہوا ہے جو سنسکرت کی پراچین کتابوں کا خلاصہ دیا ہوا ہے دکھات جوتش کا پنڈت پانے محلہ سے کھینچے ہزاروں سے رات اور دن سے دان کر کے آنکھوں سے محنت کا تبل ٹیکا کر لکھی گئی ہے۔ سب تعداد نقشے اظہار ستارگان وغیرہ کمال محنت سے فراہم کئے گئے ہیں عمل کاغذ پر خوش خط چھاپی گئی ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ عہ

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

بھگوت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

RAIS I-HIND
بسرپرستی شاہ اقلیم معانی خسرو سخن جناب منشی ڈاکٹر بھگوت راے صاحب بہا سنامی مدظلہ العالی
ہندوستانی ریاستوں کے لیے ہندوستان میں نئی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت دہلی
شملہ
دہلی
لنکا

LATEST PORTRAIT OF HIS HIGHNESS FARZAND I DILBAND
RASIKH UL ITIQAD DAULAT I ENGLESHIA RAJA I RAJGAN
MAHARAJA COLONEL
SIR JAGATJIT SINGH, G.C.S.I., G.C.I.E.,
OF KAPURTHALA (PUNJAB)

(The block of this picture is specially made for the Proprietor, [illegible]us-i-Hind, Delhi, who has special arrangements of making all kinds of blocks.)

"ریاست کپورتھلہ دستر خوان رئیس گولڈن جوبلی نمبر"

دورِ جدید آراستہ دہلی، ستمبر تا نومبر ۱۹۲۷ عیسوی — جلوس ہفتم در بار نہم تا یازدہم

ایڈیٹر پیارے لال فنا

تصویر بلاک: (۱) ہز ہائینس مہاراجہ جگت جیت سنگھ بہادر والیٔ کپورتھلہ (۲) مہاراجہ جگت جیت سنگھ صاحب بہادر والیٔ کپورتھلہ (۳) مہاراجکمار صاحبان (۴) ایوان مہاراجہ صاحب بہادر

رئیسِ ھند

کپورتھلہ گولڈن جوبلی نمبر

[illegible] عالیجناب سردار دیوان منشی بھگونت رائے صاحب بہار شناسی ایم اے [illegible]

جلوسِ ہفتم — دہلی۔ ستمبر تا نومبر ۱۹۲۷ء — دربار نہم تا یازدہم

رموزِ مصلحتِ رئیس

دانائی

دانائی کی بخشش خدائی خزانے ہیں' اُس نے ہر ایک کی قسمت مقرر کی ہے' جیسا مناسب سمجھا' ہر ایک کا حصّہ مقرر کیا'

کیا اُس نے تجھے دانائی دی ہے' کیا اُس نے سچائی کے علم سے تیرے دل کو منوّر کیا ہے' تو نادان کو اِس میں سے تھوڑا سا اِس کی ہدایت کے لئے دے' اور دانا کو بھی کچھ سکھا' جس سے اُن کی ترقی ہو'

"رشی دھن مُنی"

یادگارِ زرّیں

ہند میں ہندی تاجداران رحمتِ الٰہی کا نزول ہیں، اُن کی راجدھانیوں کا رقبہ صحرائے خاردار میں گلزارِ پُر بہار کی طرح باعثِ خیر و برکت ہے، ریاستوں کی قائمی و بقا اور اُن کی حفاظت کا خیال ہندوستان کے ہر فرد و بشر کو رکھنا چاہئے، کیونکہ وہ اُس قدیم و اعلیٰ تقسیم نظام کی برباد شدہ قابلِ انحفاظ و روح افزا نشانیاں ہیں کہ جو قیدِ تاریخ و سِن و سال سے آزاد ہیں، جُگ پر جُگ بیت گئے، قرن پر قرن گذر گئے صدیاں پر صدیاں ختم ہو گئیں، مگر اس تقسیم الٰہی کی نہ ابتدا کا پتہ ہے نہ انتہا کا۔

پادشاہتیں بگڑ گئیں، حکومتیں تبدیل ہو گئیں، سلطنتیں تباہ و برباد ہو گئیں، غرضیکہ بادشاہوں کی بادشاہیاں، حاکموں کی حکومتیں اور سلطانوں کی سلطنتیں زیر و زبر ہو گئیں، مگر ہندوستان کا وہ رقبہ کہ جس کے چپہ چپہ پر خون کی ندیاں بہی ہیں، جوں کا توں ہے، نہ اُس کے طول و عرض میں فرق آیا، نہ بلندی و نشیب میں کمی بیشی ہوئی، یہ فرقوں، ملتوں، قوموں کے عدل و انصاف، جور و جبر کا آماجگاہ بنا ہوا غور سے سب قسم کے نظارے دیکھتا رہا۔

اِس وقت جبکہ ہم سمبت ۱۹۸۴ب / ۱۹۲۷ء میں یہ سطور لکھ رہے ہیں، ہندوستان میں کروڑوں حکومتیں بننے اور بگڑنے کے بعد اب بھی ۱۱۶ راجدھانیاں قائم ہیں، جن میں سے بعض کی قدامت بلا شبہ لاکھوں برس کی ہے، کہ جن کے سلسلے سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں سے ملتے ہیں۔

اسلامی حملوں سے قبل، مہابھارت کے جنگِ عظیم کے بعد یہ نظام مبارک بگڑنا شروع ہوا، بگڑتے بگڑتے اب یہ نوبت پہنچ گئی، کہ جہاں اِن کا وجود باعثِ خیر و برکت سمجھا جاتا تھا، اب موجبِ خرابی و ابتری اور موجبِ ننگ و عار سمجھے جانے پر بھی اکتفا نہیں کی جاتی، بلکہ اُس کی بربادی و پامالی کے لئے ایک فرقہ یا تحریک دُنیا کے ہر حصہ میں پیدا ہو گیا ہے، جس کا نصب العین ہے، کہ خاندانی اُمرا اور اُن کی مال و دولت اُن سے چھین لی جائے، اور طبقۂ غربا میں تقسیم کر دی جائے، کہ اِن کا کوئی حق نہیں،

اسی بنا پر زارِ روس کے شاہی خاندان کا بیدردی سے خاتمہ کیا گیا۔ شاہ ایران سلطان روم، فرمانروائے فرانس وغیرہ وغیرہ خداوندانِ ملک ومال کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اور یہ خاتمہ اُن جانثاران و ہواخواہان کی اولاد کے ہاتھوں سے ہوا ہے کہ جنہوں نے صدیوں خون بہا بہا کر اور پشتوں بے تعداد مصائب اُٹھا اُٹھا کر ان کی قائمی وبحالی میں سرفروشیاں کی تھیں،

یہ سب غلط علاج اُن امراض کا کیا گیا کہ جو لا علاج نہ تھے، مگر برہمی و نفرت نے یہ سب کچھ کرایا کہ اشتعال میں آکر مقابِلِ علاج مریض کے مرض کی تشخیص کرنے کی بجائے تریاقِ زہر دیدینا ہی مناسب سمجھا، اور اب ان حکومتوں کے لئے یہی تجویز اور نسخہ مفید اور کارآمد سمجھا گیا ہے، اور سمجھا جائیگا،

کیونکہ وہ اصولِ انتظام کہ جو افراد ورعایا کے لئے مرعی رکھے گئے تھے، قطعاً نظرانداز کر دیئے گئے حکومتِ قلبی کا حکومتِ سیفی نے گلا کاٹ ڈالا آخرش اُس کی بھی کوئی حد تھی، آریا ورت کے رشیوں کا مقولہ ہے کہ:۔

"کہ قلبی اور سیفی سب طرح کی حکومتیں امتدادِ زمانہ سے پامال ہوجاتی ہیں، گو مدتِ عمر ہر ایک کی جداجدا ہے، اور سب سے دیرپا اور باامن وہ حکومت ہے، جو رعایا کے قلوب پر حکومت کے قلب صافی سے کیجائے"

گو اس ترازو میں ہندوستان کی ایسی سب حکومتیں وزن نہیں کی جاسکتیں، مگر حق یہ ہے کہ بادشاہت کے انقلاب کی پالیسی نے انہیں مفلوج کر دیا، اور اُن کا بہت سا حصہ اپنے فرض سے غافل ہوکر لاپروا ہو گیا ہے،

یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ہم اس قدیم سوراجیہ کی خوبی وبرتری پر کوئی مضمون لکھیں، یا یہ ثابت کریں کہ یہ طرزِ نظام سب طرح کے اسلوبِ انتظام سے برتر ہے، مگر حقیقت آشنا اور محققِ مزاج طبائع جان سکتے ہیں، کہ ملک میں خوشحالی اور امن پیدا و قائم و بحال رکھنے کے لئے کوئی طرزِ حکومت اس طریق حکمرانی سے بہتر نہیں ہو سکتی، دیکھو جس راجدھانی کا راجہ پراچین آئین پر کاربند ہے" اور یہ امانت ایک متبرک امانت سمجھے ہوئے ہے، وہاں کی رعایا ست جگی دور کے لطف سے رہی ہے،

زہرآلود طبائع نے نہایت ظلم کیا کہ ست جگی دور واپس لانے کی بجائے اُس کا خاتمہ کر دیا

بہتر سمجھا جانا چاہیئے یہ تھا کہ جہاں جہاں جو جو نقائص اور ابتریاں پیدا ہو گئی تھیں، اُن کی اصلاح کی جاتی، نہ کہ زندہ مریض کے قُل پڑھے جاتے۔

ریئس ہند کے اجرا کا یہی سبب ہے، اور یہی غرض وغایت، اور یہی اُس کا موضوع۔ اُس نے دیکھا کہ مغربی تواجد یدنا اثرات کے ساتھ اُن کے لئے زہر ہلاہل کی تاثیر رکھتی ہے، اگر اس سبزہ زار کے امراض کی یہی تشخیص و تجویز ہوتی رہی تو دُنیا کی تباہی عنقریب ہے، اس لئے اُس نے اِن مریضوں کی صحت کے لئے نسخہ تجویز کیا، کہ جس سے یہ اپنی زندگی بحال کر سکیں، اور ملک میں پھر ست جگی دور آجائے۔

ریاست کپورتھلہ کی قائمی اِن ہی تشخیصوں اور علاجوں کا ایک بے خطا نسخہ تھا، کہ جس نے آج سے صدی قبل مابین دریائے بیاس و جمنا اپنا یہ عمل آزمایا، اور خلقِ خدا کو امن، خوشحالی، راحت اور فیض بخشا، اور آج تک کم و بیش اُسی نسخہ کا استعمال جاری ہے، ایسی بابرکت حکومت کی یاد دِیا دِ نشیریں ہے، پھر ہم کیوں اُس کا افسانہ نہ سنائیں، اور اِس تاجدار کی یادگار نہ منائیں، جبکہ اِس طرزِ یادگار میں دیگر ۶۱۱ ریاستوں کی بھلائی و بہتری بھی مخفی ہے، تاجداران وارکانِ دولِ عظیم جب یہ یادگار دیکھینگے، تو بلا شُبہ اُن کے قلوب موثر ہوئے بغیر نہ رہیں گے، وُہ ضرور اپنے اور اپنی رعایا کے لئے وُہی طریقے اختیار کریں گے، کہ جو رشیوں نے خلقِ خدا کی بہتری کے لئے تلقین کئے ہیں۔

اَے ازلی بھائیو، رشیوں کے سپوتو، روایاتِ پارینہ کے مالکو، ہندوستان کے بہی خواہو، آؤ، تاکہ ہم سب مل کر یہ متبرک یادگار منائیں، اور اپنے گمراہ بھائیوں کو اُسی راستے پر چلنے کی ہدایت کریں، کہ جس راستے پر ہمارے بزرگ صدیوں چل کر شہرت کی کامیاب زندگی حاصل کر چکے ہیں۔

اَے ہندوستان، جنت نشان، پہلے آریہ تیرے اکلوتے بیٹے تھے، اب مسلمان، عیسائی وغیرہ وغیرہ بیسیوں فرقے تیرے آغوشِ شفقت میں پرورش پا رہے ہیں، اگر اس طرح سے کہ ایک دستر خوان پر ایک دوسرے کے ساتھ جنت و بیزار ہے، تو اتحاد پیدا کر اور سب کو نیکی کی تلقین فرما کر سب کو راہ راست پر چلا اور محبت سے منزلیں طے کرنے کی توفیق بخش۔

تاجدارانِ ہند کی جوبلیاں

اور

اُن کے منائے جانے کی ضرورت

ہندی دہرم کی رُو سے ہر نفس بے بہا ہے' ہر نفس کو ہر صبح تک کا پروگرام بنانا چاہئے' اور گذشتہ صبح کے پروگرام کی پڑتال کرنا چاہئے' ایسا ہی اُسے تیوہاروں اتسوں اور جلسوں کا پورا پورا پربندھ کرنا ضروری ہے' تاکہ قدیم یادگاریں جو بدی اور نیکی کے نتیجہ خیز سبق ہیں' پوری پوری یاد رہیں' بدی سے پرہیز ہو کر اس کا نتیجہ تباہ کن ہے' نیکی پر عمل کیا جائے' کہ ترقی کا راستہ ہے' اب ہندوستان میں ایسے ایسے قدیم تہوار خلوص دل سے نہیں منائے جاتے' نتیجہ دیکھ لیجئے کہ نیکی یورپین تہذیب کی نذر ہوئی' اور بدی حاضر ہو گئی' اب ہر طرف ابتری ہی ابتری ہے' اگر تہوار منائے جاتے ہیں' خون کے دریا بہائے جاتے ہیں'

مگر یورپ ایسی ایسی تقاریب کا شیدا ہے' مہاراجہ جگتجیت سنگھ بہادر والئے کپورتھلہ کی پاک طبیعت نے ہندوستان میں بہترین تعلیم و تربیت پاکر دیدۂ بینا سے اطرافِ عالم کی سیاحت کی ہے اور بہت کچھ سیکھا ہے' آپ کو تختِ سلطنت پر جلوس فرما ہوئے' پچاس سال گذر چکے ہیں' اس لئے اس کامل کامیابی کی خوشی منانا چاہئے تھی' چنانچہ بتاریخ ۱۳ مگھر سمت ۱۹۸۴ب / ۲۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو بوقتِ سعید آپ کا جشن گولڈن جوبلی اعلیٰ پیمانہ پر خاص کپورتھلہ میں منایا گیا' جو ہر طرح سے کامیاب ہوا' (بحوالہ اشاعت)

انعامی مقابلہ رئیس ہند نے ایک پونڈ انعام نظم کپورتھلہ کیلئے منظور کیا تھا' موصولہ نظموں میں سے ایک میں بھی وہ مدارج نہیں پائے گئے' اس لئے اُن کے درج کئے جانے سے معذوری ہے'

"ایڈیٹر"

نگارۂ اولین

گولڈن جوبلی

ہز ہائینس فرزندِ دلبند راسخ الاعتقاد دولتِ انگلیشیہ راجہ راجگان کرنل سر مہاراجہ جگجیت سنگھ صاحب بہادر

جی سی ایس آئی۔ جی سی آئی ای۔ والئی کپورتھلہ

اور

رئیسِ ہند

رئیسِ ہند کے سنہ اُس کی غرض وغایت کی تکمیل وایفا کا یہ ایک رُوح افزا پیغام ہے کہ جس کا خوشی سے آغاز اور خوشی پر انجام ہے۔ رئیسِ ہند اپنی گذشتہ بہاریں اپنے ۱۱۱ تاجداران کی سلامتی اور ریاستوں کی قائمی وبحالی میں ان ہی دل افزا اُمیدوں اور آرزوؤں میں کاٹ رہا تھا، اور دست بدعا تھا کہ خدا کے فضل وکرم سے یہ محفوظ ومامون رہیں، دن عید اور رات شبِ برات رہے، حلقۂ حکومت ہی میں نہیں، بلکہ علاقہ و دول غیر سے اپنے شاہی خیالات وجذبات کی بنا پر خراجِ تحسین حاصل کریں، خود نیک نام ہوں اور نیکی کے کام کریں، سلطنتِ قیصری کے زیرِ سایہ پھلیں پھولیں، اور ہر طرح کی آفات سے مصئون رہیں،

مہاراجہ سر تُکوجی راؤ والئی اندور اور مہاراجہ ریپُدمن سنگھ والئی نابھہ کی دست برداری تحت اِس کے موضوع کے لحاظ سے ایک ستم تھی، خواہ سر تُکوجی راؤ بیگناہ تھے، اور مہاراجہ ریپدمن سنگھ گنہگار، خواہ کوئی پولیٹیکل تیغ کا مجروح ہو، خواہ کوئی اپنی بداعمالی کا، مگر ہمارے لئے یہ دو فتحات موہان رُوح تھے، کیونکہ ہم ہر حالت میں اپنے تاجداران اور ریاستوں کے حقیقی بہی خواہ ہیں، اور اسی لئے انکی احیاء وبقا کے خواہاں ہیں،

مگر اس خرابی میں صورتِ تعلین بہتری وبھلائی بھی مُضمر ہے، کیونکہ ان دو کے اِس طرح سے

ایک دو تین ہو جانے سے ہمارے بعض فدائی وجدار تاجداران کچھ قیمتی سبق حاصل کر سکیں گے، جہاں یہ صورتِ افسوس تھی، وہاں ہمارے کثیر التعداد تاجداران کا آوازۂ صیت و معدلت گستری، انصاف رسانی وانصاف پژوہی ملک کے طول و عرض سے نکل کر ولایت ہائے غیر میں گونج رہا ہے، اور جن کا عہد سعید اطرافِ عالم میں ستائش اور احسنت سے یاد کیا جا رہا ہے،

خوشا نصیب کہ راجہ راجگان مہاراجہ سر جگتجیت سنگھ صاحب بہادر، جی سی ایس آئی۔ جی سی آئی ای۔ فرمانفرمائے ریاست کپورتھلہ کا عہدِ زریں دورِ موجودہ تک ہر طرح سے کامیاب رہا، اُن کی رعایا دہرایا پروری، عدل وانصاف، خیر و برکات، مساوات مذاہب ملل، علم وادب، فضل و کمال، کرم واخلاق، شرافت و نیک نفسی، رحم و بخشش نے قلوب کو اس درجہ تسخیر کیا ہے کہ بڑے سے بڑا نقاد بھی آپ کے طرز و دستور العمل زندگی میں کوئی نقص نہیں نکال سکتا،

رئیسِ ہند آج اپنے جامہ میں فخر سے پھولا نہیں سماتا کہ اُس کا ممدوح اپنا ۵۰ سالہ جشنِ گولڈن جوبلی پبلک کو منانے کی اجازت دیتا ہے، اور جمہور انام خلوص و دلی عقیدت سے یہ جشن منا رہی ہے، کسی ہوا خواہ کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا اور کونسا موقعہ ہو سکتا ہے کہ اُس کا ممدوح آفتاب کی طرح درخشاں ہو کر اپنے بہی خواہان کے حلقہ میں گھرا ہوا نعرہ ہائے مسرت و شادمانی سُنے، دُنیا کے ہر حصہ سے طرح طرح کے مبارکباد کے پیام آئیں، شاہزادگان، ہمسر راجگان، خیر خواہ ارکان، صاحبانِ یورپین والاشان مبارکباد دینے کے لئے بے قرار ہوں، خدام دل وجان سے نثار ہوں،

رئیسِ ہند کی خوشی کی آج کوئی انتہا نہیں کیونکہ اُس نے اپنے موضوعِ خاص کا ایک شاندار جلوہ دیکھا ہے، وہ دل سے دُعا کرتا ہے کہ مہاراجہ صاحب کا جشنِ ڈائمنڈ جوبلی اس سے بھی بڑھ چڑھ کر سرانجام پائے،

این دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(بہار شنامی)

نظارۂ دوئیں

ریاست کپورتھلہ (پنجاب)

دُنیا کا غیر معلوم اور ہر چھوٹے سے چھوٹا قطعہ تاجدار کپورتھلہ کی شہرت کی بدولت کپورتھلہ اور اُس کے تاجدار کے نام سے واقف ہے، جہاں رزم کا ذکر ہے، مہاراجہ جسا سنگھ رزم آرا نظر آتے ہیں، جہاں بزم آرائی ہے، وہاں مہاراجہ جگتجیت سنگھ صدر نشین ہیں، یہ تصریح کی جاتی کہ کپورتھلہ کہاں ہے؟ اور اُسکی حُدود کیا ہیں! کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے، غیر ضروری تھی، مگر تکمیلِ بیان کا تقاضہ ہے، کہ صفحۂ کاغذ پر یادگار قائم کی جائے، تاکہ اس نمبر میں کوئی بات باقی نہ رہ جائے،

بہت سی قطع و برید کے بعد ریاست موصوف کا خاص علاقہ دریائے بیاس کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ ایک تنگ قطعہ کی صورت میں دریائے ستلج اور بیاس کے مقامِ اتصال تک بڑھتا چلا گیا ہے، اور پرگنہ بنگہ کے علاوہ جس میں ہوشیارپور کے مغربی حصہ کے ۲۴ مواضعات شامل ہیں، ریاست مذکور کا ایک اور دُور افتادہ مردم خیز علاقہ پھگواڑہ بھی ہے، جو جالندھر اور پھلور کے درمیان واقع ہے، اضلاعِ امرتسر اور لاہور میں بھی چند دیہات ریاست کی مِلک ہیں،

اِن کے علاوہ ریاست کی املاک کا کثیر زرخیز حصہ ممالکِ متحدہ میں بھی واقع ہے، ممالکِ متحدہ کی اِس جاگیر میں ضلع بجنور کا علاقہ بھوگپور اور اودھ کے حسب ذیل چار علاقہ جات شامل ہیں، ضلع بہرائچ کے دو علاقے بونڈی اور اکونہ ضلع بارہ بنکی کا علاقہ بھٹولی اور ضلع کھیری کا علاقہ دھو آیرا ہیں، آخرالذکر علاقہ ۱۸۶۸ء میں سری راجہ کھڑک سنگھ بہادر نے قیمتاً خرید کیا تھا، اور علاقہ جات بونڈی بھٹولی اکونہ سری راجہ رندھیر سنگھ بہادر کے عہد میں بجائے خدمات بیش بہا ایام غدر سرکار انگریزی نے عطا فرمائے تھے، علاقہ جات اودھ کا کل رقبہ ۲۶۱۰۳۲ ایکڑ ہے، جس کی آبادی تین لاکھ نفوس کی ہے، مہاراجہ صاحب کو اُن میں تعلقداری کے حقوق حاصل ہیں،

کپورتھلہ کا موجودہ حلقۂ حکومت، بانیانِ کپورتھلہ کے حلقۂ حکومت سے بہت کم رہ گیا ہے، مگر

اب بھی جس قدر ہے' وہ ہر ایک خاص نوعیت کا ہے'

رقبہ مع جاگیر اودھ سرکاری کاغذات کی رُو سے ریاستِ کپورتھلہ کا کل رقبہ ۶۵۲ مربع میل ہے' اور جاگیر اودھ کا رقبہ ۱۱۴۱۰۴۲ ایکڑ ہے

آبادی اور اس رقبہ کی ۲۱۴۳۵۱ نفوس کی آبادی ہے'

آمدنی ریاست موصوف کا مالیہ ۲۵ لاکھ روپیہ ہے' جس میں سے ۱۲ لاکھ روپیہ کی خالص آمدنی جائداد اودھ کی ہے'

پیداوار پنجاب کے علاقہ کے مثل ہر طرح کی پیداوار علاقہ میں بکثرت ہوتی ہے' کیونکہ اس کا بہت سا حصّہ زرخیز ہے' اور انتظام آبادی معقول'

درجہ و اعزاز تاجدارانِ پنجاب میں ریاست کپورتھلہ پانچویں درجہ پر ہے' ۱۳ ضرب توپ کی سلامی ہوتی ہے' حضور وائسرائے کشور ہند سے مُلاقات بازدید کا فخر حاصل ہے' ذاتی سلامی ۱۵ توپ کی ہے'

کورٹ آف آرم ہند میں ہر حکمران کا پرچم اُن کی روایاتِ پارینہ کے مطابق وضع کیا گیا ہے' ریاست کپورتھلہ کا کورٹ آف آرم جن رموز و نکات سے مدوّن کیا گیا ہے' اگر اُس کی تشریح کی جائے' تو ایک جُز بھی مکتفی نہیں ہو سکتا' مگر مختصراً تصریح کی جاتی ہے' ایک بیضوی حلقہ کے اندر اوّل کپورتھلہ سٹیٹ نصف دائرہ کی شکل میں بالفاظ انگریزی منقش ہے' اُس کے نیچے سیدھی تیغ دکھلائی گئی ہے' جو تاج پر سایہ کئے ہوئے ہے' اُس کے نیچے ایک شکل کے اردگرد ہاتھی اور گھوڑا رقصاں دکھائے گئے ہیں' نیچے فیتہ میں اٹیلک میں لکھا ہے' جس کا مفہوم "بادشاہ اور رعایا کے لئے" ہے' ہم ناظرین عالی طبع اصحاب کے لئے اُس کا فوٹوگراف دیتے ہیں' جو علیحدہ نمایاں ہے'

شجرہ نسب تاجدارانِ کپورتھلہ اہل سیر نے اس شاہی خاندان کا جو شجرہ نسب متفرق تاریخوں میں چھاپا ہے' اُسے محض سادھو سنگھ سے شروع کیا ہے' جو مہاراجہ حال کے گیارہویں پشت میں ہیں' لیکن اس عالی نسب جلیلہ کے شہزادہ کپور کا شجرہ نسب کون سر سبز کرتا' کہ جس نے جلیلہ سے نقل مکانی کر کے اپنے نام پر کپورتھلہ آباد کیا' اگر اُسے کسی نے اسے دریافت کیا تو گریفن[1] جیسے وہمی اور مشکوک طبع نے ایک خیالی دزمی

[1] گریفن اپنی نہاک: ... تاریخ میں مصدقہ روایات درج کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ راجا کپور کلہ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ یعنی گیارھویں صدی عیسوی کی ... [illegible] ... جب کپور کا ... [illegible]

انہیں تصور کیا، ہم نے نہایت تحقیق اور کامل تصدیق سے کپورتھلہ کے مورث اعلیٰ کا پتہ چلایا ہے، چنانچہ مندرجہ ذیل شجرہ نسب ہماری محنت بے پایاں کا نتیجہ ہے۔

شجرۃ الانساب فرمانروایان راج کپورتھلہ

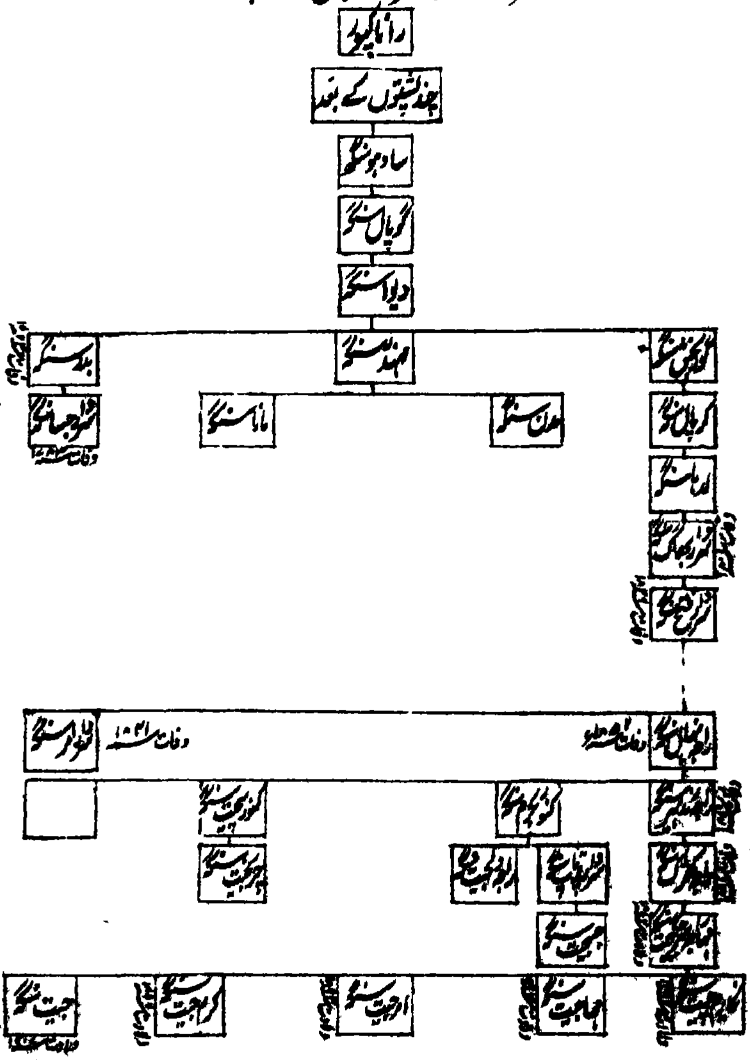

نظارۂ سومین

حقایق التاریخ

(تاریخ عہد عتیق)

سمت ۱۱۵۷ب سے سمت ۱۹۳۴ب بکرم تک

خونِ شاہی کی اولوالعزمیاں | جیسلمیر اپنے خونِ صالح کے زور پر ہندوستان میں جدید راجدھانیاں قائم کرانے میں جیسا قوی ثابت ہوا، دوسرا کوئی شاہی راجپوت خاندان ایسی نظیر نہیں پیش کر سکتا،

اس شاہی خون نے جنوب سے شمال کی طرف نقل مکان کیا، اور جاٹوں کے علاقہ جات میں بڑھکر اپنی اپنی جداگانہ حکومتیں قائم کیں، بھائیوں سے دُور رشتہ داروں سے الگ، لواحقین سے جُدا متعلقین سے علیحدہ، پھر ایسی حالت میں ترکِ وطن کے بعد ہندوؤں میں ناتے نسبت کہاں ہو سکتے تھے، اولوالعزمی ایسے توہمات خواہ وُہ صحیح ہوں، خواہ باطل اپنے مذہب میں کہاں روا رکھتی ہے، جو جہاں پہنچے، وُہیں کے اہل ملک سے ناتے رشتے جوڑ سے، پولیٹکل لحاظ سے ایسے رشتے اُن کے ممد و معاون ہوگئے،

رانا کپور | محمود غزنوی کے سالانہ حملے آریہ ورت کے دریائے مطمئن و سکون میں ایک بلاخیز تلاطم پیدا کر رہے تھے، مذہبی پابندیاں ایسے پابندِ مذہب کے لئے ڈُوبی راستے تیار کرتی تھیں، اگر مقابلہ تک نوبت پہنچ جاتی تھی، جان دیدیتے تھے، اور مستورات رسمِ جوہر پر قربان ہوتی تھیں، دوسرا راستہ جان و ایمان کی حفاظت تھی، جان دینے سے جی چُرانا، پہاڑوں اور دُور دراز علاقوں میں پناہ لینا تھا، چونکہ بالعموم اہلِ آریہ ورت علم الہیات کے غلط طور پر عامل ہو گئے تھے، اور اُن کی تیغ (کشتری ورن) اپنے غلط اور خود غرضی کے طریقہ کار سے زنگ آلود ہو گئی تھی، اس لئے دیگر دو بالائی ورنوں نے سوائے اطاعت اقدکوئی ذریعہ جاں بخشی نہ سمجھا، اس لئے ہر حملہ آور نہایت آسانی کے ساتھ ان پر غالب آیا، اور مرعوب کرنے میں کامیاب ہوا، حملہ کی خبر پاتے ہی سینکڑوں برس کے علم الہیات کے غلط کار عامل صدیوں کا وطن

سلہ مگر دھماٹ سپولکھیاں تاجدار مروز فرید کوٹ، کپورتھلہ وغیرہ بے تعداد صاحب اقتدار ہستیاں جیسلمیر کے قدیم شاہی خاندان سے انتساب رکھتی ہیں

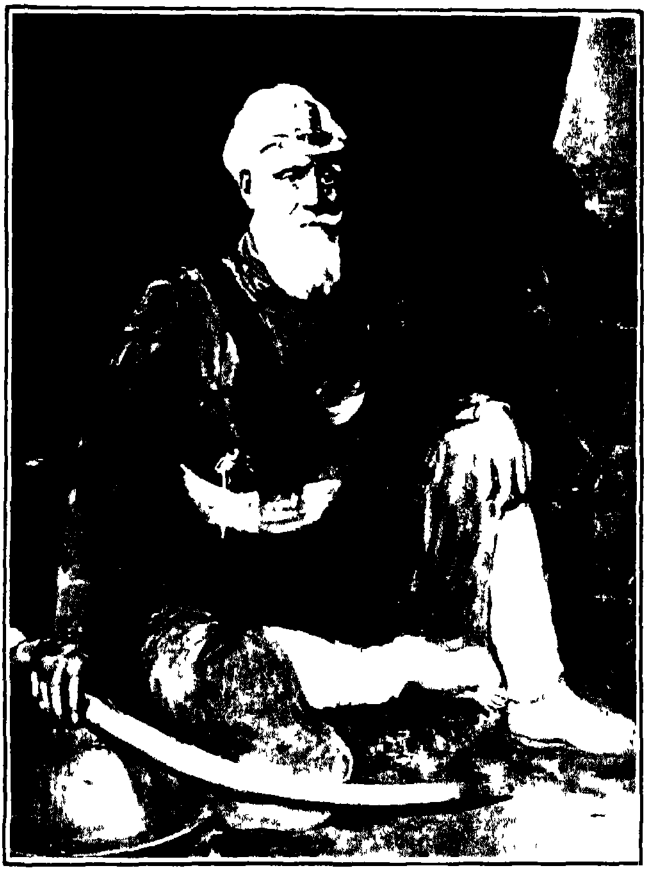

HIS HOLINESS RAJA JASSA SINGH BAHADUR
FOUNDER OF THE KAPURTHALA STATE (PUNJAB)

(The block of this picture is specially made for the Proprietor Kaus-i-Hind, Delhi who has special arrangements of making all kinds of blocks)

چھوڑ کر گھر سے بے گھر ہو جاتے تھے،

محمود غزنوی کے حملوں سے تنگ آکر جیسلمیر کے شہزادے پنجاب کی طرف بڑھے، اور یہاں کی طوائف الملوکی سے کامل فائدہ اُٹھا کر اپنے اپنے قافلوں کی امداد سے مختصر حلقۂ حکومت قائم کیا۔ ان شہزادگان میں مہاراج کمار کپور بھی تھے، کہ جو اپنے قافلہ کے ساتھ موجودہ سرزمین کپورتھلہ کے کھنڈر پر جھونپڑا بنا کر حکومت کرنے لگے، اور اُس رقبہ کا نام اپنے نام کی مناسبت سے کپورتھلہ رکھا، یہ بیان صاحبان ملنساولی سے تصدیق کیا گیا ہے، اور قدیم روایت اُس کی تائید میں ہے،

دراصل راجپوتوں اور جاٹوں کا مورثِ اعلیٰ ایک ہی تھا

جاٹوں کا مورثِ اعلیٰ بھی راجپوت ہی تھا، جو مذہب کی کڑی زنجیروں کا متحمل نہ ہو سکا، اور ایک دیگر قوم میں منتقل ہو گیا، گریفن حسب عادت ہندوستان کے اِن راجپوت سکھ تاجداران و سرداران کے سلسلۂ نسب پر پولیٹیکل نازیبا حملے کرتے ہوئے تسلیم کرتا ہے:-

"اگر ہندوستانی نسب ناموں کی صحت رئیسانِ خاندانِ کپورتھلہ کو رانا کپور کی اولاد میں ہونے کے دعوے کا مجاز کرتی ہو، (گو اس دعوے کا ثبوت بجز اِس بیان کے اور کچھ نہیں)، تو یہ جاٹ بلا حجت نسلِ راجپوت سے ہونے کا بالعموم دعویٰ کر سکتی ہیں، کیونکہ وہ روائتیں جو پنجاب کے جملہ اقوام جاٹ میں اُوپر سے چلی آئی ہیں، قریباً اُن کی ہر ایک گوت کا نسل راجپوت میں ہونا ثابت کرتی ہیں، یہ سب روائتیں جو عام مشہور ہیں اس بارہ میں اِس قدر متفق ہیں، کہ اُس کی رُو سے یہ کہنا ناممکن ہے، کہ ان میں صداقت کا ایک بہت بڑا حصہ موجود نہیں، یہ بات قرینِ قیاس ہے، کہ اصل میں جاٹوں اور راجپوتوں کا سلسلہ متحد ہو، یعنی وہ ایک ہی مورثِ اعلیٰ کی اولاد میں ہوں"

سردار سادھو سنگھ

رانا کپور کی اولاد کے حالات سردار سادھو سنگھ تک عالمِ بے خبری میں ہیں، یہ عالی ہمت سردار اِس خاندان میں ایسا اولوالعزم اور نامور پیدا ہوا، کہ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر اپنے قوتِ بازو سے اپنی راجپوتی شان دکھائی، عرصہ تین سو سال قبل اسکی بہادری کی دھاک پنجاب میں بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے لاہور کے قرب وجوار میں پانچ دیہات آباد کئے، مالکانہ حقوق آجتک تاجداران

کپورتھلہ کے نام پر قائم ہیں، آپ نے موضع آہلو بھی آباد کیا، آپ کے چار بیٹے ہوئے جو صابر و قانع تھے، اِس لئے اُن کا نام تاریخ نے بھلا دیا، وہ لاہور میں خاموشی سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے، اُن کے ایک بیٹے کا نام گوپال سنگھ تھا، جسکا بیٹا دیوا سنگھ بھی ایسی ہی حالت میں رہا،

سردار بدھ سنگھ

سردار دیوا سنگھ کے تین بیٹے سردار گوربخش سنگھ، سردار مہند سنگھ اور سردار بدھ سنگھ ہوئے، سردار بدھ سنگھ، بھاگو سکنہ تُلسی کے ہمشیرہ سے بیاہے گئے، جو ایک معمولی دکاندار تھے،

گورو گوبند سنگھ صاحب دہم پادشاہ روحانی کی دُعا

شادی سے بہت عرصہ تک آپ کے کوئی اولاد نہ ہوئی، بدھ سنگھ، گورو گوبند سنگھ صاحب دہم پادشاہ روحانی سے ملتجی ہوا، دعا مستجاب ہوئی، روحانی شیر کی دعا سے اُس کے گھر ایک ایسا شیر بیشہ شجاعت پیدا ہوا، کہ جس کی صحبت سے چڑیاں باز کا شکار کھیلنے لگیں، وہ جسا سنگھ تھا، پانچ سال کی عمر تھی، جبکہ مائی سندری کے حضور میں دہلی پیش ہوئے، اور ۷ سال تک معہ اپنی والدہ مائی صاحبہ کی عقیدت سے سیوا کرتے رہے،

اوائل ایام سردار جسا سنگھ

مائی صاحبہ سردار جسا سنگھ اور اُن کی والدہ کی عقیدت سے بہت خوش ہوئیں، جب اُن کے ماموں بھاگ سنگھ نے بہ تقاضائے محبت آپ کو اپنے پاس بلایا، تو اُس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی ہو چکی تھی، مائی صاحبہ نے بروقتِ رخصت نونہال کو دعائے برکت کے ساتھ آئندہ عروج کا مژدہ سنایا، اور عصائے نقری عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ "تیری اولاد کی جلو میں عصا بردار چلا کرینگے" جب آپ جالندھر آئے، تو آپ کو نواب کپور سنگھ بہادر فیض اللہ پوریہ کے سپرد کیا گیا، کہنا پڑتا ہے، کہ انمول موتی صدف سے نکل کر تاجِ الٰہی میں مزین ہوا، مائی صاحبہ کا فیض اور نواب صاحب کی تربیت خالی نہ جا سکتی تھی،

سلطان القوم سردار جسا سنگھ کی اولوالعزمیاں

سردار جسا سنگھ کو مائی صاحبہ کی سیوا اور نواب صاحب

۱۔ یہ گاؤں ضلع لاہور میں ہے، اور اسی کے نام کی مناسبت سے اہلو والیہ مثل مشہور ہوئی، اُس سنہ میں نشو و نما پائی، اور ملک گیر میں اپنی دھاک بٹھائی، یہ ہریانہ کے جنگ میں داد شجاعت دے کر شہید ہوئے،

۲۔ اس بھاگوان نے نواب کپور سنگھ سے امرت چھک کر اپنا نام بھاگ سنگھ کے نام سے روشن کیا، وہ ایام تاریک یعنی آفات الٰہی میں ماہ و مہر کی طرح چمکے، اور تاریخ میں نمودار ہوئے، بڑی شان سے وہ مدت العمر ہر لوں اور لٹیروں کو شکست فاش دے کر ... آخوش ... سے ... ہوئی۔

کی خدمت نے کنڈن بنا دیا تھا، وہ جلد ہی اپنی اولوالعزمی کے زور پر اڑ سے آپ نے ۱۷۳۹ء نادرشاہی حملہ کے بعد دریائے راوی کے کنارہ قلعہ ڈالیوال احداث کیا اور اُسے ہی اپنا دارالخلافہ بنایا، عوام اِن کو "سلطان القوم" کے لقب سے نامزد کرنے لگے"

جسا سنگھ کا جنگ و جدال مسلمان حاکموں کے ساتھ گرفن لکھتا ہے کہ ۱۷۴۳ء میں جبکہ ذکریا خاں پسر عبدالصمد خان لاہور کا صوبہ دار تھا اُس وقت جسا سنگھ نے ایک کثیر جمعیت سواران کی ہمراہ سے کر دیوان لکھپت رائے پر جو امین آباد سے لاہور کو خزانہ پہنچانے کے واسطے جاتا تھا حملہ کیا، اور اُس کو قتل کر کے کل مال و مطاع لوٹ لیا، مگر آدینہ بیگ خان کے مقابلہ میں شکست کھائی،

فتوحات اِس موقع پر سردار صاحب نے ستلج کی طرف بڑھ کر چار پانچ دیہات پر اپنا قبضہ جمایا،

مہم قصور اور احمد شاہ کا پنجاب پر حملہ ۱۷۴۷ء کے موسم سرما میں سردار صاحب نے ضلع قصور پر حملہ کیا اور بڑی داد مردانگی دی، اس وقت احمد شاہ کا حملہ ہوا،

صوبہ دار لاہور کیساتھ جنگ و جدل سردار صاحب بالعموم اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدمت ملک میں صرف کرتے تھے، ابھی احمد شاہ ابدالی واپس ہی لوٹا تھا کہ صوبہ دار لاہور پر حملہ بولدیا، کہیں آدینہ بیگ خان کو جا دبایا، اور کہیں فوجدار امرتسر کو خاک و خون میں ملایا، کہیں کوئی قصبہ اور کہیں کسی گاؤں پر قبضہ جمایا،

جسا سنگھ کا کوڑا مل کو ملتان قبضہ میں دینا اب اطراف ملک میں سردار صاحب کی بہادری و لیاقت کی بڑی شہرت و ناموری پھیل گئی تھی، کوڑا مل نے آپ کو صوبہ دار لاہور کے اخراج کے لئے مدد دن سمجھا، انہوں نے اپنے رفیق جمع کر کے ایسی شکست دی کہ وہ معرکہ جنگ ہی میں مارا گیا،

راگڈھیوں کو بیوفائی کی سزا اونیہ بیگ نے "سردار ان راگڈھیوں کو گانٹھ کر سردار صاحب کے خلاف دفعۃً اعلان جنگ کر دیا، جس سے ان کو قدرے نقصان پہنچا، مگر سردار صاحب نے جلدی

ملاحظہ ہو ... پنجاب و اجار گرمی،

رام گڈھیوں کی اس بے وفائی کا سخت انتقام لیا'

لاہور کے مسلمان حاکموں کیخلاف پے در پے حملے

١٧٥٣ء میں سردار صاحب نے **عزیز خان** سپہ سالار افواج لاہور کو شکست دے کر **جگرانواں اور رائیکوٹ** کو تاخت و تاراج کیا' کوہستانی راجگان کا زرِ خراج خود حاصل کیا' اور ادینہ **بیگ خان** سے پے در پے جنگ کر کے اُس کو شکست فاش دی' بہت سا علاقہ فتح کر لیا' **اُمید خان** خواجہ سرا کو جو ایک بڑا بارسوخ تھا' قتل کر ڈالا' اور **عزیز بیگ خان** کو بھی جو ادینہ بیگ نے بھیجا تھا' شکست دی' آخر ش **ادینہ بیگ خان** نے مرعوب ہو کر آپ سے دوستی پیدا کی'

سربلند خان حاکم جالندھر کو شکست دینا

احمد شاہ ابدالی اپنے ایک معزز سردار **سربلند خان** افغان کو **جالندھر** کا صوبہ دار بنا گیا تھا' آپ نے پہلے ہی حملے میں اُسے شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا'

فاتح کی دیگر فتوحات

١٧٦١ء میں **احمد شاہ ابدالی** نواحِ دہلی میں مرہٹوں سے معروفِ کارزار تھا' سردار صاحب نے یہ موقع غنیمت سمجھا' آپ نے **جنڈیالہ' سرہند' دیالپور' ملاں' والہ علاقہ ٹکھو پر** فاتحانہ قبضہ کیا' پھر **کوٹ عیسیٰ خان** پر تصرف جمایا' جب ادھر سے فراغت ہوئی' تو **ہوشیار پور' بھرڈگ' نرائن گڈھ** (ضلع انبالہ) کو اپنے تحت تصرف میں لائے' اسی اثنا میں **رائے ابراہیم** جاگیردار **کپورتھلہ** سے خراج وصول کیا' پھر لاہور کی طرف باگ موڑی اور **جھنگ** تک بڑھتے چلے گئے'

سردار جسا سنگھ کا رتبہ و اعزاز

ان ایام یعنی ١٧٦١ء میں سردار صاحب ستلج کے سکھوں میں سرگروہ اور اعلیٰ مرتبہ زمیاں کئے جاتے تھے' سکھوں میں جس نے اوّل اوّل اپنا سکہ چلایا' وہ یہی سردار صاحب تھے' جس کا شعر ملاحظہ ہو' بعض کا دعویٰ ہے کہ شعر ادینہ بیگ خان نے ایجاد کر کے احمد شاہ ابدالی کو اُن سے مشتعل کیا جو صحیح معلوم ہوتا ہےؔ

سکہ زد در جہاں بفضل اکال
ملک احمد گرفت جسا کلال

ـه. اس قسم کا کوئی سکہ دیگر مقامات پر دیکھا' کپورتھلہ کے خزانہ میں بھی نہیں پایا جاتا' صحیح روایت کی تائید میں ہے۔

سکھوں کی تنظیم کا باعث سردار صاحب ہی تھے

نواب کپور سنگھ فیض اللہ پوریہ کے بعد سکھ فرقہ کی باگ سردار صاحب نے سنبھالی، اور اُن کو فوجی قاعدہ پر مرتب کرنے میں بے حد سعی فرمائی، نواب صاحب نے انتقال کے وقت اپنا گورز آہنی جو اُن کو گورو صاحب دہم پادشاہ روحانی نے بخشا تھا، اُن کے حوالے کیا، جس کا صریح یہ مطلب ہے کہ آپ تے آپ کو اِس اعزاز کے قابل بنایا، سردار صاحب نے اپنی لیاقت اور بہادری سے اِس کو اور جِلا دی،

قصور کی شاندار فتح

احمد شاہ کے چلے جانے کے بعد سردار صاحب کی سربراہی میں قصور پر سخت چڑھائی کی گئی، جس کا انجام فتح پر ہوا، یہاں گئو ہتیا نے ظلم برپا کر رکھا تھا،

سرہند کی پامالی

سرہند میں آخر گورو صاحب کے شیر خوار شہزادگان **فتح سنگھ جی** اور **زور آور سنگھ جی** دیوار میں زندہ چُنے گئے تھے، سکھوں کی حمیت کب گوارا کر سکتی تھی، کہ ایسا منحوس شہر آباد رہے، وہ طاقت اور اُس کے ساتھ موقعہ کے منتظر تھے جب سکھوں کی طاقت پنجاب بھر میں اپنا عمل و دخل کر چکی، تو سب مثلیں اُس کے تباہ و برباد کرنے پر ہم مشورہ ہو گئیں، پچاس ہزار کی بھرتی جری تعداد میں جمع ہو کر سرہند کا رُخ کیا، گو اُس وقت سکھ مثلیں سردار صاحب اعلیٰ تر رُتبہ و اعزاز رکھتے تھے، مگر قومی کام سمجھ کر سب اپنے اپنے فرائض کی ادائگی کے لئے اعلیٰ سردار بن گئے، اور سب نے دِل کھول کر حملہ کیا، اِس سخت قومی حملہ سے **زین خان** صوبہ دار سرہند اور اُس کی تمام فوج حملہ آور سکھوں کی تلواروں، گنڈاسوں اور صفا جنگوں سے گاجر مولی کی طرح کٹ گئی فتحمند خالصہ دَل نے جذبۂ انتقام میں سرہند کو دِل کھول کر تاخت و تاراج کیا،

امرتسر میں شکرانۂ فتح

اِس فتح کامل کے بعد سردار صاحب امرتسر واپس آئے، اور شکرانۂ فتح کے طور پر **دربار صاحب** کی (جسے احمد شاہ نے اُڑا کر تباہ و برباد کر دیا تھا) از سر نو تعمیر کے کام میں بڑی مدد دی، اور اپنے خاندان کے نام پر ایک خاص اہلو والیہ بازار بھی تعمیر کرایا، جو آج تک اِس متبرک شہر کے آثارِ قدیمہ میں شمار ہوتا ہے،

سردار صاحب کی آخری فتوحات

سردار صاحب کی زندگی فتوحات بدیع سے ایسی ہی شاندار

ہے کہ جسے ہم نپولین اعظم کی فتوحات سے تشبیہ دے سکتے ہیں، آپ نے ضلع انبالہ کے ۲۴ دیہات فتح کئے دہلی کا محاصرہ نجیب خان کے مقابلہ میں کامیاب رہا، احمد شاہ ابدالی جب کابل سے آکر سرہند سے واپس لوٹا، تو اُس کی تمام بار برداری اُس سے چھین لی گئی اِن کی بدولت کل ملک مابین ستلج و چناب سکھوں کے قبضہ میں آگیا تھا، پھر باتفاق تاجداران پھولکیاں علاقہ جھجر، ریواڑی، بلغ پت کو تاخت و تاراج کیا، پائل والیر و بھی کوٹلہ کے افغانوں سے چھین لئے گئے، احمد شاہ کے آخری حملہ کے بعد نواح دہلی، غازی الدین نگر، انوپ شہر اور قلعہ مہتاب پر قبضہ کیا، مگر اُن کی دلی آرزو یہی کہ اپنے جدِ امجد رانا کپور کے آباد کردہ شہر کپورتھلہ پر اپنا قبضہ جمایا جائے، رائے ابراہیم جاگیردار کپورتھلہ خراج مقررہ ادا کرنے میں قاصر رہتا تھا، اپنے کپورتھلہ کے ملحقہ تیرہ قلعے فتح کئے، اور ایک سخت حملے سے کپورتھلہ پر قبضہ کر لیا، تا دمِ زیست اِسے اپنا دارالخلافہ بنائے رکھا،

وفات حسرت آیات آخرش وہ وقت آن پہنچا کہ جو سب کے سر پر کھڑا ہے، آپ نے ۱۷۸۳ء میں بمقام امرتسر اِس دُنیائے فانی کو خیرباد کہی، آپ کی سمادھ بابا اٹل کے دہرے میں نواب کپور سنگھ کی سمادھ کے قریب ابتک تاحال قابلِ تعظیم سمجھی جاتی ہے،

آپ کا حُلیہ ہمنے کپورتھلہ کے شاہی پوتھی خانہ سے مرحوم کی اصلی قلمی تصویر حاصل کی جو زیب اوراق ہو رہی ہے، گریفن صاحب

"سردار جسا سنگھ ایک بلند قامت، گندمی رنگ، فراخ پیشانی، پیوستہ ابرو اور بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں کا پُرجلال انسان تھا، اُس کے بازو معمول سے زیادہ لابے بیان کئے گئے ہیں، تیراندازی اور توڑہ دار بندوق سے نشانہ لگانے میں خاص شہرت رکھتا تھا"

سردار صاحب کے غیر معمولی اقتدار کی وجوہات گو سکھوں میں آپ کا درجہ پیشوایانِ دین کے موافق تھا، کیونکہ وُہ عابد و زاہد اپنے مذہب کے کامل پابند تھے، مگر اِن سب فوقیتوں میں آپ کی وُہ شانِ سپہ سالارانہ شجاعت اور بے مثل بہادری تھی، جو آپ کو ہر موقعہ پر نمایاں کرتی تھی، اِس کے علاوہ اُن کے ہمعصروں میں راجہ راجگان راجہ امر سنگھ والئے پٹیالہ ایک زبردست شخصیت رکھتے تھے، چونکہ آپ نے سردار صاحب سے امرت چکھا تھا، اِس لئے قدرتاً راجہ صاحب کے دل میں آپ کی

تعظیم تھی، سردار صاحب کے انتقال سے کہ جو کامل راسخ الاعتقاد تھے، سکھوں کو سخت نقصان پہنچا،

کشادہ دلی | نیک نہاد مسلمانوں کو بھی صدمہ ہوا، کیونکہ مسلمان بھی تعداد کثیر میں آپ کی ملازمت میں تھے، اور بلا مزاحمت اُن کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی اجازت تھی،

خوراک اور فتوحات بہادری | راجہ صاحب گو ایک پختہ خیال سردار تھے، مگر اُس کے ساتھ ہی بڑے تنومند اور توانا، بڑے بڑے نامور جوانوں میں ہیل تن نظر آتے تھے، خوراک بھی ایسی کھاتے تھے کہ جو آج کل مبالغہ سمجھی جائے گی، بیان کیا جاتا ہے، ایک سیر مکھن اور تین سیر مصری ناشتہ نوش فرماتے تھے، جب دسترخوان پر بیٹھتے تھے، تو سالم بکرا کھا جاتے تھے، اور سرداروں کو بڑی محبت سے کھلاتے تھے

بوقت انتقال آپ کے جسم پر ۳۵ زخموں کے نشان تھے جو مختلف جنگوں کے جنگی تمغے تھے،

خیرات و کار خیر | آپ نے لکھوکہا روپیہ کار خیر میں صرف فرمایا، امرتسر کی رونق آپ ہی کے فیض و بخشش کی یاد دلاتی ہے، اسی طرح آنند پور صاحب میں ایک بڑا تالاب احداث کرایا، اور بہت کچھ نذر و نیاز چڑھایا، آپ کا لنگر ہر وقت جاری رہتا تھا، ہزاروں آدمیوں کو روزانہ کھانا ملتا تھا، اور یہ مہمان نوازی اور غربا پروری عام کسی خاص فرقے تک محدود نہ تھی،

سردار بھاگ سنگھ کی جانشینی | افسوس کہ شیر پنجاب نے ایک بیٹا بھی نہ چھوڑا، اس لئے ان کے چچیرے بھائی سردار بھاگ سنگھ آپ کی ریاست کے وارث قرار پائے، آپ نے اپنے عالیشان خاندان کی جاہ و حشمت میں کوئی اضافہ نہ فرمایا، ۱۰ سال حکومت کرنے کے بعد سنہ ۱۸۰۱ء میں بمقام کپورتھلہ انتقال فرمایا، جسا سنگھ ہر وقت پیدا نہیں ہو سکتا، سچ ہے،

سردار فتح سنگھ کی جانشینی | آپ کے صاحبزادے سردار فتح سنگھ جی آپ کی جگہ کامیاب ہوئے، آپ جلد ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زیر اثر ہو گئے، جو عہدنامہ یکم جنوری سنہ ۱۸۰۶ء کو مابین سرکار انگریزی و آزردنے ستلج کے سکھ تاجداران میں ہوا، اُس پر مہاراجہ کے دستخطوں کے ساتھ سردار صاحب کے بھی دستخط ہیں، آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دراز دستیوں سے تنگ آ کر اور اپنا علاقہ مہاراجہ کے سپرد کر کے جگراؤں میں پناہ گیر ہوئے، مگر سرکار انگریزی نے معاہدہ کے موافق عملدرآمد فرمایا،

راجہ نہال سنگھ کی جانشینی سردار صاحب نے ۱۸۳۶ء میں عالم آخرت کا سفر کیا' آپ کی جگہ آپ کے فرزند راجہ نہال سنگھ گدی نشین ہوئے

حق بحقدار رسید اگرچہ آپ کے بھائی سردار امر سنگھ بعض اشخاص خود غرضی کے اغوا سے دعویدار ہونے کے خواب دیکھتے رہے' مگر قدرت نے ناکام کئے اور حق بحقدار رسید کے مصداق آپ ہی کامیاب ہوئے'

ایک اور مشکل قسمت کی اس حمایت سے فارغ البال ہونے پر ۱۸۴۵ء میں ستلج کی لڑائی شروع ہوگئی' فوج اور کمیدان حیدر علی باغی ہو کر سرکار انگریزی کے خلاف جنگ آزما ہوئے' اس کا بار آپ کی نیک طبیعت کا فائدہ اٹھایا جا کر آپ پر ڈالا گیا' چنانچہ خاتمہ جنگ پر ایک لاکھ اڑتیس ہزار روپیہ نذرانہ دینے کی شرط پر اُن کو صرف دوآبہ جالندھر کے علاقہ پر مستقل قبضہ دیا گیا' جس کا مالیہ ۵،،،۹۳ روپیہ سالانہ تھا' اور دریائے ستلج کے جنوب کی جائداد ضبط کی گئی' جس کا مالیہ ۰۰۰۵۶۵ تھا'

سکھوں کی دوسری لڑائی مگر سکھوں کی دوسری لڑائی میں وہ خواہ مخواہ کا داغ بدنامی دھو ڈالا' گویا گذشتہ شکوک خود بخود باطل ہوگئے' مگر تلافی نہ ہوئی'

خطاب راجگی اس لڑائی کے خاتمہ پر لارڈ ڈلہوزی نے آپ کو اپنی ملاقات کا فخر بخشا' اور بیش بہا خدمات کے صلہ میں "راجگی" کا خطاب بھی عطا فرمایا'

اصلاحات آپ نے انگریزی طریق پر عدالتیں قائم کیں اور ہر صیغہ میں جدید طریقہ کار ملحوظ رکھا گیا'

وفات راجہ صاحب نے ۱۳ ستمبر ۱۸۵۲ء کو رحلت فرمائی'

راجہ رندھیر سنگھ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند کلاں جن کی عمر بوقت گدی نشینی ۲۲ سال کی تھی' آپ کی جگہ مسند نشین ہوئے'

خدمات غدر آپ صاحب عزم تھے' آپ نے غدر شروع ہونے کی خبر سن کر مع فوج و سپاہ جالندھر کی طرف کوچ کر دیا' اور شہر دہلی کے فتح ہونے تک دوآبہ جالندھر پر قبضہ رکھنے میں جہاں سرکاری فوج مطلق نہ تھی' سرکار کی باموقعہ امداد کی' اور سرکار انگریزی کی حمایت میں ہر فتنہ کو دبائے رکھا

خطابِ راجۂ راجگان اور دیگر نوازشیں راجہ رندھیر سنگھ ستلج کے شمالی علاقہ جات میں ایک سربرآوردہ سکھ رئیس تھے، اُن کی اس مخلصانہ اور دلی وفاداری سے ملک میں نہایت مفید سیاسی اثر ہوا، راجہ جی کو اس عمدہ کارگزاری کے صلہ میں راجۂ راجگان کا خطاب عطا ہوا، اور اُن کے خراج میں ۲۵۰۰۰ ہزار روپیہ سالانہ کی تخفیف بھی کر دی گئی،

راجہ صاحب کی خدمات صوبہ اودھ میں ۱۸۵۸ء میں پنجاب میں امن وامان ہونے کے بعد راجہ صاحب کو اجازت ملی کہ وُہ اپنی سپاہ کا کنٹجنٹ ملکِ اَوَدھ کو لیجائیں، اور وہاں کے پُر شورش اضلاع کے اندر امن وامان قائم کرنے میں حصہ لیں، چنانچہ راجہ صاحب معہ اپنے بھائی کے دس ماہ کے عرصہ تک اودھ کے میدانِ جنگ میں شریک رہے، اور چھ بڑی لڑائیوں میں دشمن کا دلیرانہ مقابلہ کیا، بیان کیا جاتا ہے کہ اس طویل عرصہ میں راجہ صاحب نے تکان یا خوف کی پروا نہیں کی، اور ہمیشہ اپنی فوج کے سر پر موجود رہے یہی سبب تھا کہ ان کی فوج نے ہر ایک موقعہ پر بہادری سے لڑ کر فنِ سپاہ گری میں بہت اچھا نام پیدا کیا، ان اعلیٰ خدمات کے صلہ میں راجہ صاحب کو ملک اَوَدھ کے دو ضبط شدہ محالات بونڈی واقع ضلع بہرائچ اور بھٹولی واقع ضلع بارہ بنکی میں استمراری حقوق عطا ہوئے، جن محالات کی سالانہ آمدنی ۲۵۰۰۰ روپیہ تھی،

خانگی تنازعات راجہ صاحب برادرانِ اصغر کے پیدا کردہ جھگڑوں کے باعث چند سال تک بڑے مضطرب رہے، تنازعہ وصیت راجہ نہال سنگھ پر تھا، گورنمنٹ نے گذارہ کا حکم صادر فرما کر خانگی تنازعات کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا،

حقوقِ تبنیت گورنمنٹ قیصری نے خدماتِ غدر کے صلہ میں انعام واکرام سے اپنی شاہانہ پالیسی کا عملی اعلان کیا، تاجدارانِ پھولکیاں کے بیدار مغز دربار نے "حقوقِ تبنیت" کا حاصل ہو جانا ریاستوں کی قائمی پر محمول کیا، یہی خواہش اس دربار میں پیدا ہوئی، گورنمنٹ کی پالیسی خونی غدر نے تبدیل کر دی تھی، اس لئے لارڈ کیننگ نے بذریعہ سند ۲۰ مارچ ۱۸۶۲ء یہ حقوق جائز بھی عطا فرمائے،

عطائے خطاب اس کے دو سال بعد راجہ صاحب کو خطاب جی سی ایس آئی عطا ہوا،

راجہ صاحب کا عزم سفر انگلستان راجہ صاحب ایک عرصہ دراز سے انگلستان جانے کا عزم رکھتے تھے صاحب وزیر ہند نے آپ کے اپیل پر معقول توجہ کی اور نتیجہ خاطر خواہ حاصل ہوا اِس سے آپکے ارادہ کو اور بھی تقویت ہوئی، چنانچہ انتظام ریاست ٹکیہ کھڑک سنگھ بہادر کے سپرد کیا گیا، اور ہدایت کی گئی کہ جو امور اہم ہوں مجھے انگلستان لکھنا چاہئے۔

وفات حسرت آیات آپ ۱۵ رمارچ ۱۸۷۰ء کو بعزم ولایتِ انگلستان کپورتھلہ سے نہضت فرما ہوئے، مگر عدن پہنچ کر صحت خراب ہوگئی، ڈاکٹروں نے مخدوش حالت دیکھ کر واپسی کی رائے دی، آپ ایک دخانی جہاز میں واپس آرہے تھے، کہ ۲ ر مارچ کو موت کے گرداب میں پھنس کر اُن کی کشتی حیات غرق ہوگئی، لاش ہندوستان لائی گئی، اور بمقامِ مقدس ناسک دریائے گوداوری کے کنارے داغ دی گئی، وہاں اُن کی سمادھ ایک عالیشان یادگار قائم کئے ہوئے ہے،

گدی نشینی راجہ کھڑک سنگھ بہادر رسوم مذہبی سے فراغت پانے کے بعد آپ کے قابل فرزند رشید ٹکیہ کھڑک سنگھ ۱۲ رمئی ۱۸۷۰ء کو جلوس آرائے سریرِ سلطنت ہوئے، رعایا کی مرادیں خوشیاں منانے لگیں، کیونکہ تمام لوگ آپ کی روشن دماغی اور شائستہ خیالات کے معترف تھے۔ اِس تقریب پر ایک عالیشان دربار منعقد فرمایا، جس میں اعلان فرمایا کہ :-

"میرے والد بزرگوار کو اِس سے زیادہ کوئی امر عزیز نہ تھا، کہ میری رعایا اور ملازمین ترقی علم سے روشن دل ہوں، اور اِس جذبہ سے وہ ہمیشہ قائمی مدرسہ جات، شفاخانجات اور یتیم خانجات کی طرف توجہ فرماتے تھے، پس میں اپنے فیاض والد کے ارادوں کو پورا کرنا عمدہ یادگار کا نتیجہ سمجھتا ہوں، اس لئے تجویز کرتا ہوں کہ کپورتھلہ میں ایک یادگار موسوم رندہیر کالج، رندہیر شفاخانہ تیار کیا جائے، جس سے تا ابد رعایا کو فیضِ علم و ہنر پہنچے، پچیس ہزار روپیہ میں تو عمارت کالج و شفاخانہ عمدہ تیار ہو سکتے ہیں، باقی ایک لاکھ روپیہ کے پرامیسری نوٹ خرید کئے جائیں گے، جس سے قریب پانچ ہزار روپیہ کی سود کی آمدنی ہوگی اور ایک لاکھ روپیہ سرکاری شامل کرتا ہوں، دس ہزار روپیہ نوٹ ہائے کا سود اور

دس ہزار روپیہ سالانہ ریاست سے دیا جائے گا۔ اس طرح بیس ہزار روپیہ سالانہ میں اچھا کالج اور شفاخانہ جاری ہو سکتا ہے"

انعام برائے علم طبیعات راجہ صاحب نے ایک اور ثبوت اپنی فیاضی اور روشن دماغی کا پچیس ہزار روپیہ عطا فرما کر دیا کہ ایک سالانہ انعام اُس شخص کو دیا جائے کہ جو علم طبیعات میں بزبانِ دیسی سب سے عمدہ کتاب تصنیف یا تالیف یا ترجمہ کرے۔ یہ انعام کُل باشندگانِ ہندوستان حاصل کر سکتے ہیں۔

تقرری کونسل اور راجہ صاحب کی وفات راجہ صاحب ابھی چار سال ہی حکومت کرنے پائے تھے کہ آپ کے دماغ میں کچھ آثارِ ضعف نمودار پائے گئے۔ اس لئے انتظام ریاست ایک کونسل کے سپرد کیا گیا۔ لیکن یہ انتظام تسلی بخش ثابت نہ ہوا۔ اس لئے پنجاب گورنمنٹ نے ۱۸۶۸ء میں سرلیپل گریفن بطور سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا۔

راجہ صاحب اس مرض سے جانبر نہ ہو سکے۔ آخر ش ستمبر ۱۸۷۰ء میں مقام دہرہ دون ۲۰ سال کی عمر میں رنگ سے عالم جاودانی ہوئے (مؤرخ شاہی)

موجودہ طریق نظم ملکداری انتظام ملکداری مقامی ضروریات کا بھی لحاظ رکھا جا کر، سلطنت قیصری کے قواعد و ضوابط کی ترمیم و اصلاح کے بعد جاری کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ جملہ انتظامات ریاست و رعایا کی بہبودی پر مبنی ہیں۔ جملہ احکامات پیشگاہ سری حضور انور سے نافذ ہوتے ہیں۔ لیکن اس انتظام کو بطریق احسن انجام دینے کے لئے جملہ اختیارات داخلی و خارجی اور مدارج نگرانی اپنے وفادار، دانشمند، معاملہ فہم اور فہیم وزیر اعظم دستور معظم کے تفویض کئے گئے ہیں۔ کہ وہ جن کا اہتمام ایمانداری و جاں نثاری سے استعمال فرماتے ہیں۔ ریاست آباد اور رعایا شاد ہے۔

ریاست کی مشینری کے پُرزے کس طرح مربوط ہیں۔ یہ سوال ذیل کا نقشہ حل کرے گا۔

دو ہزار خطوط رئیس ہند چندہ کیلئے تقاضا کرنا شان کے خلاف سمجھتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۴ ہزار روپیہ کے قریب قرضہ یا ٹوٹ گیا۔ اشاعت میں توقف ہوا۔ مجبوراً دو ہزار خطوط تحریر کئے گئے۔ لیکن بہت کم توجہ ہوئی کیا ہمارے

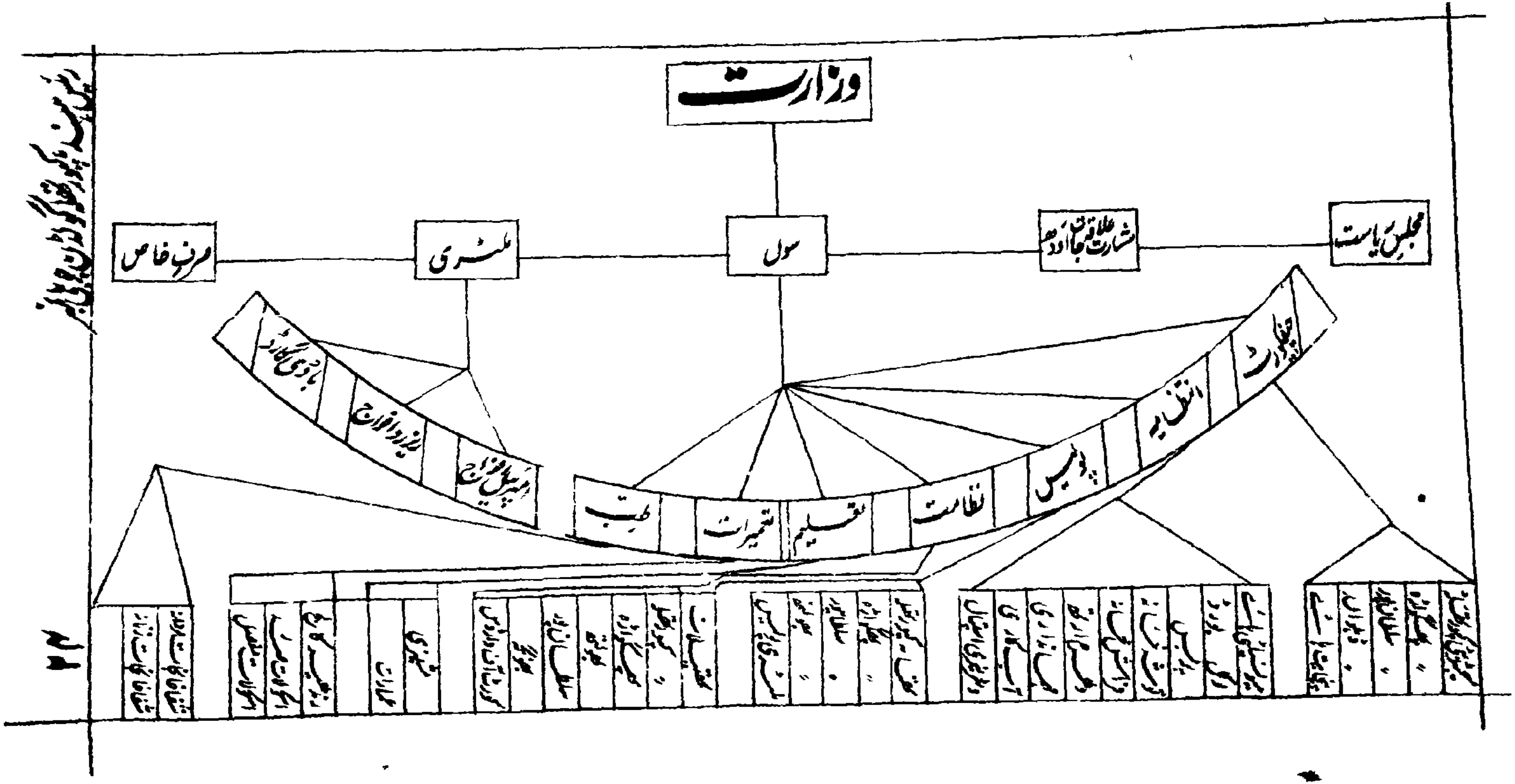
وزارت
مجلس ریاست
سول
ملٹری
صرف خاص
پولیس
نظامت
تعلیم
تعمیرات
طب
امپیریل افواج
بارڈی گارڈ

۱۰

نظارۂ پیشارین

داستانِ پارستان

اوراقِ پارینہ

متفرق فرامینِ شاہی

یورپین اور دیگر مورخین نے کپورتھلہ کے بانیان کے کارنامے سُست اور سُبک الفاظ میں بیان کئے ہیں، لیکن فرامینِ شاہی موجودہ دربار کپورتھلہ، نپولین اعظم کا نام نے کر بلند آواز میں اس کو پکار کر لکھتے ہیں کہ تو تو یورپ بھر میں بعض ایک ہوا ہے، لیکن ہندوستان میں جسلیمہ کا فرمان شاہی بیسیوں مقامات پر تجھ جیسے نپولین پیدا کر چکا ہے۔

مغلیہ سلطنت اپنے جاہ و جلال کے لئے دُنیا بھر میں ممتاز تھی، احمد شاہ دُرانی اپنی ملک رانی اور لوٹ مار، غیظ و غضب، ظلم و ستم کے لئے شہرۂ آفاق ہے، فرمان روایان کپورتھلہ اپنی مذہبی تقدیس، اولوالعزمی، حُبُ الوطنی اور خودداری کے لئے قابلِ تعظیم ہیں، پھر اس اسلامی اور ہندی تلواروں کے مدبھیڑ سے قلوب پر جو اثر ہو سکتا ہے، وہ ظاہر ہے، اگر ایک طرف جلادی و غارتگری تھی تو دوسری طرف اولوالعزمی اور حب الوطنی، مگر خواہ رے صداقت کہ دشمنانِ دین اور حکومت سے بھی داد حاصل کی،

ہم ذیل میں چند ضروری فرامین کی نقل دیتے ہیں کہ جو ان رموز کے کاشف حال ہوں گے۔

(۱) ذیل کا فرمان شاہ دہلی کی طرف سے راجہ جسّا سنگھ بہادر کے نام جاری ہوا ہے:-

نقل فرمان عزیز الدین عرف عالمگیر ثانی ابن معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ دہلی

عقیدت و اخلاص دستگاہ لایق العنایت والاحسان جسا سنگھ بعنایت بادشاہانہ مفتخر بودہ بدانند در ینوقت فرمان ہمایون ظل سبحانی از افق مکرمت و قدردانی شرف صدور یافتہ کہ عریضہ آں اخلاص دستگاہ از نظر انور گذشت و حسن خدمات آں عقیدت نشان باعث خورمی شد آنچہ متعلقہ پرگنہ پٹی ہیبت پور یعنی فتح آباد وغیرہ و تعلقات پرگنہ بنارشل سنبھالہ وکوٹ عنایت وغیرہ در تحت تصرف شما است باید کہ بطور قدیم در تصرف آں عقیدت دستگاہ بودہ معاف باشد واز جاگیرداران قصبہ کراہ کھیری کوٹلہ ندرات بدستور جاگیرداران دیگر بے کم وکاست مے گرفتہ باشند بو آنکہ عقیدت پناہ ہری سنگھ در ملک خود جنگ فساد و بارعایا برپا میدارد خوب نیست باید کہ دست از فساد برداشتہ مزاحمت بخلائق نرساند آں اخلاص دستگاہ را لازم کہ معرفت عالی جاہ و رفیع جایگاہ نواب زین الدین خان خود را در حضور انور حاضر سازد کہ بداں موجب حکومت و منصب آں عقیدت نشان در ملک معین ومقرر باشد تحریر بتاریخ ہفتم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۱۷۱ ہجری القدس مطابق جلوس سنہ ۴

فرمان ذیل احمد شاہ ابدالی کا ہے ۔ ایک بہادر دوسرے بہادر سے کسطرح مخاطب ہوتا ہے ۔

نقل فرمان احمد شاہ بادشاہ ابدالی

عقیدت و اخلاص دستگاہ راجہ جسا سنگھ بعنایت موفورہ شاہنشاہی مفتخر بودہ بدانند کہ در ینوقت بعرض اشرف اقدس رسید کہ آں اخلاص پناہ وغیرہ راجگان آں حدود دیگر گرفتہ و فساد و ہنگامہ بیکار میدارند مخفی نماند کہ پنجاہ و دو دیہ از متعلقہ فتح آباد وغیرہ بدروں جاگیر قدیمی و متفرقات سنوات و قبل معاوضات میراپور وغیرہ کہ از پرگنہ بھارہ تہہ دریائے پار بآں عقیدت کیش از مصارف سرہند معوض گردیدہ است عنایت فرمودیم راجہائے آں ملک کہ از قدیم در متابعت آں اخلاص شعار بودہ حال ہم سوی الیہ را سردار مستقل خود ہا دانستہ از اطاعت فرمان برداری او تخلف نمایند و آنکہ راجہ امر سنگھ پھول بیسنود نیز نمایند و آنکہ حد دہ دو حضرت پاکپٹن برروئے آب دریائے است متعلقہ راجہ مذکور است بتصرف او سپار در انش بماند و شما را باید کہ گر منازعت نمودن محض بیجا باید کہ شما و راجہ امر سنگھ و راجہ آلہ چند کوچ وغیرہ متابعت نواب زین الدین بر خود لازم دانند واجب شناسند لہذا اخلاص دستگاہ محمد حسین خان ما کہ از مخلصان خیر اندیش و صدیقان صفا کیش ایں بارگاہ آسمان جاہ است

روانہ آں حدود فرمودیم باید کہ بورود رقم مبارک، ہر یک بخدمت و فرمانبرداری حضرت شاہنشاہی سلمہم بہ اندیکال خود برقرار باشد، ایں معنی آرام و انتظام شما باشد و ہا دست از خصومت و پیکار کوتاہ گردانند، ہر گاہ من بعد ازیں حرکات دست کوتاہ نہ نمایند باز خواست، اداں عقیدت دستگاہ خواہند، و راجگان دیگر را تنبیہ آں لازم دریں مادہ قدغن بلیغ دانستہ، فرمان ظل الٰہی را خود شناسد، مرقوم ۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۲۷۱ھ

یہ کارنامے تو عالمان عالم رزم یعنی میدان کارزار کے رستموں کے ہیں، اب ذرا دانشوران فرنگ کی کلک فاتح کی دُرفشانی اور روانی کی فتوحات سُنئے:-

سند خطاب راجگی و بہادری از پیشگاہ گورنر جنرل بہادر، بنام نامی راجہ نہال سنگھ صاحب بہادر والئے کپورتھلہ

ازآں جا کہ خلوص عقیدت و فرمانبرداری و رسوخ ارادت و وفاداری آں شفیق دوستاں کاہ جاں فشانی ہائے نمایاں و تقدیم مراتب خیرخواہی ہائے شایان نسبت بہ سرکار فلک اقتدار کمپنی انگریز بہادر بہ پایۂ ثبوت و قرار رسیدہ، نظر برآں دریں آوان سعادت اقتران مراحم بیکران بہ چمنستان اقبال آں مہربان بازدیاد از راہ وفور شفقت و مزید مکرمت خطاب و راجگی و بہادری معہ خلعت فاخرہ و عطا وارزانی گردیدہ سند ہذا سمت امضا پذیرفتہ باید کہ بہ ادائے ایں چنیں عطیۂ عظمیٰ و موہبت کبریٰ بیش از بیش دولت خواہ و خیر اندیش سرکار ذوالاقتدار کمپنی انگریز بہادر بودہ مدام، بہ تقدیم مراتب حسن خدمت و جان فشانی ہائے کوشش و ایں سند را ذریعہ فخر و اعزاز خود بین الامثال والاقران شناسد مرقوم فی التاریخ ماہ نہم دسمبر سنہ ۱۸۴۹ء

(نقارۂ سامی)

نواب کے قبائل بھی محصور ہو کر فوج مہاراجہ صاحب کے ہاتھ آئے، اس خبر کے سُنتے ہی مہاراجہ صاحب بہادر خود اس جگہ تشریف لے آئے، اور بیگمات شاہی کو نہایت اعزاز کیساتھ پردے میں لے گئے، اور پوچھا کہ جہاں آپکی مرضی ہو بحفاظت پہنچایا جائے، بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ رانی صاحبہ جموں میری مُونہ بولی بہن ہے، اگر اُسکے پاس چلی جاؤں تو گویا اپنے مکان میں جاؤں، مہاراجہ صاحب بہادر نے اپنا معتبر اور چند سوار محافظ کے ہمراہ کر کے معہ جملہ اسباب اُن کو جموں پہنچا دیا، (ماخوذ کاغذات پٹیالہ)

کورٹ آف آرم

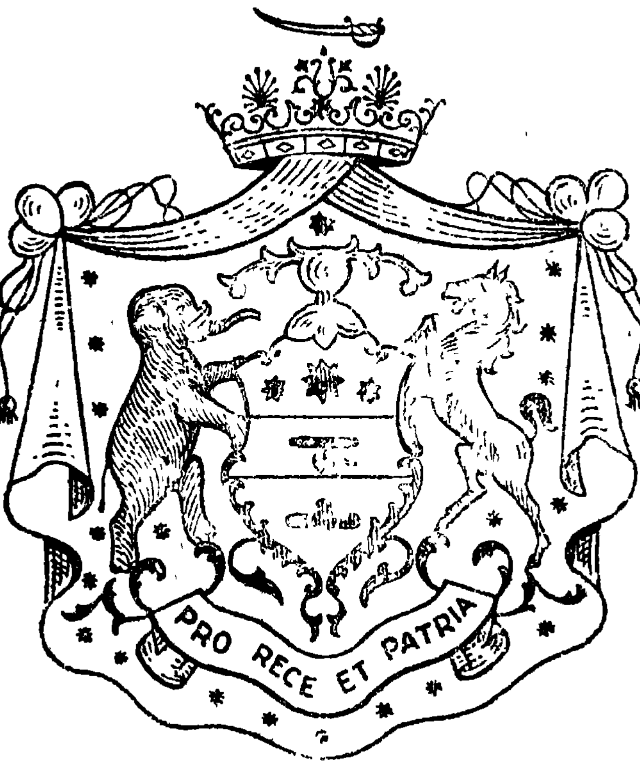

ریاست کپورتھلہ

نظارۂ تحسین

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر ۳۳

عہد دولت فرحت آوان ثروت توامان

ہز ہائینس فرزند دلبند راسخ الاعتقاد دولت انگلشیہ راجہ راجگان

کرنیل سر

مہاراجہ جگت جیت سنگھ صاحب بہادر

جی سی ایس آئی، جی سی آئی ای

فرمانفرمائے دولت کپورتھلہ

الٰہی تا جہاں باشی باقبال جوان بخت و جوان دولت جہانسال

بہار شامی

قطرہ سوئے بحر اخضر عازم است

ہر تنزل را عروجے لازم است

گرمی کے بعد سردی، لُو کے بعد بادِ نسیم، رات کے بعد دن، سختی کے بعد نرمی، تنگی کے بعد فراخی، فلاکت کے بعد خوشحالی، ابتری کے بعد بہتری، اور خشک سالی کے بعد بہار، لازمۂ قدرت ہے۔ ایک محقق نقاد طبع مورخ کی نظر میں رانا کپور، راجہ جسا سنگھ، راجہ نہال سنگھ اور راجہ رندھیر سنگھ اپنے خاندان میں مختلف طرح کے آفتاب تھے، جو اپنے اپنے کرۂ حکومت میں نوع بنوع کے گل و گلزار کھلاتے تھے، جن سے بنی نوع انسان نے طرح طرح کے مفاد اُٹھائے، ضرورت تھی کہ راجہ جسا سنگھ کے درخشاں خاندان میں کوئی ایسا آفتاب طلوع ہوتا کہ جو اطرافِ عالم میں اپنی نیک دلی اور اعلیٰ اخلاق کا نور چمکاتا، نفاست اور پاکیزگی میں مثل شعاع مہر نور افشاں ہوتا، اس کا فیض عام ہوتا اور ٹھیک جس طرح کہ سورج ایک رشی اور چنڈال کی جھونپڑیوں پر یکساں منور ہوتا ہے، اور ایسا جو حقوقِ مساوات اور اخوتِ ازلی کا واحد ٹھیکہ دار ہوتا ہے۔

پیدائش مبارک راجہ کھڑک سنگھ کی حالت پریشانی و تشویش میں ان کی گدی نشینی کے عرصہ اندازاً دو سال بعد ۲۴ نومبر ۱۸۷۲ء کو جگت کے چمکنے والا ایک نونہال پیدا ہوا، شہرت اور ناموری کے گلِ خوش رنگ نچھاور کئے، اخلاق و ادب نے باغ ارم کے گلدستے پیش کئے، صفائی و پاکیزگی نے ان پر آبِ حیات چھڑکا، ہر قوم و ملت کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے، حضرت نے اپنی عمر کا پتہ لکھ کر صاحبِ اولاد سعادتمند ہونے کی نوید سنائی، دُنیا کی ہر ولایت میں مولود کے نام پر فرحتِ انبساط کے جام پئے گئے، نیکدلوں کی گردنیں تعظیم میں جھک گئیں۔

ایام نابالغی میں انتظام ریاست یہ نوبادۂ گلشن شوکت و اقبال راجہ صاحب مرحوم کے اوائل ایام حکمرانی میں منور ہوا تھا، پانچ بہاریں بھی دل کھول کر نہ دیکھیں تھیں کہ آپ کے والد معظم کا سایۂ بزرگی آپ کے سر سے اُٹھ گیا، تین ممبروں کی ایک کونسل انتظامیہ قائم ہوئی، اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، کونسل کے ناکامیاب ہونے پر ایک یورپین بطور سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوا، اس گل شاداب کی نشوونما زیادہ تر یورپین اتالیقی کے

زیرِ نگرانی ہوئی، اُن میں سر میکورتھ ینگ، سر چارلس ریواز، سر فریڈرک فریر اور سر ڈینزل ایبٹسن سی مشہور مدبرین و ممتاز ہستیاں تھیں۔ ریاست کپورتھلہ کی یہ عین خوش قسمتی تھی کہ اُسے ایسے یورپین افسر ملے جو اُن میں سے ہر ایک بجائے خود ایک بیدار مغز افسر تھا گورنمنٹ عالیہ نے جو ایام نابالغی حضور مسند ورخ ریاست کا انتظام ایسے لائق عہدہ داران کے معرفت کرایا، ریاست کی جانب سے بڑے شکریہ کا مستحق ہے، بلاشبہ مندرجہ بالا چار مدبرین اور قابل پنجاب کمیشن کے عہدہ داران نے انتظام ریاست نہایت خوبی کے ساتھ چلایا۔

اِنہوں نے ایسی بہت سی اصلاحی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا، جو مفادِ ریاست اور بہبودیٔ رعایا پر مبنی تھیں۔

تعلیم و تربیت راجہ صاحب اِس نونہال کی غور و پرداخت کیا کر سکتے تھے، اور اُن کے بعد یہ خدمت کیونکر سپرد کی جا سکتی تھی، جبکہ وُہ خود ہی خللِ دماغ کے مرض میں مبتلا تھے، جو ایسا حکم دیتا اور انتظام کرتا وُہ سودائی سمجھا جاتا۔

یہ ہونہار و نو نامور شاہی خاندان میں پیدا ہو کر محلات میں محبت کی گودیں پرورش پاتا رہا، اِس حالتِ بے اختیاری میں جیسی کچھ نگہداشت اور غور و پرداخت ایک شہزادہ کی ہو سکتی ہے، وُہ ظاہر ہے، یورپین سپرنٹنڈنٹوں کی تقرری کے ساتھ اِس بیدار بخت شہزادہ کی تعلیم و تربیت کا مغربی رواج کے موافق بندوبست کیا گیا، یہ تعلیم و تربیت اپنی اُفتاد کی بنا پر ہر طرح کی آزادی کو قربان کر ڈالتی ہے، چنانچہ آپ کی طبیعت میں یہ آزادی کا حصہ اِسی تعلیم و تربیت کا فیضان ہے، آپ سنسکرت، ہندی، فارسی، اُردو، اور گورمکھی کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی بے تکلف لکھ پڑھ سکتے ہیں۔

شادی خانہ آبادی چونکہ راجپوتی اعلیٰ نسب کا دورِ حاضر میں تقاضا تھا کہ آپ کی شادی کسی راجپوت شاہی خاندان میں ہو، اِس لئے میاں رنجیت سنگھ گُلیریا سکنہ ہیر ولاد ضلع کانگڑہ کے اعلیٰ خاندان شاہی راجپوت کی صاحبزادی سے نسبت قرار پائی، شگن کی رسوم راجہ سر جے چند صاحب لمباگراؤں نے ادا کرائیں، کہ جنہوں نے اہلو والیہ خاندانِ شاہی کو علانیہ راجپوت خاندان تسلیم کیا، شادی کی رسوم

۱۶ اپریل ۱۸۷۷ء کو عمل میں آئیں۔ اِس آئین کی ادائیگی راجپوتوں کے قدیم شاہی خاندان بھاول جیسلمیر کے چچا ٹھاکر موہر سنگھ جی نے فرمائی۔

آغازِ حکمرانی | ہندی روایات کے موافق مذہبی رسُوم ختم ہونے کے بعد آپ کی گدی نشینی کی رسم ۱۶ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو ادا ہو چکی تھی، ایام نابالغی ختم ہو جانے کے بعد ۲۴ نومبر ۱۸۹۰ء کو عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اِس رسم کی ادائیگی پر سر جیمس لائل لفٹنٹ گورنر پنجاب بہ نفسِ نفیس شریک ہوئے، اعلیٰ انتظامات اور شاندار نمائش کا اہتمام کیا گیا، جو کپورتھلہ کی روایات کی افزونی کا باعث تھا۔

خطاباتِ کی عطائیگی | مہاراج کو بصلۂ خدماتِ احسن و انتظامِ ریاست متفرق تقاریب پر خطاباتِ گرانقدر جی سی ایس آئی، اور جی سی آئی ای گورنمنٹ عالیہ سے عطا ہوئے۔

خلعت کا اضافہ | مہاراج نے روزِ اختیارِ حکمرانی سے ریاست کے ہر شعبۂ زندگی میں اپنی جوُدتِ طبع کے زور پر جان ڈال دی، اور گورنمنٹ کی خدمات بھی روایاتِ خاندانی کے تقاضے سے ایسی ایسی باموقع انجام دیں کہ گورنمنٹ کے دانشمند ارکان مان گئے۔ یہ گورنمنٹ عالیہ قدر دانی کا موقع ہاتھ سے کبھی جانے نہیں دیتی۔

میزانِ مساواتِ ملل و مذاہب | یہ صداقت ایک مسلمہ صداقت ہے، کہ ہندوستان کی ہر دو معزز اقوام ہندو اور مسلمان صدیوں سے ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بھائی بھائی بنے ہوئے کاروبار میں یکجائی طاقت سے مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ کپورتھلہ میں بھی روزِ اول سے قابل مسلمانوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے اور وُہ برابر ہر عہد میں شریکِ انتظام رہے۔ دورِ حاضرہ میں میزانِ مساوات، ملل و مذہب عدل و انصاف کی داد دے رہی ہے، اور یہ کپورتھلہ کے شاہی خاندان کی روایات کے عین موافق ہے، جہاں یہ مساوات ہے، حکومت کو ضعف نہیں ہوتا۔

سفرِ ممالکِ غیر | اگر ہندوستان کے بہت سے تاجداران نے ممالکِ غیر کے سفر کئے ہیں، اور کرتے رہتے ہیں، مگر تاجدارِ کپورتھلہ نے اِس سیر سے ریاست کپورتھلہ کے لئے ہر طرح تجربات حاصل کئے، اور ریاست میں عملی رواج دیا، آپ نے تقریباً تمام دُنیا کا سفر کیا ہے، اور بڑی قابلیت و احتیاط کے ساتھ

تعلقات دولِ غیر مہاراجہ نے جہاں جہاں سفر کیا ہے، وہاں کے تاجداران کے آپ سے دوستانہ تعلقات ہیں، اور ہر وقت آپ کی ملاقات اور خوش کلامی سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں،

اعزاز دولِ غیر گو حکومت ہند کی جانب سے آپ کو کامل شاہی اعزاز حاصل ہیں، مگر آپ کی مرنجاں مرنج پالیسی اور شاہی خیالات نے ہر جگہ تعظیم کرائی، چنانچہ حضور ممدوح کی ذاتِ عالی کو دولِ غیر کی جانب سے حسب ذیل اعزازات سے ممتاز کیا جا چکا ہے،

فرانس:- گرانڈ کراس آف دی لجن آف آنر،

مصر:- گرینڈ کارڈن آف دی آرڈر آف نائل،

پیرو:- گرینڈ آرڈر آف دی ریڈ کراس،

مراکو:- نشانِ افتخار طبقۂ اعلیٰ،

شاہی سفرنامے معمولی انسانوں کے سفروں کے حالات قلمبند کئے جانے، فائدہ سے خالی نہیں، بادشاہوں کے سفرناموں سے تو بڑے بڑے مفاد حاصل ہوتے ہیں، شاہانِ مغلیہ اور دیگر اسلامی تاجدار اپنے ہاتھ سے روزنامچہ لکھ لیا کرتے تھے، مگر افسوس کہ ہمارے تقریباً تمام تاجدار اس علمی شغل سے لاپروا ہیں، کپورتھلہ کا علم دوست تاجدار یہ علمی شغل کیوں متروک کرتا، آپ نے جس قدر سفر فرمائے ہیں، وہ سفرناموں کی صورت میں خضرِ راہ ہیں، بلحاظ ترتیب واقعات و اندراج حالات یہ علمی کام بڑی قابلیت سے سرانجام دیا گیا ہے، دلچسپی اُن کا خاص جوہر ہے،

جنگی کوائف زمانۂ امن و امان اور سایۂ ہما پایۂ سلطنتِ قیصری میں تاجدارانِ ہند کے جنگی کوائف کا قلمبند کیا جانا غیر ضروری ہے، اور بلاشبہ اب اس کی انہیں ضرورت بھی نہیں، کپورتھلہ کی تاریخ

ریاست کپورتھلہ ہمارا یورپ کا نامہ نگار خصوصی ہمارے دلی انبساط کے لئے تحریر کرتا ہے کہ سری حضور انور یورپ کی سیر جس لطف و انداز سے فرماتے ہیں، وہ حضور ممدوح ہی کا حصہ ہے، یورپ و امریکہ کے بڑے بڑے شہروں۔ گلزاروں اور ان کے موسمی حالات سے جس قدر واقفیت سرکار والا کو ہے، اور اُس سے جس قدر فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اُس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر یورپ کی سیر فرما رہے ہیں، الو مہاراجہ کپورتھلہ ہی فرما رہے ہیں،

کپورتھلہ اخبار رکھتا ہے:- کہ سری حضور انور کارلس باڈ میں دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد ملک اطالیہ کے چند مشہور شہروں اور قابلِ دید مقامات کی سیر کو تشریف لے گئے ہیں، المان (جرمن) کی بھی سیر فرمائیں گے،

(رئیس ہند، ستمبر و اکتوبر ۱۹۲۳ء)

لکھتے ہوئے اِس قدر ضرور روشنی ڈالی جانی چاہئے، کہ انتظامات اور صفائی کامل پیمانہ پر ہیں، جستی اور مُستعدی اِنکی جان ہے،

خدماتِ جنگ ریاستِ کپورتھلہ نے ابتدائے سلطنتِ قیصری کی پالیسی میں دل وجان سے معاونت کی ہے، غدر ۱۸۵۷ء کی خدمات بیحد قابلِ قدر تھیں، جنگِ عظیم کے جاری ہوتے ہی ریاست نے اپنے تمام ذرائع آمدنی گورنمنٹ کے سپرد کر دیئے، حسب ذیل نقشہ سے ظاہر ہوگا، کہ ریاست نے اس نازک موقعہ پر گورنمنٹ کی رفاقت کا کیسا شاندار ثبوت دیا:۔

امداد بذریعہ افواج	انڈین آرمی	امپریل سروس
	۲۵۰۰	۱۵۰۰

امداد مصارفِ جنگ	چندہ جہاز ہسپتال	جان ایمبولینس	قرضہ جنگ
زرِ نقد:۔ ۱۰۰۰۰	۲۷۵۰۰	۱۵۸۰۰	۱۰۴۸۰۰۰
مصارف امپریل فوج	چندہ ریلیف فنڈ	ڈڈ موٹر لانچ	مصارف بھرتی
۳۷۶۰۰	انگریزی ۵۰۰، ہندوستانی ۵۰۰۰	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰
امداد جانوران	خچر	اونٹ	گھوڑے
	۲۸	۴۴	۱۲

متفرق اخراجات ۳۰۰۰

محکمہ جات جوڈیشل و مال مہاراج کے مغربی ممالک کے تجربات نے انتظاماتِ جوڈیشل و مال پر خاص اثر پیدا کیا، کیونکہ ان کے لئے حضور ممدوح نے قابلیت اور تعلیم جزوِ اعظم قرار دیئے، تحصیلدار، منصف، مجسٹریٹ، ناظم اور جج وغیرہ وغیرہ جوڈیشل اور مالی عہدہ داران بلحاظ تعلیم و تربیت ایک سے ایک فوق رکھتے ہیں، اور لطف یہ ہے، کہ اصلاحی شان اس تدریجی ترقی کے ساتھ پُر امن طور پر عمل میں آئی، کہ کسی کی ناقابلیت کی وجہ سے موقوفی یا برطرفی عمل میں نہیں آئی، جگہ خالی ہوتی گئی اور انتخاب موزون ہوتا رہا، ریاست کا اہم سلسلہ انتظام یعنی اگزیکٹو اور جوڈیشل اس قابل ہو گیا ہے، کہ اس کی نگرانی ایک نہایت مدبر

وقابل وزیرِ اعظم کے بغیر ناممکن ہے، ریاست کی خوش قسمتی سمجھنی چاہئے، کہ اِس اعلیٰ مشینری کو حرکت میں لانے والا، ریاست کے قدیم خاندان کا وفادار رکن انتخاب ہوا، جس نے اپنے حسنِ انتظام کی عام شہرت حاصل کر رکھی ہے،

پولیس کی بہتری | پولیس کی اصلاح کافی طور پر ہو چکی، معزز اور ٹرینڈ اشخاص بھرتی کئے جاتے ہیں، جو اپنے فرائض عمدگی سے انجام دیتے ہیں، اِس محکمہ کے انچارج سری مہاراج کپتان امرجیت سنگھ صاحب ایم، اے، ہیں، جنہیں سپہ سالارِ معظم افواجِ ہند کے اعزازی، اے، ڈی، سی، بھی ہونے کا فخر حاصل ہے، آپ کی زیرِ نگرانی محکمہ پولیس نے بیش بیش ترقی کی ہے،

سررشتہ تعلیم | اِس محکمہ کے لئے بھی مہاراج کمار ممدوح الصدر سے بڑھ کر کوئی موزوں شخصیت نہ ہو سکتی تھی، کیونکہ انڈین آرمی میں عہدہ کپتان حاصل کرنے کے علاوہ آپ نے انگلستان کی بہترین یونیورسٹی آکسفورڈ سے ایم، اے، کی ڈگری حاصل کی ہے، آپ کے زیرِ ہدایات محکمہ مذکور نے خاص ترقیات حاصل کی ہیں، اِس جگہ یہ ذکر کر دینا بھی نہایت ضروری ہے، کہ محکمہ تعلیم میں بوائے سکاوٹ کا شعبہ آپ کے زیرِ سرپرستی جاری ہوا ہے،

امورِ عامہ | ریاست میں مندرجہ ذیل بہبودیٔ عامہ کے لئے محکمہ جات قائم ہیں:-

مجلسِ عامہ | یہ مجلس علاقہ ریاست کے باشندگان کے نمائندوں کی مجلس ہے، جو دربار میں وضع قوانین کی تجاویز وقتاً فوقتاً پیش کرتی رہتی ہے، انتظامِ ریاست میں اِس کی بڑی قدر و منزلت ہے،

مجالس انتظامِ شہری | ریاست کپورتھلہ انتظامِ عامہ میں سرکارِ انگلشیہ کے ملحقہ علاقہ سے چار قدم آگے ہے، یعنی شہروں کے انتظام کے لئے باقاعدہ میونسپلٹیاں قائم ہیں، جن کے صدر غیر سرکاری ہوتے ہیں،

مجلسِ رفاہِ عامہ | جہاں شہریوں کی بہبود و فلاح کا خیال رکھا گیا ہے، وہاں رعایا کے آرام و آسائش کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے، یعنی ایک مرکزی انجمن رفاہِ عامہ قائم ہے، جو امورِ متعلقہ رعایا کے لئے یہاں کی نگہداشت کرتی ہے،

شفاخانجات | ریاست میں تحصیلوار شفاخانے کھولے گئے ہیں، صدر مقام میں ایک بڑا شفاخانہ

مردانہ موسومہ "رندہیر ہسپتال" اور ایک شفاخانہ زنانہ باسم "وکٹوریہ جوبلی فیمل اسپتال" موجود ہیں' انکے علاوہ شفاخانہ موبائیاں بھی فیض رساں ہیں'

ٹیلیگراف ٹیلیفون | ریاست میں گورنمنٹ ٹیلی گراف آفس ہے' اور سلسلۂ ٹیلی فون بھی پھیلا ہوا ہے' جو اب حال میں گورنمنٹ کے سلسلۂ ٹیلیفون سے ملا دیا گیا ہے' کپورتھلہ ہندوستان کے ہر شہر کے ٹیلیفون پر بات چیت کر سکتا ہے'

موٹر ہاؤس' فیلخانہ' جیل' پاور ہاؤس وغیرہ | کپورتھلہ اب اپنی جدت تعمیر کے لحاظ سے سب پاسنوں پر فوق رکھتا ہے۔ اس کی عمارات مغربی و مشرقی خیالات کے موافق موزونی اور اختصار کے ساتھ مکمل ہیں'

سڑکوں کی افزائش | ریاست کپورتھلہ میں جس قدر سڑکیں ہیں' اُن کی سالانہ نگہداشت ہوتی ہے اس لئے سب اچھی حالت میں ہیں' اور باشندگان کے لئے دل افزا سیرگاہیں ہیں'

فضائل و خصائل مختصہ اور عام اخلاق | خوئے صالح کی مناسبت' موزون تعلیم و تربیت اور مختلف ممالک متمدن کے سفروں نے مہاراجہ کو ایک قابل ستائش اور لائق بنا دیا' آپ کی طبیعت بالکل سادہ اور تصنع و بناوٹ سے پاک ہے' فطرتاً انصاف پسند ہیں' مزاج عالی میں جبر و تشدد کا نام نہیں' بلکہ ہر وقت بشاش رہتے ہیں' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اخلاق مجسم ہیں' رعایا کے افراد کو اپنی اولاد سمجھ کر پرورش و نگہداشت کرتے ہیں' ارکان ریاست پر اعتماد فرماتے ہیں' اور رائن کی حسب مناسب عزت و توقیر بڑھاتے ہیں'

شاہی نسل | مہاراجہ ہر طرح ایک کامیاب و بامراد مہاراجہ ہے' دورِ حاضرہ میں

اوّل :- تو اعلیٰ گھرانے میں شادی ہونا ناممکن ہے'

دوسرے :- بر کا قابل و لائق ہونا اُس سے بھی زیادہ ناممکن ہے'

تیسرے :- تعلقاتِ یکجہتی و موانستِ قلبی ایسی مشکلات میں خود بخود عنقا ہو جاتی ہیں'

چوتھے :- اگر یہ سب نعمتیں حاصل ہو بھی جائیں' تو بالعموم اولاد کم ہوتی ہے' بلکہ بعض اوقات

ROYAL PRINCES OF KAPURTHALA

Sitting—TIKA RAJA PARAMJIT SINGH,
Right — MAHARAJ KUMAR KARAMJIT SINGH,
MAHARAJ KUMAR MAHIJIT SINGH,
MAHARAJ KUMAR AMARJIT SINGH,
M A (Oxen)

(The block of this picture is specially made for the Proprietor Rais-i-Hind, Delhi who has special arrangement of making all kinds of blocks)

لاولد رہتے ہیں'

پانچویں:۔ اگر اولاد پیدا ہوتی ہے تو روایاتِ خاندانی کی دشمن' اور بدصورتی کی صورت'

چھٹے:۔ تعلیم و تربیت جو اول تو بالعموم گورنسوں کی زیرنگرانی ہوتی ہے کیونکہ تاجدار اور رؤسا، اپنی شبانہ روزکی بے اعتدالیوں سے نامراد موت کی قبل از وقت مُرادیں مانگتے ہیں' اور جو ہوتی ہے وُہ شاہی مطالبات کے خلاف ہوتی ہے' مثلاً شاہی دفتر فارسی میں ہیں' اور وُہ اُن کے کورس سے خارج کردی گئی ہے'

ساتویں:۔ آج کل اُس کا سعادتمند پیدا ہونا مشکل ہے'

آٹھویں:۔ والدین کے تجربات و ہدایات سے محروم رہتے ہیں' مگر سری اکال پرکھ کے فضل سے یہ آٹھوں نعمتیں مہاراج کو باحسن الوجود عطا ہوئی ہیں'

ولیعہد بہادر بالائے سرش ز ہوشمندی ۔۔۔ مے تافت ستارۂ بلندی

تاجدارانِ کپورتھلہ کی نیک نفسی اور ہمدردی و رحم نے اِن کے تاجِ شہی کو ہر طرح منوّر و درخشاں کیا' خوشا نصیب اُس سلطنت کے کہ جس کا یوراج اپنے نامی گرامی پدر بزرگوار کے زیرسایہ ہر طرح کی تعلیم و تربیت پاکر شریکِ و سہیم امورِ سلطنت ہو'

ٹیکہ راجہ پرم جیت سنگھ صاحب ولیعہد بہادر ۱۹ جیٹھ سمبت ۱۹۴۹ بکرمی (۳۱ مئی ۱۸۹۲ء) کو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے اور سری اکال پُرکھ کے فضلِ بے پایاں سے ہر طرح کی علمی و عملی فضیلت حاصل کی' دانشمند باپ نے ریاست کے نظم و نسق میں شریک فرماکر بچپن ہی میں اُن کو ان کی اہم ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا' ہر قیافہ شناس آپ کی شبیہ مُبارک دیکھ کر مندرجہ بالا شعر حسب حال سمجھے گا' دُعا ہے ؎

الٰہی بخت تو بیدار بادا ۔۔۔ تُرا دولت ہمیشہ یار بادا

مہاراج کنوار صاحبان خدائے بخشندہ کے فضل و کرم نے تاجدار کپورتھلہ پر اپنی رحمتِ عام کے دروازے کھولدیئے' آپ کے چشم و چراغ مہاراجکنوار میجر مہی جیت سنگھ' کپتان امرجیت سنگھ' ایم اے' کرم جیت سنگھ' جیت سنگھ صاحبان ہر طرح قابل و لائق ہیں'

مہاراجکنوار کپتان امرجیت سنگھ صاحب بہادر کا ذکر پولیس اور تعلیم کے بیان میں آچکا ہے، مہاراجکنوار بزرگ میجر مہی جیت سنگھ صاحب بہادر عملہ شاہی کے افسرِ اعلیٰ ہیں، اور جاگیر اودھ کے منتظم اعلیٰ، مہاراجکنوار کرم جیت سنگھ صاحب بہادر محکمہ زراعت و باغات کے ناظم ہیں، سب سے چھوٹے مہاراجکنوار صاحب ولایت میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں،

جنابِ معظمہ بی بی صاحبہ جنابہ مہاراجکماری امرت کنور صاحبہ کہ جنکی پیدائش ۱۹۱۰ء کو ہوئی تھی بڑی تعلیمیافتہ ہیں، اس عفت مآب خاتون کی شادی راجہ جوگندر سین صاحب بہادر والئے منڈی سے ہوئی ہے، حال ہی میں آپ کے نشکم سے مُعلّیٰ سے وارثِ تاج و تخت پیدا ہوا ہے، خدا عمر دراز کرے،

مدار المہام اور معزز ارا کین ریاست اس بات کا افسوس ہے کہ ہم بوجہ تنگیٔ دفتر اس موضوع پر زیادہ نہیں لکھ سکتے، مگر تاہم کپورتھلہ کے معزز ارا کین کی ایک فہرست دی جاتی ہے۔

خان بہادر دیوان عبدالحمید صاحب سی آئی، ای، او، بی، ای، بیرسٹرایٹ لاء وزیرِ اعظم

(۱) بخشی پورن سنگھ صاحب بہادر سی آئی، ای، بخشی افواج، (۲) سردار سُرلیشور داس صاحب بیرسٹرایٹ لا چیف جج (۳) سردار محبت رائے صاحب پرائیویٹ سکرٹری (۴) سردار اُجد ہیا داس صاحب بی، اے، ہوم سکرٹری (۵) رائے بہادر سردار دُرگا داس صاحب بی، اے، جج چیف کورٹ (۶) سردار راجکنوار صاحب بی، اے، ایل، ایل، بی، جج چیفکورٹ (۷) سردار کانشی رام صاحب بی، ایس، سی، اسٹیٹ انجنیئر (۸) ڈاکٹر سری رام صاحب آئی، ایم، ایس، چیف میڈیکل آفیسر (۹) سردار جرسنی داس صاحب ملٹری سکرٹری، (۱۰) سردار عبدالحق صاحب ناظم

مدار المہام چونکہ ہمیں ہر حالت میں اپنی ریاستوں کی اصلاح و بہبود مدِ نظر ہے، اس لئے ریاست کی خوش نظمی اور انتظامات کی بہتری کے وجُوہ لکھنا ضروری ہیں، کہ وُہ کیا کیا اسباب ہیں کہ جن سے یہ کپورتھلہ ریاست معراجِ ترقی و شہرت پر پہنچ گئی، بڑے غور اور خوض کی ضرورت نہیں، جس ریاست کو بیدار مغز فرمانروا، جاں نثار مدار المہام نصیب ہوتا ہے، درحقیقت وہاں یہی درخشانی نظر آتی ہے مہاراج کی مردم شناسی کی داد دیجانی چاہئے، کہ آپ نے اپنی رعایا ہی میں سے قابل مدار المہام انتخاب کرلیا ہے محض لفظ "قابل" سے اس اجمال کی تشریح نہیں ہوسکتی، اس لئے ذرا تفصیل سے کام لینا ضروری ہے

میاں دانشمند خاں مرحوم نے جن کا سلسلۂ نسب حضرت **شیخ سیامیؒ** بلاواسطہ ملتا ہے ریاست کی ملازمت شروع کی تاجدارانِ کپورتھلہ کی قدردانی اور اعتماد سے برسوں معزز اور ممتاز عہدوں پر مامور رہے، آپ کے فرزند ارجمند دیوان **عزیز بخش** بہادر مرحوم ومغفور اپنی اوائل عمر ہی میں ملازمت خاص ودولتدار سے سرفراز کئے، اعتماد اور جاں نثاری سے بہترین کارگزاری کا جلوہ دکھایا، شاہانِ نقاد نے اِن کی بے نظیر قابلیت، قانون دانی اور معاملہ فہمی سے آپ کو اپنا خاص خیرخواہ ونمکحلال تصور فرمایا، اور رُکن کونسل انتظامیہ کے سے اہم عہدہ کے لئے انتخاب فرمایا، جہاں آپ نے اپنی خداداد قابلیت ولیاقت سے تاجدارانِ کپورتھلہ کو اپنا گرویدہ بنایا، آپ کے سُپرد فرائض وزارت بھی کئے گئے، حتی کہ سرکار والا اپنے سفرِ اولین یورپ میں اپنا مشیر بنا کر لے گئے، کپورتھلہ کی مُسلم وہندو سوسائٹی میں آپ کی آج تک قابلیت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے، اُسی بابرکت بزرگ کی صالح یادگار موجودہ مدارالمہام جناب خان بہادر **دیوان عبدالحمید صاحب** بیرسٹرایٹ لا سی، آئی، ای، او، بی، ای، ہیں کہ جو روزِ آغازِ ملازمت سے اِسی خاندانی اعتماد اور ارادت سے خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ کی تعلیم کو ہندوستان میں فراغت پاکر ولایت کی بہترین یونیورسٹی میں تکمیل کا موقعہ ملا، جس کا ذکر بڑا مُبارک ذکر ہے، کہ آپ شہزادگان کی تعلیم کی نگرانی کے لئے مُنتخب ہوکر یورپ تشریف لے گئے، جہاں بہت عرصہ تک مغربی علوم سے بہرہ ور ہوتے رہے، جہاں باقبالِ حضور ہر طرح کے جدید نکاتِ حکومت، پالٹیکس، تدبّر کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، چنانچہ آپ کی اہم ذمہ واریاں بفضلِ خداوندی آپ کے مزید اعزاز وبرتری کا باعث ہوئیں،

خدائی مخلوق بھی آپ کی اِن جاں نثارانہ خدمت گذاریوں سے آپ پر مہربان ہے، کہ آپ کو باخُلق اور باخُلق سعادتمند اولاد عطا فرمائی ہے،

تصحیح تصاویر

رئیس ہند کو فخر ہے کہ وہ ہمیشہ برخلاف دیگر مُصوّر جرائد، نایاب تصاویر فراہم کرکے چھاپتا ہے، چنانچہ اس دفعہ مشہور سرکردہ سنگہان فاتح اعظم ہزہائنس راجہ جسّا سنگھ بہادر اہلوو الیہ معہ نادرشاہ و احمد شاہ ابدالی کی تصویر مُبارک قابلِ زیارت ہے، جو کپورتھلہ کے شاہی پستکالیہ سے حاصل کی گئی

نظارہ نشین

لطائفِ شاہی

لطیفۂ فضل | راجہ جسا سنگھ :۔ (ایک شاندار فتح کے بعد نواب کپور سنگھ سے) شاہی فوجِ کثیر کو اس جمعیت قلیل نے شکست دی ستگور کی عنایت ہے'

نواب کپور سنگھ :۔ جب ستگور کا فضل شاملِ حال ہے' تو کثرت اور قلت کا کیا سوال ہے' جو کثیر ہے' وُہی حقیر ہے'

(عمدۃ التواریخ)

لطیفۂ عدل | راجہ جسا سنگھ :۔ اس فتح سے آپ راضی ہوئے'

راجہ جواہر سنگھ :۔ (بطور توریہ) آپ خوش ہیں ہم بھی خوش ہیں'

راجہ جسا سنگھ :۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خوش نہیں'

راجہ جواہر سنگھ :۔ میری رضا تو اسی میں ہے کہ میرے والد کے قاتل شیر خان بلوچ کو میرے حوالہ کر دیا جائے'

نواب ضابطہ خان :۔ وُہ جنگ میں مارا گیا' اگر زندہ ہوتا ضرور حوالہ کر دیا جاتا'

راجہ جسا سنگھ :۔ انتقام مل گیا اب معاملہ ختم'

(عُمدۃ التواریخ)

لطیفۂ نفیسہ | چونکہ مہاراج کی طبع نازک بالطبع لطافت و نفاست پسند ہے' اس لئے آپ کو طبعاً کثافت و غلاظت سے نفرت ہے' جب کوئی خادم وقت مقررہ پر حاضر ہونے سے مقصر رہتا ہے' تو عرض کرتا ہے کہ حضور کپڑے میلے ہو گئے تھے' تبدیل کرنے کی وجہ سے یہ توقف ہوا' اِس پر مہاراج اپنا اطمینان ظاہر فرماتے ہیں'

(ایم' اے)

نظارۂ مقتسین

مشاغلِ علمی

علم کی ضیاباریاں | دارالحکومت دہلی، زمانہ قدیم سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ تھا، اُسکی تباہی کے بعد لکھنؤ، رامپور، حیدرآباد اور کپورتھلہ میں تعلیم و تدریس کا چرچا پھیلا اور مذکور الصدر مقامات کے نہ صرف پہلو بہ پہلو بلکہ بڑھ چڑھ کر علمی ترقیات ظہور میں آنے لگیں، اُدہر تاجدارانِ کپورتھلہ خود تعلیم یافتہ تھے، اور بالطبع علم دوست تھے، اِدہر افرادِ رعایا قوائے عقلی و ذہنی سے اپنے والیان کے فیضِ عام کے اکتساب کیلئے تیار، چنانچہ اِس مناسبتِ طبائع نے بہت سے اہلِ علم پیدا کئے، جس میں شاعر و ناثر سب ہی قسم کے علماء و فضلاء بزم آرا ہوئے، جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ یہاں کی تمام آبادی زیورِ علم و ہنر سے آراستہ ہے،

کالج و مدارس | رعایا کو علمی فیض پہنچانے کی خاطر ریاست بھر میں علمی سرچشمے جاری ہیں، صدر مقام میں رندہیر کالج علم و ہنر کا مرکز ہے، ہائی سکول، مختلف مکاتب، مدارس علاوہ بریں، ضرورت زمانہ کا احساس فرماتے ہوئے، مہاراج نے ایک انجینرنگ کالج کی بھی سرپرستی فرمائی ہے، جس کا نام **جگجیت پرڈدو انجنیرنگ کالج** ہے، ایک اور غیر سرکاری یونیورسٹی ہے، جو **ویسٹرن یونیورسٹی** کے نام سے مشہور ہے، اُس کے اغراض و مقاصد عوام میں تعلیم کی اشاعت کرنا ہے، مفصلات میں دو ہائی سکول، گیارہ مڈل سکول اور سینکڑوں پرائمری سکول ہیں، بلکہ سرکار پر پرائمری کی تعلیم لازمی اور مفت کر دی گئی ہے،

مہاراج کے علمی مذاق نے اِس کا احساس اُس وقت فرمایا، جبکہ حکومت ہائے ہند اِس کے احساس سے بے حس تھیں،

لائبریری | ماسوائے گرانقدر شاہی کتب خانوں کے جو مختلف ایوانوں میں فیض رساں ہیں، عوام کے استفادہ کے لئے شالامار باغ میں **جگجیت پبلک لائبریری** قائم ہے، تحصیل وار ایسی کئی لائبریریاں

قائم ہیں، جس میں قدیم و جدید کتب کے علاوہ ہر ولایت کے اخبارات آتے ہیں۔

پریس آجکل ہماری ریاستوں میں تحریری کام بہت بڑھ گیا ہے، مگر ضرورت پریس جیسا کہ چاہیئے محسوس نہیں کی گئی، جب کام پڑتا ہے، علاقہ غیر سے رجوع ہونا پڑتا ہے، مگر اب چند راجدہانیوں میں اعلیٰ اعلیٰ مطابع قائم ہو گئے ہیں،

مہاراج کی طبع آگاہ نے خاص کپورتھلہ میں **جگجیت الیکٹرک پریس** کی منظوری فرمائی کہ جو اسوقت نہ فقط ریاست کی ضروریات پورا کرتا ہے، بلکہ علاقہ غیر سے بھی کام آتا ہے، آج کل اس کے انچارج **مولوی ظفر حسین صاحب اشک** بی اے ہیں، جو خاص کپورتھلہ کے شرفا میں سے ہیں،

اس پریس میں مہاراج کی طبع نفیس کے موافق ہر طرح کی انگریزی، اردو، گورمکھی بھاشا کی طباعت کا کام ہوتا ہے،

کپورتھلہ اخبار ریاست سے ایک اخبار آغاز عہد حاضرہ سے بنام کپورتھلہ اخبار نکلتا ہے، یہ اخبار اخبارات ہند نے دیکھا ہے، اور یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ یہ اخبار ریاستی اخباروں سے زیادہ آزاد ہے، اور قابلیت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے،

شاعر و ناثر جیسا کہ تمہید موضوع میں صراحت کی گئی ہے، کہ کپورتھلہ ایک مردم خیز سرزمین ہے، یہاں زمانہ قدیم ہی سے شاعر و ناثر پیدا ہوتے، چنانچہ "مومن خان مومن"، "مولوی محمد حسین آزاد دہلوی"، "پنڈت امرناتھ آشفتہ جانشین غالب"، گرامی، آزکی، داغ دہلوی، امیر لکھنوی، وغیرہ وغیرہ شعرائے مشاہیر ہند کپورتھلہ کے مشاعروں میں بزم آرا ہوتے رہے،

خاص کپورتھلہ میں ایک بزم مشاعرہ بھی قائم ہے، کہ جس کے سالانہ جلسے اطراف ہند کے شاعروں کو کھینچ لیتے ہیں، برق دہلوی، اقبال، سالک، حفیظ، یاس لکھنوی، جگر مراد آبادی، اصغر گونڈوی، بیخود دہلوی، سیماب و ساغر اکبر آبادی، عندلیب شادانی، آغا شاعر قزلباش وغیرہ وغیرہ کا کلام کپورتھلہ کے بزم مشاعرہ میں سنا جاتا ہے،

شعرائے کپورتھلہ رنجور، البلیغ اشک، خیال، مسرور، ساحر، فائق ہندی، جمناداس گوری وغیرہ وغیرہ

مسنفاں کپورتھلا کے ملکِ علم پر تنویر آفتاب ہیں، جو مضامین و خیالات کے آسمان سے تارے اُتارتے ہیں، افسوس ہے کہ اِس نمبر میں اِن کے کلام کے نمونے نہیں دیئے جاسکتے، یہ شوق طباع شوق جاری رکھیں،

روزنامچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر نے اپنی ایک مسودہ تاریخ تیار کرائی تھی، اُس کا نام عُمدۃ التاریخ ہے، جو نایاب ہے، مگر اصلی قلمی نسخہ ہمارے کتبخانہ میں محفوظ ہے، اِس میں سردار جسا سنگھ بہادر کے حالات اِسطرح درج ہیں۔ (مؤرخِ شاہی)

احوال سردار جسا سنگھ اہلوو الیہ و تسخیر ملک دوآبہ و آمدن آب ستلج و عزم بطرف مشرق، بر نظارگیاں عالم امکان و بینایاں عرصہ کون و مکان پیدا و ہویدا است کہ بتائید جلیل قادر کارساز و عنایات جزیل لہمین بندہ نواز در عین حیات سردار باگھ سنگھ اہلوو الیہ ماموں حقیقی طراز ندہ "اوامر امارت و فراز ندہ" اعلام ریاست سیف مسلول میدانِ شجاعت رمح مصقول، میدانِ خلافت سرکار خالصہ جسا سنگھ حاکم حکم بندوبست ملک و فوج کالعم مضمار گردید، از انجا کہ نقدِ شجاعتش در مضمار عدو کشی و دشمن گدازی تمام عیار بود، در دفع فساد و قلع بنیان ترکان و قطاع الطریقان بمحاربات ہوش فرسا و پیکار ہائے عبرت فزا سرگرم کار از میشدند توضیح ایں مقدمات انبساط پیرا و تلویح ایں فتوحات نشاط افزا طویل الاذیال اند مجملاً در آخرِ کتاب جلوہ شہود خواہد یافت، شمہ ازاں اندکی از بسیاں یکے ہزار بحسب موضع اذکار نوکر یزخامہ عنبرین نگار است، کہ آں اختر در برج دولت اقبال گوہر درج رفعت و اجلال بحرِ ذخار جود و احسان ابر مطیرِ سخاوت و امتنان مسند آرائی ریاست و کوکبہ پیرائی امارت شد، فیہ علیہ سنگھان کہ انتشار و پراگندگی یافتہ بود، در شیرازہ ائتلاف سرگرم اختلاط ساختہ بسررشتہ تالیف و ترتیب آورد، کافہ انام و طبقہ رعایا از خاص و عام از مطلع ایں کام میمنت انجام چشم روشنائی باز کردند و از رؤسائے ترکان و احزاب و ابدان آں طیور ارواح پرداز نمودند، کہ انبوہِ کثیر آنہا از جمعیتِ قلیل موجودہ منصور و خائب جی علی التواتر ہزیمتِ فاحش و شکست موحش خوردند، بعدہ التوجہ موجہ سوادِ دوابہ بین البیاس و ستلج بعد قلع قلاع بقاع و قری ایں مرز بوم

بعیۂ تصرفِ خالصہ موصوف قرار واقعی شد، بفروغ عقلِ صلاح اندیش و روشنیٔ دانشِ مصلحت
کیش بعزیمت تسخیرِ ملک دارالخلافت ہندوستان در مخیلۂ سردار معزالیہ تخیل گشت معہذا استقرار و تمکن
ایں سواد منقوشِ صفحۂ ضمیرِ منیر ساختہ، بعد تصرفِ قصبۂ جالندھر بخوشحال سنگھ سردار سنگھان فیض اللہ پوریہ
و ہوشیارپوریہ و بجوشحال سنگھ عرف لبنہ بشرطِ اطاعت و حاضری مدام تفویض نمودند بعد تسخیر
و تفتیحِ اضلاعِ پنجاب متوجہ مالوہ و بھٹیر شدہ مسافت بعیدہ را بلگامِ رخشِ عجلت طے فرمودہ، از راجگان
و دواب خراجِ مال و اموال و اسلحہ و اخیال و امتعہ و اخیال و تقررِ خراجِ سال بسال و داخلِ
تھانجات در بعضی اماکنہ و انفکاک بعض علائق و قصبات بعد از صدرالصدر مثال کرنال وغیرہ لسرداران
آں سواد کہ مطیع و منقاد شدہ، عنایت نمودہ از اں جاعنان بوند عزیمت بطرف شاہجہان آباد معطوف
فرمودہ، سبزی منڈی کہ محلہ خاص بیرون حصار دہلی است تاخت و تاراج ساختہ نواب عبدالاحد خان
وزیر بادشاہی با جمیع غفیر مقابل گشتہ آتشِ مجادلہ و محاربہ برافروخت مجاہدانِ باعزم و دلاورانِ معرکۂ
رزم چوں شعلہ جوالہ نے غلطم مانند برقِ خاطف برو رنجنید و خرمن ہستیٔ او محروق ساختند و جوق جوق از ان
احزاب پیوندِ زمین شدند، و امتعہ و اسلحہ احمال و اثقال و اموال منہزمانِ بہ تصرفِ دستِ خوش نہیب
لیقا خالصہ معزاللہ وزآمدہ، و رعظلتِ وقعت آں فتحِ عظیم را از مغتنمات انگاشتند تفیح و تسخیر قلاع و شہر
منحصر بر وقت داشتہ پرچمِ اعلامِ ظفر اعتصام بصوب راجوارہ مرتفع و مزین ساخت و از راجگان راجپوتان
پیشکش گرفتہ اگرچہ بعضے از راجگانِ عظیم الشان مستدعی شدند کہ تا نیم قامت تعظیم حاصل نمائیم سردار
مشارالیہ منظور و مقبول نمودند، و راجہ بھرت پور تحائفِ نفیسہ و نذرانۂ متکاثرہ گذرانیدہ، بہ تسلیہ جان
امان یافت، اگر اکثر اماکنہ نواحی ہندوستان میران پور و چند وسی و سرد ہنہ و کھاتولی و جالیسر وغیرہ
و مکانات مابین جمن و گنگ از سیلاب افواجِ سنگھان و تلاطم امواجِ مبارزان تہ و بالا شدند، عند المعاودہ
. . . دہ در ضلع ہتیز دریہ کہ طرق و شوارع آں ناحیہ بنا بر عدم تیسرِ آب و ہجوم و اشجار صحرائے و وسعت
بوادی و صحاری صعب المرور بودند کہ پیکِ خیال ہم از اں سبیل بدشواری میگذشت، و کسی از زمانہ سابقہ
از منہ اصلاً در آنجا نرفتہ بود، معہذا حکامِ آنجا از تمرد و نخوت و استکبار کوس لمن الملک مینواختند، و دست
(باقی دارد)

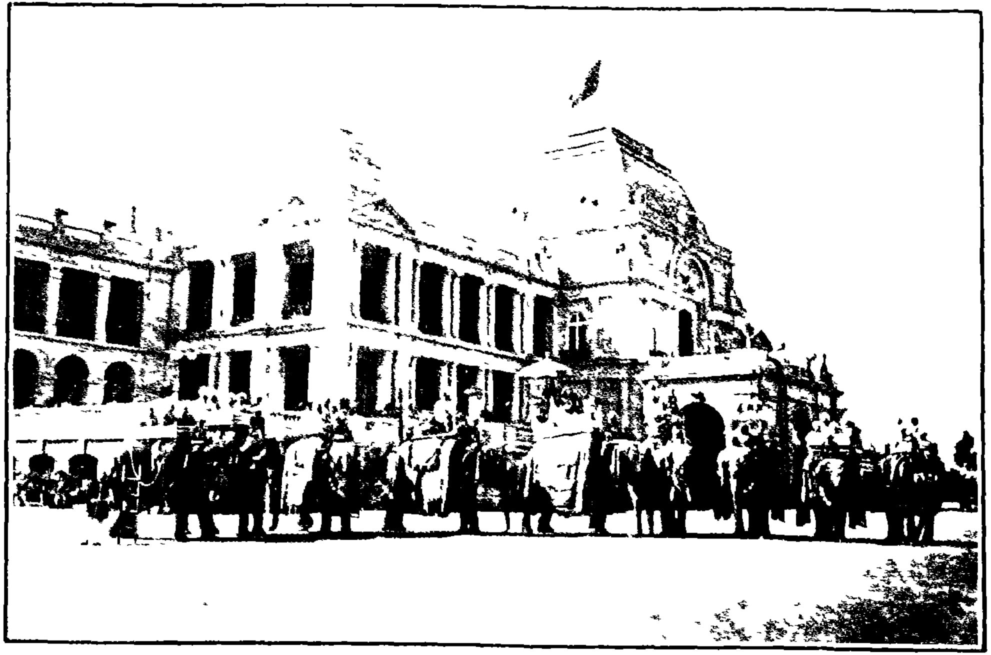

GENERAL VIEW OF JAGATJIT NIWAS PALACE

(The block of this picture is specially made for the Proprietor [illegible] Delhi who has special arrangements for making all kinds of blocks.

نظارۂ ہائے رنگین

سیر الآثار

مقدس مقامات | حدود ریاست میں کوئی ایسا بڑا مشہور مقدس مقام نہیں جو اطراف ملک میں شہرت رکھتا ہو، مگر مصرحۂ ذیل مقامات مقامی شہرت رکھتے ہیں:-

سلطانپور:- "عید مسجد" کہ جہاں گورو نانک صاحب کو نواب دولتخان نے نماز پڑھنے کے لئے کہا تھا،

" "ہٹ صاحب" سرائے کے مغرب کی طرف سیاہ بئین کے کنارہ واقع ہے، یہ وہی دکان ہے کہ جہاں گورو صاحب موصوف غلہ کی فروختگی کے وقت ۱۳ پر آکر تیرا میں تیرا ہاں میں تیرا ہاں کہکر مگن ہو گئے

" "گورو کا باغ" محل بی بی نانکی صاحبہ ہمشیرہ بابا نانک صاحب جہاں گورو صاحب مہاراج نے بہت عرصہ تک بود و باش رکھی،

" "بیری صاحب" جہاں اشنان کے وقت گورو صاحب ممدوح نے مسواک گاڑدی تھی جس سے درخت بیری سرسبز ہو گیا،

ڈلہ:- استھان بھائی لالوجی اور بھائی ناردجی،

پانچٹ:- استھان سری چونترہ صاحب گورو گوبند صاحب،

تحصیل کورنہ (اودھ):- استھان سیتا دھمار جہاں ستیاجی کی پاک عصمتی کے اظہار کے لئے زمین شق ہوئی تھی، اور وہ لوپ ہو گئیں تھیں،

" پروپیش بھو تیرتھ دیو

موضع بھوانی (علاقہ بونڈی اودھ):- استھان کھور دیوی،

دھرم درود:- استھان سری تلسی داس جی کہ جہاں آپ نے راماین رچی،

کپورتھلہ :- خانقاہ پیر ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ چوکیاں، خانقاہ سائیں جھوٹے شاہ،

سلطانپور :- خانقاہ سید سالار غازی،

بھولتھ :- خانقاہ غوث (غوث پور)

قدیم محل و ایوان | رائے ایک حویلی میں رہتے تھے، راجہ جسا سنگھ نے جس وقت کپورتھلہ فتح کیا تو قدیم عمارات میں محض ایک حویلی تھی جس میں رائے ابراہیم بود و باش رکھتے تھے، چونکہ راجہ صاحب عمر بھر فتوحات و تسخیر قلعہ جات میں مصروف رہے اس لئے قبضہ کے بعد کوئی عمارت نہ بنا سکے، ایسا ہی بعد از شخص یہی خواہش تک کہہ سکتا ہے نہ راجہ بھاگ سنگھ نے کوئی عمارت تعمیر کی، بس جو قدیم عمارات کپورتھلہ میں ہیں وہ عہد مابعد کی ہیں، اُن کا نظارہ فرمائیے :-

جلوخانہ | کپورتھلہ کے قدیم محل جلوخانہ کے نام سے مشہور ہیں جنہیں راجہ فتح سنگھ بہادر، نہال سنگھ بہادر، راجہ رندھیر سنگھ بہادر تاجداران کپورتھلہ رونق افروز رہے ہیں، نئی حویلی جسے راجہ نہال سنگھ جی نے تعمیر کرایا تھا، قدیم ہندوستانی تعمیر کا بہترین نمونہ ہے،

قمرہ | راجہ فتح سنگھ بہادر نے کسی مصلحت سے یہ قلعہ نما دو محل خاص اپنی رہائش کے لئے تعمیر کرایا تھا لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مدبرانہ پالیسی نے اس کی تکمیل نہ ہونے دی، تاہم ایک شاندار محل ہے، اس میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بطور مہمان فروکش رہتے، قمرہ لفظ کمرہ سے بگڑا ہے،

جگجیت پورہ یا نیا کپورتھلہ | بلحاظ ترقی تعمیرات، سڑک ہا، باغات و متفرق عجائبات عجیبہ و غریبہ موجودہ شہر کپورتھلہ اس عزت کا مقتضی تھا کہ اُسے اس کا جدید بانی اپنے نام نامی کی مناسبت سے جگجیت پورہ کا مبارک لقب دیتا، یا نیا کپورتھلہ مشہور کرتا، مگر مہاراج کی ذات نمود و نمائش سے اس قدر مستغنی ہے کہ اُسے اس کے قدیم نام ہی پر مشہور رکھا جانا ضروری سمجھا، خواہ یہ سمجھے کہ اپنے بابرکت بزرگ کے تجویز نام ہی کو مبارک و موزون سمجھا، ورنہ کون ہے کہ جو اپنا نام روشن کرنے کی سعی نہ کرے، جب ہی تو کہا گیا ہے ع

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت

مہاراجہ کے روشن عہد میں حسب ذیل عمارات کپورتھلہ کی رونق کا باعث ہوئی ہیں' جو قابل دید ہیں :-

جگجیت نواس' وِلّا بوناوسٹا' مہی جیت نواس' کچہری گھر' دربار ہال' اصطبل' فیل خانہ' فوجی عمارات' اور عہد کی دیگر تمام تعمیرات'

جگجیت نواس یہی وُہ ایوان ہے کہ جس نے مہاراج کی ذات کی طرح کپورتھلہ کو مشہور کر رکھا ہے' کیونکہ اُس کا نظارہ ایسا نظارہ نہیں' جو دیکھنے کے بعد لوحِ دل سے محو ہو جائے' اِس کی سنگین مضبوطی' اِس کی جدتِ تعمیر کی خوبصورتی' تیاری' سامان آرائش و نمائش و زیبائش کی دلفریبی و ملاحت سب ایسی واقع ہوئی ہیں' کہ جو اپنی نظیر آپ ہی ہیں' اِس کا ہر سامان بے نظیر اور لطیف و نفیس ہے' اور طرزِ تزئین نے تو اپنی دلآویزی کا دِل کھول کر جلوہ دکھایا ہے'

ہر ایوان کا فرش' ایوان کے مناسبِ حال ہے' دیواریں مختلف رنگ اور قسم کی کھڑی ہیں' ستون ہیں کہ زمردی مینا رکھڑے ہیں' ہر سقف اپنی طرحداری گل و گلزار کی دولت مندی سے باغ دہار ہے' مگر دربار ہال کی چھت جو بیسیوں رنگ کے آئینوں سے بنی ہے' آفتاب کے چہرے کے آگے ہشت پہلو مختلف اللون کا آئینہ ہے' کہ جس کا عکس ہال میں چھن چھن کر طرح طرح کی نوری شعاعوں سے رنگ برنگ کا نور پھیلا رہا ہے' اِس میں جس قدر سامان ہے' بلحاظ نفاست اور وضع دُنیا کی جدت کا ثبوت ہے' اور پھر اس پر مہاراج کی طبعِ نقاد کا انتخاب'

ایوانِ مذکور کی چند عجائبات چند عجائبات کا ذکر کئے بغیر طبیعت سیر نہیں ہوتی' کمرے گرم کرنے کے لئے بالعموم انگیٹھیاں روشن ہوتی ہیں' مگر اِس شاہی عمارت میں ایک اوزار لگایا گیا ہے' جس کا نام ہیٹر ہے جو بڑے بڑے نلکوں کا ایک چکر ہے' پانی کھولتا ہوا گردش کرتا ہے' اور کمرہ گرم ہو جاتا ہے' ایک گھنٹہ ہے کہ جو دُنیا بھر کا ٹائم دیتا ہے' ایک نقشہ ہے کہ دُنیا کی بلندی و پستی کا نقشہ ہے' مہاراج نے جس جس ولایت اور مقام کی سیر و سیاحت کی ہے' سب نمایاں ہے' دربار ہال کی تصاویر میں تاجدارانِ کپورتھلہ کے روغنی مرقعے دربار کی عزت بڑھا رہے ہیں' اختیارات اور سلور جوبلی کی تقاریب

تصاویر سے نقشہ کھینچ رہی ہیں، یہ ہال ہندوستانی فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے، لکڑی کا کام کشمیر سے بہتر تیار ہوا ہے، ڈرائنگ روم کی سقفی تصاویر صناعیانِ اٹلی و فرانس کا شاہکار ہیں، جنہیں دیکھ کر طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے، ایسا ہی سموکنگ روم، لائبریری، جاپانی کمرہ، دفترِ شاہی وغیرہ وغیرہ ایوان بجائے خود ایک نمائش گاہ ہیں،

باغات و تفریح گاہیں سابق وزیر جنگ حکومتِ فرانس، موسیو کلے مین شو نے جو حسبِ دعوت سرکار دولتمدار کپورتھلہ کی سیر فرما چکے، شاہی ضیافت کی تقریب پر مہاراج کا جامِ صحت تجویز کرتے ہوئے، نہایت موزوں الفاظ میں کپورتھلہ شہر کو باغستان کہا تھا، ویسے تو باغ محل شاہی اسقدر دلکش اور دیدہ افروز ہے، کہ اُس کے بیان کرنے کے لئے بھی تذکرہ ہزار داستان کی ضرورت ہے، لیکن اس کے علاوہ کپورتھلہ ہر چہار جوانب و اطراف میں ایسے ایسے مرصع و مشجر باغات و تفریح گاہیں ہیں کہ ہر پژمردہ دِل شگفتہ ہو جاتا ہے، ان میں سے باغ شالامار، راجہ فتح سنگھ بہادر کی سرسبز یادگار ہے، دلکش اور پُر فزا ہے، اس میں راجہ صاحب موصوف کی بنائی ہوئی بارہ دری پرانی فنِ تعمیر کی قابلِ دید عمارت ہے، باغ دلا بونادستا اقامت گاہ سری ٹیکا راجہ صاحب بہادر جس کے چمنستان لبِ بئیں دُور دُور تک چلے گئے ہیں، اپنی خداداد رونق سے مالا مال ہیں، لبِ بئیں کے سرسبز و شاداب اشجار کا ہجوم دیکھ کر دِل پھڑک اٹھتا ہے، لیڈی ڈفرن نے اس مقام کا اپنے روزنامچہ میں ایک دلکش منظر کھینچا ہے، اس نے یہ نظارہ دریائے ٹیمس سے تشبیہ دیا ہے،

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نذرانے نادر شاہ و احمد شاہ کی تقلید میں مہاراج نے بھی حصولِ نذرانہ کا طریق جاری کیا۔ اپنے دوست راجہ فتح سنگھ کی غیبت میں کپورتھلہ پہنچے، اور موجودہ دیوان جواہر سنگھ سے گرانقدر نذرانہ طلب کیا، بے استطاعتی کے انکار پر کہا، کہ بُرج (قرہ) کی دیواریں تو آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، اس پر مدار المہام بہادر ایک چاہ میں چارپائی پر بٹھا کر لٹکا دیا گیا، شام کو پھر دریافت کیا، جواب ملا کہ درمیان میں ہوں، خزانہ کنوئیں کی تہ میں ہے، مہاراجہ نے مذاق کا بہانہ بنا کر انہیں چاہ سے نکالا اور عزت و اکرام سے سرفراز فرمایا، "مورخ شاہی"

نظارۂ نسیمیں

نمائشِ گنجینۂ نفائس و نوادر

سلاحات | کپورتھلہ کا سلاح خانہ تاریخی اسلحہ سے بھرا پڑا ہے۔ راجہ جسّا سنگھ بہادر کا مشہور گرز دربار صاحب امرتسر کے تبرکات میں شامل ہے۔ ان کا طریقۂ داشت نہایت اچھا ہے۔

جواہرات | ہندوستانی ریاستوں کی طرح ریاست کپورتھلہ بھی قدیم و جدید جواہرات سے مالا مال ہے۔ مگر چونکہ مہاراج بیحد سادگی پسند ہیں، اس لئے ان جواہرات کی نمائش کم ہوتی ہے۔

سامانِ نمائش طلائی و نقرئی | کپورتھلہ کا سامانِ نمائش و دیگر اپنی تیاری، نگہداشت، طرز کے لیے خاص طور پر شہرت رکھتا ہے۔ جو سامانِ جدید و قدیم ہے وہ نہایت سلیقہ و احتیاط و انتظام سے رکھا جاتا ہے۔

توشہ خانہ یا تحویلات | ریاست کپورتھلہ کے تاجداران کی طبائع نفیس کو ابتدا سے آج تک اشیائے لطیفہ و نفیسہ سے خاص لگاؤ ہے، خواہ وہ از قسم تحریر ہو خواہ از قسم اسلحہ و دیگر عجائبات۔ یہ شروع سے علم دوست اور علم پرور ہیں۔ جب آپ کے بزرگوں نے گورو صاحبان کی روحانی تعلیم و تربیت سے فیض پایا، وہی جذبہ صورتِ جنگی میں منتقل ہو گیا۔ ادھر تمام ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا ادھر یہ ملک داری اور ملک رانی کی شمشیر و قلم سے کرامتیں دریائے بیاس و ستلج مصروفِ امداد و مظلومین ہوئے۔ اور جو چیز عزیز کبھی حاصل کی بہت عرصہ کے بعد یہ جذبہ قائمی حکومت کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ سامانِ غنیمت سے مالا مال ہو گئے۔ جو بلا اس کی دل و جان سے حفاظت کی۔ خود تعلیم پاتے تھے۔ اس صحبت و ترتیب سے شاہی خیالات نے زور مارا۔ علم اور اہلِ علم کی قدر کی جانے لگی۔

راجہ جسّا سنگھ بہادر بذاتِ خود فارسی خوان تھے۔ متفرق مقامات پر جو چھوٹی جیسی کتب اور محفوظ مقامات پر پہنچا کر قفل لگا دیئے۔

ریاست کپورتھلہ کے جدت پسند مہاراجہ نے یورپ کی بار بار کی سیر کے اثر اور اپنی طبعی لگاؤ

نہم سے اُن بیش بہا نادرات کے تیرہ تاریک برسوں کے بند کئے ہوئے، کوٹھوں کے کھولنے کا حکم دیا، اور اُن کی ترتیب کے متعلق ایسے ایسے احکام نافذ فرمائے، اور ہدایات دیں جو دُنیا بھر کے تجربات کی تجدید تھی، ہزاروں روپیہ کی لاگت باعلم اصحاب کی عرق ریزی متواتر نگرانی و پڑتال کا یہ نتیجہ ہوا، کہ بہت سی نادرات جو دُنیا کے پردہ پر جواب نہیں رکھتیں، رونقِ چشمِ نظارگیاں ہوئیں۔

اوّل اُن کے لئے ایک محفوظ تاریخی احاطہ کے اندر نیم دائرہ کی شکل میں ایک نہایت پائدار مضبوط، خوبصورت، رفیع الشان دو منزلہ عمارت خاص نمونہ کی تیار کی گئی۔ اور یہ سب اشیاء اُس بہترین سلیقہ وآداب صفائی و دُرستی سے سجائی گئیں، کہ جو محض کپورتھلہ ہی کا حصہ ہے،

اب ہم مجملاً اِس دُرہائے نادرہ کی لڑی کے کسی کسی موتی کو نمائشِ قرطاس پر سجاتے ہیں۔ کہ یہ ایک چیز ہے، اور ہر شخص کے دیکھنے کے قابل،

عمارت یہ دو منزل عمارت ہے۔ ہر کمرے کی دیوار پر ایک لاڈیز بورڈ آئینہ دار فریم میں نصب کیا گیا ہے جس پر نہایت خوشخط اُردو اور انگریزی میں کمرے کی اندرونی اشیاء کا پتہ لکھا ہے،

سیاح دیکھتا ہے کہ ہر کمرے کے بیچوں بیچ خوشنما آئینہ دار چھوٹی چھوٹی مصفا و مجلّا میزیں بچھائی گئی ہیں، کہ جن کے اندر اُور اشیاء نادرہ سجائی گئی ہیں، دیواروں کے سہارے سے ایسی چیزیں لگائی گئی ہیں، کہ جو میز کے اندر یا باہر نہیں آسکتیں،

کتب نادرہ اِن کے لئے منزل بالائی کا کمرہ اوّلین مخصوص ہے۔ طرز ترتیب یہی کہ اس میں محض کتب نادرہ قلمی و فرمان شاہی ہیں، درمیان میں اسی سلسلہ سے میزیں ہیں، سامنے اور اردگرد آئینہ دار الماریاں ہیں، اگر گرد سے محفوظ ہیں۔ دروازہ کے دائیں بائیں جو شیشہ دار میزیں ہیں، درمیانی میزوں کے سلسلہ میں فارسی کے نایاب و بیش بہا با تصویر قلمی کتب ہیں، جو کھلی حالت میں دکھائی گئی ہیں، دونوں اوراق پر کانچ کے پیرویٹ پہرہ دے رہے ہیں، اور ایسے کہ ایک کو دوسرے سے ملنے نہیں دیتے، ایک پیرویٹ کے نیچے ایک سفید کارڈ کو بٹ آف آرم لگا دیا ہے، جس پر خطِ انگریزی میں کتاب اور اُس کے مصنف کا نام لکھا ہے، اردگرد کی الماریوں میں دیگر نایاب قلمی نسخے مصاف

جلدوں میں سجائے گئے ہیں، اور اس ترتیب سے ہر کتاب فوراً نکالی جا سکتی ہے، ہم چاہتے تھے کہ ان میں سے بعض بعض کُتب کے مُطلّا و سُنہری کام اور خوشخطی کا نمونہ دکھاتے اور خصوص اس خیال سے کہ زمانہ ماسبق کے بزرگوں کی محنت کا اندازہ ہو سکے، مگر وقت نے فرصت نہ دی، تاہم ان کتب کی ایک مختصر فہرست ضرور دیتے ہیں، تاکہ ہر شایق ان کا نظارہ کرتے وقت انہیں نظر انداز نہ کر جائے،

آئینِ اکبری، با تصویر مُطلّا قلمی نسخہ، جو شاہجہان بادشاہ نے تیار کرایا تھا، اور جس پر شاہِ مرحوم کے قلمی دستخط بھی ثبت ہیں،

تاریخ کشمیر بزبان فارسی باتصویر قلمی یہ نادر کتاب دُنیا کے کسی کتب خانہ میں نہیں، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تیار کرائی تھی، (مصنفہ کرنل جہان سنگھ جی)

محمد نامہ، تاریخ دکن باتصویر بزبانِ فارسی حالات عہدِ عادل شاہ والئے بیجا پور مصنفہ محمد ظہور بن مُلّا ظہوری، کتاب مذکور شاہِ عالم بادشاہ دہلی نے تیار کرائی تھی،

ہفت اقلیم تاریخ بلادِ اسلامیہ عالم باتصویر بزبانِ فارسی، مصنفہ ابن احمد رازی،

مثنوی عشقیہ خسرو، بزبان فارسی، جسے سلطان باز بہادر نے اپنی قلم سے لکھا،

شرحِ دیوانِ حافظ بزبان فارسی مُطلّا و مصوّر، اعلیٰ خوشخط،

کُلیات خواجہ حسن مروی، بزبان فارسی مطلّا، شاہ اکبر اعظم کے حکم سے تیار ہوئی، دُنیا بھر کے کتبخانے اس سے محروم ہیں،

مجموعہ، فارسی زبان کے مشہور شعراء کا کلام، مطلّا نہایت خوبصورت خطِ نستعلیق میں لکھا گیا ہے، یہ نسخہ خانِ خانان نے ۵۰۰ روپیہ میں خریدا تھا، شاہجہان کے مہر اور دستخط اس پر ثبت ہیں،

شاہنامہ، قلمی باتصویر شاہجہان بادشاہ کے کتب خانہ کا نایاب نسخہ ہے، اکبری علمی عہد کی یادگار ہے،

مہابھارت، باتصویر سنسکرت کا نہایت ہی پرانا نسخہ ہے،

نظارۂ دوہمیں

مناظرِ فطرت

پُر فضا فطرتی مناظر ریگستان، جنگل بیابان یا اُس رقبہ میں کہ جہاں قُدرت کے عطیات نے بُخل سے کام لیا ہے، اور اپنی فطرتی تقسیم سے محروم رکھا ہے، وہاں پُر فضا اور فطرتی مناظر کا نظر آنا ناممکنات سے ہے، مگر مہاراج کی فطرتی جدت نے موجودہ شہر کپورتھلہ کا ٹکڑہ ٹکڑہ اور گوشہ گوشہ فطرتی مناظر سے مالا مال کر دیا، آپ شہر کپورتھلہ کے شمالی غربی حصّہ کی طرف دو میل نکل جائیے، کہ جہاں صدیوں سے ایک قدرتی نالہ گذرتا ہے، وہ ہر لحظہ مہاراج کی دریا دلی خلقِ عظیم کی طرح فیض رساں ہے، اُس کا پانی ایسا صاف اور شفاف ہے، کہ جیسی شہر کپورتھلہ کی ہر ایک شے، اُس کی روانی مہاراج کی طبیعت متین کے مناسب حال واقع ہوئی ہے، حضور ممدوح نے وہاں ایک نہایت مناسب مقام پر ایک آہنی پل تعمیر کرایا سڑکوں کے عطیہ سے سہ راہ بنایا، پُل کے مغربی حصّہ کا پانی پل کے دروازہ میں روکا گیا، جہاں وہ ۱۰ فٹ عمیق اور ۵۰ فٹ طولانی جھیل کی شکل میں منتقل ہو گیا، اُس کے دائیں طرف سر بفلک نباتات قسم قسم کے درخت پیدا کئے گئے، آپ اِس کا نظارہ کیجئے، کہ سرزمین یورپ کے نظاروں کو مات کر رکھا ہے، یا دامن بردار ہے، کہ مُردہ طبیعت زندگی کے سامان پاتی ہے، اِس میں ایک نہایت خوشنما موڑ لائچ چھوڑ رکھی ہے، جو ہر سیاح کو دریائے سیر سے محظوظ کرتی ہے،

یہ منظر خالی منظر ہی نہیں رؤسائے ہند کی تفریحات اور مشاغل بالعموم سامانِ تفریح تک محدود رہتے ہیں، لاکھوں، کروڑوں روپیہ خزانہ عامرہ سے رعایا کی پسینہ کی گاڑھی کمائی کا پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، اور نفع بمنزلہ صفر ہے، مگر یہ منظر چونکہ ایک بند کی صورت میں ختم ہوتا ہے، اِس لئے اُس کے جنوب سے ایک نہر اچھی خاصی تیار کی گئی ہے، کہ جس سے پن چکیاں چلانے کا کام لیا جاتا ہے،

نظارۂ یازدہمین

آوازۂ خلق

در

ریاست کپورتھلہ پنجاب

(از کلکِ جواہر سلک جناب ایس' این علی صاحب ایڈیٹر اخبار نیرِ اعظم مرادآباد)

(خاص رئیس ہند کیلئے)

ریاست کپورتھلہ ہی ایک ایسی نامور سرسبز اور شاداب ریاست ہے' کہ جس کا ذکر خیر اکثر پنجاب اور دیگر حصۂ ملک کے اخبارات میں ہوتا رہتا ہے' ہمیں یاد نہیں آتا کہ کبھی کسی اخبار میں بھی اس کے کسی خرابیٔ انتظام' تعصب مذہبی' ناانصافی' یا رورعایت وغیرہ کے متعلق کوئی ذکر کیا گیا ہو' جہاں تک ہمارے علم میں ہے' اِس ریاست میں شاذونادر ہی کوئی بات قابلِ اعتراض ہو' ریاست کے تمام انتظامی حالات انگریزی طرزِ حکومت کا بہترین نمونہ ہیں' اِس کی صرف ایک ہی وجہ ہماری سمجھ میں آتی ہے' کہ سری حضور ہز ہائینس مہاراجہ جگت جیت سنگھ جی صاحب بہادر والیٔ ریاست ایک نہایت خوش اقبال رئیس ہیں' زمانہ شناس ہیں' تجربہ کار ہیں' اور اسی طرح جناب خان بہادر میاں عبدالحمید صاحب بہادر' سی' آئی' ای' او' بی' ای' ایم' ایل' سی' وزیرِ اعظم دستورِ معظم نہایت ہوشمند' تعلیمیافتہ' معاملہ فہم' منصف مزاج' اور دلی خیرخواہ رئیس' ریاست اور رعایا ہیں' اِس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے' کہ ریاست میں ہندو' سکھ اور مسلمان اس طرح ایک روایات اور طرزِ معاشرت جدا ہیں' وہ سب آپس میں متحد و متفق ہیں' ایسی اتحاد کی نظیر ہمیں کسی انگریزی علاقہ میں بھی نظر نہیں آتی' ریاست میں مسلمان قریب ایک تہائی کے ہیں' ہندو اور سکھ آبادی قریباً مساوی ہے' مگر کیا مجال ہے کہ کسی کو بھی کسی دوسری قوم پر کوئی اعتراض کرنے کا یا دل آزاری کرنے کا موقعہ ملتا ہو' نہایت آزادی کے ساتھ تمام فرقے اپنے مذہبی امور کو انجام دیتے

اور دوسری قومیں برادرانہ سلوک کے ساتھ دُنیاوی رسومات میں برادرانہ شرکت کرتی ہیں۔ اب سے چالیس برس پہلے ہندوستان کے اکثر حصّوں اور گورنمنٹ انگریزی میں بھی یہی حالت تھی۔ ریاست کی طرف سے تمام قوموں کو اُن کے مذہبی معاملات میں بلا تفریق' دامے' درمے' قدمے امداد دی جاتی ہے' اور یہی وجہ ہے کہ ریاست کپورتھلہ کی رعایا پُر امن زندگی بسر کرتی ہے' اور نہایت شاد و آباد ہے' کپورتھلہ کی لُغت میں انتقام اور تعصب کا لفظ ہی نہیں' تمام قومیں جو ریاست کپورتھلہ میں آباد ہیں' اُن میں سے کسی ایک کو بھی کوئی امتیازی شان حاصل نہیں' سب کیساتھ مساوات اور یکساں سلوک ہوتا ہے' نہ وہاں فرقہ بندی ہے' نہ ایک دوسرے سے مخالفت' نہ ایک دوسرے کے مذہبی معاملات پر اعتراض' نہ لڑائی نہ جھگڑا' وہ ان بدعتوں سے قطعی آزاد ہے' کیا ایسی کوئی نظیر ہمارے سامنے آسکتی ہے' ہرگز نہیں' ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کسی فریق کی کوئی حق تلفی نہیں کی جاتی' اور یہی ایسے وجوہات ہیں کہ جو رئیس اور وزیر کی خوش اقبالی کا ثبوت ہیں' ہم ان حالات میں وہاں کے والی' وزیر اعظم صاحب' جلیل القدر اور ذمہ دار اہل کاروں اور رعایا کو مبارکباد دیتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ باقبال رئیس اور نیک دل وزیر اور انصاف پسند حکام' تا دورشمس و قمر رعایائے کپورتھلہ پر حکمران رہیں' اور ریاست کو دن دُونی اور رات چوگنی ترقی نصیب ہو' آمین

گلزار کپورتھلہ میں جوبلی کی بہار

چمن دہر میں اٹھلاتی چلی بادِ صبا
اور عروسانِ چمن نے دیا گھونگٹ کو اُٹھا

صحبتیں گرم ہیں جلسے میں خوشی کے باہم
بہرِ گلگشت خراماں ہے ہر ایک ماہ لقا

آج کیا ہے؟ رنگین مزاج گُل پیراہن صحن چمن میں مصروف گلگشت ہیں' گلستان کی سرسبزی و نیرنگی دل کھینچے لیتی ہے'

غنچوں کی مسکراہٹ' گلوں کی نکہت' اڑائی اور انوکھی بہار پر ہے' ہر شجر زمردی لباس میں ملبوس ہے'

پتہ پتہ سبز پری بنا ہوا ہے، شاخ گل پر عندلیب خوش الحان نغمہ سنج ہے،

واقعی جوبلی ہی کی یہ برکت و مسرت ہے، کہ جس نے ہر چہرہ پر نور اور ہر دل میں سرور پیدا کر دیا ہے ہر دلعزیز، فیاض، رحمدل خدا ترس، سیاح عالم فرمانروائے کپورتھلہ کی درازی عمر و اقبال کے لئے مسجدوں، مندروں، گوردواروں، کلیساؤں میں دعائیں مانگی جا رہی ہیں،

مسلمان نازاں ہیں کہ ہمارے سرتاج مہاراجہ جگجیت سنگھ صاحب بہادر بالقابہ نے نہایت بے تعصبی و فیاضی فرما کر پانچ لاکھ روپیہ ہمارے لئے ایک ایسی مسجد بنائے جانے کا حکم دیا ہے، جس کے نقشہ کی ہندوستان بھر میں کوئی مسجد نہ نکلے گی،

اسی طرح چھوٹے چھوٹے طبقوں اور پنچ ذاتوں میں بھی آثار شکر گذاری پائے جاتے ہیں، غرض ہر فرد و بشر ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ کی غیر معمولی فیاضیوں، عدل گستریوں کا ممنون و مشکور پایا جاتا ہے، اور اس مسرت خیز موقع جوبلی پر ہر لب سے صدائے مبارکباد آ رہی ہے، کیوں نہ کیا جائے، آج ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ کو بارگاہ الٰہی سے یہ اعزاز ملا ہے،

ایک ہندوستانی والیٔ ملک کے اعلیٰ تدبر و روشن خیالی کو مانتے ہوئے بڑی بڑی سوسائٹیوں کانفرنسوں، جلسوں نے صدارت پیش کی ہے، اور ہز ہائینس نے ایسے موقعوں پر ایسی عالمانہ و قابلانہ تقریریں و اسپیچیں ارشاد فرمائی ہیں، کہ اہل فرنگ دنگ رہ گئے ہیں، اور ولایتی اخبارات ہز ہائینس کی مسلمہ قابلیت کو عام طور پر تسلیم کر چکے ہیں، اور ہمیشہ حضور کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں، اسی سلسلہ میں اکثر غریب ہندوستان کی بھی ایسی ہی نمائندگی و ترجمانی ہز ہائینس فرما چکے ہیں، جو شاید کسی محب الوطن کو میسر ہو،

یورپ و انڈیا کیا تمام دنیا ہز ہائینس کا یہ کرشمہ اقبال بچشم خود دیکھ رہی ہے، کہ حضور مہاراجہ صاحب بہادر قریب قریب ہمیشہ ہی سیر و سیاحت میں مصروف رہتے ہیں، اور آپ کی ریاست یوماً فیوماً ترقی پذیر ہوتی رہتی ہے،

کپورتھلہ کے ہر شعبہ و ہر محکمے میں نمایاں ترقیاں نظر آتی ہیں، اور طبقہ رعایا برایا میں، جن میں ہر قسم

ملت کے افراد شامل ہیں، کبھی کوئی بے چینی اور اضطراب پیدا نہیں ہوتا'
اور باوجود یکہ در فضا آج تک بھی کپورتھلہ فرقہ وارانہ اور ہر قسم کے عناد و فساد سے پاک ہے'
اور اپنے حسنِ انتظام کی آپ اپنی نظیر ہے'
اور یہ بھی ہز ہائینس کی ایک مدبری و روشن خیالی ہے کہ آپ نے **خان بہادر دیوان عبدالحمید صاحب** سی، آئی، ای، او، بی، ای، جیسے مجسم اخلاق و قابلیت کو اپنا چیف منسٹر مقرر فرمایا ہے

اہلِ دانش سے کہیں چھپتے ہیں اربابِ صفا — تہ دریا سے بھی جا ڈھونڈ نکالا گوھر

ہز ہائینس کے ہمیشہ ایام سیاحت میں آپ نہایت خوش اسلوبی سے مصروفِ انتظام رہتے ہیں'
جوبلی ایک ایسی مبارک و پرمسرت تقریب ہے جو یادگارِ حکومت ہوتی ہے، جس کے معنی اگر حکمران کے لئے از دیادِ عمرِ حکومت ہیں تو رعایا پرایا کے لئے امن و امان عیش و عشرت سے نصف صدی بسر ہونا ہیں، اس لئے حاکم و محکوم دونوں کو یکساں مسرت و انبساط کا حق ہے، ہندو سکھوں کی تقریبات اور مسلمانوں کی عید و بقرعید کی تو فرداً فرداً خوشی ہوتی ہے۔ مگر جوبلی سے سب کو ایک سی مسرت حاصل ہوتی ہے، اور اس تقریب کی مبارک و سلامت میں سب کا یکساں حصہ ہے'
اس لئے حکومت کی فیاضی و داد دہش پر رعایا کے لئے بھی شکر گذاری و وفاداری کا اظہار ضروری و لازمی ہے'
آج یونہیں اس مبارک موقع و ملکی تقریب جشنِ جوبلی پر ایک عام اظہارِ مسرت و انبساط کیا جارہا ہے'' اور ہر خیر خواہِ کپورتھلہ مسرور نظر آتا ہے'

تا صدی یارب ہو یونہیں عیش و نشاط — ہو یونہیں ہر سال تیرا جشن شاہانہ سدا
چار سُو شہرہ ہے تیری ترقی کا مدام — اقتدار و دولت و اقبال و صولت ہو سوا

احتشام جاہ و حشمت روز و شب افزوں رہے
دَورِ گردوں تک رہے شہرہ ترے اقبال کا

(یو پی کے ایک فاضل مسلمان اہلِ قلم کے قلم سے)

نظارۂ دوازدہمین

رئیس الکلام

راجہ جسّا سنگھ کے خلاف احمد شاہ ابدالی کا جہادِ ششم

ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملے سنہ ۱۸۰۴ ب / ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء سے سنہ ۱۸۲۴ ب / ۱۱۸۱ھ / ۱۷۶۷ء تک متواتر جاری رہے، تقریباً تمام مورخین نے اُس کے حملوں کی تعداد اور واقعات میں غلطی کھائی ہے، واقعات بھی ایک حملہ کے دوسرے حملہ سے منسوب کر دیئے، اِس لئے اُس کے حملوں کے تمام و کمال واقعات گڈمڈ ہو گئے، حتیٰ کہ اُن کے سن و سال میں بھی فرقِ عظیم پیدا ہو گیا،

حیاتِ لودی کا مصنف عبد الحکیم خان لودی احمد شاہ کے حالات میں صفحہ ۱۰۰ پر لکھتا ہے کہ:-

"چھٹا حملہ سنہ ۱۱۷۱ھ، احمد شاہ دُرانی کے قندھار چلے جانے کے بعد ہندوستان میں فساد شروع ہوا، پنجاب میں سکھ سرداران نے غدر مچا دیا، عبید اللہ خان حاکم لاہور کو قتل کر کے جسّا سنگھ کو اپنا بادشاہ بنالیا، جس نے سکّہ اپنے نام کا جاری کیا، سکّہ پر یہ شعر منقوش تھا:-

سکّہ زد در جہاں بفضلِ اکال   ملک احمد گرفت جسّا کلال

گرفن اِس حملہ کی اِن الفاظ میں تشریح کرتا ہے:-

جسّا سنگھ اور اُمرائے مرہٹہ کی ایک کثیر جماعت نجیب خان کے مقابلہ کو جسے یہ سب اپنا دشمن جانتے تھے روانہ ہوئی، نجیب خان نے شیر خان (جو اہر سنگھ کے باپ کے قاتل) کے حوالہ کرنے سے انکار کیا، شاہجہان پور کے قریب جنگ ہوئی، نجیب خان شکست کھا کر دہلی میں پناہ گیر ہوا، سکھوں اور مرہٹوں نے دہلی کا محاصرہ کر لیا، شاہ دُرانی جو بسبب کبر سنی کے اب ضعیف ہو گیا تھا، اور فوج بھی اُسکی نافرمان اور باغی سی ہو گئی تھی، صرف سرہند تک آ کر کابل کو واپس چلا گیا، مگر اکثر لوگ اس مرتبہ بھی

اُس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے سے باز نہ رہے اور بروقت جو روپیہ پایا نہ جواب کل بار برداری اُسکی لوٹ کھائی"۔

معاملہ ہذا میں گرفن کا بیان بمقابلہ دیگر مورخان صحیح معلوم ہوتا ہے' احمد شاہ کا یہ دُہ حملہ ہے' جبکہ اُس نے مہاراج بابا آلا سنگھ کو۔ رئیس اعلیٰ ریاست پٹیالہ کو بمقام سرہند خلعت راجگی دیا تھا' مہاراج لاہور تک اور دیوان ملتشی دیا لال کابل تک گئے تھے'

ہمیں قلعہ قلات سے قاضی نور محمد ولد قاضی عبداللہ عرف گنور اساکن گنجابہ کا قلمی جنگ نامہ ملا ہے' اس سے بہتر کوئی معتبر سند اس حملہ کی نہیں ہو سکتی' کیونکہ قاضی مذکور امیر نصیر خان والئی قلات کے ہمراہ جنگ میں شامل تھا' اُس نے حسب الحکم یہ نظم تیار کی' یہ جنگ نامہ اُسی حملہ کی تفصیل ہے' ہمارے دوست نے اجازتِ چند روزہ لیکر نقل کر لیا' کتابت میں اکثر جگہ غلطی ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہ کا یہ جنگ دین راجہ جسا سنگھ بہادر کے خلاف ہوا تھا جبکہ وہ عبید خان صوبہ دار لاہور کو جنگ میں قتل کرکے تمام پنجاب پر قابض ہو گئے تھے پشاور اور ڈیرہ جات تک فتوحات توسیع ہو گئی تھیں' جب قلات کے ملاؤں نے امراء کو طرح طرح کے اشتعال دے کر جنگ پر آمادہ کیا خانِ قلات حج پر جانے کے لئے آمادہ تھا' لکھتا ہے ؎

کہ سگ ہائے بے دین کافر لعین ۔۔۔ تغلب نمودند بر ملتان زمین
ز لاہور تا ڈیرہ در تاختند ۔۔۔ بنا ہائے مساجد بر انداختند
چو خانِ این خبر را شنیدہ بگوش ۔۔۔ دلِ خانِ عادل در آمد بجوش
نخستم بود دار جسیم جنگ دین ۔۔۔ کہ قتل سگہائے بے دین لعین

روان گشت یک قاصدِ تیز گام ۔۔۔ کہ عرضہ برد در حضورِ امام
ازان پیشتر شاہ دستور سنیم ۔۔۔ نوشتہ بخانِ زمان یک رقم
کہ اے خانِ رستم دل نامدار ۔۔۔ سگانِ لعین وکفار فجار
تغلب نمودن بر اہلِ دین ۔۔۔ بتاراج بُردند ملتان زمین

مساجد شکستند آں حربیاں — اسیری ببردند اسلامیاں
بہ ایں خبر با ٹکلاں رسید — ہم از جانب ڈیرہ آمد پدید
کہ با سیردی تا بیج سیردی — خرابی کنند ایں گروہ عدوی
ازاں سو تواے خانِ عادل بیا — وزیں سو باقبال آیم ما
رواں گشت آں پیک چوں ابر باد — در آمد بقلات ابناں کشاد

ابدالی مختصر فوج سے کر براستہ قلات روانہ ہوا، اور راستہ میں ہر مقام پر اضافہ ہوتا رہا، شکارپور پہنچے، ڈیرہ جات طے کئے، دریائے چناب کے عبور کرنے تک ۱۲ ہزار غازی جمع ہوگئے، سب کو خلعت، اسپ و زر، دیا، راستہ کے دیہات برباد کئے، دریائے جہلم عبور کرکے سوہیوال پہنچے، پھر دریائے چناب عبور کرکے چنیوٹ خیمہ زن ہوئے، وہاں سے امین آباد قیام کرکے ؎

دگر روز زآنجا روانہ شدند — بدریا کنارہ لہور آمدند

سکھانِ عالیشان کی نقل و حرکت اور اُن کے طریق جنگ کا نقشہ ملاحظہ ہو، اگر قاضی نعیم کی بدزبانی پر غور نہ کیا جائے، کہ یہ طرزِ کلام اُس زمانہ کی دلآویزی سمجھا جاتا تھا ؎

چو باشند ہنگامۂ صیدن نژند — بمیدان مرداں نمی ایستند
بدزدی درآیند ہم دُزد و وار — یکے گرگ جنگی کُند از کنار
بہ صفِ جنگ نایند در ہیچ گاہ — گر آیند گردد رُخ شاہ سیاہ
گریزند زا فواجِ شاہنشہی — بجنگند با حیلۂ روبہی
لکھی جنگل است جائے آں کافراں — درآنجا نہاں گشتہ آں بدبراں

لاہور تک چالیس ہزار سپاہ جمع ہوگئی، سکھوں سے اوّر ایک خونریز جنگ ہوئی، سندھی بے جان تھے ؎

سگ از سگاں بود چترتو بنام — میاں تنگ بستہ بہ ہندی حسام

قاضی جنگ میں خود شامل تھا، لکھتا ہے ؎

من آں روز در جنگ حاضر بدم　　تماشا نمودم بچشم خودم
بیک دست تیغ و بدیگر قلم　　بمیدانِ پس سگ ہمی تاختم

سخت خونریزی کے بعد سکھانِ عالیشان اپنے اپنے ماملوں میں پناہ گزین ہوئے، احمد شاہ گورو چک پہنچا، اور اُس کو تباہ کرکے لاہور واپس آگیا، سکھ مقابلے میں نہ آتے تھے، اور جب موقعہ پاتے تھے، صفایا کر جاتے تھے ؎

بماشد سگاں را مقامے بجائے　　چہ تدبیر سازند از عقل و رائے

شاہ نے یہ حالت دیکھ کر خانِ قلات سے رائے لی، خان نے کہا ؎

ازیں جا بود مصلحت رفتنت　　بدنبال سگہائے پُر شیلنت
کسے گر ازاں کافران خدنگ　　بیاید مقابل بمیدانِ جنگ
باقبال تو گردد آں سگ تباہ　　شود کشتہ بالستہ آں روسیاہ
دگر نہ بہر ہند چندیں درنگ　　مکن اے خداوند ناموس و ننگ
کہ تا از نجیب در دہلی خبر　　رسد تا چہ کردند از خیر و شر
بشر ہند چوں رفت آوازہ است　　بدہلی رود پائے فلک مرتبت
فتد لرزہ در کافرِ آں لعین　　کہ آمد شہنشاہِ روئے زمین
لعیناں بہر سو گریزاں شوند　　بہر جانب افتاں و خیزاں شوند
بحضوری آید بروں ہم نجیب　　رسد بر درت چوں بگل عندلیب
در آنجا ہر آنچہ افتدت مصلحت　　ہم از پیش رفتن ہم از گشتنت
بملک دیار خود دست اے کریم　　مکن ہر چہ خواہی کہ فرماں بریم
چوں خانِ بلوچ ایں سخن را بگفت　　پسندید شاہ و چو گل بر شگفت
بگفتا کہ اے خانِ خوش گفتہ　　نہ خوش گفتہ بلکہ دُر سفتہ
ہر آنچہ آں تو گفتی کنیم آنچناں　　شویم از خدا خواست فردا رواں

یہ قرارداد ہو کر لاہور سے دہلی کا رُخ کیا' راستہ میں ہر جگہ سکھوں نے سخت مزاحمت کی' شاہی لشکر لڑتے مارتے سیدھا گنج پور پہنچا' لیکن اُس مقام تک سکھانِ عالیشان نے اپنی بہادری سے اُس کا اور اُس کی فوج کا ناک میں دم کر دیا' مگر یہاں آکر دم میں دم آیا' اور چند روز عیش و عشرت میں گذارنے کا موقعہ پایا'

چونکہ اِس حملہ میں غارت گری کا نتیجہ بجائے 'مالِ غنیمت حاصل کرنیکے فوج کی تباہی تھا' اِس لئے ابدالی کی فوج نافرمان اور باغی ہو گئی تھی' مگر احمد شاہ کے سر میں ملک کے مال و متاع لوٹنے کا سودا تھا' اِس لئے اُس نے درپردہ قلات کے خان کو گانٹھا اور اگلی صبح ایک عالیشان دربار منعقد کر کے کل وزرا اور امرا اور سپاہ کو جمع کر کے پوچھا ؎

بپرسید شہ از ہمہ نامدار — چہ گوئید گفتا دریں گیر و دار
اگر مصلحت پیشتر رفتنست — بگوئید با من کہ آں گفتنست
توکل علی اللہ کنیم و رویم — بر اعدائے دولت مظفر شویم
دگر بازگشتن کنید اختیار — کنوں باز گردم بملک و دیار
بدستورِ سابق خوانینِ شاہ — بخانِ بلوچ از جواب نگاہ
نمودند کای خانِ فرخ سیر — بگو تو جوابِ شہِ نامور
بنطق اندر آمد جواں بخت خان — دعا کرد بر شاہِ عادل نشاں
کہ شاہا ہمہ کارت از تجربیست — دلت روشن از پرتو ایزدی است
بہر کار کارد دریں عرصہ روئے — دلِ تو ازاں مے شود بہ بجوئے
سراسر صلاح و معاش سپاہ — بود رائے تو اے شہ دیں پناہ
بہ ہر کس رسد فیضِ انعامِ تو — برد بہرہ ہر کس ز اکرامِ تو
پس ازاں شنا خانِ حکمت شناس — برآورد سر کرد ایں التماس
کہ تدبیر کار ایں چنیں است اگر — بدہلی روی اے شہِ دادگر

جواب نجیب

بمانیم ایں چار ماہ برشگال / بدہلی بکوشش ولی آسودہ حال
ز جاٹ و مرہٹہ ز کار نجیب / شوی واقف از گیر و دار نجیب
کہ با او چہ کردند از صلح جنگ / چہ ساں شد کشادہ آنچناں کار تنگ
بدہلی کنی اے شہ حق پرست / ازیں کارہا اولاً بند و بست
وزاں پس ز احوال عالی گہر / شوی آگہ از رزم و ز خیر و شر
کہ ایں است گویند مردم ہمہ / کہ آراستہ از جنگ او دمدمہ
بسازیم اول بر آں برشگال / بروں از سرش کن خیال محال
وگر نیز مند در رہ اخلاص گام / بدو کن نگاہ از لطف تمام
نوازش گری کن بجان شجاع / کہ او میدہد گنج مال و متاع
چو ایں کارہا را نمودے تمام / شدہ پختہ سررشتۂ کار خام
نجیب و شجاع و ہمہ نامدار / ز دہلی تو برگیر فوجے بسیار
ز جاٹ و مرہٹہ عساکر بسے / چناں چوں در آنجا نماند کسے
بگیر و بیا بر سر ایں سگاں / بکن بیخ و بنیاد آں بدرگاں
کہ خرگوش ہر روز را بے شگفت / سگے آں ولایت تواند گرفت
چو خان بلوچ ایں سخن را تمام / نمود و بگفت اے شہ نیک نام
کہ صد آفریں بر تو اے خان دلیر / چو شیراں نگردی تو از جنگ سیر
بہ پرسید از آں پس ز دورانیاں / کہ اے نیک نامان عالی مکاں
چہ گوئید آخر شما ہم دریں / کہ ہم جنگ دنیاست ہم جنگ دیں
بگفتند کاے داور دادگر / کہ از ما بپرسی بفرہنگ و فر
بہ آنست کایں بار ہم پس زدیم / بملک خود آسودہ خوش دل شویم
کہ از ما دریں چار ماہ برشگال / شود اسپ و اشتر بسے پائمال

ز غلہ بماندہ بدہلی نہ کاہ / شود حال لشکر در آنجا تباہ
بگرمائے ہندوستان مبتلا / بمانیم در رنج و کرب و بلا
بکابل گزاریم این چار ماہ / پس از چار ماہ جمع آید سپاہ
بہر جا کہ فرمائے اے کامراں / بتازیم در ملک ہندوستاں
سر سنگ بدست از تیش بر کنیم / یکے بر کنیم و بدیگر زنیم
رضائے خوانین چو شاہ جہاں / درین دید گفتا نہ خان زماں
کہ اے خان من وے خوانین من / شنیدی کہ کردند عرض سخن
سپاہم چو این مصلحت دیدہ اند / ہمہ این سخن را پسندیدہ اند
کہ این بار ہم پس بکابل رویم / بسالے دگر باز لشکر کشیم
چہ گوئی تو آخر درین گیر و دار / کہ ما گفتہ تو کنیم اختیار
چو آن خان غازی بدید آنچناں / کہ کردند این مصلحت ہمگناں
بطوعاً و کرہاً پسندیدہ جان / بدل ہیچ راضی نبودہ در آں
بہ پیش شہنشاہ گردون رکاب / بگفت آن چہ گفتی بود بر صواب
ولے باز گشتن مناسب نبود / بر اہل خردمند کس مے نمود
چو این مصلحت شد بکام و نہ کام / بہ پس گشتن از راہ نہادند گام
سحرگہ طبال طبل رحیل / زد و کوفت شد کوچ بے قال و قیل
رواں گشت از آن جا تمامی سپاہ / بدہلی زفتند بے برگ راہ
زرہ طے نمودند منزل سہ چار / بسرہند آمد شہ نامدار

اِس جہاد میں دہلی اور اُس نواح کا لوٹ مار قتل و خونریزی سے محفوظ رہنا محض سنگھان بیلے عالیشان کی سخت مزاحمت اور دلیرانہ مقابلہ کا باعث ہوا جب لشکر ابدالی نے طرح طرح کی دقتیں پیدا کر [illegible] ہو گیا۔ وہاں سے لوٹے تین منزلیں طے کر کے سرہند پہنچے۔ شاہ جملہ سرداران و حاکمان کی طلبی کے

احکام سختی کے ساتھ جاری کر چکا تھا، مگر اب شمالی ہندوستان غیور طبائع سکھوں کے قبضۂ اقتدار میں آچکا تھا اور اس حکومت سے دلی نفرت پیدا ہو چکی تھی، علاوہ ازیں اُس کے قہر اور طمع نے شمالی ہند کے ذی اقتدار اصحاب کو اس کے لشکر میں شامل ہونے سے باز رکھا، مگر اس پر بھی (مہاراج) بابا آلا مقام سرہند اس سے ملاقی ہوئے، اور **طبل و علم** کی شاہانہ شان سے راجہ بنائے گئے۔
قاضی لکھتا ہے ؎

چو شاہنشہ دیں بسر داد گر — در آں ملک ز اقبال کردہ گذر
فرستاد کس تا بدرگاہ او — بیاند دراں **آلہ** ز اکرام او
گر آید بخدمت شود حاصلش — ہمہ آرزو یا مراد دلش
دگر نے بغارت رود کشورش — ہمہ ملک و مال و ستاع سرش

احمد شاہ نے سکھوں کے خلاف بابا صاحب کو بہت بھڑکایا اور پوچھا کہ یہ عالیشان شہر کس طرح تباہ و برباد ہو گیا' بابا صاحب نے جواب دیا کہ یہ محض گورو صاحب (دہم پادشاہ روحانی) کی بددعا کا نتیجہ ہے، سکھوں کو کوئی تباہ و برباد نہیں کر سکتا' اگر ایک سکھ مارا جائے گا تو دو پیدا ہوں گے' **ابدالی** میدانِ کارزار میں سکھوں کے ہاتھ دیکھ چکا تھا' گرفن لکھتا ہے :-

"اس حملے میں احمد شاہ نے نہایت دانشمندی سے دوبارہ صوبہ دار سرہند مقرر کرنے کے باب میں توجہ نہ کی کیونکہ جانتا تھا کہ جو شخص مقرر کیا جائے گا' اُس کا حال بھی زین خان کا سا ہوگا' بلکہ آلا سنگھ کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آیا"

قاضی لکھتا ہے :-

چو اخلاص او دید شاہ جہاں — بداد او سرہند را در زماں
کرم کرد بسیار بنواختش — سزاوار او خلعتے ساختش

احمد شاہ کی سرہند سے دوآبہ کی طرف واپسی | چونکہ احمد شاہ آمد کے وقت سکھانِ عالیشان کو چھیڑنے کا مزا اُٹھا چکا تھا' اور سکھ بھی اس کی جان کے دشمن ہو گئے تھے' اُس کی واپسی کابل اُس کیلئے

(باقی دارد)

قصیدہ ماری خلیل

جب راجہ صاحب ۲۹ مارچ سنہ حال کو قاہرہ رونق افروز ہوئے، وہاں کے ایک مشہور شاعر علامہ ماری خلیل نے بزبانِ عربی حسبِ ذیل قصیدہ سرکار والا کی خدمتِ بابرکت میں پیش کیا، اس سے ظاہر ہوگا کہ حضور والا کی اخلاقی حکومت کس قدر وسیع ہے۔ آپ نے اپنی شاہانہ بخشش سے اُسے مالامال کر دیا، اس کا ترجمہ بھی درج کیا جاتا ہے۔ "ایڈیٹر"

آیاتُ المدیح

لاعتاب صاحب الشرف الرفیع والمجد والمقام العالی فخر الاکارم والاعاظم الی الجلیل الامیر الکریم النبیل فخر الامرا حضرت صاحب السمو الامیر المرجا کابوزنا لا الاعظم من اکبر امرا الهند

الا یا ماجد با لمجد الف   فی مدحک قد نظمت الشعر دُرا

اے بزرگی میں بحث ہی حاصل کرنے والے میں آپ کی تعریف میں شعروں کے موتی پروتا ہوں

یحی النیل والاھرام فیھم   امیراً فاق فی العلیا کسری

دریائے نیل اور مصر کے مینار اس سردار کو خیر مقدم کہتے ہیں، جو مہدی میں کسریٰ سے برتر ہے

نقیا طاھر اشیما ھمام ما   علیما فاضلا لطلا ابرا

پاکیزہ صفات اور پاکیزہ عادات رکھتا ہے، بہادر ہے، عادل ہے، علم اور فضیلت والا قول کو پورا کرنے والا

الا یا سید خطب المعالی   وقد جعل التقی والفضل مھرا

اے وہ سردار ہے جس نے بلندیوں کے ساتھ نسبت کرنی چاہی ہے اور پاکیزگی اور فضیلت کو مہر قرار دیا

بودی لو نظمت الشھب عقدا   وعیرت النظار الصرف حبرا

میری محبت کا تقاضا ہے کہ ممکن ہو تو میں ستاروں کا ہار بناتا، اور آپ کی تعریفیں اپنی نظر کو روشنائی کی جگہ استعمال کرتا

اسرت قلوبنا بالفضل یامن   غدت کل الکرام لدیہ اسری

آپ نے اپنی فضیلت سے دلوں کو قید کر لیا ہے اور تمام شرفا آپ کے احسانوں میں قید ہیں

الی بیت المفاخر انت تنمی — لذلک حزت مکرمۃ وطہرا

آپ قابل فخر خاندان سے نسبت رکھتے ہیں، اور اسی لئے آپ نے شرافت اور پاکیزگی کو حاصل کیا ہے

اذا جاء العفات نزلت قطرا — وان دجت الخطوب لعبث فکرا

جب سائل آتے ہیں تو آپ بدلی کی طرح برستے ہیں، اور جب زمانے مار کی پھیلاتے ہیں تو اسی ہمام تو وہ ٹمکتے ور گرنکی طرف مبذول کرتے ہیں

الا یا ناصر الادب الی — رائیتک ناصر للعدل حرا

اے خوش اخلاقی کی امداد کرنے والے میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ انصاف کے مددگار ہیں اور آزاد منش ہیں

الا یا کاپور تلا لقد خل منہص — تحی اللہ ذا الوجہ الاعزا

اے مہاراجہ کپورتھلہ مصنف تیرا خادم ہے خدا اس روشن چہرے والے کو زندہ رکھے

اذا اہدیتکم مدحی مخزا — لسانی لیملا الارجاء عطرا

جب میں اپنی تعریف آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں تو میری زبان دنیا کی تمام اطراف کو خوشبو سے بھر دیتی ہے

لکم بین البرایا خیر ذکرا — وفی کل المواطن خیر ذکرا

تمام مخلوق اور تمام مقامات میں آپ کا ذکر خیر پھیلا ہوا ہے

اذا ذکر الکرام فانت فیہم — تزید بناھۃ وتفرق فخرا

جب شرفا کا ذکر کیا جائے تو آپ عظمت اور فخر میں سب سے زائد اور فائق ہوتے ہیں

وانت الی دض روض الفضل ذاکہ — عجبت لحسن فقطفت زہرا

آپ بزرگی کا باغ ہیں، مہکنے والا، میں نے اس کے حسن کو تعجب سے دیکھا اور اسکے پھول چنے

لکم فی کل صالحۃ ایاد — علی رغم الحسود اقول جہرا

ہر ایک نیک کام میں آپکی امداد ہے، اور میں حاسدوں کے برخلاف یہ بات علی الاعلان کہتا ہوں

وقد احسنت فی قول وفعل — نشکرا یا اخا الاحسان شکرا

آپ کے تمام افعال و اقوال نیک ہیں، اے احسان کرنے والے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں

الی کل الفضائل انت تسعی — فلا عجب اذا ما ذدت اجرا

آپ بلند فضائل کے لئے کوشش کرتے ہیں، پس کوئی تعجب نہ ہوگا اگر مجھے بہت بڑا اجر دیا جائے

وفی سبل العلا کرمت ذکرا　　وفی کل الخصال شرفت قدرا

بلندی کے راستوں میں آپ کا ذکر عظمت سے لیا جاتا ہے، اور تمام خصلتوں میں آپ کی قدر عالی ہے

اذا فنی الزمان فان قولی　　سیبقی فی مدیحک مستمرا

زمانہ فنا ہو جائے گا۔ مگر آپ کی تعریف میں میرا قول باقی رہے گا

وانک فی سماء الفضل بدرا　　فسبحان الذی بالبدر اسری

بزرگی کے آسمان پر آپ ایک چاند ہیں۔ اور وہ خدا بہت پاک ہے جس نے اس چاند کو رفتار دی

واصنعکم اذا دکم ارتقاعا　　وصیر فی العلا لکم مقرا

تمہارے پیدا کرنے والے نے تم کو بلندی بخشی اور تمہارا مقام بہت بلند بنایا

الا یا ضیف مصر لو استطاعوا　　لکنت بسائر المهجات تفدی

اے مصر کے مہمان اگر لوگوں میں طاقت ہوتی تو اپنی جان سے آپ کی جانثاری کرتے

تعیش لکل مکرمة وفضل　　وتبدل عسر من والاک یسرا

آپ بزرگی اور فضیلت کے ساتھ زندگی بسر کریں، اور آپ سے محبت کرنیوالوں کی تنگی فراخی سے بدلتی رہے

بنی فاضل محسن مجید　　علی طول المدی وهم جزا

آپ شان والے ہیں، فضیلت والے ہیں، احسان کرنیوالے ہیں، بزرگ ہیں اور ہمیشہ انہی صفات کے ساتھ قائم رہیں گے

پیشکش

همنفس مہر اگر گردوں شکل سعدانی گرفت　　این دگر روز زتقدیرم بآسانی گرفت

آن شہ والاگہر، آن پاسدار عزوشاں　　آن سپہدار معظم، کرنل ہندوستاں

آن کہ از جمہوریہ پیرو یافتہ عالی نشاں　　در فرانسہ شد صلیب اعظم اعزازیاں

آں کہ در جمعیت الاقوام رکنِ ہندیاں | آں کہ در یکجاں گرد آوردہ شانِ انجماں
آں شہم امروز در ملکِ حیاتِ جاوداں | باھزاراں کرّ و فرِ جاہ و سلیمانی گرفت

پیش ازیں ہم بود حاصل تمغہ ہائے بیشمال | آں کہ در ہندوستاں نشنیدہ باشد در خیال
جی سی، ایس آئی و سی آئی ای، لاندال | ایں خطاباتِ معظم دیدہ باشد خال خال
شاہِ مصر آں بادشاہِ نیک پےٴ رنگین مآل | از ولائے خاص بنہادہ بپاینت شانِ حال
یعنی دادہ ات خطابِ اوّلِ نیلِ مثال | واز فراکش یافتی تشریفِ تعریفِ کمال
اے عدوئے تیرہ بخت، اے حاسدِ تیرہ خصال | ہاں، بگو اکنوں، کدامیں جاہ و خاقانی گرفت

مرحبا اے اخترِ برجِ رشیدِ سروری | مرحبا اے گوھرِ نایابِ بحرِ برتری
مرحبا اے بلبلِ شاخِ نہالِ داوری | داستانِ بخت تو طبعم بحیرانی گرفت
نیّرِ اقبال تو بر اوجِ رفعت جلوہ گر | مشرقِ خورشید رایت زیبِ رخشانی گرفت
آستانت مرجع الخیام کار خاص و عام | جاہ و دولت بر درت ہم کارِ دربانی گرفت

"دَرش کھیل" در باغِ عزت تازہ و شاداب باد
آرزوم، ہاں سحابِ لطفِ یزدانی گرفت

گذرانیدہ۔ خاکسار اشک کپورتھلوی۔

قصیدہ برق دھلوی

افتخار الشعراء جناب منشی مہاراج بہادر برق دہلوی بی اے، منشی فاضل کی شاعری ہر طرح کی تعریف و توصیف سے مستغنی ہے، وہ اس وقت اپنی خداداد خوبی اور روانی کے زور پر ہندوستان کی علمی صف میں سب سے اوّل بیٹھے نظر آتے ہیں، ہماری خاص دعوت پر آپ نے اس تقریب سعید کے لئے ایک قصیدہ عطا فرما کر ہمارا حوصلہ بڑھایا، ہم اُسے نہایت احترام کے ساتھ اپنے جوبلی نمبر کا طرۂ امتیاز سمجھتے ہوئے، رئیس الکلام کا مطلع مضمون جانتے ہیں۔ "ایڈیٹر"

قصیدہ تہنیت بتقریب دربارِ جشنِ گولڈن جوبلی

مہاراجہ جگت جیت سنگھ صاحب بہادر بالقابہ وخطابہ والئے ریاست کپورتھلہ

زہے نشاط پھر آئی ہوائے عیش و سرور — کھلے غنچۂ مراد ہوا صبحِ آرزو کا ظہور
زمانہ کیوں نہ ہو سرمستِ بادۂ عشرت — کہ انبساط فراواں سے ہے خوشی کا وفور
جو عیش دوست ہیں اُن کی خوشی کا کیا کہنا — فسردہ دل بھی ہیں کیفِ نشاط سے مخمور
خمار سے ہے دماغوں میں کیف آنکھوں میں — دلوں میں جوشِ مسرت طبیعتوں میں سرور
جگہ جگہ نظر آتے ہیں عیش کے سامان — جدھر کو اٹھ گئیں نظریں دل ہو گیا مسرور
یہ احتشام ہے دربارِ جوبلی کا کہ اب — زبانِ خلق پہ ہے جشنِ خاص کا مذکور
جو راحتیں تھیں نئے سر سے ہو گئیں پیدا — جو کلفتیں تھیں ہوئیں یکقلم دلوں سے دور

کہیں ہے رقص کا جلسہ کہیں ہے بزمِ سرود
کہیں ہے پریوں کی محفل کہیں ہے مجمعِ حور

یہ انبساط فزا ہے وفورِ جوشِ سرور — کہ رنجِ صفحۂ ہستی سے ہو گیا کافور
مہاراجہ
سری حضور جگجیت سنگھ بہادر کا — ہے جشنِ جوبلی اس سے ہے یہ خوشی کا دور
مچی ہے چار طرف دھوم شادمانی کی — ہے آج عیش و مسرت کا وقت نور و ظہور
کپورتھلہ کا ہر پھول ہے گلِ عشرت — ہر ایک غنچۂ نسریں ہے ایک جامِ بلور
شمیمِ عیش سے تازہ دماغِ عالم ہے — نسیمِ صبح میں ہے کیفِ بادۂ انگور
چلی ہے دہر میں ایسی ہوائے توبہ شکن — وہ آج پیتے ہیں جو مے کے نام سے تھے نفور
شگفتہ ہیں گلِ امید، باغ باغ ہیں دل — بہار پر ہیں امنگیں شباب پر ہے سرور
اُسے بھی لغزشِ مستانہ پر کریں محمول — کسی سے آج جو ہو جائے کوئی سہو و قصور

صدائیں گونج رہی ہیں وہ شادیانوں کی
سنائی دے نہ کسی کو جو اٹھے شورِ نشور

زہے نشاط کہ ہے جشن گولڈن جوبلی — نصیب کیوں نہ ہو آنکھوں کو نور دل کو سرور
کپورتھلہ کی زینت نہ کیوں دوبالا ہو — ہر اک مکان ہے چراغاں کی ضَو سے بقعۂ نور
دُو ر لطف سے فیضِ عمیم جاری ہے — کھلے خزانے گداؤں کو بٹ رہی ہے بُور
زبانِ خلق پہ ہے نغمۂ مبارکباد — دعائیں دیتے ہیں خوش ہو کے بندگانِ حضور
سعید فال ہو یہ جشنِ جوبلی دائم — دلی مراد بر آئے بفضلِ ربِ غفور

یہ برق کی ہے دعا ہو حضور کو حاصل
مدام دولت و ثروت، دوام عیش و سُرور

گلزارِ کپورتھلہ میں جوبلی کی بہار

(یو۔پی، کے ایک فاضل مسلمان نے خاص رئیس ہند کے لئے لکھا)

عیش و عشرت سے چلے آتے ہیں اُمڈے بادل — دِل کھنچا جاتا ہے یوں نغمہ سرا ہے کوئل
کچھ نئے طرز کی بارش ہے ہوا بھی ہے نئی — چار بوندوں ہی سے جو بھر گیا سارا جل تھل
جس طرف دیکھو خوشی کی ہے ہرا دل چھائی — سبز ہے کوچہ و بازار جبل اور جنگل
سرو و شمشاد گلستان میں ہے البیلے — سبز پتوں میں نمایاں ہے کسی کی چپل چل
آسمان پر بھی عجب لطف کی پھیلی ہے شفق — سُرخ بادل ہے تو گرد اُسکے سُنہری جدول
لطف اِس عیش کا چھایا ہے دلوں پر ایسا — ہر صنم جھومتا پھرتا ہے بنا لالت و ہبل
کیسی اِترائی ہوئی چلتی ہے گلشن میں نسیم — اُلٹے دیتی ہے حسینوں کے بھی مُنہ سے آنچل
قمریاں نغمہ سرا ہیں بصد الحان و سرور — اور مرغانِ چمن کا ہے یہی طرزِ عمل
ہو مہاراجہ جگجیت (سنگھ) مبارک جبلی — خیرخواہوں کے لئے سعد ہے یہ ساعت و پل

ترا اقبال رہے اوجِ ترقی پہ سدا
ترا تا دورِ فلک یونہیں رہے سب پہ عمل

نظارۂ سیزدہم

گولڈن جوبلی کی سنہری تیاریاں

جس مقام پر ہر وقت صفائی و پاکیزگی کا خیال رکھا جاتا ہے، وہاں کسی تقریب پر کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی، یہی حالت گلزارِ کپورتھلہ کی ہے، ہر صحن و مکان، حویلی و دکان، انگن و دیوار، سڑک و بازار، گلزارِ پُر بہار بنا ہوا ہے، مگر اِس مُبارک تقریب کی رُونمائی میں جملہ عمارات باغات اور سڑکیں جدتِ خیال کے زیر نظر ہیں، اور کپورتھلہ کی ہر اک شے رنگ و روغن سے چمکائی جارہی ہے، عہدیداران اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی میں شب و روز مصروف ہیں، ہمارے حاصل شدہ کے اِس قطعۂ انتخاب پر جوبلی کا جشن منایا جانے والا ہے:-

گولڈن جوبلی کا پروگرام میمنت فرجام

یہ مُبارک تقریب جیساکہ پروگرام سے ظاہر ہوگا، ۲۴ر نومبر سے شروع ہو کر ۳ر دسمبر تک یعنی اندر کامل ریاست کپورتھلہ میں بہجت و انبساط کے جشن رچائینگی، مفصل پروگرام تو تقریب سے کچھ عرصہ پیشتر مرتب و مشتہر ہوگا، مگر جامع پروگرام حسب ذیل ہے:-

۲۴ر نومبر

صبح	مہمانوں کی آمد
ایک بجے دن	پیلس میں لنچ
۴ بجے شام	جم کھانا اور جلکے کھیل
۷ بجے	پیلس میں ڈنر اور کلب میں سینما

۲۵ر نومبر

۹½ بجے صبح	ہز اکسیلنسی وائسرائے اور لیڈی ارون

۲۵ر نومبر

۹½ بجے صبح	ارون صاحبہ کی تشریف آوری،
۱۰½ بجے	پیلس دربار ہال میں وائسرائے کی آمد،
۱۱½ ،،	دربار ہال میں وائسرائے کی ملاقات بازدید
۱ بجے دوپہر	پرائیوٹ لنچ بالائی منزل پنڈ کھانا اپنے اپنے
۴½ بجے شام	سٹنیں وگارڈن پارٹی جسمیں جالندھر کے مہمان شامل ہونگے

۲۵ نومبر

۷ بجے شام	ڈنر پارٹی ۵۰ شرفا کے قریب ہندوستانی تماشے

۲۶ نومبر

صبح	وائسرائے کا ریاست کے انسٹیٹیوشنوں کا ملاحظہ (جیسا کہ وہ پسند فرمائیں)
۱ بجے دوپہر	پیلس میں پرائیوٹ ڈنر (منزل بالائی پر)
۴ بجے شام	ٹیرپا اور ایوان ولا بونہ وستہ میں چاء، شالامار باغ میں میلہ
۷ بجے	دعوتِ شاہی
۹ تا ۱۱ شب	ایوان اور دیگر سرکاری عمارات میں روشنی
۱۱ بجے	وائسرائے کی روانگی (پرائیویٹ)

۲۷ نومبر

۸ بجے شب	پیلس میں ڈنر پارٹی
۹½ ,,	جگجیت کلب میں سینما

۲۸ نومبر

۱۰½ بجے دن	پیلس میں سالگرہ اور جوبلی کی پوجا
۱۱½ بجے ,,	شاہی گوردوارہ میں پوجا

۲۹، ۳۰ نومبر، یکم دسمبر ۱۹۲۷ء

صبح	تاجداران کی پبلک تشریف آوری
۱ بجے دن	پیلس میں لنچ
۴½ بجے شام	گارڈن پارٹی اور پیلس میں ٹینس
۸ بجے شب	پیلس میں ڈنر
۹½ بجے ,,	جگجیت کلب میں سینما

۲ دسمبر

صبح	مزید تاجداران کی تشریف آوری
۱ بجے	پیلس میں لنچ
۴ بجے شام	ٹیرپا اور ولا میں چاء
۸ بجے	پیلس میں دعوتِ شاہی، ہندوستانی تماشے

۳ دسمبر

۳ بجے شام	جلوہ خانہ میں جوبلی کا دربار، ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر کا پروسیشن شاہی گاڑی یا ہاتھی پر ہوگا، جس کا فیصلہ قبل از وقت ہو جائیگا،
۸ بجے شب	ڈنر پارٹی
۹ تا ۱۱ ,,	روشنی

اگلے نمبر کا انتظار کیجئے گولڈن جوبلی کے مفصل حالات و واقعات آئندہ نمبر میں باتصویر درج ہونگے

قدیم اہلکاران صاحبان کپورتھلہ اپنی اپنی قدامت کے حالات بخوشی بھیج سکتے ہیں۔ "ایڈیٹر"

قواعد و ضوابط

اہتمام ترتیب و قیمت رسالہ

۱۔ یہ رسالہ شروع ۱۹۲۱ء سے شاندار اداوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوگا

۲۔ چونکہ دہلی ہندوستان کا دار الخلافہ ہے اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کا مرکز مانا گیا ہے۔ اس لئے اس کی اشاعت کے لئے یہ اعلیٰ راجدھانی منتخب کی گئی ہے۔

۳۔ اس میں خصوصیت سے ہند کی چھوٹی بڑی ۶۰۰ ریاستوں اور دیگر رؤسا و امرا وغیرہ کے پولٹیکل۔ سوشل۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ علمی و ادبی وغیرہ مضامین درج ہوا کرینگے۔

۴۔ ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری ضروری حالات مع تصویر ہوا کرینگے۔

۵۔ سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہ ہوگا۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ۔

۶۔ کسی ماہ کے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہئے۔

۷۔ جن اصحاب گرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جائے گا۔ بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھے جائینگے۔

۸۔ شرح چندہ حسب ذیل ہے۔

۹۔ جیسا کہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔ اس میں محض رئیسوں ریاستوں اور جاگیرداروں ہی کے متعلق مضامین درج ہوا کرینگے۔ وقائع نگار صاحبان اس موضوع اور مستقل سرخیوں ہی پر مضمون تحریر فرماویں۔

۱۰۔ جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضمون لکھینگے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائینگے۔ ان کی خدمت میں بعد مناسب معاوضہ پیش کیا جائیگا یا رسالہ مفت دیا جائیگا۔

۱۱۔ نامہ نگاران رسالہ کے نام ظاہر نہ کئے جائینگے۔

۱۲۔ یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جاویں۔ صحیح صحیح ہوں۔ سُنے سنائے نہ ہوں

۱۳۔ جملہ حقوق کی متعلق مضامین خریداری و نمونہ ارسال اشتہارات و نیز ترسیل زر چندہ اجراء اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام منیجر ہونا چاہئے۔

۱۴۔ چونکہ اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں باریابی کا فخر حاصل ہے اور اعلیٰ طبقہ امرا میں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہے۔ اشتہار دہندگان کے لئے نہایت نادر موقع ہے۔ نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں۔ جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں مگر یہ واضح رہے کہ جھوٹے اشتہارات بھیجنے اور چھپوانے کی بے سود کوشش نہ فرمائیں۔

قسم خریداران صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	امرا و رؤسائے نامدار	عوام	طلبا	مابعد
شرح چندہ	بلحاظ حیثیت جو قسم لگا ہے بلحاظ کثرت جو قسم لگا ہے		۲۵ روپیہ	عہ ر	۵ ر	رعایت

چیف منیجر رسالہ رئیس ہند دار السلطنت ہند دہلی

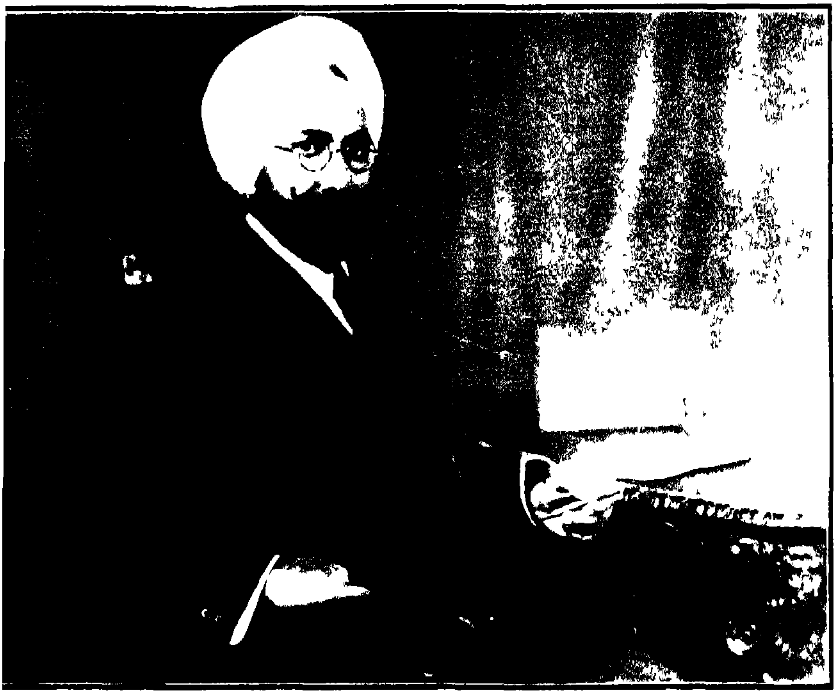

Recent photograph taken only a few days before the sad demise

of

SARDAR RAFIQ MOHAMMAD KHAN

Bar-at-law, A V R S, B D F A

evenue Minister, His Highness Government, PATIALA (Punjab)

دسترخوانِ رئیس

دورِ جدید، آراستہ دہلی، ماہِ دسمبر ۱۹۲۶ء، جلوس ہفتم، دربار دوازدہم

تصویر بلاک — سردار رفیق محمد خان مرحوم بیرسٹرایٹ لا ریونیو منسٹر پٹیالہ — ایڈیٹر پیارے لال شاکر وفا

رئیس ہند

ہز ایکسیلنسی شاہ ... جناب منشی ... جگت ... بہادر ... ایم اے ... مدظلہ العالی

جلوس ہفتم — دربار دوازدہم[12]

دہلی۔ دسمبر ۱۹۲۷ء

رموز مصلحت رئیس

مالک اور نوکر

اے انسان نوکری سے مت گھبرا، یہ خدا کا انتظام ہے، اور اس میں بہت فائدے ہیں، اس کے وسیلے سے تو زندگی کے فکروں سے بری ہوتا ہے، نوکر کا ناز اسکی وفاداری ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی اطاعت اور تابعداری ہے، اسلئے اپنے آقا کی جھڑکیاں صبر سے سن، اور جب وہ تجھے برا بھلا کہے، تو کچھ مت بول، تیری خاموشی پھل لائے بغیر نہ رہے گی، تو اسکے نفع اور اسکی بہتری کا ہر وقت خیال رکھ اور اس کے کام کو جانفشانی سے کر اور اپنے کو اس کے اعتماد اور اعتبار کے لائق ثابت کر، تیری محنت اور تیرا وقت تیرے آقا کا ہے، تو اسے دھوکہ مت دے، وہ تجھے اسکا نقد معاوضہ دیتا ہے،

اے آقا، اگر تو اپنے خادم سے وفاداری کا امیدوار ہے، تو اس سے انصاف کا برتاؤ کر، اگر تو فوری تابعداری چاہتا ہے تو اسے نامناسب کام کرنیکا حکم مت دے، اسکے اندر بھی انسانیت کا جوش ہے، سختی اور جبر ممکن ہے کہ تو اپنے نوکر پر رعب بٹھالے مگر تو اسکی محبت حاصل نہیں کر سکتا، سختی اور نرمی ملی جلی ہو، اور اختیار کیساتھ عقل بھی ہو، اس سے ہدایت اسکے دل پر اثر کر جائیگی، اور وہ اپنا فرض خوشی خوشی انجام دیگا، شکریہ کی وجہ سے ایمانداری سے تیری خدمت کریگا، محبت کے باعث خوشی سے تیرے حکم کی تعمیل کریگا، تو وفاداری اور محنت کا مناسب صلہ دینے میں کوتاہی مت کر، "دوشتی دھرم نیتی"

ہز میجسٹی امان اللہ خان والیٔ افغانستان کی کشادہ دلی

کلام الملوک ملوک الکلام

ہز میجسٹی شاہ امان اللہ خان والیٔ افغانستان کی ہندوستانی سیاحت کی ہر معمولی سے معمولی حرکت ایشیائی مدبری کا ایک شاندار بے نظیر نظارہ تھا' آپ نے اپنے فرض سے بڑھ کر ہم ہندوستانی نالائقوں کو وہ سمجھایا کہ جو دوسرا آجتک نہیں سمجھا سکا" اور یہ کام اُس سے ہو سکتا ہے' کہ جس کے دل میں درد ہو' آپ نے یہ ضروری تعلیم دی کہ :۔ " اول حب الوطنی ہے' پھر دینداری" افغانستان میں اپنی حکومت کی رواداری اور جاہل مُلاؤں کا اثر زائل کرنے کے متعلق بجا ارشاد فرمایا' آپ نے جس خلوص و عقیدت کیساتھ دہرم پتنی مہاتما گاندہی جی کو دیکھتے ہی اپنے پاس بُلایا' عزت و احترام کے ساتھ اپنی کُرسی سے کھڑے ہو کر اور ٹوپی اُتار کر جھک کر تعظیم دی' اور اپنے برابر کُرسی پر بٹھایا' وہ ان کی افغانستان کی مذہبی رواداری اور حبُ الوطنی کا پُر سحر کارنامہ تھا' آپ نے مسلمانوں کے ایڈریس کے جواب میں کیا ہی باموقعہ فرمایا کہ :۔

"اُنکی حکومت میں ہندو بھی ہیں' جن کو مسلمانوں کے ساتھ بالکل مساوی حقوق حاصل ہیں' آپسمیں بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں' افغانستان میں ذات اور طبقہ کا کوئی امتیاز نہیں' مُلّا نے مادرِ وطن کے لئے ایک بوجھ گراں بالا ہیں' وہ کسی کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کرتے' بلکہ لوگوں کو آپسمیں لڑاتے اور تفرقہ ڈلواتے ہیں"

ایسا ہی نمازِ جمعہ پر حبُ الوطنی کے سبق پڑھائے' جس کی بنا پر کہنا پڑتا ہے' کہ افغانستان آپکے عہد میں ایشیاء کا دوسرا جاپان بنے گا'

غرضیکہ شاہ عالیجاہ کے جملہ اشغال و افعال اعلیٰ درجہ کی دانشمندی و مُدبّری کا نشان دیتے ہیں'

ذوالقرنین بدایونی کیا خُوب لکھتا ہے : کہ " ہمارے ملک کے "مُلّا" اور " مولانا" ناجدا

افغانستان کے اِس زرّیں مقولہ کو غور سے پڑھیں گے" شاہ موصوف نے انسانی درد اور موقعہ شناسی کے تقاضے سے نالائق ہندوستانیوں کے لئے جن ہیں زرّیں ہدایات کی ضرورت تھی، علانیہ ظاہر کر دیں، کاش ہمارے اہلِ وطن اِس کامیاب شاہ حکومت کے زرّیں ارشادات پر عمل پیرا ہوں،

شاہ کی خدمت میں پارسیوں کا ایڈریس، نواب رام پور کی توجہ کا مستحق ہے

شاہ ذوالاقتدار کی خدمت میں جب پارسیوں نے تاریخی بنا پر ایران اور افغانستان کا ذکر کر کے باپ بیٹے کے تعلقات ثابت کرنا چاہئے، تو اِس گرانمایہ ہستی نے فرمایا کہ:۔ "یہ زمانہ باپ بیٹے کا نہیں، بلکہ بھائی چارہ اور مساوات کا ہے" شاہِ عالی خیال کا یہ مختصر فقرہ قائمی حصولِ حکومت کی کلید ہے، مگر ایک ہمارے ہندوستان کے تاجدار ہیں، کہ آپسمیں بھائی چارہ اور مساوات کا تو کیا ذکر، باپ بیٹے کے تعلقات سے گذر کر غلام و آقا سے کبھی بدتر حالت بنا رکھی ہے، اُس کا نتیجہ دیکھ لو وُہ رعایا جو کبھی اپنے تاجداران کی پرستش کرتی تھی، آج اُنہیں معزول کرانے کیلئے بے قرار ہے، دسمبر کے اوائل میں مہاراجہ بیکانیر، نواب رام پور کے مہمان ہوئے، ریاست مذکور کے وظیفہ خوار خوشامدیوں اور حواریوں نے اِس طرزِ مہمانداری کی تعریف میں پل باندھ دیئے، ذوالقرنین لکھتا ہے:۔

"مہاراجہ بیکانیر کے دورانِ قیام میں ذبیحہ گاؤ بند رہا، ہز ہائنیس والیٔ رامپور کا یہ حکم اسلامی رواداری اور ہندو مسلم اتحاد کی سچی سپرٹ کو ظاہر کرتا ہے، سرکار رامپور کے وُہ نکتہ چین جو غیر منصفانہ طور پر نکتہ چینی کرنے کے عادی ہیں، حضور پُر نور کے اِس فیاضانہ طرزِ عمل کو دیکھ کر اگر سر در گریبان ہوں، تو تعجب نہیں"

اُسے اُس کے دیگر ہمخیال لوگوں اور بالخصوص ہندوستان کے ہر مذہب و ملت کے تاجداران کو معلوم ہونا چاہئے کہ نواب رامپور کے چند گھنٹوں کا یہ عمل ثابت کرتا ہے، کہ وُہ اپنی لکھوکھہا عزیز رعایا کے ساتھ بھائی چارہ، مساوات اور باپ بیٹے کے تعلقات تو کیا، غلامانہ زندگی سے کبھی بدتر سلوک

روادار کھتا ہے، اِس ریاست میں پابندی جاتی ہیں کہ یہ حکومتیں قائم رہیں گی، مہاراجہ کپور تھلہ نے اپنی اسلامی رعایا کے جذبات کی قدر فرماتے ہوئے، نو لاکھ روپے مسجد کے لئے خزانہ عامرہ سے خرچ کروائے، اذانوں کی ممانعت ریاستوں میں منسوخ فرما دی گئی، اور دیگر تاجداران گوالیار، اندور، بڑودہ، میسور، جے پور، پٹیالہ، الور، مالیر کوٹلہ وغیرہ وغیرہ اپنی ہر مذہب و ملت کی رعایا کو حقوق مساوات عطا فرمائے، حالانکہ یہ مسئلہ مذہبی و اقتصادی خیال سے قابلِ پرستش ہے، ذوالقرنین اور اُس کے دیگر ہمنوا نواب رام پور کے خوشامدیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ طرز جہانداری سے حکومت کی جا سکتی نہیں ہوتی نہ اِس ناشائستہ صاف زبان سے نواب کی جلد سیاہ کاریوں کے داغ دُور ہو سکتے ہیں، انہیں دیگر تاجداروں کے طرزِ عمل کو دیکھ کر سر در گریبان ہو جانا چاہئے مگر ہمیں اب ایسی نصیحتوں کی ضرورت نہیں، آنے والا زمانہ جلد حقوقِ مساوات دلا کر رہے گا، جو اکڑے گا سر کے بل گرے گا، اگلی پشتیں یہ نظارہ عبرت دیکھیں گی، اور اپنے متعصبانہ طرزِ عمل پر روئیں گی،

انڈین سٹیٹس پر بٹلر کمیشن اور چند جابر خیالات

(نمبر اوّل)

رائل کمیشن کی طرح ہمارے خدائی فوجدار تاجدارانِ ہند کے لئے بھی بٹلر کمیشن مقرر ہو گیا ہے رائل کمیشن کا ملک کے لیڈران کی طرف سے قطعی مقاطعہ ہو چکا ہے، دو چار متعصب یا جی حضوری اِس سے مستثنیٰ ہیں، خواہ کچھ ہو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اِس کمیشن کی اہمیت اہلِ ملک نے خوب سمجھ لی ہے،

ذمہ داراں کی حالت مگر ایک ہمارے ملک کے بے کس بے بس تاجداران ہیں، کہ جن کے لبوں پر یا تو مہر خاموشی لگی ہوئی ہے، یا حد سے بڑھ کر غلامانہ تائید کا جذبہ اِسی کمیشن کے متعلق حیرت آفر

پرنسس کے چانسلر کی طرف سے خیر مقدم کیا جاچکا ہے، مگر جو تاجداران عالیجاہ اِس کے رُکن نہیں اُن کی طرف سے وہی مُہرِ خاموشی کا معاملہ ہے، ملکی اخبارات نے بھی اب تک اِس انقلاب خیز کمیشن کے متعلق ایک لفظ نہیں لکھا، حالانکہ وُہ اس کی اہمیت بھی خُوب سمجھتے ہیں، اِس عام سکوت کی وجہ محض یہ ہے، کہ اب اہلِ مُلک تاجداران کی شخصی حکومت کے خواہاں نہیں، بلکہ اُسے پامال کر دینے پر کمربستہ ہیں، جیسا کہ حال میں ریاستوں کی رعایا کی منعقدہ کانفرنس نے اِس کا کُھلم کُھلا اعلان کر دیا،

ریس ہند ہر حالت میں اپنے تاجداران کی حکومت کی برقراری کا حامی ہے، اِس لئے وُہ اِس کمیشن کے متعلق ہرگز ہرگز اظہارِ خیال کئے بغیر نہیں رہ سکتا،

تعجیل تقرری کمیشن جس طرح سے اِس کمیشن کی تقرری اور اعلانِ روانگی جھٹ پٹ عمل میں آکر کام شروع ہونے کا بندوبست کیا گیا ہے، وُہ اِس خیال کی پوری پوری تائید ہے، کہ یہ کمیشن عہدنامجات، اقرارنامجات، معاہدات، واجب العرضات اور دیگر تحریری دستاویزات کی زندگی کیلئے سم قاتل ہوگا، وُہ قدیم حقوق اور اختیارات کہ جو ان تحریرات کے ذریعے رُوسا، کو ابتداً حاصل ہوئے تھے، یہ موقعہ کی نزاکت سے منظور ہوئے تھے، وُہ زمانہ کچھ اور تھا، اب جو حالت ہے وُہ ظاہر ہے،

قدیم عہدنامجات یہ عہدنامہ جات مُدبّرانِ انگلستان کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتے ہیں، کیونکہ جس وقت ہندوستان پر مُدبّرانِ انگلستان نے قبضہ جمایا، تلوار کی امداد سے دست کشی کیگئی تھی، اور ملک کی معاونت کارگر سمجھی گئی تھی، پس اُس زمانے کے حالات کے زیر اثر یہ معاہدات مرتب کئے گئے تھے، دوسرے جہاں اُس زمانے کے یورپین افسران اعلیٰ خاندانی اور شریف ہوتے ہوتے تھے، وہاں ہندوستانی تاجداران اور اُن کے اہلکاران بھی اپنے حقوق کی نگہداشت سے غافل نہ تھے، متانت اور دانشمندی سے اپنے سب حقوق کی حفاظت کی، کہ جو انہیں صدیوں سے حاصل تھے،

معاہدات کی جڑ جب حضور نظام کے نااہل صلاح کاروں نے نظام کو اِس کے جائز حقوق سے آگاہ کیا، اور علانیہ تحریر و تقریر تک نوبت پہنچادی، تو لارڈ ریڈنگ کی حکومت بیدار ہوئی، اُدھر

نظام کی طرف سے معاہدات کا سہارا لیا جا کر اپنی پوزیشن کے متعلق چون و چرا کی گئی، تو سر طامسن کی ایک حرکتِ قلم نے اُن خیالات کا سر یکدم قلم کر دیا، ہندوستان بھر میں اِس سخت طرزِ عمل کی سخت مذمت کی گئی، اور ہمیں اچھی طرح سے معلوم ہے، کہ ہمارے ذی ہوش تاجداران نے اُسے بُری طرح محسوس کیا، گویا گورنمنٹ کا یہ عمل اُن قابلِ تعظیم عہدناموں کی تضحیک بلکہ تنسیخ کا پیش خیمہ تھا،

عہدنامے عملاً منسوخ ہو گئے انگریزی پولیٹکل حلقوں میں اِن عہدناموں پر تمسخر اُڑائے جاتے ہیں، ایک ہمارے تاجدار ہیں کہ ان عہدناموں پر بڑے نازاں ہیں، اگر عملی صورت دیکھی جائے تو کہا جا سکتا ہے، کہ عرصہ ہوا یہ عہدنامے گورنمنٹ نے عملی طور پر منسوخ کر دئے ہیں، گو ظاہرا طور پر لوگوں کو معلوم نہ ہو، لیکن اندرونی طور پر یہ عہدنامے چاک ہو چکے ہیں، اگر اِس میں کسی کو انکار ہو، تو ہم ہندوستان کی ہر ریاست کے عہدناموں اور طرزِ مداخلت کے نقشے کھینچ سکتے ہیں، اور دکھلا سکتے ہیں کہ کس کس قسم کی مداخلتیں ہوتی ہیں مگر اِس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں، ریاستوں کے باشندے خوب واقف ہیں، کہ اب عہدناموں کی کیا وقعت ہے،

معاہدات کے متعلق ایک اعلیٰ یورپین افسر کی رائے ہمیں اِسی مہینے میں صوبجات متحدہ کی ایک کامیاب ریاست میں جانا پڑا، شاہی لائبریری سے مطالعہ کے لئے چند کتابیں اُٹھا لائے، اُن میں سر او، کریگ سابق کمانڈر انچیف افواجِ ہند کی تازہ تصانیف معلوماتِ ہند دیکھی، کہ تا حال جُوں کی توں بند تھی، ورق چاک کر کے اُس کا مطالعہ شروع کیا، اِس میں ایک طول طویل حصہ ہندوستان کی ریاستوں کے متعلق بھی تھا، اُس میں عہدنامہ جات کی منسوخی اور استرداد کے متعلق دلائلِ ناقصہ سے کام لیا گیا تھا، حتیٰ کہ فارسی زبان و بیان پر بھی جاہلانہ اعتراض کیا گیا تھا، جہاں یہ لکھا تھا کہ اُن عہدناموں کا ترجمہ کسی زبان میں ٹھیک نہیں ہو سکتا، اور جب معاملات پیدا ہوتے ہیں، تو اُن کے حل کرنے میں بڑی بڑی اُلجھنیں پیدا ہوتی ہیں، صاحبِ موصوف سے ذمہ دار رُکنِ حکومتِ قیصری کا یہ ریمارک ہمارے دل پر کھٹکا ہے، اور ہم نے سمجھ لیا کہ وہ دن جلد آنے والا

ہے کہ جو ہر قسم کے تمام معاہدات پر یک قلم پانی پھیر دے گا، چنانچہ اتفاق سے اُسی ہفتہ تقرری کمیشن کا بھی اعلان ہو گیا،

ظاہراً طور پر یہ معاہدات ابتک کیوں منسوخ نہیں کئے گئے

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب سے حکومت قیصری نے ہمارے تاجداراں سے معاہدات کئے ہیں، اُس کے بعد ہی وُہ نظر انداز کردیئے گئے، شروع شروع میں طاقت سے معاہدہ تھا، ایک طاقت بڑھتی گئی، دوسری پامال ہوتی گئی، معاہدے کمزور ہوتے گئے، یہ بالکل سچ ہے کہ طاقت کا طاقت کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے، اور قائم بھی رہتا ہے۔ لیکن دُنیا میں ایمان ایک ایسی شے ہے، کہ جو کبھی بھی نظر انداز نہ کیا جانا چاہئیے، جس قدر ان رؤسا کی تاریخیں لارڈ کرزن کی حکومت کے بعد گورنمنٹ نے مرتب کرائی ہیں، اُن میں سے کسی میں بھی ان معاہدات کا دانستہ ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ تاریخ کا یہ جزو اعظم تھا، اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اب حکومت قیصری یہ معاہدات حسب ضرورت ترمیم کرنے کے لئے آمادہ ہوگئی ہے، ہمارے تاجداراں کی کامل وفاداری ہی ایک ضرب تھی، کہ جو آجتک ان معاہدات کو قائم و بحال رکھ سکی، لیکن اب ان کے کمزور ہو جانے پر یہ وفاداری بھی کسی شمار میں نہیں رہی،

تاجداران اور اُنکے ارکان کا مشورہ

کمیشن کی کارروائی عین اُسوقت جاری کیگئی ہے جبکہ ہمارے تاجداران حکومت کے بدستور خیر خواہ ہیں، نابھہ کا جھگڑا، اندور کا قضیہ، خیرپور، پنہ، حیدرآباد اور بھرت پور پے در پے واقعات کمیشن کی تقرری کا باعث ہوئے، ہمارے تاجداران اور اُن کے وفادار ارکان کو معلوم ہونا چاہئیے کہ حکومت قیصریہ جو کچھ کرے گی، وُہ اپنی عام پالیسی عقلمندی اور مصلحت بینی سے کریگی، اور دہی کریگی کہ جن اسباب کی بنا پر یہ تقرری کمیشن عمل میں آئی

کمیشن کی تقرری سے آجتک کسی ریاست نے اسکی اہمیت پر غور نہیں کیا، اب ہم چاہتے ہیں کہ انکو اُنکے فرائض سے تفصیلاً آگاہ کریں، تاکہ وُہ جلد باز کمیشن کا اُسی عقلمندی اور مصلحت سے مقابلہ کریں، کہ جن مصلحتوں سے ارباب لبست و کشاد اسے کامیاب بنانا چاہتے ہیں،

(باقی دارد)

تاجُ المضامین

یعنی

تذکرۂ رؤسائے ہند

نمبر (۴۴)

سردار رفیق محمد خان مرحوم بیرسٹر ایٹ لاء، اے یو ہی آر۔ بی، ڈی ایف آئے یونیورسٹی پٹیالہ

بآں گروہ کہ از ساغر و فا مستند　　　رما سلام رسانید ہر کجا ہستند

آجتک زمین ہند میں جس قدر رؤسائے ہند کے تذکرے شائع ہوئے ہیں، وہ سب زندہ ہستیوں کے ہیں، لیکن ان میں سے ایک یہی تذکرہ ہے، کہ جو خان صاحب مرحوم کی صفت کسر نفسی و عداوت جاہ طلبی کی وجہ سے بصورت اوراقِ پریشاں ہمارے میز پر پڑا رہا، گو ہم نے بارہا چاہا کہ اس عالی نسب راجپوت، ادیب و منتی دوران پولیٹیشن و مدبر کے حالات مکمل کریں، مگر افسوس کہ وعدوں میں بیسیوں سال گذر گئے اور اب وہ بھی گذر گیا، ہم بھی گذر جائیں گے، اس لئے جس قدر معلومات ہیں، سپرد قلم کئے جاتے ہیں،

خاندان۔ اسلامی حملہ آوروں نے تیغ اصفہانی سے تیغ ہندی کا منہ موڑ دیا، ہندوستان میں روز ازل سے راجپوت ایک ایسی قوم رہتی ہے جو بڑی بڑی قربانیوں کے بعد پیدا کی گئی کہ جس کا مقابلہ تورس کے کامک کر سکتے تھے نہ کابل و قندھار کے افغان، صدیوں بلکہ قرنوں ان کی جوانمردی، شہ زوری، بے جگری، وفاداری، جانبازی ہندوستان کے لئے دیوار چین بنی ہوئی تھی، یہ اپنے عمل سے گر گئے، ہندوستان بھر میں تلاطم پیدا ہوگیا، جو آجتک نہیں تھما، کیونکہ عیش پرست لوگوں نے انہیں زندہ مردہ بنا دیا، آپ کی ویشت میں آپ کے بزرگ حلقہ بگوش اسلام کئے گئے، اور راجپوتی جوہر ہر لباس میں جلوہ دکھاتا رہا، خون کا تحفظ نسلوں کی برقراری کا موجب ہے، اور بے تعصبی کی وجہ سے سلطان ...

ہوئے، تمام راجپوتی رسومات پر مذہباً عمل ہوتا رہا۔

وطن - یوں تو راجپوتوں کا وطن ہندوستان کا ہر گوشہ تھا، اپنی اپنی سرحد پر سد سکندری بنے بیٹھے تھے، جد ہر ضرورت ہوئی ترک وطن کیا قافلے روانہ ہوئے، دوسری سرحد کو جا بسایا، بشاولی والوں سے پتہ ملا ہے، کہ آپ کے بزرگ جیسلمیر سے روانہ ہوئے، موضع ظہور (ضلع لدھیانہ) آباد کیا، راجپوت نہ قلم سے میدان مار سکتے تھے، نہ قلبہ رانی سے گذر اوقات کر سکتے تھے، تلوار کے دھنی تھے، کم وبیش اسی کے سایہ میں پرورش پاتے تھے، اور اسی سایہ میں پھولتے پھلتے تھے۔

شغل - آپ کے بزرگوں نے راجپوتی آن وبان رکھتے ہوئے، اپنا پیشہ راجپوتی حرز جان بنائے رکھا، پہلے راجگان کے درباروں میں سپاہ گری سے گذر اوقات کرنے لگے، ڈیڑھ صدی گذشتہ سے تاجداران پھولکیاں کے کمانڈر انچیف رہے، حتیٰ کہ اس معزز خانہ میں سات افراد بڑے نامور گذرے ہیں، حکومت قیصری نے ایرانیوں، تورانیوں کی تلواریں، ہندیوں کی تیغیں، اور کٹاریں اپنی **کوئل** (عقاب کا پر جس سے شروع شروع میں قلم کا کام لیا جاتا تھا) کی حرکت سے بیکار کر دیں، پھر انہیں مصنف پر کون چڑھاتا، اپنا پیشہ چھوڑ کر قلبہ رانی میں مصروف ہوئے، کچھ اپنے بزرگوں کے کارناموں کی ڈینگیں مارنے کے لئے جدی جائداد کی کمائی کے سر پر بیکار بیٹھے بیٹھے گردن کاٹنے لگے۔

بخشی ولی محمدؒ - خان بہادر بخشی ولی محمدؒ اپنے خاندانی استحقاق کی بنا پر مدت تک سرکار مالوندر بہادر کے کمانڈر انچیف رہے، آپ کے تین بیٹے رفیق محمدؒ، شفیق محمدؒ، صدیق محمدؒ ہوئے، جن میں سے سب سے بڑے ہمارے ممدوح خانصاحب مرحوم تھے۔

مقام وتاریخ پیدائش - آپ نابہ خاص میں عین حالت عروج خاندان چیت سمت ۱۹۴۷ بکرم کو پیدا ہوئے، اس سال کی یہ مبارک تاریخ کیا ہی ستم ناک تھی، کہ جس نے مولود کی قسمت میں محض ۴۸ سال اس دنیا میں زندہ رہنا لکھا تھا، ان کے ہاتھ میں ایسے ایسے زوال وعروج مصائب و **خوشحالی** [illegible] جفاکشی ودلیری کی [illegible] اور وہ دشوار گذار گھاٹیوں

میں زمانہ قدیم کی دُھندلی ناپائیدار شاہراہیں بنا رہے تھے کہ جو ٹُمری بہنوں کے ساتھ ساتھ روشن اور موہیں مدہم رہتے تھے، خطِ تقدیر کو قسمت نے ٹیڑھا کھینچا تھا، علم و ذکاوت محبت و صداقت کے خطوط نمایاں تھے، مگر عاملان علم سامدریک نے اُن کا دستِ مبارک دیکھ کر یہ حکم لگایا تھا کہ یہ ایک صحیح آدمی غلط مقام پر گلِ بنفشہ کی طرح جنگل میں کھل کر پژمردہ ہو جائیگا، نہ وہ کسی کو بھی فائدہ پہنچا سکیگا، نہ خود بھی فائدہ اٹھا سکیگا، خلقِ خدا جو آجکل محض پیسہ کی غلام ہے، اُس کے نام اور کام سے مانوس نہ ہوگی، یہ اپنی پالیسی پر قائم رہیگا، اس لئے شب برات کے انار کی طرح جلوہ دکھا کر آن کی آن میں ارلعہ عناصر میں ملجائیگا۔

تعلیم و تربیت اور سفرِ ولایت - فارسی عربی اور انگریزی کی تعلیم کے بعد آپ بغرض تکمیل تعلیم ولایت بھیجا گیا، آپ رائل انجینئرنگ کالج میں داخل ہوئے ۱۹۱۰ء میں جہاں امتحانات پر ٹیکنیکل کیمسٹری جنگلات انجینئرنگ وغیرہ وغیرہ باعزاز پاس کئے۔

ولایت سے واپسی ولایت سے کامیاب واپسی پر نابھہ میں ریاستی وظیفہ کے مزے اُٹھاتے رہے۔

مہاراجہ ریپودمن سنگھ کی غداری تاجِ پٹیالہ کیساتھ - سردار ہیرا سنگھ نمبردار موضع بڈرکھیاں ایک گراں قدر رقم نذرانہ پر سرکار باعروج فانی ہستیوں کو دیکر نابھہ کی خالی گدی پر براجمان ہوئے، اُس نیک ہستی نے مہاراجہ مہندر سنگھ والئے پٹیالہ کے احکامِ شاہی پر دستخط کرنے سے قبل دل وجان سے شکریہ ادا کیا، جو بجا تھا، ورنہ کجا ریاست نابھہ کی راج گدی، کجا بڈرکھیاں کی نمبرداری، اس قابلِ تعظیم یادگار ہستی نے ہمارے مرحوم خانصاحب کی تعلیم و تربیت ولایت میں کرانی جانی ضروری سمجھی کہ ایک نمک پروردہ قدیم خاندان کا رکن، جو ہنرِ شمشیر کو چھوڑ کر جوہرِ قلم کے جلوہ دکھائے کہ جسکی آجکل کے اپاہج رئیسوں کو سخت ضرورت ہے کیونکہ آہم سے آہم پولیٹیکل معاملات کے طوفان، طرح طرح کے بہتان، رنگ برنگ کی خرابیاں، عجیب عجیب ابتریاں جب ہماری ریاستوں میں پیدا ہونے لگ گئیں، تو یہ ہمارے دیوتا صفت راجے مہاراجے اور نواب ان جھنجھٹوں اُلجھنوں

اور رُوح فرسا چھیلیوں اور تازہ بتازہ نو بنو جھگڑوں کی سماعت کی تاب نہ لا کر جب اپنی ریاست میں کوئی دانش پڑھا لکھا مدبّر خاندانی اہلکار نہیں دیکھتے تو کہیں دیا کشن بلائے جاتے ہیں کہیں پنڈت ہری کشن بھیجے جاتے ہیں کہیں راجہ دِل جیت سنگھ پسند کئے جاتے ہیں کہیں قاضی عزیزالدین عزیز سمجھے جاتے ہیں کہیں سپرو، نہرو، ہاکسر، علی امام شفیع سے جان بچائی جاتی ہے کہیں مسٹر نرسنگھ راؤ کو مدار کے لئے یاد کیا جاتا ہے اور طرفہ یہ کہ ایک ایک کی آمد پر خزانہ لُٹ جاتا ہے مسٹر نرسنگھ راؤ سے علی امام کی طرح نابھہ، اندور، حیدرآباد کو پامال کر دیا، غیر علاقہ کے شہرت یافتہ قابل ہماری ریاستوں کے قابل نہیں چنانچہ اس اہم ضرورت کے خیال سے ہمارے معز رضا صاحب کو ہر طرح سے مکمل انسان بنایا، مگر افسوس کہ ظالم موت نے اُس سے ہمارا کوئی کام نہ ہونے دیا ؎

رُوئے گل سیر ندیدم بہار آخر شد

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد

نثار ریاست پیدمن سنگھ مہاراجہ تاجدار پٹیالہ

ریپودمن سنگھ مہاراجہ معزول نابھہ اپنی شرارتوں اور تہذیب جدید کی لیاقتوں سے مہاراجہ ہیرا سنگھ کی گدی پر بیٹھتے ہی کہیں سکھ صاحبان سے الجھے، کہیں اہلکارانِ قدیم کا استیصال کیا کہیں واجد علیشاہ کی جدّتوں کی اصلاح کی جب زیادہ پاؤں پھیلائے اپنے محسن تاجدار پٹیالہ سے دست و گریبان ہو گئے اُس وقت جہاں سرکار مالوہ دربار کے قدیم جاں نثار حضرت کے ظلم و ستم سے بلبلا اٹھے تھے وہاں یہ ایک صدی کا جاں نثار خاندان بھی مصیبت میں مبتلا تھا، اجنبی جنہیں نمائشی خیر خواہ بدلے جن لئے جا رہے تھے، جو فقط اپنے لالوں سے سروکار رکھتے تھے جھگڑوں کے طے کرنے کے ناقابل نکلے، اِس برباد کردہ خاندان سے معاونت چاہی، اُس وقت حکومت پٹیالہ کے ساتھ اِس وفادار رفیق نے صلح و آشتی کی راہ نکالی، نواب صاحب کو مدد کو بھی اپنی طرف کیا، جب صلح کی گھڑی تو ٹلہ میں قرار پائی درانداز وں نے بنی بگاڑی، اِس سے خانصاحب مرحوم ناراض ہو کر پٹیالہ آ گئے

خدماتِ پٹیالہ آپ اول چیف جج، پھر پرائیویٹ سکرٹری اور ریونیو منسٹر بنائے گئے، ججی میں عدل و انصاف قابلیت و قانون دانی کا جلوہ دکھایا، سکرٹری کے عہد میں جز رسی اور انتظام نے جلوہ پایا، ریونیو منسٹری میں راشیوں کا صفایا کیا، اور آخر حق بے ہنگام دورہ جگر میں پھنس کر سیفیہ کا شکار ہو گئے۔

اُس کی پٹیالہ سے وفاداری، اثر و رسوخ کا باعث ہوئی، اُس کی قدرتِ طرزِ بیان گفتگو بلاشبہ دل آویز تھی، اگر زندہ رہتا تاجِ پٹیالہ کی بڑی خدمت کرتا، مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ (دُوُرخ شاہی)

کنور بیگم اور دیوان

قبل اس کے ہم ان ہر سہ معزز الفاظ کے موضوع پر کچھ لکھیں کہ جن کی خوشامدیوں اور خود پسندیوں نے بہت بُری طرح سے مٹی پلید کر رکھی ہے، روزانہ اخبار بریلی (کہ جو افسوس اب نام کا روزانہ ہے، مگر ہفتہ وار چھپتا ہے ۲۸ دسمبر سن گذشتہ) کی زبان سے حسب ذیل خبر سنا دینا چاہتے ہیں:-

"علیگڈھ کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کا چہار شنبہ واقعہ ۱۲ دسمبر کو انتقال ہو گیا"

آپ کی اس خبر کی سُرخی بھی ملاحظہ ہو:-

"بیگم صاحبہ ڈاکٹر ضیاء الدین کی وفات"

فاضل ایڈیٹر سے ایسی فاش غلطی نہیں ہو سکتی تھی، یہ کاتب صاحب کی شرمناک اصلاح کا نتیجہ ہے، ہمیں اس غلطی سے بحث نہیں، بحث ہے لفظ بیگم پر، اس سے جس شخص کی زوجہ مراد لی گئی ہے، وہ خواہ کچھ ہی ہیں، لیکن نواب نہیں، نواب کے بغیر اُس کی زوجہ کے لئے بیگم کا اطلاق کیسا مضحکہ خیز ہے، آجکل ہندوستان میں گھر گھر بادشاہت ہے، خواہ کوئی اپنی عورت کو بیگم کا خطاب

دیدینے کوئی **دیوان** بن جائے، دیکھ لیجئے ملکی اخبارات ایسے خطابات بخشتے ہیں، شاہانِ مغلیہ پر بھی فوق لیگئے، بیگم مسٹر محمد علی، بیگم حسرت موہانی، بیگم سر شفیع، بیگم حسن نظامی، بیگم ایرا، بیگم عبرا، غرضیکہ قواعد اُردو و فارسی کا کُند چھُری سے گلا کاٹا جا رہا ہے، ایسے ہی ہندیوں میں لفظ **دیوان** کی دُرگت بنائی جا رہی ہے، ابزادمیں ایک وکیل **رام پرشاد** نامی تھا، پہلے وُہ مسٹر کے لقب سے مشہور ہُوا، پھر آہستہ آہستہ دیوان رام پرشاد بن گئے، حالانکہ موت کے آخری لمحے تک دیوانی کی شکل نہیں دیکھی، ایسا ہی لاہور میں کشتی ایم، اے، ایل، ایل، بی نرنجن پرشاد ہے وُہ بھی مسٹر سے دیوان ہو گیا، ایک روز میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہیں **دیوان** کا خطاب حاصل ہے، اُس پر وُہ جھجکا، میں سمجھ گیا کہ یہ بھی **بیگم** جیسے **دیوان** ہیں، میں نے پھر دریافت کیا کہ کیا آپ کے والد دیوان تھے، وُہ بلا جواب دیئے سڑک ناپتا نظر آیا، اُس روز سے مجھے یہ الجھن پیدا ہو گئی کہ کسی طرح تحقیق کروں، پتہ لگا کہ اِس کا دادا چند سال دیوان رہا تھا، پھر وُہ "رشوت" اور "شرارت" کی وجہ سے ایک دُور دراز مقام پر ایسا جلا وطن کیا گیا کہ اُسے اپنی زندگی میں وطن دیکھنا نصیب ہی نہ ہوا، یہ ہے بیگم اور دیوان کی اصلیت، زمانہ خود پسند اور مغرور واقع ہوا ہے، خواہ کوئی کچھ بن جائے، پوچھتا کون ہے، اب ذرا ایسے کنور صاحبان کی حقیقت سنئے (نقاد لاہوری)

تاجداران کا ولائتی سفر

تاجداران کپورتھلہ، پٹیالہ، بڑودہ و دیگر مہاراجگان کے ولائتی سفروں پر ہندو اور مسلمان ہر طبقے کے اخبارات ہمیشہ نئے نئے اعتراضات کرتے رہتے ہیں، بعض بدبخت اخبارات ریاست وغیرہ تو نہایت ہی گندے اعتراضات کرتے ہیں، یہ اخبارات اپنے اغراض سے اندھے ہو کر جو کچھ واہی تباہی بکتے ہیں، اِس کی غرض و غایت معلوم ہے، مگر یہ اعتراض اُس وقت با وقعت ہو جاتا ہے جبکہ ایسا تاجدار اپنے سفر کے تجربات سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتا، تاجدارانِ ہند کا

دشمن معزول مہاراجہ نابھہ کا حمائتی سفید پوش ڈاکو اخبار ریاست معزول مہاراجہ کو ولایت جانیکے پاسپورٹ کی منظوری پر چیختا ہے۔ چلاتا ہے۔ روتا ہے۔ پیٹتا ہے، کہ ہائے میرے ممدوح کو کیوں پاسپورٹ نہیں دیا۔ اِس عقل کے اندھے سے دریافت کیا جا سکتا ہے، کہ جب وُہ تاجداران کے ولائتی سفر کا دشمن ہے۔ تو اِس نامنظوری سے آتش زیر پا کیوں ہے، قومی اخبار دیگر تاجداران کے سفر ولایت پر ہر طرح اعتراضات کرتے ہیں لیکن جب شہریار کابل روایات کے خلاف ایسا سفر کرتا ہے، تو ایسے سفروں کے مفاد بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے چنانچہ ذوالقرنین بدایوں کی وجوہات سُننے کے قابل ہیں اور یہ بھی سمجھنے کے قابل ہے، کہ اپنے کی بُرائی کس پیرایہ میں اچھائی ظاہر کی ہے :-

"اسی لئے سابقہ بحری سفر کا بھی تجربہ کریں، اور ساتھ ہی بحری قوت کا بھی اندازہ لگائیں، ہز میجسٹی شاہ افغانستان کے اِس دُور دراز اور تکلیف دہ سفر کا مقصد کیا ہو گا۔ اِس پر بحث کرنے کا اِس وقت موقع نہیں، لیکن اس قدر ضرور کہا جا سکتا ہے، کہ یہ سب زحمت اِس لئے گوارا کی جا رہی ہے، کہ افغانستان دُنیا کے کسی ترقی یافتہ مُلک کے پیچھے نہ رہے، اور وُہ دورِ جدید کی تمام ترقیوں سے روشناس ہو جائے، اِس کام کی ابتداء اُنہوں نے اِس طریقہ پر فرمائی کہ وُہ یورپ کے ممالک کا مُعائنہ فرما کر اور یورپین مُدبّروں سے تبادلہ خیالات فرما کر اپنے ذاتی تجربہ میں معقول اضافہ کریں، ریلوں کی توسیع بھی اِس کے مدِ نظر ہے، ہز میجسٹی شاہ افغانستان کو اپنے موجودہ سفر میں تجارتی ضرورتوں کے لئے ریلوں کی تعمیر اور سیاسی اغراض کے لئے بندرگاہوں اور ہوائی جہازوں کی اہمیت کا اگر صحیح اندازہ ہو گیا تو ممکن ہے، کہ آئندہ دس پانچ سال کے عرصہ میں افغانستان میں ہر طرف ریلیں دوڑتی نظر آئیں، اور اس کے یہ معنی ہوں گے، کہ رُوس اور پنجاب کی ریلوں میں جو فصل باقی ہے، وُہ نہ رہے گا، خلاصہ یہ کہ اِس سفر کا کم سے کم یہ نتیجہ ضرور نکلے گا کہ افغانستان کی یہ پالیسی کہ وُہ دُنیا سے الگ تھلگ رہ کر اپنی کوہی حدود میں محدود رہے، اور بیرونی تعلقات نہ پیدا کرے، ختم ہو جائیگی،"

مالائے مروارید

سر کے بال، پلکیں، بھویں یعنی ابرو، محاسن یعنی ڈاڑھی مونچھ کے بال اور دیگر جسم کے ہر مقام کے بال، غرضیکہ بیدوں نے بالوں کی کمی، افزائش، نرمی، سختی، باریکی، موٹاپن، موجودگی اور عدم موجودگی کے متعلق بھی بڑی چھان بین کی ہے، اور اُن کے نتائج بھی کیا ہے، اُن کے خواص بھی ظاہر کیے ہیں، فی الحال ہم بعض کے خواص درج کرتے ہیں،

جس انسان کے سر کے بال گنجان اور موٹے ہوں، وہ انسان بے نصیب اور بے عقل ہوگا، اور جس کے سر پر بال نہ ہوں، وہ خوش نصیب، صاحبِ جاہ اور صاحبِ دماغ ہوگا، ہر قسم کے موٹے اور سخت بال بدنصیبی کی علامت ہے، کشادہ پیشانی یعنی پیشانی پر بال زیادہ بڑھے ہوئے نہ ہونا، اقبال کی علامت ہے، جس شخص کی مونچھیں بڑی ہوں سمجھنا چاہیے کہ وہ بڑا دلیر اور بیباک ہے، ڈاڑھی کے زیادہ گنجان بال بھی کچھ مبارک نہیں، جس شخص کی چھاتی پر بال نہ ہوں، وہ شخص دغاباز، سینہ سیاہ، بدباطن سمجھنا چاہیے، اور اس میں کبھی غلطی واقع نہیں ہو سکتی، برعکس اس کے جس شخص کی چھاتی پر بال ہیں، وہ قابلِ اعتبار، نیک باطن سمجھنا چاہیے، تمام بدن پر بالوں کا ہونا وحشت کو ظاہر کرتا ہے، عورتوں کے ڈاڑھی اور مونچھ کا ہونا بدنصیبی کی علامت ہے، عورت کے سر کے بال جس قدر دراز ہوں گے، اُسی قدر نیک اور صاحبِ جمال سمجھنی چاہیے، عورتوں کی بھری ہوئی اور ترچھی ابرو اُن کے صاحبِ اولاد ہونے کی دلیل ہے، ہر شخص کے سر کے بالوں یعنی تالو کے مقام پر بھوری یعنی ایک چکر سا ہوتا ہے، اس کو بقدر کھُر یا دہ گا دو کاٹنے سے عمر بھر بچانا چاہیے، کیونکہ یہ مقام نہایت نازک ترین ہے، اس پر بالوں کا موجود رہنا ممدِ حیات ہے،

ناظرین رئیس ہند خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف،

بابِ اوّل

رُواجِ شِکن

(سلسلہ کے لئے دیکھو رئیس ہند مئی و اگست ۱۹۲۶ء)

نقّال نقل کر کر کے نئے کام کرنے کی طاقت کو کھو بیٹھتا ہے' اس کی نئی اپج کی طاقت زائل ہو جاتی ہے' اُسکی قوتِ ایجاد اور نئے ذرائع سوچنے کی طاقت بالکل نہیں بڑھ سکتی' اس کی کام کرنے کی قابلیت اُسکی نئی باتیں کر دکھانے کی لیاقت بالکل شکستہ ہو جاتی ہے' اور اُس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے' کہ وُہ بجائے اپنی طاقتِ ایجاد استعمال کرنے کے اور لوگوں کی تقلید پر دھیان رکھتا ہے'

کوئی شخص دُنیا میں ایسا نہیں ہوا' جس نے دوسروں کی نقل کر کے کامیابی حاصل کی ہو' جس نمونہ کی اِس نے نقل کی ہے' وُہ نمونہ خواہ کتنا ہی بڑا اور کامیاب کیوں نہ ہوا ہو' کامیابی کی نقل کامیابی سے نہیں ہو سکتی' کامیابی تو بذاتِ خود نرالی اور دلفریب ہے' یہ تو ذاتی طاقت کا ظہور ہے' جتنا کوئی آدمی ذات سے دُور جانے گا' اتنا ہی وُہ ناکامیاب ہو گا'

جسوقت ہنری وارڈ بیچر اور فلپس بروکس شہرت کے اوج پر تھے' سینکڑوں نوجوان پادریوں نے اُن کے طرز' ان کے اطوار' ان کے طریقۂ اظہار' ان کی عادات' ان کی اعضاء کی جنبش وغیرہ کی نقل کرنے کی کوشش کی' مگر وُہ لوگ اِن ہر دو اشخاص کی طاقت کے حصول سے اتنے ہی دُور رہے' جتنا کہ ایک معمولی بھدی سی تصویر ایک بڑے اعلیٰ پایہ کی تصویر . . . . سے دُور رہتا ہے' اِن نقالوں میں سے کوئی بھی کسی قدر وقعت کا آدمی نہ بنا' جب تک کہ اُس نے نقل کرنا نہ چھوڑا' اور خود اپنی بُنیاد پر مکان بنانا شروع کیا' بہت سے پادری آجکل صرف اِن واعظوں کو دُہرا دیتے ہیں' جو انہوں نے پڑھے ہیں' اور پڑھ کر جذب کر لی ہیں' بہت سی کتابیں سابقہ کتابوں کی نقلیں ہیں' اور اُن کے مصنفوں نے پہلے مصنفوں کے مضامین اور طرزِ تحریر کو ہی دُہرا دیا ہے' ایسی کتابوں میں کوئی جان' کوئی طاقت کوئی اصلیت نہیں ہے' اِن سے پڑھنے والوں یا سُننے والوں کے خون میں جوش یا دِل پر اثر پیدا نہیں

ہوتا نقل کیا ہوا، اور دُہرایا ہوا خیال مثل اُس ردی کے ہے، جو باسی ہو مگر گرم کرلی گئی ہو، اسمیں تازی روٹی جیسی خوشبو اور خستہ پن نہیں ہوتا، جو مصور کہ رفائل یا ملیٹ کی بالکل ٹھیک طور سے نقل کرسکتا ہے، وہ ہرگز مشہور نہیں ہوگا، بلکہ وہ مصور شہرت حاصل کرسکے گا، جو ایسی تصویر بناتا ہے، جو اس سے پہلے صفحۂ قرطاس پر نہیں بنائی گئی، جو مصور اپنے معراج کو رنگوں اور اپنے خیالات کے مطابق بنا سکتا ہے، اور کوئی نئی بات پیدا کرسکتا ہے، وہی اپنے فن کا ماہر ہو سکتا ہے، ہزارہا آدمی عمر بھر معمولی سے بھی کم درجہ پر ہی پڑے رہتے ہیں، سبب یہ ہے کہ وہ کبھی اپنی ذات کا اظہار نہیں کرسکتے، اِن کو نئی بات کرنے سے ڈر لگتا رہتا ہے، وہ اپنی قوتِ فیصلہ کا استعمال نہیں کرتے، اِس طرح یہ قوت بھی اُن سے جاتی رہتی ہے، وہ اوروں کے سہارے پر رہتے ہیں، اوروں سے نصیحت مشورہ لینے کے لئے بھاگتے پھرتے ہیں، اور ہمیشہ ایسے راستوں پر چلتے ہیں، جو اوروں نے بنایا ہو، ایسے شخص محض آواز بازگشت کی طرح پہلے بنے ہوئے رستوں پر چلنے والے ہوتے ہیں،

رہنمائی کرنے والا شخص ایک ہوتا ہے، اُس کے پیچھے لگنے والے ہزاروں ہوتے ہیں، مگر صرف وہی شخص بازی لے جاتا ہے، جو مجمعے میں سے نکل کر کوئی غیر معمولی، کوئی نرالا کوئی واحد کام کر دکھاتا ہے، فی زمانہ جو شخص کوئی قابلِ قدر کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے، اُس میں دلیری، خود اعتباری، قوتِ ایجاد و اختراع کا ہونا ضروری ہے،

جس شخص کے دماغ میں کوئی خاص خیال بھرا ہوا ہے، دُنیا اس کے واسطے رستہ چھوڑ دیتی ہے، اس کی ہر جگہ ضرورت ہے، سہارا ڈھونڈنے والے، دوسروں سے معطوف ہونے والے، اور بنے بنائے رستوں پر چلنے والوں کے لئے دُنیا میں بہت کم جگہ ہے، دُنیا کو تلاش ہے (اور ایسی تلاش اُس کو پہلے کبھی نہیں تھی) ایسے شخصوں کی جن میں اصلی زور ہو، جو بنی ہوئی سڑکوں کو چھوڑ کر نئے میدانوں میں نکل پڑیں، اُن جگہوں، اُن سرچشموں کی تلاش ہے، جن میں اپنے پیش رو ہم پیشہ لوگوں کے اطوار و طرزِ عمل سے اختلاف کرنے کی جرأت ہے، اُس وکیل کی دُنیا کو ضرورت ہے، جو مقدمہ کی پیروی نرالے طرز پر کرتا ہے، معلم ایسا درکار ہے، جو کمرۂ تعلیم میں نئے خیال، نئے طریقے عمل میں لاتا ہے، پادری وہ

چاہئے جو کسی دوسرے کے کتابی صورت میں لاتے ہوئے پیغام کو نہیں، بلکہ وہ پیغام جو اِس کو خاص طور پر ملا ہے، لوگوں کو سنائے،

جس طاقت کی مدد سے تم نے اپنی منزلِ مقصود کے اندر پہنچنا ہے، وہ تمہارے اندر تمہاری ہمت، تمہاری دلیری، تمہارے جوش، تمہارے ارادے، تمہارے نراسے پن، تمہاری عادات کی شکل میں لپٹی پڑی ہے، یہ طاقت کسی اور میں نہیں، بلکہ تمہارے اندر تمہارے حکم کے ماتحت ہے، جتنی جلدی تم اِس خوابِ خرگوش سے بیدار ہو جاؤ، اور باہر سے کسی بڑی مدد کی اُمید کے خیال کو ترک کر کے اپنی ذاتی طاقت پر اعتماد کرنا شروع کر دو، اتنا ہی اچھا ہو گا، دُنیا میں دوسرے لوگوں کے خیالات تجاویز، طرز اطوار، مستعار لیتے پھرنا، دوسرے لوگوں کے قوتِ فیصلہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اُن سے مشورہ لینے کے لئے دوڑے پھرتے رہنا، اور اپنی طاقت، خود مختاری اور خود اعتباری کو نہ بڑھانا بڑا ہی قابلِ رحم نظارہ ہے،

ہر جگہ کاروباری کوٹھیوں میں ہم دیکھتے ہیں، کہ وُہی پُرانے بوسیدہ طریقے کام کے جاری ہیں، وُہی بڑے بڑے بہی کھاتے، دیرینہ قسم کے آلاتِ کاروبار رائج ہیں، وجہ کیا ہے؟ ان کوٹھیوں کے مالک بُری طرح سے لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں، رسم و رواج کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں، زمانہ کی رفتار کے مطابق چلنے والے کاروباری آدمی ہمیشہ پُرانے طریقوں اور رواجوں کو جو پشتہا پشت سے چلے آ رہے ہیں، توڑتے رہتے ہیں، ترقی کرنے والے آدمی جانتے ہیں، کہ دُنیا ہر روز نئی ہوتی جاتی ہے، اور اُس کو نئے سلوک اور نئے طریقے کی ضرورت ہے، ایسا شخص روشنی کی طرف نگاہ رکھتا ہے، اُس کو اِس بات کی پروا نہیں، کہ کتنے شخص اُس سے پہلے کام کر چکے ہیں، یا کس طریقے سے کر چکے ہیں، یا جس کام کو وُہ کر رہا ہے، اُس کے متعلق کیا کیا ناجائز خیالات چمٹے ہوئے ہیں، وُہ تو کام کرتا رہتا ہے، اور خاص اپنے طریقے سے کرتا ہے، دُنیا کی ترقی کی جو موجودہ صورت ہے، وُہ کس بات کا نتیجہ ہے؟ وُہ صرف اِس طرح ظہور میں آئی ہے، کہ زمانہ سابق کی باتوں کو توڑ دیا گیا، ناکارہ طرز و اطوار کو الوداع کہا گیا، نکمے خیالات، بیوقوفی کے جھوٹے رواجات، تعصبات اور بوسیدہ طریقوں کو خیرباد

کہا گیا کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا، کہ سلطنت انگلستان نے اکتیس جنگی جہاز جو موجودہ ضروریات کے مطابق ڈیڑھ کروڑ ڈالر کی لاگت کے بنے ہوئے تھے، لاگت سے پچانوے فیصدی کمی پر فروخت کر دیئے، اِن جہازوں سے بہت تھوڑا عرصہ خدمات لی گئیں تھیں، مگر چونکہ جہاز سازی کے کام میں بہت تیزی کیساتھ ترقی ہوگئی تھی، اس لئے یہ جہاز ضروریات کے لئے کافی خیال نہیں کئے گئے، جو کلیں آج رائج ہیں، اور نہایت کارآمد اور ضروری خیال کی جاتی ہیں، اُن کو پانچ سال کے عرصہ میں ترقی کرنے والے لوگ نیلامی کی دُکانوں کے سُپرد کر دینگے،

زمانہ حال کی بڑی ٹِک ٹِک کرنے والی تقریباً انسانی شکل کی تمونامی چھاپنے کی مشین کاغذ مکمل طور پر چھاپ چھاپ کر اتنی جلدی پھینکتی جاتی ہے، کہ ایک آدمی اُن کو گن نہیں سکتا، اور کاغذ کے بڑے بڑے بڑے مُٹھے اتنی تیزی کے ساتھ اُس میں سے نکلتے آتے ہیں، کہ جیسے گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا ہو، پچاس سال پہلے جو کلیں چھاپنے کی تھیں، اُن کی کافی تعداد زمانہ حال کی ایک مشین جتنا کام نکالنے کے لئے نیویارک کے بڑے سے بڑے سر بفلک مکان میں نہیں سما سکتیں،

ہر جگہ دیکھنے میں آتا ہے، کہ نئی نئی چیزیں جمع ہو ہو کر پُرانی چیزوں کو دُنیا سے نکال رہی ہیں، جو کلیں آج مکمل خیال کی جاتی ہیں، اور جو برقی ایجادات زمانہ حال کے عجوبے خیال کئے جاتے ہیں، تھوڑے ہی عرصہ میں یہ سب عجائب خانوں میں بطور عجائبات کے رکھدیجائینگی،

ترقی کے راستے میں جو شخص رکاوٹیں ثابت ہو رہے ہیں، وُہ صرف نئی باتوں کی مذمت کرنیوالے ہیں، وُہ زمانۂ سلف سے چمٹے ہوئے اس کی پرستش کر رہے ہیں، اور اُن کو یقین نہیں آتا، کہ جو بات پہلے نہیں ہوئی وُہ اب ہو سکتی ہے،

لکیر کے فقیر شخص مشکل باتوں کو ناممکن خیال کرتے ہیں، رواج کے غلام ہمیشہ ہی صدا اٹھاتے رہتے ہیں، کہ فلاں کام ہو ہی نہیں سکتا، فلاں کام ناممکن ہے، لیکن لکیر کے فقیروں اور رواج کے غلاموں کو دُنیا فراموش کر دینی چاہئے، اور جہاں کہیں تہذیب کا سُورج چمکتا ہے، دُنیا رواج شکن لوگوں کے نام پر یادگار کھڑی کرتی ہے، سابقہ اور حالیہ رواج شکنوں کی دُنیا کیا کچھ مرہونِ منت نہیں، اگر ایسے شخاص

کے نام دنیا سے نکال دیئے جائیں، تو کون شخص دنیا کی تاریخ پڑھنے کی کوشش کرے گا،

قوتِ برق کے عجوبے، وائرلیس (بے تار کی تار برقی) ٹیلی گرافی، ہوائی جہاز، خود بخود حرکت کرنے والی سواریاں، چھاپنے کی کلیں، اور اور انسان کی ایجاد کی ہوئی مشینیں، تمام ایجادات اور اختراعات، جن کی طفیل بنی نوع انسان محنتِ شاقہ سے آزاد ہوا ہے، اور جن کی بدولت اُن کی خراب حالت درست ہوئی ہے، یہ سب ایسے اشخاص کی پیدا کردہ ہیں، جو اپنے آبا و اجداد کے بنائے ہوئے رستوں پر چلتے رہنے پر قانع نہیں تھے، بلکہ جنہوں نے انبوہ سے الگ ہو کر بنی نوع انسان کے لئے نئے راستے قائم کر دیئے،

موجودہ زمانہ کے جو آرام، آسائش و عشرت کی باتیں ہیں، وہ ایسے اشخاص کے دماغ سے پیدا ہوئی تھیں، جنہوں نے پُرانے رسوم و رواجات سے انحراف کیا، اور لبا اوقات مشکلات مخالفت اور تمسخر کے باوجود ایک نیا اور بہتر طریق قائم کر دکھایا، جس سے دنیا ہزار ہا سال کیلئے ترقی کے راستہ پر لگ گئی،

ہو، نیلیڈ، سیٹون سن، فلٹن، بیل، مورس، ایٹ، ایڈی سن، مارکونی، رائٹ اور دیگر ہر زمانہ اور ہر ملک کے رواج شکن لوگ ہی تہذیب کو ترقی کی طرف اور اونچائی کی طرف لے جانیوالے ہوتے ہیں،

بیرن رالفنس چائلڈ کا زندگی بھر یہ موٹو رہا "آگے بڑھنے کی دلیری کرو" اور جن جن اشخاص نے دنیا پر اپنا نشان چھوڑا، وہ بھی اسی ماٹو کے قائل رہے، اپنے خیالات سے ڈرو نہیں، اپنے آپ پر یقین رکھو، اور اپنی ذات کا اظہار کرو،

جب امیر البحر ڈوپانٹ شہر چارلس ٹن کے اوپر قبضہ نہ کر سکنے کے متعلق امیر البحر فیراگٹ کے روبرو عذر بیان کر رہا تھا، تو خرالذکر سخت مزاج امیر البحر بولا " ایک اور وجہ بھی ہے جو تم نے بیان نہیں کی، اور وہ یہ ہے کہ تم کو یقین نہیں تھا کہ اس شہر پر قبضہ کرنے کا کام تم کر سکتے ہو"

جس شخص کو یہ یقین نہیں کہ جو کام پہلے نہیں ہوا وہ اب ہو سکتا ہے، یاد رکھو کہ وہ کبھی ایسا

کو کبھی نہیں سکتا' اس کو چاہیئے کہ ناممکن ہونے کے لفظ کو لغات سے خارج کر دے' اور شک و شبہ کو فرہنگ سے نکال دے'

آوازہائے بازگشت' نقلیں وغیرہ کچھ کام نہیں کر سکیں' پہل کرنیوالے' نڈر' اپنی ذات کا اظہار کرنے والے' اور مثبت عادات والے آدمی ہی انبوہ سے نکلنے کی جرأت کر کے اپنا پروگرام بنا سکتے ہیں' اور دوسروں کے خیال اور رائے کی پروا نہ کرتے ہوئے' اس پروگرام پر عملدرآمد کر سکتے ہیں' صرف ایسے اشخاص ہی دُنیا میں بازی جیت سکتے ہیں'

باب دُوم

مَوقعوں کی کمی

"میرا مقصد یہ تھا کہ جس شہر میں پیدا ہوا ہوں' وہاں نیکی کروں' اپنی اور دوسرے لوگوں کی حالت بہتر بناؤں' اور میں نے ایسا ہی کیا" متذکرہ بالا مختصر اور سادے الفاظ میں' جان کے جانسن نے بحالت گورنری منے سوٹا اپنی زندگی کی سیدھی سادی کہانی بیان کر دی' یہ نوجوان افلاس میں پیدا ہوا' فلاکت و احتیاج میں پلا' ہر طرف ظاہرا ناقابل مغلوب رکاوٹوں سے گھرا رہا' بے یار و مددگار تھا' کسی قسم کی تعلیم و ترقی کا کوئی موقعہ اس کو میسر نہیں تھا' مگر اس نے موقعوں سے بے بہرہ امریکی لڑکوں کی شاندار فہرست میں ایک نام ایزاد کر دیا' ان موقعوں سے بے بہرہ لڑکوں نے فلاکت پر فتح پا کر اعزاز و عزت حاصل کی' اس شخص نے ثابت کر دکھایا کہ دُنیا مصمم ارادہ والی ارواح کے آگے سے راستہ چھوڑ دیتی ہے' کامیابی آدمی کے اندر سے پیدا ہوتی ہے' موقعوں سے نہیں ہوتی'

منے سوٹا میں ہزاروں لڑکے لڑکیاں ایسے ہوں گے' جن کے لبوں پر یہ شکایت رہتی ہوگی کہ ہائے ہم کو اعلیٰ و وسیع ( ) تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں' ہائے ہم کو زندگی کی ابتدا کرنے کے لئے کوئی بڑا موقعہ میسر نہیں' مگر لڑکا جانسن اس بوجھ کو اُٹھا کر چلنے کی جدوجہد کر رہا ہے' جو ایسے سے ہاڑ ہیرے نہ سادن سوکھے' باپ نے اُس کے اور اُس کی ماں کے کندھوں پر

ڈالدیا تھا، یہ بوجہ کیا تھا، تمام کنبہ کی روزی مُہیا کرنے کا بوجھ تھا، یہ آٹھ نو سال کی عُمر کا لڑکا کپڑے دہونے کے کام میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا، جب اُس کی عُمر تیرہ سال کی ہوئی، تو اُس نے ماں سے دوسروں کا کام کرنا چھُڑا دیا، خود دن بھر گاؤں کی دُکان میں کام کرتا، اور شام کو مقامی مطبع میں مزدوری کرتا، گاؤں سے باہر کے گھروں میں ڈاک اور پارسل پہنچاتا، اپنے آرام کا ذرا خیال نہ کرتا، اور اتنی خود انکاری صرف اِس لئے کرتا تھا کہ ماں کا بوجھ ہلکا ہو، پانچ چھوٹے بہن بھائیوں کو کھانا اور کپڑا میسر ہو، اور وُہ تعلیم پا سکیں، یہ سب باتیں اُس شخص کی زندگی کی قابل قدر تفصیلات ہیں، اگرچہ مفلسی کے ساتھ اُس لڑکے کو سخت جنگ کرنا پڑا، مگر اُس نے دلیری اور خود اعتمادی کو ہاتھ سے نہ دیا، اِن تمام باتوں میں اُس کو اعلیٰ زندگی کا موقعہ دکھائی دیتا تھا، جہاں اوروں کو اوسط درجہ کی یا نکمی زندگیاں دکھائی دیتی تھیں، وہاں اس لڑکے کو بڑی باتوں کے لئے موقعہ دکھائی پڑتا تھا، رکاوٹوں کی اُس کو کیا پرواہ تھی، اُس کو معلوم دیتا تھا کہ جو بات کبھی میرے رستہ میں حائل ہوتی ہے، میں اُس سے بڑھ کر ہوں جب کپڑے دہلائی کی کمی کی وجہ سے جاڑے میں تھر تھر کانپنا ہوتا، اور کنبہ کا بوجھ اُس کے کندہوں پر بہت بھاری معلوم ہوتا، تب کبھی اُس لڑکے کے ارادہ میں جنبش نہ ہوتی تھی، وُہ آگے کی طرف قدم اُٹھاتا اور بہتر بننے کی کوشش کرتا، کسی قسم کی ذمہ داری سے اُس کو ڈر نہیں معلوم ہوتا تھا، ضرورت اگر اُس کو تھی تو صرف موقعہ کی تھی، اور اُس نے موقعہ کی انتظاری نہیں کی، بلکہ موقعہ خود بنالیا،

جو شخص ٹھیک مرکبات سے بنے ہُوئے ہوتے ہیں، وُہ حیل وحجت نہیں کرتے بلکہ کام کیا کرتے ہیں، اُن کو بڑبڑانا اور شکایت کرنا نہیں آتا، وُہ تو آگے کی طرف بڑھتے رہنے کی کوشش کرتے ہیں، وُہ اِس بات کا انتظار نہیں کرتے کہ کوئی آکر اُن کی مدد کرے، وُہ اپنی مدد خود کیا کرتے ہیں، وُہ موقعہ کے لئے چشم براہ نہیں رہتے بلکہ موقعے خود بنالیتے ہیں، جو لوگ شکایت کرتے رہتے ہیں کہ ہم کو موقعہ نہیں ملتا، وُہ گویا اپنی کمزوری اپنی ناقابلیت کا اقرار کرتے ہیں، وُہ اپنے حال سے اِس بات کا اظہار کرتے ہیں، کہ جو موقعہ اُن کے آگے آپڑا ہے، وُہ اُس کی برابری نہیں کرسکتے، اور جو رکاوٹ اُن کے راستہ

میں حائل ہیں، وہ اِس سے بڑے نہیں ہیں،

”ہائے مجھے موقعہ نہ ملا“ یہ بہانہ صرف وہ لوگ کیا کرتے ہیں، جو کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھ سکتے، ناکامیاب اشخاص کی فوج کی فوج سے ملاقات کرو، بہت سے اُن میں سے تم کو بتائیں گے، کہ اُن کو دوسروں کی طرح موقعہ نہیں ملا، کوئی اُن کا مددگار نہیں تھا، کسی نے اُن کو سہارا نہ دیا، وہ تم سے اِس بات کا بھی ذکر کریں گے، کہ اچھی اسامیاں سب پر ہو چکی تھیں، کسی پیشہ کسی کاروبار میں ترقی کرنے کو جگہ نہیں تھی، اُن کے لئے کوئی موقعہ نہیں تھا، تمام اچھے اچھے موقعے پیشتر اِس کے کہ وہ کسی ایک کو قابو کرتے ختم ہو چکے تھے،

ایک مہم فتح کرنے کے بعد کسی نے سکندر سے دریافت کیا، کہ ”اگر موقعہ ملے تو کیا آپ کا ارادہ اگلا شہر فتح کرنے کا بھی ہے“، جواب میں سکندر نے گرج کر کہا کہ ”موقعہ کیا ہوتا ہے، موقعہ تو میں خود بنا لیا کرتا ہوں“، جو شخص موقع بنا لیا کرتے ہیں، اُن کی ہر جگہ ضرورت ہے،

موقعوں کے انتظار کرنے کا عادی ہو جانا خطرناک ہے، مشکل کام کرنے کی ہمت، اور تشویق انتظار میں ہی ضائع ہو جاتی ہے، جو شخص نکمے بیٹھے رہتے ہیں، یا موقعہ کی تلاش نامناسب جگہ میں کرتے رہتے ہیں، اُن کی نظر میں موقعہ ہی نہیں آتا، ہمت سے کام کرنے والے آدمی جو موقعہ کے تیار بر تیار رہتے ہیں، وہی موقعہ کو دیکھ سکتے ہیں،

بعض لوگ موقعہ بینی کی عادت یہاں تک کھو بیٹھتے ہیں، کہ اُن کو کہیں بھی موقع دکھائی نہیں دیتا، ایسے لوگ سونے کی کان میں پھر آتے ہیں، مگر اُن کو سونا دکھائی ہی نہیں دیتا، دیگر لوگوں کو ناکاری اور راستے سے دُور جگہوں میں موقعے دکھائی دے پڑتے ہیں، بینن کو بیڈ فورڈ کے جیل خانہ میں ہی مشہور تمثیلی قصہ لکھنے کا موقعہ دے گیا، جو کاغذ کہ دُودھ کی بوتلوں میں ڈاٹ لگانے کے کام آتا تھا، اُس پر ہی یہ قصہ اُس نے لکھ ڈالا، تھیوڈور پارکر اور لوسی سٹون جیسے اشخاص کو پڑھائی کرتے کالج میں جانے کا موقعہ دکھائی دے جاتا ہے، کئی لڑکے ایسے ہوتے ہیں اگر اُن کو لکڑیاں کاٹنے دسترخوان پر خدمت کا کام انجام دینے، خط پتر لے جانے کا موقعہ مل جاوے، تو اِسی میں ان کو اپنی خالی ہونگی

"رئیس ہند کا کپورتھلہ گولڈن جوبلی نمبر"

اور

اُسکی شاندار مقبولیت

کارکنانِ رئیسِ ہند نے جس شان و اہتمام سے یہ نمبر تیار کر کے شائع کیا ہے، ملک میں ایسی نظیریں کم ملتی ہیں، جب اسکی خاص اجلاد مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ کی نذر کی گئیں، حضور ممدوح نے ملاحظہ فرمانے کے بعد بیحد تعریف فرمائی' اور تصاویر کے متعلق خاص داد دی' یہی وجہ ہے کہ اطرافِ ملک سے اس کا غیر معمولی خیر مقدم کیا گیا' ملکیہ کا یہ تقاضا ہے کہ وہ پبلک امانت رئیس ہند کے دسترخوان بھی سجائی جائے'

(۱) ریاست کپورتھلہ کا سرکاری اخبار اس جشنِ زریں کی قابل داد رویداد قلمبند و مکمل کرتے ہوئے اپنی ۷ ار دسمبر کی اشاعت میں خبر رساں ہے :-

"ہماری رائے"

"ہندوستان میں آج متعدد اُردو' انگریزی اخبارات شائع ہوتے ہیں' بعض روزانہ ہیں' کچھ ہفتہ وار' باقی ماہواری' یہ کیا ہی خوش کن امر ہے' کہ بالاتفاق جملہ تقریباً اخبارات نے بتقریب عید جشنِ زریں جوبلی کپورتھلہ اپنے اخبارات کے خاص نمبر شائع کئے' جن میں ریاست دفرمانروائے ریاست العالیہ کپورتھلہ کے صحیح اور مفصل حالات بڑی شدومد سے شائع کر کے اپنی دلی عقیدت و ارادت مندی کا اعلیٰ ثبوت دیا ہے' ان جملہ اخبارات میں سے انگریزی کے اخبارات سول ملٹری گزٹ لاہور' ہندوستان ٹائمز لاہور' ٹربیون لاہور' مسلم آؤٹ لک لاہور' ٹائمز اوف انڈیا بمبئی' پائنیر الہ آباد' اور اردو اخبارات رئیس ہند دہلی' انقلاب لاہور' عام لاہور' میونسپل گزٹ لاہور' زمیندار لاہور' برہمن سماچار امرتسر' وکیل امرتسر' ریفارمر جالندھر' نیر اعظم مرادآباد' ریاست' خزانہ بریلی اور دبدبہ سکندری

رامپور کی کارفرمائی واقعی قابلِ رہی ہے، گو اِن کے علاوہ اور بہت سے اخبارات نے حالات شائع کئے، مگر اُن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے، کہ وُہ حالاتِ ریاست سے تھوڑے واقف ہیں، بالتخصیص کیساتھ محض تین اخبارات انگریزی، سول ملٹری، پاؤنیر اور ہندوستان ٹائمز ہیں، ہندوستان ٹائمز اِن میں اوّل نمبر پر ہے، اِس کا فیصلہ اِس کے کپورتھلہ نمبر سے ہو سکتا ہے، اُردو اخبارات میں سے رسالہ رئیس ہند دہلی نے وُہ قابلِ قدر کام کیا، جو دوسروں سے نہیں ہو سکتا" مو قرمدیر نے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ تاریخ ریاست تحقیق کر کے لکھی، اور سرکار والا کے عہد تک حالات قلمبند کر دیئے، گویا ۴۴ صفحہ کے رسالہ کے کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے، ہم اِن معاصرین کو تہِ دل سے ایسے کامیاب نمبر شائع کرنے پر مبارکباد دیتے ہیں' مدیر"

(۲) ممالکِ متحدہ و لکھنؤ کا اِسلامی سربرآوردہ قدیم و مشہور اخبار نیّرِ اعظم اپنی ۱۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

رئیس ہند - یہ رسالہ، رس سے دہلی سے باہتمام جناب منشی سردار دیوان بھگوت رائے صاحب بہار سنامی، ایم اے، ایل بی، ایم پی، ایچ، کی سرپرستی سے نکلتا ہے ۱۹۲۷ء ستمبر، اکتوبر و نومبر کا یکجائی پرچہ "کپورتھلہ گولڈن جوبلی نمبر" کے نمبر کے نام سے نہایت اعلیٰ انتظام اور معلومات کے ساتھ صرفِ کثیر کر کے شائع کیا گیا ہے، سب سے پہلے ہز ہائنیس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ کا ایسا خوشنما فوٹو دیا گیا ہے، کہ جس کے دیکھنے سے طبیعت مسرور ہوتی ہے، اِس کے بعد رموزِ سلطنت رئیس کے عنوان میں دانائی یادگارِ زرّین، تاجدارانِ ہند کی جوبلیاں اور اُن کے منائے جانے کی ضرورت، پر ایڈیٹر نے ایک مبسوط مضمون لکھا ہے، نظارہ اول میں گولڈن جوبلی کا ذکر کیا گیا ہے، اِس کے بعد ریاست کپورتھلہ، راج کپورتھلہ، محل وقوع رقبہ معہ جاگیر اودھ، آبادی، آمدنی، پیداوار، درجہ و اعزاز، کورٹ آف آرم، شجرہ نسب، تاجداران کپورتھلہ، درج کیا ہے، دوسرے مضمون اور حقائق التاریخ میں کپورتھلہ کے عہد علین کے تفصیلی تاریخی حالات دیئے گئے ہیں، ایک مضمون داستان پاستان میں شاہانِ دہلی کے فرامین کا ذکر کیا گیا ہے، تاج المضامین

کے سلسلہ میں تذکرہ عہد دولت مہاراجہ صاحب بہادر اُن کے وزرا اشاف محکمہ جات اعزاز ولیعہد بہادر اور مہاراج کنور صاحبان کے حالات لکھے گئے ہیں، کورٹ آف آرم کی تصویر بھی ایک موقعہ پر دی گئی ہے، ایک صفحہ پر لطائف شاہی درج کئے گئے ہیں، مشاغلِ علمی کے ذیل میں کپورتھلہ کے قابلِ دید مقامات کا تذکرہ کیا گیا ہے، نمائش (ما)س کے عنوان میں سرکاری جواہرات، توشہ خانہ، کتبِ نادرہ، فرمان اور صلاحات کا ذکر کیا گیا ہے، مناظرِ فطرت کے عنوان میں نیچرل کپورتھلہ کے مناظر دکھائے گئے ہیں، آوازِ خلق کے عنوان میں ایڈیٹر نیرِ اعظم کا کپورتھلہ کے اتحاد و اتفاق کے متعلق ایک مضمون درج ہے، رئیس الکلام کے عنوان میں کپورتھلہ کے راجہ جسا سنگھ کے خلاف احمد شاہ ابدالی کے جہادِ مستم کا ذکر ہے، آخر میں گولڈن جوبلی کی سنہری تیاریوں کا ۲۴ نومبر سے ۲۷ دسمبر تک کا تفصیلی پروگرام دیا گیا ہے، موجودہ مہاراجہ صاحب بہادر کے علاوہ بانی کپورتھلہ راجہ جسا سنگھ بہادر کا فوٹو دیا گیا ہے، ایک فوٹو کی تصویر میں چاروں شاہزادگانِ کپورتھلہ پیش کئے گئے ہیں، کپورتھلہ کے بے نظیر اور قابلِ دید جگت جیت نواس پیلس کا فوٹو دیا گیا ہے، غرضیکہ یہ رسالہ اپنی خوبیوں میں اِس موقع جوبلی کے لئے آپ ہی اپنا نظیر ہے، نہایت شان کے ساتھ نہایت خوشنما رنگین ٹائیٹل پیج علاوہ تصاویر کے ۴۰ صفحہ پر شائع ہوا ہے، جو صاحب اِس کے شائق ہوں منیجر صاحب رئیس ہند دہلی سے طلب فرما کر ہمارے کلام کی تصدیق فرمائیں، ایڈیٹر صاحب کی کوششیں قابلِ قدر و قابلِ داد ہیں"۔

(۳) **ذوالقرنین** بدایوں جو اپنے قومی مفاد کا ایک مشہور اور قابلِ قدر آرگن ہے، اور کسی کی حقیقی تنقید پڑھنے کا کبھی روادار نہیں، **رئیس ہند** کے اِس نمبر کا گرویدہ ہو کر تقریظ کرتا ہے

رسالہ **رئیس ہند**۔ جو دہلی سے شائع ہوتا ہے، اور ریاستوں کی تعریف یا نکتہ چینی اُس کا نصب العین معلوم ہوتا ہے، اُس کا گولڈن جوبلی نمبر ہمارے پاس پہنچا ہے، اُس کا ٹائیٹل تو پہلے ہی خوشنما ہوتا ہے، اِس نمبر میں حالاتِ معمول سے زیادہ ہیں، جس مقصد کو ملحوظ رکھ کر یہ نمبر شائع کیا گیا ہے، اُس میں کامیاب ہے، چونکہ اِس کا نام " رئیس ہند کپورتھلہ گولڈن جوبلی نمبر" ہے

اِس نے شروع آخر تک اسی کے متعلق ہے، رہی یہ بات کہ تاریخی واقعات میں ترجیح کا پہلو نمایاں کرنے کے لئے درپردہ تقابل کی ضرورت بھی پیش آگئی ہے، یہ ہمارے نزدیک ایسے مقصد کو کامیاب بنانے کی رسمی کوشش ہے، اِس لئے چنداں قابلِ اعتراض نہیں، بہرحال یہ نمبر ریاست کپورتھلہ کی مختصر جامع اور حسب مراد تاریخ کہے جانے کا مستحق ہے، اور اِس نقطۂ نگاہ سے غیر معمولی طور پر اِس کی قدر ہونی چاہئے"

(۴) "یو، پی" کا ایک نہایت قدیم معزز و متین پرچہ **مخبرِ عالم** اپنی ۲۳ ردسمبر کی اشاعت میں کارکنانِ رئیسِ ہند کو مُبارکباد دیتا ہے :-

رئیس ہند دہلی کا کپورتھلہ جوبلی نمبر — رئیس ہند دہلی جو اپنے رنگ ڈھنگ میں ایک نرالا و چُلبلا ہوا پرچہ ہے، گذشتہ ہفتہ کپورتھلہ جوبلی نمبر کی صورت میں نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا ہے، جس کے قابل ایڈیٹر منشی بھگونت رائے صاحب نے اِس کو صوری و معنوی طور پر قابلِ قدر بنانے کی کوشش کی ہے،

ہرچند کہ اِس مبارک موقعہ پر اور بھی بہت سے اخبارات نے جوبلی نمبر شائع کئے، اور اپنے اپنے پرچوں کو ہر طرح دلکش و دلچسپ بنانے کی کوشش کی تھی، مگر رئیس ہند اِن سب میں نمایاں شان رکھتا ہے، اِس میں ریاست کپورتھلہ کی مختصر مگر مکمل تاریخ ہے، موجودہ بیدار مغز ہز ہائنس مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کی مختصر سوانحعمری و حالات سیر و سیاحت ملک یورپ نہایت دلکش پیرایہ میں لکھے گئے ہیں، اور اِس تقریب گولڈن جوبلی کا وہ قلمی شاندار مُرقع پیش کیا ہے کہ جس کو دیکھ بھال کر ہر شخص اِس ریاست کی اولوالعزمانہ شان کا پورا پورا اندازہ کر سکتا ہے مضامین مبارکبادی و قصائد بھی قابلِ تحسین لکھے گئے ہیں، جس سے اِس کا کافی بڑا حجم ہو گیا ہے، خوشنما تحریر و طباعت کی طرف جس طرح خاص کر توجہ کی گئی ہے، اُسی طرح کاغذ بھی عمدہ و اچھا لگایا گیا ہے، غرض ہر لحاظ و خوبی سے یہ رئیس ہند کپورتھلہ جوبلی نمبر قابل دید ہے، جو اِس مبارک تقریب کا ہمیشہ ایک قابل قدر یادگار رہے گا، جس کی تکمیل و ترتیب کیلئے ہم اِس کے لائق ایڈیٹر اور شائستہ کارکنانِ پریس کو مُبارکباد دیتے ہیں،

(۵) روزانہ اخبار ریلی کے فاضل اور حقیقی نقادِ فن ایڈیٹر صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں اپنا حقِ نقادی ادا کیا ہے، ہم اُن صاحبان کا کہ جنہوں نے ہمارے جوبلی نمبر پر اپنا علمی فرض پورا کرکے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے، دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

"معاصر ریئس ہند" دہلی نے گذشتہ مہینہ کا رسالہ مخصوص برحالات جشن گولڈن جوبلی ہز ہائیس مہاراجہ آف کپورتھلہ شائع کیا ہے، ہمارے فاضل مدیر ریئس ہند نے اس رسالہ میں بڑی خوبی سے مہاراجہ صاحب ممدوح بالقابہ کے حالاتِ زندگی کو قلمبند کرکے گولڈن جوبلی کے سلسلہ حالات کے ساتھ بڑی دماغ سوزی سے مرتب کئے اور ریاست کے اگلے پچھلے حالات کا اپنی انشاء پردازی سے ایک اچھا خاصہ قابلِ یادگار تاریخی کارنامہ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

ہمارے خیال میں اُردو جرائد و صحائف میں ریئس ہند کے جشن گولڈن جوبلی نمبر سے کوئی بھی ہمسری نہیں کر سکتا، ہم اپنے موقر معاصر کی دماغی کاوش اور مصارف رسالہ کو جو اُس نے اس میں برداشت کئے ہیں، بہت بڑی اولوالعزمی خیال کرتے ہیں، ہم کو اُمید ہے، کہ ریئس ہند دہلی اپنی خدمات کے صلہ میں ریاست سے ایک معقول صلہ پائے گا، اور اس کی قابلقدر خدمات ملک میں قدر و منزلت سے دیکھی جائیں گی۔" (باقی دارد)

ہمارے حاصل شدہ سوراج

استیصال بغاوت ریاست مالیرکوٹلہ | گذشتہ سال میں ریاست کے اندر ایک خفیہ سوسائٹی نے باغیانہ خیالات کا سہارا لے کر احکام شاہی کی قابلِ سرزنش توہین کی تھی جس پر ذمہ دارانِ حکومت کو رعب شاہی کے قائم رکھنے کے لئے قدم اٹھانا پڑا، حضور نواب صاحب بہادر نے اپنی کمال دانشمندی و فراست سے خان بہادر میر فضل امام سپرنٹنڈنٹ پولیس پنجاب کی خدمات حاصل کیں۔ اس قابل افسر نے ضابطہ کے موافق مقدمات قائم کئے استغاثہ دائر کئے، شہادات قلمبند ہو رہی ہیں، سازش کے راز افشا ہو چکے، یقیناً جلد تصفیہ ہوگا، ہندوستانی ریاستوں میں حکومت کے خلاف ایسی ایسی سازشیں سخت خطرناک ہیں، حکومت کو چاہئے کہ جہاں جہاں ایسی بغاوت کے عنصر کو دیکھے فوراً قلع و قمع کرکے اپنی غریب و عزیز رعایا کی محافظت فرمائے، مالی انتظامات خان بہادر چودھری سلطان احمد صاحب فرما رہے ہیں،

ریاست نابھہ | ریاست نابھہ کی آمدہ خبروں سے اطمینان ہوتا ہے کہ سردار گوردیال سنگھ اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر سے رعایا مانوس ہے، آپ نے حال میں ایڈمنسٹریٹر نے حکم جاری کیا ہے کہ رعایا ریاست نابھہ کو ملازمت میں فوق دیا جائے، ایسے حکم پر رعایا ریاست نابھہ جس قدر حکومت کا شکریہ ادا کرے بجا ہے، خوش نصیب اُس رعایا کے جہاں کے ارباب حل و عقد کو ایسا مبارک خیال ہے،

ریاست ناہن سرمور | مہاراجہ صاحب نے بنظر دور اندیشی کچھ عرصہ کے لئے بندوبست ملتوی فرما دیا تھا، مگر دربار نے پنجاب کے مستند افسر رائے بہادر سردار کاہن چند صاحب کی خدمات سے استفادہ اٹھایا، اوّل ابتدائی رپورٹ تیار کرائی، جو بہت پسند کیا گیا اجرائے بندوبست کے احکام صادر ہوئے، ریاست و رعایا کی یہ عین خوش قسمتی ہے کہ اُسے ایسا ہمدرد دانا افسر ملا، مہاراجہ صاحب ترسٹ ٹیک بہادر جیسا

سابق مہاراجہ اندور اخبارات میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ معزول مہاراجہ اندور کچھ عرصہ کیلئے ہندوستان تشریف لا رہے ہیں' مہاراجہ موصوف نے جس خاموشی اور اطمینان سے ایام بسر فرمائے ہیں' اُس کا تقاضا ہے کہ ارباب حل وعقد سلطنت قیصری ایسے بیدار مغز فرماں روا کو ہر طرح آزادی عطا فرمائے' بس طرح کہ سانحہ شادی کرنے' بدنہاد اخبارات کو ایک مضمون مل گیا' افسوس'

ناجیب اُرالور ہندوستانی اخبارات ہندوستانی ریاستوں کے لئے ایک زحمت ہوگئے ہیں جہاں پہلے ہندوستانی ریاستوں کی ہر طرح حفاظت کی جاتی تھی' اب ایسے اخبارات جاری ہوگئے ہیں کہ جو اس حاصل شدہ کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوتے ہیں' رئیس ہند ایسے نامراد حملوں کو روکنے کے لئے جاری ہوا تھا' اس کے بعد ایسے اخبارات بے تعداد جاری ہوئے' جن کا شغل ریاستوں کو بدنام کرنا ہے' یا اپنا دوزخ بھرنا ہے' دیگر اخبارات بھی غیر معمولی طور پر ریاستوں کیخلاف حصہ لینے لگ گئے' چنانچہ بہت سے بدنہاد کا ریاست میں داخلہ قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے' الور میں سلور جوبلی کی تیاریاں ہو رہی ہیں'

تعصّب یا شیطان اپنے مذہب پر کاربند رہنا اور اُسے اچھا سمجھنا بُرا نہیں' بُرا ہے یہ کہ مذہب کی پاسداری سے دیگر مذاہب کی خوبیاں' بدیاں نظر آئیں اور اُن کے نیک افعال بُرائی کی روشنی میں دکھائے جائیں' اسی کا نام تعصّب ہے' اگر واقعی کوئی ایسا ہے' تو وُہ شیطان ہے'

مہاراجہ کپورتھلہ کا دورِ حکومت ہر طرح کی علمی وعملی' عقلی و ذہنی ترقیات کے لئے دُنیا بھر سے دادِ تحسین لے چکا ہے' جنہوں نے اپنی رعایا کے ہر مذہب وملت کے افراد کو زیورِ علم و ہُنر سے آراستہ کیا' جشنِ گولڈن کی تقریب پر ہر طرح کی کامیابیوں کو دیکھ کر ملک نے یہ تسلیم کر لیا ہے' کہ آپ ایک نہایت رعایا پرور' بیدار مغز' سربرآوردہ کامیاب حکمران ہیں' اگر ادنیٰ ذلیل پرچہ پلسیہ اخبار لاہور جو اپنے قومی تعصبات کے اظہار کا کوئی موقعہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا' اپنی خاک اُڑانے ۵ اردسمبر ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ہرزہ سرا ہے ۔

آئینی ۵ سالہ جشن گدی نشینی کی خوشی کی یادگار میں ہز ہائینس مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے ۲ لاکھ روپیہ کے صرف سے کپورتھلہ میں ایک عالیشان ہسپتال (اسپتال) بنانے کا ارادہ کر لیا ہے" سارے جشن میں رعایا کے فائدے کی صرف یہ ایک بات ہے"

ریاست کی مسلسل بے نظیر حکمرانی کی بنا پر کہنا پڑتا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ریاست جنید ڈھنیگرہ کی ایک زمانہ تھا جب راجہ رگھبیر سنگھ بہادر ایک ایک پائی پر جان لڑا دیتے تھے، ایک یہ زمانہ ہے کہ ریاست جنید کی لکھوکھا روپے کی جدی جائداد اور بے تعداد زر نقد و جواہر ڈھنیگرہ کے ہاتھوں تباہ و برباد کیا جا رہا ہے، اسکی تفصیلات بڑی درد انگیز ہیں جب پھول کی ان کی تینوں ریاستوں میں کامل اتحاد تھا، تو ایک کی خرابی کا دوسرا انتظام کرتا تھا، مگر اب یہ حالت نہیں۔ نہ کوئی دوسرے کی نصیحت برداشت کر سکتا ہے، شملہ کی بالوگنج کی کوٹھی ڈھنیگرہ اپنے نام منتقل کرا ہی چکا، اس کوٹھی اور دیگر واقعات کے متعلق اخبارات نے ہر چند لکھا لیکن صاحب پولیٹیکل ایجنٹ نے تا حال کوئی توجہ نہیں دی، اب وفاداران ریاست جنید کوئی اور صورت اختیار کرنے والے ہیں" "نامہ نگار"

رئیس ہند یہ محض ایک خط کا اقتباس ہے، اگر ڈھنیگرا کے تمام مظالم چھاپے جائیں، تو کئی رسالے پُر ہو جائیں، مگر ہم ڈھنیگرا کے متعلق صاحب ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب سٹیٹس کو ادب سے انکے فرائض یاد دلاتے ہیں، کہ وہ اس ریاست کو تباہ ہونے سے جلد بچائیں،

ریاست ٹونک کے بدخواہ طامع اور بدبخت اخبارات نے ریاست کی خباثت نہ سمجھ کر بہت کچھ لکھا تھا، مگر آخر مش ریاست بھی آفتاب صداقت کے آگے زیادہ عرصہ چراغ روشن نہ کر سکا، مگر

اس کی شرارت کا شاخسانہ مولوی محمد مظہر الدین صاحب کے ساتھ مقدمہ بازی کی صورت میں خاص رنگ لاکر رہے گا، صاحب الامان کو چاہیے کہ معاملہ انتہائی عدالت تک پہنچا کر رہیں،

ریاست خیر پور سندھ کی ابتری جب سے قدیم خیال کے تاجداران نے رحلت فرمائی ہے، اور جدید تعلیم و تربیت کے تاجدار حکمران ہو رہے ہیں، سال بسال بدنامی، مفلسی، بدنظمی، دست برداری بڑھتی چلی جارہی ہے، ہمیں تو موجودہ تعلیم و تربیت سے سخت مایوسی ہے، نواب صاحب خیر پور سندھ کی مشکلات سے سب کو ہمدردی ہے، مگر افسوس کہ انتظام کی کل کسی پہلو درست ہونے میں نہیں آتی، ہمیں تو یہی نظر آتا ہے، کہ کسی نہ کسی دن وہاں بھی خاص اختیارات کے ساتھ ایڈمنسٹریٹر حکمرانی کرے گا، نواب صاحب کو چاہیے کہ پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی وساطت سے چندے ریاست کا انتظام کریں۔ ورنہ سخت خرابی کا احتمال ہوگا۔ ریاستوں میں خرابیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں،

حیدرآباد دکن میں خاموشی گذشتہ سال حیدرآباد اور گورنمنٹ عالیہ کی زبانیں حقوق کے لئے بحث مباحثہ کرتی رہتی تھیں۔ اہلِ نظر جانتے تھے، کہ آئینہ اور سنگ کا کیا مقابلہ ہے، اب کچھ عرصے سے حیدرآباد کے پولیٹیکل معاملات پر ہر دو طرف سے خاموشی کا پردہ پڑ گیا ہے، جس کا صریح مفہوم یہ ہے، کہ گورنمنٹ عالیہ اپنی پالیسی میں کامیاب ہوگئی ہے، اگر خود حیدرآباد سے کوئی آواز نہیں نکلتی تو کیا ہوا خواہانِ نظام دیگر مقامات سے روشنی نہیں ڈال سکتے؟ پچھلے دنوں **مہدی مرزا** جاگیردار قتل ہوگیا تھا، ہائی کورٹ حیدرآباد نے **محمد علی خان** قاتل کو سزائے موت کا حکم دے دیا، جو ماں کی طرف سے حیدرآباد کے فرمانروائے سابق آصف جاہ نظام الملک کا نواسہ ہے، اور باپ کی طرف سے **محمد علی شاہ قاچار** والی ایران کا پوتا ہے، اس فیصلے سے حضور نظام کی بے بسی ظاہر ہے، ولیعہد اور شاہزدگان کی اتالیقی پر بھی **میجر گف** اور **مسٹر پرنڈرگاسٹ** مقرر ہو چکے ہیں، خدا اس ریاست کو ہر بلا سے محفوظ رکھے،

افسوس کہ شاہزادوں کی تعلیم و تربیت بھی ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے نکلی چلی جا رہی ہے، اور اس کے جو نتائج ہیں وہ ظاہر ہو رہے ہیں۔

کانگریس اور ریاستیں کانگریس کے پنڈال میں ریاستوں کی رعایا نے بھی ایک جلسہ منعقد کیا، منجملہ دیگر مطالبات کے ظاہر کیا گیا، کہ تاجداران کی ذاتی حکمرانی نے رعایا کے پیدائشی حقوق بالکل پامال کر دیئے، اُن میں قطعاً مطلق العنانی کا دور دورہ ہے، ریاستوں کی آمدنی کو رئیس اپنی ذاتی آمدنی سمجھ کر جس طرح دل چاہتا ہے، خرچ کر ڈالتے ہیں، ریاستوں کی سات کروڑ کی آبادی ہے، کسی پر جبر نہ ہونے پائے، رئیس انتظام ریاست میں براہ راست کسی طرح کا کوئی دخل نہ دے، خزانے سے اس کی تنخواہ مقرر ہو جائے، اُس سے زیادہ ایک حبہ پر ہاتھ نہ ڈال سکے، غرضیکہ کانگریس نے وہ راستہ اختیار کر لیا ہے، کہ جس کا ہمیں خوف تھا، ایک تاجدار ہیں کہ اس طوفان سے بے فکر ہیں، مہاراجہ بیکانیر نے بھی یہی رائے دی ہے۔

بھرتپور میں پریشانی بھرتپور پر مصائب کے بادل چھا رہے ہیں آخر مہاراج کی اولوالعزمیاں رنگ لا کر رہیں، مگر اسی قدر غنیمت ہوئی، کہ صورت انتظام پیدا ہو گئی، مہاراجہ صاحب کو چاہئے، کہ جذبے اس انتظام سے تعاون کریں۔ اُن کا اور ریاست کا سود و بہبود اسی میں ہے۔

ریاست منڈی کا وزیر اعظم سردار سر دینا ناتھ صاحب پٹیالہ سے منڈی گئے تھے، پھر پٹیالہ نے طلب کر لئے تھے، لیکن معلوم ہوا ہے کہ راجہ صاحب نے اپنے جذبۂ خلوص کی بنا پر انہیں اپنے دربار میں رکھنے کے لئے مہاراجہ صاحب پٹیالہ کو تحریک کی ہے، سچ تو یہ ہے، کہ قابل کی ہر جگہ مانگ ہے، کیونکہ ہر جگہ قلت ہے لائق کی۔

راجہ صاحب سکیت راجہ صاحب سکیت گذشتہ ایام مصائب کے بعد بے حد خبردار ہو گئے ہیں اور انتظام ریاست نہایت استقلال و دانشمندی سے فرما رہے ہیں، رعایا دل سے شکر گذار ہے، اب کسی طرح کی کوئی بد امنی نہیں۔ (زمانہ نگار)

نظم جے پور کی ترمیم و تنسیخ مہاراجہ مادھو سنگھ مرحوم کے ایام حیات تک جے پور کا انتظام آئین قدیم کی شکل میں تھا، ہر چند اصطلاحات نے زور مارا، مگر اُس شہ زور کے آگے ایک نہ چلی، گورنمنٹ کی پالیسی رئیس کے وفات پا جانے پر رنگ لایا کرتی ہے، زلیستائیں سکیمیں تیار ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ اب جے پور میں وہی "ترقیات تہذیب" کارفرما ہیں، جو مہاراجہ مرحوم کو قطعاً ناگوار تھیں، مگر یہ تلخ دوا انہیں حلق سے نیچے اُتارنی پڑے گی،

کیا حکیم اجمل خاں کی موت غیر قدرتی تھی؟۔

ریاست رام پور میں اسے مشتبہ نظروں سے دیکھا جا رہا ہے

سوراجیہ اخبار دہلی اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ:۔

"ریاست رام پور کے ایک نامہ نگار کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے، کہ حکیم صاحب کے تعلقات گذشتہ سال سے خوشگوار نہ ہونے کے باعث عام خیال کیا جاتا ہے۔ کہ حکیم اجمل خاں صاحب کو غیر قدرتی طور پر مرنا پڑا،"

ہمارے خیال میں اس الزام میں کوئی خاص صداقت نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ ان کی تجہیز و تکفین میں شامل تھے، وہ اثرات زہر خورانی کی تردید کرتے ہیں، البتہ اگر کوئی ولایتی نئی چیز دل کی حرکت، انخلاع القلب، بند کرنے کے لئے کسی خاص طریقے سے دی گئی ہو، تو اس کا علم نہیں، اور ڈاکٹری معائنہ نہ ہونے کے باعث اس کے متعلق کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا! رہا

شبہ کا مسئلہ تو اسکی حقیقت صرف اتنی ہے کہ سال گذشتہ جو ناچاقی ہو گئی تھی، وہ عرصہ ہوا دُور ہو چکی تھی، اور خاص پابندیوں کے بعد آپ کو داخلہ کی اجازت مل گئی تھی،

ہز ہائنس نواب صاحب رامپور اور حکیم جی حکیم صاحب کے تعلقات آج کل نواب صاحب سے نہایت وفادارانہ تھے، اور ویسے بھی کسی ایسے جلیل القدر نواب پر اس قسم کی حرکت کا شبہ کرنا بھی غیر مناسب ہے، البتہ عام خیال ہے، اور پہلے سے ہمارے نوٹس میں یہ بات آچکی ہے، کہ بعض لوگ حکیم جی کے اس دوبارہ اقتدار سے ناراض تھے، گو بعض کو یہ بھی شبہ ہے، کہ نواب صاحب نے ظاہراً اُن کے قصور کو معاف کر دیا تھا، اور اُن کی دلجوئی کرتے رہتے تھے، مگر جو لوگ نواب صاحب کی عادت سے واقف ہیں، وہ اُس کے ہمخیال نہیں، مگر ہم تحقیقات کر رہے ہیں، اور بلا رو رعایت تمام حالات من وعن بلا کسی شخصیت سے متاثر ہونے، ہفتہ آیندہ نذرِ ناظرین کرنے کی کوشش کریں گے،

حکیم جی موت پر ماتم کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ بعد کی ایک اطلاع سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ حکیم جی کی موت پر ماتم منانے کی اجازت نہیں دی گئی، اور جو آپ کی نعش کے ہمراہ علاوہ چند سرکاری آدمیوں کے گئے تھے، اُن پر پولیس خاص نگاہ رکھ رہی ہے، اور ظاہرا پولیس کو حکم تھا کہ زیادہ آدمیوں کو نعش کے ہمراہ نہ جانے دے، بہرحال حکیم جی کے مداح کوشاں ہیں، کہ مجلسِ تعزیت کی جائے گو بعض اس تمام مسٹری کو بھی حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں،

طبیعت کی خرابی کے باوجود رات کے دو بجے تک حاضری۔ جو حالات اب تک روشنی میں آئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ سر شام سے حکیم جی کی طبیعت مضمحل تھی، اور جوں جوں رات ہوتی گئی حالت بگڑتی گئی، مگر نواب صاحب رامپور نے انہیں آرام کرنے کی اجازت نہیں دی، چنانچہ رات کے دو بجے تک نواب صاحب نے اُن کو فرصت نہیں دی، اس سے قبل طبیر ڈ کھیلا

جاتا رہا،"

اپنا علاج خود کرنے کی ناکام کوشش آخر رات کے ۱۱ بجے کے بعد جب نواب صاحب استراحت فرمانے گئے، تو حکیم جی نے گرم پانی طلب کیا، اور اس طبی طریقہ استعمال سے اغلباً چاہا کہ خود اپنا علاج کریں۔ مگر دل و دماغ پر غنودگی صددرجہ طاری ہو چکی تھی، اس لئے بہت جلد انہوں نے محسوس کر لیا، کہ وہ خود کامل ہوش و حواس کی صورت میں اپنا علاج نہ کر سکینگے،

ڈاکٹر کو بلایا گیا مگر تساہل نے کام بگاڑ دیا جب اپنی حالت ناقابلِ اطمینان دیکھی، تو حکیم جی نے ڈاکٹر کو بلانے کی درخواست کی۔ مگر اُن کی التجاؤں پر معقول توجہ نہیں دی گئی، اور رامپوری حکام نے اس قدر تساہل سے کام لیا، کہ ظالم موت نے گلا دبا دیا، اور حکیم جی جس رئیس کے مسیحا ثابت ہو رہے تھے، اُسی کی ریاست میں غیر قدرتی موت مر گئے

بے اعتنائی کی افواہیں نواب صاحب اور اُن کے حکام کے خلاف بے اعتنائی کے بہت سے الزام لگائے جا رہے ہیں، مگر چونکہ ایک اسلامی ریاست کے محلات کے رازوں کا فاش کر کے اُن کے ثبوت بہم پہنچانا ہماری طاقت سے باہر ہے، اس لئے ہم ان پر کوئی روشنی فی الحال نہیں ڈال سکتے،

پرائیویٹ سکرٹری کو تفصیلات کیلئے تار نواب صاحب کے پرائیویٹ سکرٹری سے احتیاطاً بذریعہ تار درخواست کی گئی ہے، کہ چونکہ حکیم اجمل خان صاحب کی موت کے غیر قدرتی ہونے کا شبہ ہے، اس لئے تفصیلات فوراً بھیجیں، تار کا ۲۰ گھنٹہ جواب کا انتظار کرنا پڑا، مگر پرائیویٹ سکرٹری نے جواب نہ دیا"

رات کا دن، دن کی رات اخبار شوراج دہلی کی خبر تو ہم نے درج کر دی لیکن اپنی دلی کیفیت بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے، جب ہم نے اخبار رات میں پڑھا، کہ رات کے دو بجے

نواب صاحب اور حکیم آنجہانی بلیرڈ کھیلتے رہے، تو آجکل کے تاجداران کی نسبت مندرجہ عنوان ضرب المثل کی تصدیق ہو گئی، کجا حکیم صاحب اور کجا رات کے ڈیڑھ بجے تک نواب کے ساتھ بلیرڈ میں مشغولیت، جو شخص فطرت کے خلاف کام کرتا ہے، اُسے فطرت سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتی،

ریاست نالہ گڈھ

ریاستوں کا دُشمن ریاست دہلی خانہ ساز خبروں کی اشاعت کیلئے شرمناک کمال رکھتا ہے، اُس نے کچھ عرصے سے راجہ صاحب نالہ گڈھ کے خلاف جہاد شروع کر رکھا ہے، اب اپنی جبلی افترا پردازی سے آپ کے خانگی معاملات کے متعلق نہایت گندے مضامین چھاپنا شروع کئے ہیں، کیا ہمارے رؤسا اِس قدر کمزور ہو گئے ہیں، کہ وہ ایسی شرارتوں کا انتظام نہیں کر سکتے، کیا انڈین پروٹکشن ایکٹ الماریوں کی زیب و زینت کے لئے بنا ہے!

انڈین ریاستی کمیشن کمیٹی پٹیالہ کے جیل میں

کمیٹی مذکور نے اپنا دورہ پٹیالہ سے شروع کر دیا، خدا معلوم کیا دریافت کیا، اور کیا جواب ملا، یہ عجیب طرز تحقیقات ہے کہ جس کی واقفیت سے پبلک کو قطعاً محروم رکھا جاتا ہے، پریذیڈنٹ کمیٹی اور اُن کے ممبران نے مہاراجہ صاحب کی خواہش پر پٹیالہ کے سنٹرل جیل کا معائنہ بھی کیا، صفائی، نگرانی، خوراک، انتظام اور جملہ امور متعلقہ جیل دیکھ کر ازبس اظہار خوشنودی فرمایا، اور رائے بک میں درج کیا کہ :-

"اگر میری قسمت میں جیل میں مرنا لکھا ہے، تو خدا کرے کہ پٹیالہ کی جیل میں قید بھگتوں" اِس سے بڑھ کر سردار سنگھ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل کے بہترین انتظامات کی اور کیا تعریف ہو سکتی ہے،

سردار ہیرا سنگھ بہادر

رئیس ہیراپور (ضلع امرتسر) کا خاندان پنجاب میں نہایت معزز سمجھا جاتا ہے، اِس خاندان کے بہت سے ارکان دربار کپورتھلہ کی نازک ذمہ داریوں میں شریک

ہوئے، سردار روپ چند، سردار کانشی رام، سردار بھرپور سنگھ، سردار کپتان شب جند داس، سردار ہر بھگت سنگھ صاحبان نے ریاست موصوف کی وفادارانہ خدمات انجام دی ہیں، سردار کانشی رام صاحب پرائیویٹ سکرٹری مہاراج کنوار صاحب کے فرزند اور ہمارے معزز دوست سردار سُندر داس صاحب اولاً کپورتھلہ میں محکمہ وزارت کے سپرنٹنڈنٹ دفتر تھے، اب آپ عرصہ ۱۱ سال سے ریاست پٹیالہ کی مختلف وزارتوں میں کام کر رہے ہیں، آپ کو اُردو و انگریزی کی خاص قابلیت حاصل ہے، پٹیالہ میں جن جن اشخاص کا آپ سے واسطہ پڑا ہے، وہ آپ کی خاندانی شرافت کے گرویدہ پائے گئے ہیں، جدید اصلاحات کے عمل میں آنے پر آپ کو وزارت ہوم کے عہدہ سپرنٹنڈنٹی پر منتخب کیا گیا ہے، دربار کپورتھلہ کو آپ کی خاص قدر فرمانی چاہئے

ریاست پٹیالہ میں منظیر دنگل مخبرِ عالم رقمطراز ہے:- کہ زبسکو پہلوان جو یورپ بھر میں مشہور ہے، پہلوان گاماں ملازم ریاست پٹیالہ سے کشتی کے لئے پٹیالہ پہنچا، ۲۹ جنوری کو ۸۰ ہزار مجمع کے روبرو کشتی کا آغاز ہوا، چھ سکینڈ کے بعد زبسکو زمین پر چت اور گاماں اس کی چھاتی پر سوار دیکھا گیا، زبسکو ریت کے ٹیلے کی طرح بلا ہاتھ پاؤں مارے ڈھیر ہو گیا، اس پر جناب بہار رُسنامی نے ایک بند فتح لکھا ہے، جو واقعات کے لحاظ سے بنظیر ہے، یہ بند نمائش میں سجایا گیا، اور پبلک میں بیحد مقبول ہوا ؎

پہلوانِ زبسکو کا تو شہرہ دور پھیلا تھا مگر گاماں کی طاقت کا بہت مستور پھیلا تھا

زبسکو اپنی شہرت پر بڑا مغرور پھیلا تھا مگر وقتِ توانائی عجب مجبور پھیلا تھا

چھری ہندی نے جب رن میں اُٹھائی یورپی بوٹی

نیوزی لینڈی جواں ثابت ہوا آخر ڈبل روٹی

معزول مہاراجہ نابھہ کی حرکات بیہودہ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا، کہ جب دن معزول

مہاراجہ کے ہاتھوں شرمناک تماشہ نہ ہوتا ہو، گو اخبار **سوراج** نے **مسٹر محمد علی** کی قلمی چٹھی کا عکس چھاپ کر تمام واقف دنیا کو حیران کر دیا، مگر اب کوئی یہ راز نہیں، کہ معزول مہاراجہ نابھہ حصول جاہ کے لئے واجد علی شاہ کی طرح بے دریغ سونا چاندی لٹا رہا ہے، اور اسکی مفلسی کی اخباری شکایات سرتا پا ایک فریب و ریاکاری تھیں، اس کے ساتھ یہ بھی اخبارات میں پڑھا گیا، کہ آپ پبلک جلسوں میں بھی نمودار ہونے لگ گئے ہیں، چنانچہ گورکھا کانفرنس کی شمولیت کی بھی ایک علت ہے کاش! وہ اپنا مردود عہد حکمرانی عہد و انصاف سے منور کرتا،

اکبر اور جہانگیر اہلِ سیر کو اچھی طرح یاد ہوگا، کہ جہانگیر کس طرح سے اکبر سے بگڑا تھا، اور ناخلفی پر اتر آیا تھا، اس پرانی تہذیب میں بیٹے کا باپ سے انحراف ایک عجیب شرمناک بات تھی، مگر اس جدید روشنی میں یہ حرکات عام ہیں، بیسیوں بیٹے اپنے والدین کے خلاف سخت شرمناک ناخلفی کا ثبوت دے رہے ہیں، اور آئندہ اس سے بھی زیادہ، حالت ابتر اس وقت ہوگی، جب باپ بیٹا دونوں تہذیب جدید کے نشان ہوں گے،

ریاست دیواس (شاخ کلاں) کے مہاراجہ صاحب کے ولیعہد **وکرم سنگھ** نے ایسا ہی کیا، اس کی شادی ریاست **جابھوہ** کی شہزادی سے ہوئی تھی، جس نے اپنی رانی کو کسی ناراضگی پر اپنے سسرال بھیجدیا، اس پر مہاراجہ نے شہزادہ مذکور کو حراست میں دیکر تمام رشتہ داروں سے ملنے کی ممانعت کر دی، اور یہ بھی حکم دیا کہ اسکی رانی **دیواس** میں رہے، اور وہ خود اندور میں قیام کرے، ولیعہد مذکور نے اندور پہنچکر ریذیڈنٹ کی پناہ حاصل کی، ریذیڈنٹ کی مصالحانہ کوششیں ناکام رہیں، مہاراجکمار مذکور کی والدہ مہاراجہ صاحب **کوہلاپور** کی ہمشیرہ ہیں، جو اپنے خاوند کی بدسلوکی سے علیحدہ ہو چکی ہیں، مہاراجکمار اپنی والدہ کے پاس بمبئی بھیجدیا گیا ہے، معلوم ہوا ہے کہ یہ معاملہ وائسرائے تک پہنچ چکا ہے، ابھی سے اس امر کا فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ غلطی پر کون ہے، مگر سب غلطی مہاراجہ دیواس کی ہے کہ جو اپنے بیٹے پر ضبط نہ رکھ سکے، یہ گل جو بمبئی میں کھلا ہے، خاص رنگ کا ہے،

مُلہمِ غیب کا الہام

بھائی گورچرن سنگھ کی جملہ اعزاز سے محرومی و جلاوطنی

پنجاب کا مزید خونریزی سے چھٹکارا

راجہ ہیرا سنگھ مرحوم والئی نابھہ کا ناخلف بیٹا ریپُدمن سنگھ (مہاراجہ ریپُدمن سنگھ معزول) جنکے بعد گورچرن سنگھ) کی روز پیدائش سے ۱۹ر فروری ۱۹۲۸ء تک کی حرکات وفاداران ملک کیلئے تشویش انگیز تھیں، آخرش اس تماشہ کا گورنمنٹ کی کمیونک بجریہ ۱۹ر فروری کے ذریعہ بڑی شان کے ساتھ ڈراپ سین ہوا، جس کی تفصیل اخبارات میں شائع ہو کر باعث عبرت تاجداران ہند ہو چکی، اس عجیب فطرتی طبیعت نے اپنے ایام ہوش و حواس میں جن جن وحشتوں کا اظہار کیا، اُس سے ملک کی تاریخیں اور اخبارات کے کالم کے کالم بھرے پڑے ہیں،

تخت سے دستبرداری کے بعد اس نچلی نہ رہنے والی طبیعت نے اغراض فاسد کے لئے لکھوکھا روپیہ پانی کی طرح بہایا، اور آخرش اس طوفان میں اُسکی کشتی حیات خود بھی دریا بُرد ہو گئی جن جن شریرانہ، باغیانہ، مفسدانہ اور عیارانہ کوششوں میں روپیہ لُٹایا گیا، اُس کی تفصیلات اب اُسی کے مرثیہ خوان اخبارات چھاپیں گے، ملک کو چند ے انتظار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اُن کو گرانقدر علوفے اور الاؤنس دینے والی ہستی اب پنجاب سے دُور دراز کوڈائکنال (صوبہ مدراس) میں زبردست گارد کی زیرنگرانی اپنی زندگی کے آخری دن کاٹنے کے لئے مجبور کر دی گئی،

اخبار ریاست جو اس مردود ہستی کے جملہ عیوب چھپانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہا ہے، لکھتا ہے کہ "۱۲-۱۳ لاکھ روپیہ پاسپورٹ حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا، ڈیڑھ لاکھ کے قریب نیشنل ہیرلڈ کو دیا، خیر

یہ جلاوطنی باعث رفع شورش و فساد ہوگی ہمیں اس سے غرض نہیں کہ اس نے کس طرح

اور کہاں کہاں روپیہ خرچ کیا، غرض ہے اس کہ امن کے پیدا ہو جانے کی اگر جو اس کی باموقعہ جلاوطنی سے پیدا ہوا، اور ملک وبا اسکی بیجا تحریکات کے اثر سے محفوظ رہ کر ناحق خونریزی و شورش سے بچ گیا،

صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے بھولا نہ سمجھئے

گورنمنٹ عالیہ نے اس کی دست برداری تخت کے ایک کثیر عرصہ کے بعد جو یہ احکام نافذ فرمائے، وہ مجبوراً فرمائے، اگر ارباب بست وکشاد سلطنت قیصری دانشمند ہوتے، تو دست برداری کے وقت ہی یہ مرحلہ طے ہو جاتا، اور اسے یہ تلخ تجربات اٹھانے نہ پڑتے، نہ ملک میں ناحق خونریزی ہوتی، نہ اکالی مودمنٹ پیدا ہوتی، نہ ریاست کی مفلسی بڑھتی، نہ غداران ملک کی جیبیں پر ہوتیں، اور یہ بدنصیب ہستی بھی جلاوطنی ڈیرہ دون کے ایام امن و اطمینان سے کاٹتی، مگر خیر کم بھی گورنمنٹ نے اپنی غلطی محسوس کرلی اور بعد خرابی بسیار تقریباً اسی نقطۂ خیال پر پہنچ گئی، کہ جس پر اُسے شروع میں پہنچنا لازمی تھا، اور جس کا رئیس ہند کی زبان الہام ترجمان اعلان کر چکی ہے،

ملہم غیب کا الہام

رئیس ہند ایسے الہام کا قائل نہیں، کہ جس کے دیگر مذاہب قائل ہیں، واقعات سے صحیح نتیجہ پیدا کرنا ہی ایک الہام ہے، جسے بے سمجھ، کمزور طبائع، ناقص دماغ الہام سمجھتے ہیں، رئیس ہند نے گورنمنٹ کی اس ناقص و نامکمل دانشمندی کا آج سے دو سال پیشتر (جنوری ۱۹۲۲ء) ذیل الفاظ میں رونا رویا تھا، اور اب یہ کوئی راز نہیں، کہ اس کے ساتھ ہی گورنمنٹ کے پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ کو بھی خبردار کیا تھا، مگر افسوس کہ یہ دماغ خام پختہ عقل کی تجاویز پر عمل پیرا نہ ہو سکے، اب وہ کلمات الہام سنئے:-

"نواب جھجر اور ریڈمن سکھ"

اسمیں کوئی شک نہیں کہ وابستگان فرنگ" مدبرانہ تجاویز کیلئے اس لقب سے ملقب کئے جاتے ہیں، وہ نواب جھجر اور مہاراجہ بلب گڈھ کے تقسیم قسمت تک اپنی شان مدبری کا بے مثل پر اس جلوہ دکھاتے رہے، حکومت دف ہر قسم کی ملکی شورش، اشاہ پرستوں کی فتنہ گری مفتریوں کی آفات، خود غرض طامع بدذات فرقہ کی امن سوز حرکات طوائف الملوکی سے نہ صرف محفوظ رہے

بلکہ جابر الحبس و خواہشات کا دیوانہ بھی یہ نظارہ دیکھنے کے بعد کوئی لفظ زبان پر نہ لاسکا، ماتحتوں کا کام ملازمانِ ریاست مقلدانِ سلطنت کے سامنے آتے ہوئے لرزہ براندام تھے،

وہ دانشور جانتے تھے کہ تاجداران کے انتزاعِ سلطنت کے وقت عروج یافتہ و بارسوخ اور مفلوک و مظلوم اشخاص کے اغراض کے درمیان ایک سخت تصادم ہوتا ہے، اُس وقت عرش نشین فرش پر آگرتا ہے، اور فرش نشیں تختِ عروج پر، اگر قدرت کے زبردست احکام اس اعتدال کا سبق نہ دیں تو دُنیا کرۂ نار سے بدل جائے، اس لئے اُن، دانشورانِ فرنگ نے ہر مفتوح و مغلوب کے ساتھ ایسا ہی سُنہری اصول برتا،

اگر ہم اِن تاریخی حالات سے زمانۂ قدیم عہدِ اسلامی پر نظر مارتے ہیں، تو اس سے بھی خوش عقلمندی کے ثبوت ملتے ہیں، شہاب الدین غوری کو اگر بارہ دفعہ پرتھی راج زیر کرنے کے بعد محض ایک دفعہ اس زریں اصول کا مزہ تلوار سے چکھا دیتا، تو اُسے پہلی ہی شکست میں نہ اندھا ہونا پڑتا، نہ گرفتار ہوکر کابل و غزنی کی خاک میں اپنی خاک ملانے کا موقع ملتا، ہزاروں تاجدار، لاکھوں رئیس اسلامی عہد میں اسی تدبر نے خاک میں ملائے، نپولین اعظم اگر پیرس میں از سرِ نو جنگ کے بعد ہی بجائے جزیرہ ایلبا کے جزیرہ سینٹ ہلینا میں بھیجا جاتا، تو نہ دیگر جنگ ہوتے اور نہ واٹرلو کا خونی جنگ یورپ کو رہ رہا کرتا، ہندوستان کے برائے نام آخری مغلیہ بادشاہ بہادر شاہ اگر رنگون میں اُس وقت کے دانشمند نظر بند کرتے تو نہ معلوم غدر ۱۸۵۷ء سے کس قدر غدر اور برپا ہوتے، واجد علی شاہ اگر مٹیابرج کی چہار دیواری میں سیر و تفریح سے اپنا دل نہ بہلاتا تو لکھنؤ اور ممالک متحدہ آج تک خاک و خوں میں کھیلتے، نواب جھجر اور راجہ بلب گڈھ اگر با موقع دہلی کے چاندنی چوک میں نظارۂ عبرت نہ بنتے تو حکومت کا سر صدیوں تک نیزہ پہ نظر آتا، ملک میں ناعاقبت اندیش پیدا ہو گئے، اور جدید تہذیب کے نام پر مٹنے والے صلاح کار چاہتے ہیں کہ مغلوب سے "شریفانہ" سلوک کیا جائے، اور اُس "شریفانہ سلوک" کے یہ معنی ہیں، کہ اُس مُردود مفتوح و معزول کی ویسی ہی عزت و تکریم کی جائے، وہی سامانِ تعیش بہم پہنچائے جائیں، اور وہی آزادی اور فارغ البالی اُسکی نالائق زندگی کا سہارا ہو، محض اختیارات چھین لئے جائیں،

یہ سلوک دراصل "شریفانہ سلوک" نہیں کہا جا سکتا، یہ تو اپنے خونی نتائج کے لحاظ سے نہایت تباہ کن سلوک ہے، ذرا تشریح سنئے۔

مہاراجہ رپودمن سنگھ کی پولٹیکل خونی تحریکات

سابق رئیس نابھہ اپنی ظالمانہ و متعصبانہ، شریرانہ و مفسدانہ، ریاکارانہ و عیارانہ باغیانہ و خود مختارانہ شب و روز کے افعال و حرکات سے اس قابل ہو گیا تھا کہ نواب جھجر کی طرح اُس کی ظالمانہ حکومت کی، دہلی کے خونی دروازہ کے نیچے ایک کمیشن تحقیقات کرتا اور نواب مقتول کی طرح اِس ننگِ خاندان کا سر اُس دروازہ پر نصف صدی تک تعزیراً رکھا جاتا، پھر نہ تو وہ ملکی پولیٹیکل تحریکات کی آگ میں تیل چھڑک سکتا، نہ اکالی موومنٹ ملک میں خونی مناظر پیش کرتی، نہ کوئی ملکی امن کو نقصان دہ ناقص و نامکمل تحریک جنم لیتی، نہ وہ اجرت پر بنیچے کی وجہ اخبارات میں شائع کرا کر نادانوں کی حرکت خون رلانے کے نئے کام میں لا سکتا، نہ معمولی قیمت کی کتب چھپوا کر اپنی مفلسی و مظلومی کی فرضی داستانیں سنا سنا کر لوگوں کے جذبات بھڑکاتا، نہ وہ ایسی چٹھیاں چھاپ سکتا، اور نہ لارڈ ریڈنگ کی ادھوری دانشمندی کے فیض سے یہ لکھنے کی جرأت کرتا کہ:-

"کیا گورنمنٹ نے اس راجہ کو یہ اجازت نامہ دے رکھا ہے، کہ جو اس کا جی چاہے کرے؟ کیا تمام ملک میں یہی ایک مہاراجہ ایسا واقع ہوا ہے کہ حکومت ان کو چھونے تک سے ہراساں ہے، اور اُن پر ہاتھ ڈالنے سے خوف کھاتی ہے، اگر ان سوالات کا جواب مثبات میں ہے، تو پھر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا جناب وائسرائے ان تمام حقائق سے آگاہ نہیں ہیں، کہ کیا قواعد و ضوابط ہیں وہ مختلف نوعیتوں کے واقع ہوتے ہیں، جن میں سے ایک قسم کے قوانین تو ہکو اور کاہکوار بدکردار اپنا نام پکڑ رہا ہے) کہتے ہیں، اور دوسرے فقط اس مہاراجہ صاحب کے لئے، عامۃ الناس یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا لارڈ ریڈنگ سابق جج انگلستان جو عنقریب اپنے عہدہ کی باگ ڈور جدید وائسرائے کے ہاتھوں میں دینے والے ہیں تفویضِ منصب سے پیشتر اس معاملہ میں کچھ عملی کارروائی کرتے ہیں یا اپنے اس صریح و بدیہی فرض کے پہلو تہی اختیار کرتے ہیں، اس فرض کی اہمیت و خصوصیت کو تحقیقاتی کمیشن متعلقہ اندور کے تقرر نے دوبالا کر دیا ہے، اگر اس کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کیلئے حکومت نے کسی اقدامِ عمل کا ثبوت نہ دیا، تو پبلک مجبور ہو جائیگی کہ جو چاہے نتیجہ نکالے"

یہ مہیا اُس سرکش سے بُری متمردانہ اور باغیانہ امن شکن مذبوحی حرکات، وہ اپنی نالائقی سے سر راجہ ہری سنگھ بکیشمباشی کی پیدا کردہ ریاست دلوں میں کھو کر شیطانی جذبات کا اس دیدہ دلیری اور بیحیائی سے اظہار کرتا ہے کہ جسے کوئی بیحیا سے بیحیا اخبار نہیں کر سکتا، وہ اپنی بگڑی اپنی شرارتوں، بدمعاشیوں، آوارگیوں اور ظالمانہ افعال سے اُتار کر اب شرفائے ملک کے سر چڑھتا ہے، اور ان کا اقتدار و عروج دیکھ دیکھ کر حسد کی آگ میں جل رہا ہے، حالانکہ یہ بدانتشی اوباش شکلِ مومناں کرتوت کافراں اپنے محدود ایام حکمرانی یا ظلمرانی میں کمال رہا کی، نالائق حبارت، حماقت اور تعصبِ مذہبی کے جوش میں اپنے ملازمین افراد رعایا فرقہ اناث و ذکور اور بنی نوع انسان کی جانوں کو بازیچۂ اطفال سمجھ کر دل کھول کر پامال کر چکا ہے، اور اب پامال کرنے کے خیالِ فاسد میں دوسرے درویش مزاج، وفادار، معقول و معزز تاجداروں کو طرح طرح کے الزام سے متہم کرنے پر آمادہ ہے،

اس کی ایسی تحریرات اور تحریکات میں معزول و معتوب ہونے پر اخبارات میں نمودار ہونا گورنمنٹ عالیہ کی نسبت ایک عام منافرت پیدا کرتا ہے، وہ صاف طور پر حکومتِ اعلیٰ اور لارڈ ریڈنگ کو اُن کی بے انصافی کے لئے بدنام کرتا ہوا، خطرناک پولیٹیکل تحریکوں کا محرک ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اکالی تحریک اور ملکی تحریکات مُردہ ہو چکی ہیں، اب اگر ذرا جنبش کی جائے، تو پھر جان پڑ سکتی ہے، اس لئے وہ اب انتقامیہ جوش میں اندھا ہو کر گورنمنٹ کو مفلوج کرنے پر تُلا ہوا ہے،

رپ من سنگھ کے زمانہ ظلمرانی میں اغلام، زناکاری، زنا بالجبر اور دیگر طرح طرح کے ظلم و ظلم کی صحیح داستانیں ملک میں اس وجہ سے اشاعت پانے سے رُک گئیں تھیں کہ وہ معزول کیا جا کر جلا وطن کیا گیا تھا، لیکن اگر رپ من سنگھ کو شوق ہے، تو ان کے ایامِ ظلمرانی کے واقعات لکھ دیئے جائیں گے، جن سے پبلک بآسانی اندازہ کر سکیگی، کہ ایسے ایسے ظلم کی مطلق سزا نہیں دی گئی، اور اُس نے اپنے جرائم کی سزا سے مرعوب ہو کر دستبردار ہو جانا کامیابی سمجھا، اگر اُس کا حوصلہ ہے تو کمیشن کی تقرری کی استدعا کر سکتا ہے، جب درزیوں، مراثیوں، زمینداروں، اور نیچ ذاتوں کے نو عمر دس دس، پندرہ پندرہ برس کے خوبصورت لڑکے اغلام کی داستانیں بیان کرنا ہوں گے، تو رپ من سنگھ کو اپنے عہد کے مظالم سن لینے سے تسلی ہو جائیگی، بیسیوں جوان لڑکیاں

جو گم ہو گئیں، انکی لاشیں بعد استوان ملیں، اور سینکڑوں ہیریاں جو اغوا کیجا کر خدا معلوم کہاں گئیں، ان کی اب تفصیل سننے کے لیے ریپن سنگھ کو تیار رہنا چاہیے،

رانی جنداں اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کی جلاوطنیاں

اب آخر میں ہم لارڈ ریڈنگ، ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب سیٹیش اور گورنر ممالک محروسہ کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگر وہ ایسی غلطی کرینگے، جیسی کہ ریذیڈنٹ لاہور نے رانی جنداں کو بجائے چناں گڈھ جلاوطن کرنیکے شیخوپورہ میں نظر بند کرنے میں کی، اور پھر عقل سکھ کر فیروزپور اور لدھیانہ اور بنارس اور پھر قلعہ چناں گڈھ میں قید کرکے قطعی طور پر اسکی آزردگی کا حامی کر دیا گیا، اس نہ ہوا تو انکو تعجب انہی سردہ پولٹیکل خونریزیوں کے مقابلہ کے لئے ایسی مستیں گنیں اور جانی جہاز تیار رکھنا چاہئیں، کیونکہ اس غلط جلاوطنی (شیخوپورہ) سے سکھوں کی دوسری لڑائی کا آغاز ہوا، اگر یار باب بست و کشاد اس مہاراجہ دلیپ سنگھ کو بجائے مقام ڈیرہ دون، رنگون یا کالے پانی یا ولایت کے کسی جزیرہ سینٹ ہلینا وغیرہ میں بھیجدیتے، تو سمجھتا ہوں کہ اسکی واپسی لانیکی خواہشوں میں شریک ہونا پڑتا، خونریزی نہ ہوتی، خام خیال مدبران انگلشیہ نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو بھی، اولاً ڈیرہ دون میں پہنچایا تھا، تو انکی غلطی جب خونی رنگ لانے لگی، تو اُن کو سنہ ۵۴ء میں ولایت روانہ کر دیا گیا، مگر جب پارلیمنٹ کی پولٹیکل غلطی سے سنہ ۸۶ء کے حکم کے ذریعہ اُن کو پنجاب میں رہنے کی اجازت دیگئی، تو بدبخت تہرادو سماٹر خون سے خرید کیا ہوا علاقہ کوڑیوں میں بیچ ڈالا، مگر یہ غلطی عین موقعہ پر لارڈ ڈفرن نے محسوس کی، اس لئے اُسے عدن ہی میں روک دیا گیا، اگر دلیپ سنگھ کو پہلے ہی ولایت بھیجدیا جاتا، یا رنگون لیجایا جاتا، تو یہ سب ملک بھی آرام سے رہتا، اور اہل ملک بھی اپنی جانیں ہلاک نہ کرتے نہ گورنمنٹ بدنام ہوتی،

ریپن سنگھ کسی دور دراز جزیرہ میں بھیجا جائے

اگر اب بھی موقعہ ہے اور گورنمنٹ نے ریپن سنگھ کی پولٹیکل سخت خطرناک حرکات دیکھ لی ہیں، اسلئے اُسے جلد رنگون یا انڈمان یا سینٹ ہلینا یا کسی دور جزیرہ میں امن کی زندگی بسر کرنے اور کرانے کیلئے بہت جلد بھیجدینا چاہئے، ورنہ ہر طرح کے خونی مناظر دیکھنے کے لئے تیار رہنا چاہئے،

الہام ثانی

لیکن جب اس مفتری کی ریشہ دوانیاں خاک و خون میں کھیلتی نظر آئیں، ملک کی فضا سے امن و ہنرلی ہو گئی، اور ارباب حل و عقد سلطنت برطانیہ کی مفسدانہ حرکات سے غافل رہ کر کانوں میں تیل

ڈلنے شملہ کی سرسبز پہاڑیوں میں بے فکر بیٹھے تھے' اور ملک کے نالائق و جاہل افراد معزول مذکور کی پیدا کردہ آگ میں کودنے کے لئے تیار ہو رہے تھے' تو رئیس ہند نے اپنی مارچ ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں اُسے (گورنمنٹ عالیہ) واقعات کی بنا پر حسب ذیل الفاظ میں آگاہ کیا تھا:-

مُفتری معزول مہاراجہ رپ دمن سنگھ کی ریشہ دوانیاں -

معصوم مہاراجہ پٹیالہ کے خلاف

- قابلِ توجہ گورنمنٹ عالیہ

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست   نرود جز بوقتِ مرگ از دست

شریف طبائع آنکھ کا اشارہ سمجھتی ہیں' جاہل سختی و تادیب سے راہِ راست پر آجاتی ہیں' مگر مہاراجہ رپ دمن سنگھ معزول والی نابھہ کی طبیعت عجیب واقع ہوئی ہے' کہ جلا وطنی ڈیرہ دون میں بھی اپنی مفسدہ پردازیوں اور ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آتی' کہیں تو بی بی صاحبہ کی شادی کے متعلق گورنمنٹ پر الزام لگاتی ہے کہیں کہیں طرح طرح کے فریب مکاریوں سے اکالیوں کو اکساتی ہے' کہیں گورنمنٹ میں مصنوعی مقبول مچھادر کرتی ہے' کہیں ملک کے لیڈروں کو دانے ڈال کر اپنے جال میں پھنساتی ہے' کہیں اپنے گزرہ کے متعلق شور مچاتی ہے' کہیں مہاتما شردھانند کے پابیادہ جلوس کے ساتھ چلتی ہے' کہیں اپنے بزرگوں کا بخشا ہوا مبارک نام مذہبی رنگت میں بدلتی ہے' کہیں گندے اور باغی اخبارات سے ناجائز امداد مانگتی ہے' کہیں قیام ولایت کے لئے پروانہ راہداری مانگتی ہے' کہیں مجسٹریٹ ضلع کو یہ لکھ کر مرعوب کرتی ہے' کہ میں باولاد اور ممتاز ہستی مصیبت میں گرفتار ہوں' غرضیکہ اس کی طبیعت ذلیل و خوار ہونے پر بھی ہر وقت معصوم مہاراجہ پٹیالہ کو متہم کرنے کے لئے بیقرار رہتی ہے' یہ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے' کہ ملک میں بدامنی پیدا ہو' اور مجھے نابھہ کی گدی مشقِ ستم کے لئے پھر مل جائے'

الہامی الفاظ میں اہل ملک کی استمالت چونکہ ملک میں نابھہ پٹیالہ کیس کی نظر ثانی' اس کی واپسی' اور دوبارہ تاجپوشی کی غلط خبریں اُس کے پروپیگنڈے کا کامل طور پر تشہیر کر دی تھیں'

جس سے موجودہ انتظام ریاست نابھہ میں خلل پڑنے کا احتمال تھا' اور ملک میں ایک ہیجان پیدا ہونیکے اسباب مہیا ہوگئے تھے' اِسی لئے اُس مضمون میں اہلِ ملک کو حسب ذیل الفاظ کے ذریعہ اُس کی آیندہ سزا کے متعلق پیش گوئی کی گئی تھی:-

"عوام یہ سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ نہایت سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے' کہ جو اس وقت تک خاموش ہے' اسے فوراً اِس نچلی نہ رہنے والی طبیعت کو کسی دُور دراز جزیرہ میں پھینک دینا چاہئے تھا' تاکہ ملک ناحق خونریزی سے محفوظ رہ جاتا' اور ہندوستان میں پُرامن فضا پیدا ہو جاتی' ہم ایسے زود کاروں کو مطلع کرتے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ دانشمند گورنمنٹ ہے' وُہ نہایت متانت اور خاموشی سے اِس کی حرکات پر نظر رکھے ہوئے ہے' وُہ جلد سُن لیں گے کہ کسی آیندہ ساعت میں کیا سے کیا ہو گیا'

اے احسان فراموش ہندوستان کے ہندو مسلمان قوموں کی دشمنِ جان ہستی لے اپنی ۱۱ سالہ حکومت کے خاک دفن میں ملا ئیزالی طبیعت خواہ تو کوئی تماشہ کر تجھے اب رعایا کے ساتھ طفلانہ بازی کا موقع نہیں مل سکتا جسقدر اُچھلے گی اپنا سر پھوڑیگی"۔

الہام پر الہام مندرجہ بالا ہر دو الہامات کے مطالعہ کرنے کے بعد تیسرا الہام خصوصیت سے توجہ کے قابل ہے' کہ جو رئیس ہند مئی ۱۹۲۶ء کے دربار میں اعلان پا چکا ہے' ان جواہر ریزوں کی کون تکے

دراصل یہ پی من دور دراز جزیرہ میں بھیجا جانیوالا ہے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ افتراپردازی نابھہ کے دل جلوں کی طرف سے ہے' لیکن یہ خبر معتبر ہے کہ مہاراجہ رپی من سنگھ کے ہندوستان سے جلا وطن کئے جانے کسی دُور دراز جزیرہ میں نظر بند ہونے اور پرامن زندگی بسر کئے جانے کے لئے کاغذات گورنمنٹ انڈیا میں زیر تجویز ہیں' ایسی شرانگیز مصنوعی خبروں کا اُس وقت خاتمہ ہو جائیگا"

سائمن کمیشن کا خیر مقدم سکرٹری صاحب سکھ ایسوسی ایشن ضلع انبالہ اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۸ فروری کو انبالہ میں ایک جلسہ بصدارت لفٹنٹ کرنل سردار رام سنگھ صاحب ستھید رئیس شہزاد پور منعقد ہو کر قرار پایا کہ یہ ایسوسی ایشن سائمن کمیشن کو خوش آمدید کہتا ہے'

یہ جگنو بھی نئی ہی روشنی سے ملتی جلتی ہیں جو اندھیری راہ جنگل میں گویا جابجا چمکے

تہذیبِ جدید

کے

روح فرسا کرشمے

کہ

جسمیں تہذیبِ جدید کی ہند و مسلمان سوسائٹی

کی

مخربِ اخلاق تباہ کن خرابیاں

ایک دلچسپ موثر اور پرشان پیرایہ میں اصلاحی دکھلائی گئی ہیں

مصنفہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب منشی رائے بھگونت رائے صاحب بہادر سنامی مد ظلہ العالی

دفتر تالیف و اشاعت علمائے سنام نے بغرض سعی اصلاح اخلاق عام شائع کیا

ھدیہ لطیف

مین یہ اوراقِ صداقت ملک کے راج درباروں اور اُن بابرکت دیہاتیون کی خدمت مین دلی تعظیم اور ادب سے پیش کرتا ہون کہ جو دورِ جدید کی چکاچوند کرنیوالی ظلمت خیز روشنی سے اپنے عقل و دماغ اور اخلاق و ادب کے فانوس رسم و اعتقاد کے مضبوط ہاتھون سے محفوظ کئے بیٹھے ہیں جسے خرابیٔ جدید یعنی تہذیب جدید کی سخت سے سخت آندہی بھی گُل کرنے کی طاقت نہیں رکھتی دُھکتی ہوئی آگ دریا کی منجدھار میں صحت و سلامتی کے ساتھ مردانہ وار بڑھے چلے جارہے ہیں، خدا کرے کہ یہ اجزا ان کی طاقت و توانائی اور جدید نسلوں کی رہبری و رہنمائی، قائمی و بحالی اور ملک کی فلاح و حفاظت کا باعث ہوں، اگر میری خاطر سے نہیں، اپنے مقدس بزرگوں اور باعصمت بیبیون کی تصویریں خیال میں لاکر اپنی اور اپنے گھر والون کی صورتِ حال دیکھتے رہیں۔

خادمِ ملک، سراپا انکسار خاکسار بہار سنامی

جذباتِ شریف

مجھے سنہ ۱۹۲۷ء کی سیزن اپنے آقائے نامدار ہز ہائینس فرزندِ خاص دولتِ انگلشیہ منصور الزماں امیر الامراء مہاراجہ دھیراج راجیشور سری مہاراجہ راجگان میجر جنرل سر بھوپندر سنگھ صاحب بہادر بالقابہ و خطابہ

فرمان فرمائے ریاست پٹیالہ

کی ذرہ نوازی سے کوہستان شملہ میں بسر کرنا پڑا۔ خانوادہ خاکسار گذشتہ پانچ ہزار سال سے قدیم رسوم و آئین آریہ ورت پر فخر کے ساتھ کاربند ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ خاندان موصوف کی ہر نسل میں علم و فضل نے پرورش پائی ہے۔ اور ان رسوم و اعتقادات پر دیدہ و بینا سے غور کیا ہے۔ اب اس آئین قدیم سے ایک طرح کی عقیدت ہو گئی ہے۔ شملہ کی پہاڑیوں پر اپنے ہندوستانی بھائیوں اور بہنوں کو جدید تہذیب میں شرمناک طور پر آلودہ پایا۔ خیال آیا کہ اگر یہ گم گشتگان وادی رسوم و مقلدان جہول اس طرح قعر ضلالت میں گرتے چلے گئے۔ تو قدیم بابرکت ہندی تہذیب قطعی طور پر تباہ و برباد کر کے خود پامال ہو جائیں گے۔ انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر لحظہ اپنی جنس کی بہتری کی کوشش کرے۔ چنانچہ یہ اوراق اسی جذبہ کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ میری یہ کوشش قبول ہو تا کہ میرا مقصد مجھے حصول ہو۔

کوہ چائل ۹ ساون سمت ۱۹۸۴ بکرمی / ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

بنی نوع انسان کا جاں نثار خاکسار بہار سنامی

چمکیں بھی نئی ہی روشنی سے تجلیاں ہیں
اندھیرا ہی رہا جہل میں گو یہ جابجا چمکے

جدید تہذیب

کے

روح فرسا کرشمے

تختۂ ناٹک، میل پارٹ

۱	نگر سیٹھ	شہر کا سب سے بڑا سیٹھ قدیم تہذیب کا نمونہ
۲	پیارا لال	نگر سیٹھ کا اکلوتا نوخیز نوجوان لڑکا
۳	لارڈ جوگ دھیان	نگر سیٹھ کے سینم کا منشی دادا آثارِ قدیم کی مقدس تصویر
۴	پنڈت کیول کشن	پیارا لال کا سچے باز خیرخواہ
۵	سردار موہن سنگھ	پیارا لال کا کلاس فیلو
۶	مسٹر جیک	پیارا لال کا یورپین فرینڈ
۷	سعید میرزا	پیارا لال کا یارِ غار
۸	مسٹر گپ	پیارا لال کا منہ چڑھا خدمتگار
۹	ہری داس	پیارا لال کا موٹر ڈرائیور
۱۰	مسٹر کے آر ورما بیرسٹر	نئی روشنی کے ایک جنٹلمین جن کو عورت بھی ایسی ہی ملی ہے
۱۱	ڈاکٹر جی این شرما آئی ایم ایس	جن کی قدیم تہذیب کی عورت سے شادی ہوئی ہے
۱۲	معشوق حسین	ڈاکٹر شرما کا بہرہ
۱۳	حاجی مولوی اشتیاق احمد فاروقی	ایک پاکباز نمازی جن کی ایک لیڈی ڈاکٹر سے شادی ہوئی ہے
۱۴	احمد	حاجی مولوی اشتیاق احمد کی عورت کا بہرہ
۱۵	گمشیانٹ	دل جان و راحت جان طوائفان کا باپ
۱۶	منوخان مہری	راحت جان کا اُستاد

۱۷ خورشید	کریم بخش قصاب کا بدچلن لڑکا راحت جان کا عاشق	۲۱ مرغی مچھر	دودو ٹنگ
۱۸ اختر	ایک پشاوری حسین لڑکا سینما کمپنی کا ڈیرکٹر	۲۲ بی ایل چرپڑہ	کالج کا سٹوڈنٹ مالتی کا فرینڈ
۱۹ رائے بہادر لالہ گھوڑی مل آنریری مجسٹریٹ	ایک زن مرید	۲۳ خضوری خانساماں	دلدادہ موخا کردپ
		۲۴ شریف حسین	سلاتی
		۲۵ سیر آگر گوسائیں	ایک سادھو
۲۰ پنڈت بجھول	ایک تیز مزاج تندخو جوہری نئی روشنی کا دلدادہ	۲۶ حاجی نثار احمد	مولوی

ان کے علاوہ دوستان [illegible]

فیمیل پارٹ

۱ ساوتری	نگر سیٹھ کی دادی	۱۰ مالتی	لالہ بجھول کی تعلیم یافتہ لڑکی
۲ رام اچھیا	نگر سیٹھ کی وفادار عورت	۱۱ سیوتی	پنڈت بجھول کی عورت
۳ رام پیاری	پیارے لال کی عورت	۱۲ دریا کنور	موہن سنگھ کی عورت
۴ مسز کے آر ورما		۱۳ شوشیلا	بجھول کی تعلیم یافتہ لڑکی
۵ مسز جی این شرما		۱۴ جھنڈی نٹ (طوائف)	راحت جان کی ماں
۶		۱۵ راحت جان	جھنڈی کی نوخیز نتھ والی لڑکی
۷			
۸ مسز جیک		۱۶ دل جان	راحت جان کی بڑی بہن
۹ گوڈی	لالہ گھوڑی مل کی بدزبان عورت	۱۷ رفتی	دلاور آفت کا پرکالہ

ان کے علاوہ دیگر بوڑھی، جوان اور خورد سال عورات

پہلا پردہ

پرارتھنا

(اپسراؤں کا کرشن کی استتی کرنا، مہاراجہ مہوپ اندر سنگھ بہادر کے اقبال و عمر کی دعا مانگنا)

دکھنک راج کا کرشنا موتیاں والے کا — جگ جگ ہم پر سایہ موتیاں والے کا
جھوم جھوم کر ہاتھی آیا موتیاں والے کا — بل پرتاپ ہے دل کو بھایا موتیاں والے کا
تہارا سنامی گن ہے گایا موتیاں والے کا — خوب رنگ جگت بنایا موتیاں والے کا
جھنک جھنک راگ ہے گایا موتیاں والے کا — جگ جگ راج سوایا موتیاں والے کا

دوسرا پردہ

پرستان

فتنی :- (جھنڈی کے پاس آکر مسرت آمیز لہجہ آوازیں) او انگو سیٹھ کا بنیا پیارا لال آج ۵ بجے شام اپنی کوٹھی کے آگے سے موٹر میں گذر رہے تو اُن کی آنکھیں شروع سے آخر تک اپنی بیٹھک کی طرف لگی رہیں، جامع مسجد کے پاس موٹر ایکدم ٹھہری میں اُس وقت پان کی پیک گرانے کے لئے دروازہ میں کھڑی تھی، مسٹر گپ نے میری طرف انگلی سے اشارہ کیا تھا، وہ موٹر سے اُتر اپنے سامنے کی تنبولی کی دکان پر آیا، تو میں فوراً سمجھ گئی کہ یہ سونے کی چڑیا جال میں پھنسنا چاہتی ہے، میں فوراً زینہ اُتر کر اپنے دروازہ پر آ ٹھہری، وہ دیکھتے ہی میری طرف جھکا، اور میں نے بڑی کوشش سے شہر بھر کے مالدار چڑھتی جوانی کے دلدار سیٹھ پیارا لال کو راحت جان کی طرف راغب کیا ہے، وہ رات کو ۹ بجے کے قریب آئیں گے، ذرا بن ٹھن کر تیار رہنا،

جھنڈی :- (ذرا پاس آکر) غارت گئی تو نے اسی وقت مجھے کیوں نہ کہا؟

فتنی :- حسینوں کی قسم میں تو تمہاری خاطر جان دیتی ہوں، اور پھر بلا اپنے سر لیتی ہوں، ہم مجھے اُس وقت

دمکتی ہو، اور بات بات میں ڈراتی ہو،

دل جان:- رنجھا کر، ہاں تم جو ادھر ادھر لڑاتی ہو، اور بات بات میں بگڑتی ہو، ذرا بات سنو ادھر،

جھنڈی:- اچھا بیٹا تم دونوں بہنیں ہاتھ منہ دھو کر اپنا بناؤ سنگار کرو، منوخان، منوخان تم اپنے ساز درست کرو، اور بسنتی کچھ سناؤ،

تیسرا پردہ

پردہ اٹھتا ہے دونوں منہ ہاتھ دھوتی ہیں، بسنتی لباس پہنتی ہیں، اور سنگھار کر کے ناز و انداز سے اپنی جگہ پر بیٹھتی ہیں، اتنے میں باہر سے مہمان آتے جاتے ہیں، امیر بھی بسنتی لباس پہنے ساز بجاتے ہیں، بجلی کے بڑے بڑے لیمپ روشن ہوتے ہیں، بسنتی بانات کا فرش بچھا ہے، اور راحت جان گاتی ہے۔

جو پہلے سنی تھی زبانی تمہاری — وہی ایک ہے لن ترانی تمہاری
لگاوٹ کی نظریں غضب ڈھا رہی ہیں — ستم ڈھائے گی زندگانی تمہاری
لگایا کرو چھپکے آنکھوں میں سرمہ — بگڑ جائے گی سرمہ دانی تمہاری
قیامت کی خبریں ہمیں دے رہی ہے — قیامت ہوئی ہے جوانی تمہاری
غضب ڈھا چکا تھا ستم کر رہی ہے — لڑکپن تمہارا، جوانی تمہاری
کیا ذکر بگڑنے پہلے وہ جل کر — سنی ہے بہت یہ کہانی تمہاری

منوخان:- (جھنڈی سے) بڑا ہی تازہ غزل حسن و عشق کے جذبات کی تصویر کھینچتی ہے، مُردہ دلوں میں جان ڈالتی ہے، خدا کی قسم راحت جان کی جوانی کا ابھار اس وقت دیکھا نہیں جاتا، ذرا دیکھنا کہ ہاتھی دانت کے پستان وار سینہ اور بسنتی قمیض چھاتیوں کے ابھار کو کیسی توبہ شکن زیب دے رہی ہے اس پر مجھے ایک شعر یاد آیا:-

سینہ کی دو دو چھاتیاں انمول — اری چکنی کڑی کراری گول

جھنڈی:- قدریہ باغ کے موتیا کے ہار لگے؟

منو:۔ جی آگئے؛

خورشید:۔ موتیا و دتیا آج کل کے نوجوان پسند نہیں کرتے، عنبر روز کی شیشی لاتا ہوں اُسی سے چھڑکاؤ کر دیجئے'

جھنڈی شیشی کی شیشی اُنڈیل دیتی ہے'

خورشید:۔ جھنڈی اِس وقت اپنی بیٹھک پرستان بنی ہوئی ہے، عشق کے متوالے بھولے بھالے پیارالال اگر آج آجائیں، تو آج ہی سنہ اُترنے کا سامان ہوجائے'

چوتھا پردہ

مسٹر گپ:۔ لیجئے حضور کام بن گیا رپاؤں کو ہاتھ لگا کہ بھلا جہاں پرسیدہ در گاہ کوئی کام ادھورا رہ سکتا ہے' لیجئے خاص معشوق کے ہاتھ کا پان کھائے' اور اپنی قسمت پر اِترائے'

پیارالال:۔ سچ سچ کہنا کیا یہ راحت کے ہاتھ کا لگا ہوا ہے؟

مسٹر گپ:۔ اجی حضور بلا کسی کے کہے' یہ پان خود لگا کر دیا ہے' ہاتھ سے لگانے کا ذکر ہی کیا ہے'

(موٹر روانہ ہوتی ہے اور کوٹھی پر پہنچتی ہے)

پیارالال:۔ راستہ میں تم نے ملاقات کا کوئی ذکر نہیں کیا' اچھا سناؤ' دل بہلاؤ'

مسٹر گپ:۔ حضور میں تنبولی کی دُکان سے پان خرید رہا تھا' کہ خود راحت جان نے آواز دی میں اوپر پہنچا' کوئی دوسرا نہ تھا' اُس نے بڑی محبت سے آپ کی خیریت پوچھی' اور بجز آپ کی جوانی کی بڑی تعریف کی' جب ملاقات کے لئے میں نے کہا' محبت سے بولی' کہ آج ہی رات آجائیں' اور میری ماں کی ایک بات نہ سنیں' فتی کی معرفت سب معاملہ طے کریں' بطور نشانی اپنی انگوٹھی دی ہے' محبت ہو تو ایسی ؎

الفت کا یہ مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

پیارالال:۔ وہ کہاں ہیں؟

مسٹر گپ :- حضور چھاتی کی جیب میں ہے اور اُس کے رکھنے کے لئے اُس سے بڑھ کر اور کون سی
جگہ تھی'

(مسٹر گپ روپے کا ایک چھلا دیتے ہیں' اس پر پیارا لعل اُس کو بغل میں لے کر کوٹھی میں داخل
ہوتے ہیں')

مسٹر گپ :- حضور شہر بھر میں میرا جواب نہیں لکھنؤ کے نوجوان امیرزادوں کو بڑی بڑی سیریں کرائیں'
خوب خوب چھیں اُڑائیں'

پیارا لال :- ہاں اور کیا کیا دیکھا سب بات چیت سناؤ'

مسٹر گپ :- بندہ پرور راحت جان کی کچھ نہ پوچھئے' ایمان کی قسم اگر واجد علی شاہ کی سلطنت میرے
ہاتھ میں ہوتی' تو آج اُس کے دیدار کی رونمائی میں اُس کے نام ہبہ کر دیتا' اگر اُس کا سراپا بیان
کروں حضور غش کھا جائیں'

پیارا لال :- ہاں ہاں کچھ تو بیان کرو؟

مسٹر گپ :- اُس کی چوٹی درخشندہ آفتاب کے اردگرد ساون' بھادوں کی کالی گھٹائیں ہیں'
اُس کا چہرہ حسنِ الٰہی کا آئینہ ہے' اُس کی مست ڈورے دار منور آنکھوں کے اوپر ابرو کی کشش
نے کمانداروں کی کمانیں توڑ دیں' خدا کی قسم ایک ایک چیز لاجواب ہے' حسن میں انتخاب ہے'

پیارا لال :- اور رخسارے!

مسٹر گپ :- یہ آپ کا حصہ ہے' میں بھلا اُن کے دیدار سے کیونکر لذت پا سکتا تھا' ہاں وہ منہ جسے
دیکھ کر غنچہ نو دمیدہ بھی پژمردہ ہو جائے' وہ دانت کہ جنہیں دوبارہ مصورِ فطرت بھی نہ بنا سکے' وہ صراحی
گردن کہ اگر آپ دونوں ہاتھ اُس میں ڈال لیں مگر پھر نہ چھوڑیں' اس سے آگے جو کچھ ہے' امانت
میں خیانت ہے' مگر اب آپ جلد تیار ہو جائیے' وصل کا وقت انتظار کر رہا ہے' دیر نہ کیجئے'

(پیارا لال کا قدِ آدم شیشے کے آگے کنگھی کرنا' نیا سوٹ پہننا' آرائش کی بڑا کتیں' دوڑ
میں آکر بیٹھنا' مسٹر گپ کا سامنے۔) براجمان ہونا

مسٹر گپ:- حضور ایک ضروری چیز بھول آیا'

پیارا لال:- لے آؤ'

مسٹر گپ:- نوٹ تو حضور کے پاس بہت ہوں گے'

پیارا لال:- اور کل جو ایک ہزار کے نہیں دے سکے'

مسٹر گپ:- بندہ پرور پائی پائی کا حساب لکھا پڑا ہے **مرغی میجر** - حساب لکھنے میں آپ خوب ماہر ہیں'

پیارا لال:- نوٹ میرے پرس میں بہت ہیں' مگر ہاں ۵۰۰ سگرٹ کا ٹن اُٹھا لاؤ'

(مسٹر گپ اندر جا کر ٹن لا کر موٹر میں سوار ہوتے ہیں' اور موٹر چلتی ہے')

پانچواں پردہ

(دردل جان عنبر کی آرائش' بجلی کی روشنی میں اُن کا بیٹھنا)

فتی:- (گھنٹہ دیکھتی ہے) لو بوا ۸ بجنے میں ۵ منٹ رہ گئے' اب آپ کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے علیحدہ ہو جاؤ'

جھنڈی:- تو بڑی بدتمیز ہے' بات تک نہیں سمجھتی' اس ملاقات میں میرا بیٹھنا ضروری ہے' اگر دل جان بھی بیٹھی ہے' تو کچھ حرج نہیں' مگر راحت کو یہاں سے اپنے سونے کے کمرہ میں جا کر پلنگ پر لیٹ جانا چاہئے' راحت تم اندر جاؤ' لیکن تیار رہنا' بلانے سے بھی نہ آنا' سر درد کا بہانہ بنانا' جب میں بلانے آؤں' بار بار انکار کرنا' اور جب آؤ' دور بیٹھنا' اگر پیارا لال دس باتیں کرے' ایک کا جواب دینا' اور دو بھی شرم و حیا کی آڑ میں'

راحت جان:- خاموش'

فتی:- ہاں ہاں راحت جان سب سمجھتی ہے'

جھنڈی:- تو تو بات تک کرنے نہیں دیتی' چھنال بک بک کرتی ہے' راحت جان تو سمجھ گئی بیٹا'

راحت جان:- چپ'

جھنڈی:- بس میرا اطمینان ہو گیا' اب اسے سمجھانے کی ضرورت نہیں'

(راحت جان با دلِ ناخواستہ مری مری اٹھتی ہے' اور دھڑم سے پلنگ پر جا گرتی ہے' اور یہ سنبھل کر بیٹھتے ہیں)

چھٹا پردہ

(بنہ موڑ کا چوبارے کے نیچے آکر ٹھیرنا' اور نارن بجا' فنی کا لپک کر دروازے سے تاک کر آنکھ' زینے کے نیچے پہنچنا)

فنی:- مسٹر گپ تم وعدے کے پکے ہو مگر یہ جھنڈی جھنڈے تلے کی تجربہ ہے' راحت جان تو بیمار بنا کر پلنگ پر لٹا دی گئی' وہ زار و قطار رو رہی ہے'

(پیارا لال کا سینہ پر ہاتھ رکھنا' اور سہم جانا' اور پانا' پیچ اٹھانا' اور ڈرتے ڈرتے بیٹھک پر داخل ہونا' جھنڈی اور فنی کے کہنے سے گاؤ تکیے کے پاس بیٹھ جانا' کچھ عرصہ تک خاموشی کا عالم رہنا'

مسٹر گپ:- حضور آپ نے دیکھا کہ اِن کے مکان کی کیسی آرائش ہے'

پیارا لال:- کیوں نہ ہو۔ کہو جی آپ کے سگے لڑکیاں ہیں؟

جھنڈی:- یہی دو ہیں۔

پیارا لال:- اِن کا کیا نام ہے؟

جھنڈی:- دل جان

پیارا لال:- دوسری کہاں ہے'؟

جھنڈی:- اجی حضور کیا کریں یہ دہلی کے نئے شوقین رنڈیوں کی جان کھا جاتے ہیں' ۴' ۵ سو روپیہ دوستوں میں اکٹھا کرتے ہیں' اور قلب کو جلسہ گاہ بناتے ہیں' صبح رنڈی لے جاتے ہیں' شام تک فرمائشوں اور نئی چیزوں کے سننے کے شوق میں رات کر دیتے ہیں' پنڈت بھجوملی لو بیٹے نے صبح سویرے

کبھی، اور یہ دونوں بہنیں بلا بھیجیں، ہم تینوں سوار ہو کر ان کی کوٹھی سبزی منڈی میں پہنچے، چار مردوں میں اُن کے یار دوست بھیڑ بکری کی طرح بھرے تھے، ہمیں دیکھتے ہی طرح طرح کے آوازے کسنے لگے، درمیان میں ہماری موٹر کرکے قطب کی راہ لی، پان تک نہ کھلنے دیا، راحت جان کے سر میں کئی دن سے درد تھا، چند غزلیں گائی تھیں، کہ درد سے بے حال ہو گئی، جنگل میں دوا کہاں، تین بجے آئے ہیں، وہ اُسی وقت سے پلنگ پر پڑی ہے،

(راحت جان کے رونے کی رُک رُک کر آوازیں)

جھنڈی:- یہ دیکھو درد سے کس قدر بلبلا رہی ہے،

(پیارا لال کا مسٹر گپ کی طرف حیرانی سے دیکھنا)

جھنڈی:- دل جان ہماری سرکار آئی ہوئی ہے، جلدی سے پان لگاؤ، ایک دو گلوری کھلاؤ اور کچھ گانا سناؤ،

(دل جان کا پان لگانا اور اُٹھ کر بڑی نزاکت سے پیش کرنا، بجھی ہوئی طبیعت سے پیارا لعل کا پان اُٹھانا، دل جان کا تسلیم بجالانا، مسٹر گپ کا ایک ایک کر کے پانچ پونڈ طشتری میں ڈالنا، دل جان کا گانا)

بیٹھ کر دل میں مرے یار کا پیکان نکلا　　　خوش ہوا یاس کہ یہ بھی تیرا ارمان نکلا
چند تصویر حسینوں کی کھتیں اور چند خطوط　　　بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ سامان نکلا
گھونٹا ہے شبِ فرقت میں گلا حسرت کو ٹی　　　ڈال کر ہاتھ جو دیکھا تو گریبان نکلا

پیارا لال:- واہ خوب گاتی ہیں،

مسٹر گپ:- جھنڈی ذرا راحت کی خبر لاؤ، اگر طبیعت بحال ہو گئی ہو، تو اُن کا بھی گانا سناؤ،

(جھنڈی تابعداری بڑی تیزی سے حکم کی تعمیل کرتی ہے، مگر اُن کی طرف پیٹھ کرتے ہی بڑبڑاتی ہوئی، راحت جان کی خوابگاہ میں داخل ہوتی ہے، اور بلا بات چیت کئے اسٹیج ہی سے اکر کھتی ہے)

جھنڈی :- میں آپ پر ہزار جان سے قربان راحت سو رہی ہے، درد ہلکا ہو گیا، آپ دل جان سے کچھ اور سنئے،

مسٹر گپ :- جھنڈی دیر ہوتی جاتی ہے، اب دس بجنے والے ہیں، اگر راحت جان جاگ اٹھی تو دومنٹ کے سننے کو مزید تکلیف ہو،

(جھنڈی پانچ دفعہ اندر جاتی ہے، اور ہر دفعہ ایسا ہی بہانہ بناتی ہے،)

دل جان :- کیوں جی سیٹھ جی آپ کی گھڑی کی سونے کی زنجیر کہاں کی بنی ہوئی ہے' ؟

مسٹر گپ :- اُن کے کیا یاد ہے، ایسی سینکڑوں زنجیریں پڑی ہیں'

(پیارا لال کا مع گھڑی اور زنجیر گلے سے نکال کر دل جان کی نذر کرنا' اور اُس کا بہ اصرار سے قبول کر کے راحت جان کے پاس اندر جانا' اور اُس کو لئے باہر آنا' اور اُس کا بدن چھپائے گھسٹتے ہوئے اندر آنا' اور آہستہ سے بیچ میں بیٹھ جانا'

دل جان :- راحت سیٹھ جی تمہارا گانا سننے کے انتظار میں بڑی دیر سے بیٹھے ہیں' تم نے دیکھا کہ تمہارے لئے کیسا تحفہ لائے ہیں'

(راحت جان کا سر نیچا کر لینا' دل جان کا پان بنانا' سونے کے ورق چڑھا کر راحت جان کے ہاتھ میں دینا' اُس کا بمشکل اُٹھنا' اور رک رک کر بڑھنا' کچھ دیکھنا' کچھ دکھانا' مگر نزدیک جا کر قدم کا نہ اُٹھنا' ادھر پیارا لال کا بے حال ہو جانا اور پان نہ لے سکنا)

دل جان :- راحت ادب سے پان پیش کرو۔

(راحت جان کا پیچھے لوٹنا' اور جہاں بیٹھا تھا باوجود کوشش کے نہ بیٹھ سکی'

مسٹر گپ :- جھنڈی سیٹھ جی کی عمر انیس سال کی ہے' اس پر شرم و حیا میں پرورش' تم دیکھتی نہیں کہ نیک چلنی کی جوانی کا کیسا جوبن ہے' حضرت کرزن فیشن نے استرہ سے کر ان کی ڈاڑھی اور مونچھوں پر معشوقانہ وار کیا ہے' (قہقہہ) ماشاء اللہ اب یہ دوسری راحت جان بن گئی ہیں' (قہقہہ)

جھنڈی :- کیوں نہ ہو خدا کے فضل سے امیر ابن امیر ہیں' میری راحت بھی تو نواب اسفندیار خان

سیستانی کی یادگار ہے، اور میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ پندرہ سال کی عمر تک انہیں کسی مرد کے پاس پھٹکنے نہ دوں گی، ہاں سیٹھ جی اگر ارشاد فرمائیں،

پیارا لال :- چپ،

مسٹر گپ :- راحت جان سیٹھ جی کو کوئی نئی چیز تھیٹر کی سنائے،

جھنڈی :- مسٹر گپ ہمارا کام ہی گانا بجانا ہے، مگر جب طبیعت ٹھیک نہ ہو کیا کیا جائے، پھر کسی دن آپ کی سفارش پوری کر دی جائے گی، بادر تو کیا تان بھی پیش نہ کر سکی، دراصل اسے مردوں سے ڈر لگتا ہے،

مسٹر گپ :- سیٹھ جی دیکھئے آپ کی بخشی ہوئی زنجیر ان کے سینہ پر کیا بہار دے رہی ہے، یہ تو گویا ان ہی کے لئے بنی تھی،

جھنڈی :- راحت تو دن بھر کی تھکی ماندی ہے، درد سے بے حال ہے، جاؤ دوا کھا،

(راحت جان خاموش ہے، اور دائیں ہاتھ سے اپنا سر پکڑ کر درد (عشق) کا اظہار کر رہی ہے)

جھنڈی :- راحت اگر صبح ہی حکیم نابینا کا نسخہ پی لیا ہوتا، تو مرض کب کا دور ہو گیا ہوتا، اب اگر تو اپنی جان اس طرح کھونا چاہتی ہے، اور زندگی سے ہاتھ دھونا چاہتی ہے، تو ہمیں کیا اصرار ہے، ہم سمجھے کہ تو زندگی سے بیزار ہے،

(راحت جان کا غصے سے لال پیلا ہونا)

راحت جان :- میں اگر اب تک اپنی اور تمہاری عزت کا پاس نہ کرتی، ہیرے کی کنی چاٹ کر مزہ چکھا دیتی، تم مجھ کو عصمت فروشی کے لئے تیار کرتے ہو، اور حرام کی کمائی پر رستے ہو،

(راحت جان کا ہاتھ کے جھٹکے سے کھڑے ہونا، پیارا لال کی طرف بار بار دیکھتے ہوئے اپنے خوابگاہ میں داخل ہونا، جھنڈی کا غصہ سے آگ بگولا ہونا، اور راحت جان کا پیچھا کرنا، لات مارنے کی آواز آنا)

مسٹر گپ :- دل جان دیکھو کیا غضب ہو رہا ہے'

جھنڈی :- ارے گھسیٹا اس حرامزادی کو اندر سے گھسیٹو اور پسے دالان میں لے جا کر خوب پیٹو' سیٹھ جی ہماری بنی بنائی سلطنت برباد ہو گئی' اب آپ جائے مگر ہمیں اب معاف فرمائے' اگر اس کی جان سلامت ہے تو یہ کرامت ہے' آپ برابر آئیے اختلاط بڑھائیے' اگر جان نکل گئی تو ہماری دلی اجڑ گئی'

(سیٹھ جی اور مسٹر گپ کا رخصت ہونا)

ساتواں پردہ

راحت :- ہائے ہائے ماردی' کوئی مجھے ان ظالموں سے چھڑائے'

(خورشید کا دوڑ کر آنا' گھسیٹا کا راحت جان کو گھسیٹ کر اسی بیٹھک میں لانا)

جھنڈی :- اس چھنال کی گردن پکڑ' مضبوط رسیوں سے جکڑ'

(راحت جان کا پے در پے چیخیں مارنا' اور درد کر کہنا)

راحت جان :- ظالمو! مجھے کہاں لئے جاتے ہو' کیوں غریب کو ستاتے ہو' میں عصمت فروشی کر چکی' رنڈی کی زندگی سے ہاتھ دھو چکی' کنوئیں میں گرا دو' خواہ سولی پر چڑھا دو'

گانا

بلبل اسی رشک گل کی ہوں میں ۔۔۔ تم ایک ہزار لاکھ میں کہوں میں

(راحت جان کو مار پیٹ کر زندان بلا میں ڈالنا' طوق آہنی کا سر لگانا' بھوک اور پیاس کا جھاتے رہنا' ہائے اور آہ کا ورد رکھنا' گھر میں ماتم برپا ہونا' طلائی زنجیر پر جھنڈی کا قبضہ پانا)

آٹھواں پردہ

مسٹر گپ :- ہری داس' ہری داس اوپر آؤ'

ہری داس:۔ ہم لوگ سیٹھ جی کی جان سے گر رہو گے'

مسٹر گپ:۔ باتیں ملاتا ہے' بدذات' ادھر آ' سیٹھ جی کی طبیعت خراب ہو رہی ہے'

(ہری داس کا زینہ چڑھنا' پیارا لال کو زینے سے اُٹھانا' بازو پکڑ کر نیچے لانا' اور موٹر میں بٹھانا' فنی کا منہ بسورتے ہوئے موٹر کے پاس آنا)

مسٹر گپ:۔ فنی تمہاری کارگذاری کے نتیجہ پر بڑا افسوس ہے' مگر ہم تم کو محروم رکھنا نہیں چاہتے' سو روپیہ تم کو انعام دیا جاتا ہے' خاص خدمت کا خاص انعام پھر دلاؤں گا'

(فنی کا جھک کر سلام بجا لانا' اور نہایت احتیاط سے نوٹوں کا جیب میں ڈالنا)

فنی:۔ دلداروں کے دلدار میرا یہ اقرار ہے' کیونکہ خادم دل سے نثار ہے کسی دن محفل رقص کا جلد انتظام کیجئے' خاص اہتمام کرائیے' پیارے کو ڈھارس دلائیے' راحت کو پیارے سے ملائیے' اس کی میں ذمہ دار ہوں' جاں نثار ہوں' وفادار ہوں' آپ بے غم جاؤ' ڈھارس دلاؤ' اطمینان فرماؤ

نواں پردہ

مسٹر گپ:۔ میرے مالک بے قراری کی کیا بات ہے' فنی کی کوشش کرامات ہے' وہ وعدہ دے چکی ہے' اور مژدہ سنا چکی ہے' کہ اگر راحت کو آپ سے وصل نصیب نہ ہوا' تو جان دیدے گی۔ آج کی رات درمیان ہے' کل عیش کا سامان ہے' دل کے ارمان نکالئے' دل سنبھالئے'

(پیارا لال کا متوجہ ہونا' اور آنکھیں کھول کر پوچھنا)

پیارا لال:۔ کیا انتظام کیا ہے'

مسٹر گپ:۔ حضور کل اپنے دوستوں کی دعوت کیجئے' دل جان اور راحت جان کو مجرے کیلئے بلا لیجئے' محفل گرمائیے' عیش اُڑائیے'

پیارا لال:۔ اچھا صبح دیکھا جائے گا' اب مجھے بخار کی حرارت ہو گئی'

(مسٹر گپ کا اپنے کمرہ میں جا کر سو جانا)

قواعد و ضوابط

اہتمام ترتیب و قیمت رسالہ

۱۔ یہ رسالہ شروع ۱۹۲۱ء سے شاندار ارادوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوگا۔

۲۔ چونکہ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہے اور زمانۂ قدیم سے ہندوستان کا مرکز مانا گیا ہے۔ اس لئے اس کی اشاعت کے لئے یہ اعلیٰ راجدھانی منتخب کی گئی ہے۔

۳۔ اس میں خصوصیت سے ہند کی چھوٹی بڑی ۷۰۰ ریاستوں اور دیگر روساء و امراء وغیرہ کے پولیٹکل۔ سوشل۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ علمی و ادبی وغیرہ مضامین درج ہوا کریں گے۔

۴۔ ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری حالات مع تصویر ہوا کریں گے۔

۵۔ سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہ ہوگا۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ۔

۶۔ کسی ماہ کے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہئے۔

۷۔ جن اصحاب کرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جاوے گا۔ بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھے جائیں گے۔

۸۔ شرح چندہ حسب ذیل ہے:۔

۹۔ جیسا کہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔ اس میں محض رئیس و ریاستوں اور جاگیرداروں ہی کے متعلق مضامین درج ہوا کریں گے۔ مضمون نگار صاحبان اس موضوع اور متعلق عنوانوں ہی پر مضمون تحریر فرماویں۔

۱۰۔ جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضمون لکھیں گے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائیں گے۔ اُن کی خدمت میں بقدر مناسب معاوضہ پیش کیا جائیگا یا رسالہ مفت دیا جائیگا۔

۱۱۔ نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے۔

۱۲۔ یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جائیں۔ صحیح صحیح ہوں۔ سُنے سنائے نہ ہوں۔

۱۳۔ جملہ خط و کتابت متعلق مضامین خریداری و نمونۂ ارسال اشتہارات و نیز ترسیل زرچندہ اُجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام خاکسار ہونا چاہئے۔

۱۴۔ چونکہ اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں باریابی کا فخر حاصل ہے۔ اسلئے طبقہ امراء میں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہے۔ اشتہار دہندگان کے لئے نادر موقع ہے۔ نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں۔ جو بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتے ہیں۔ مگر یہ واضح رہے کہ جھوٹے اشتہارات بھیجنے اور چھپوانے کی بے سُود کوشش نہ فرمائیں۔

قسم خریدار صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	امراء و رؤسائے نامدار	عوام	طلباء	مابعد
شرح چندہ	تحفتاً نیشن تحفتہ لگا ہے تحفتاً کترش تحفتہ لگا ہے		۲۵ عـہ	ہے ر	۵ ہر	الضاً عف

چیف منیجر رسالہ رئیس ہند دارالسلطنت ہند دہلی

کشتہ قمر بیضہ

سستی نامردی اور امراض مثانہ کے لئے اکسیر ہے

یہ کشتہ پہاڑ کے ایک سادھو سنیاسی نے عرق لیموں میں ہمارے روبرو بیس سال ہوئے تین ماہ میں تیار کیا تھا ۔ چونکہ تجربہ سے عجیب و غریب پایا گیا ہے ۔ اس لئے جن صاحبان کو اس کے استعمال کی ضرورت ہو ۔ بلا دریغ طلب فرما دیں ۔ ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہے ۔ قیمت چار روپیہ ۔

کشتہ فولاد

جس کے عجیب غریب خواص ناقابل بیان ہیں

یہ کشتہ بھی سادھو معز زالیہ نے ہماری نگرانی میں تیار کیا تھا ۔ اول تو خالص فولاد کا ملنا مشکل تھا ۔ پھر اس کی شناخت اس سے مشکل تھی ۔ ایک بیش قیمت سلاح خانہ سے حاصل کیا گیا ۔ اور اسے عرق تربوز میں گلایا گیا ۔ اور پھر دو مہینے تک آنچ پر آنچ دی گئی ۔ جب کہیں جا کر یہ کشتہ بنا ۔ ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کیلئے کافی ہے ۔ چار روپیہ ۔

حسن یوسف

چہرے کے دھبوں ۔ داغوں اور چھائیوں کو صاف کرنیوالا پوڈر

شیخ الرئیس بو علی سینا کے قانون نسخہ کی ترکیب کے موافق تیار کیا ہوا سفوف ہے ۔ قیمت فی پوڑیہ جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے ۔ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ :- پٹیالہ بھگونت آشرم (پنجاب)

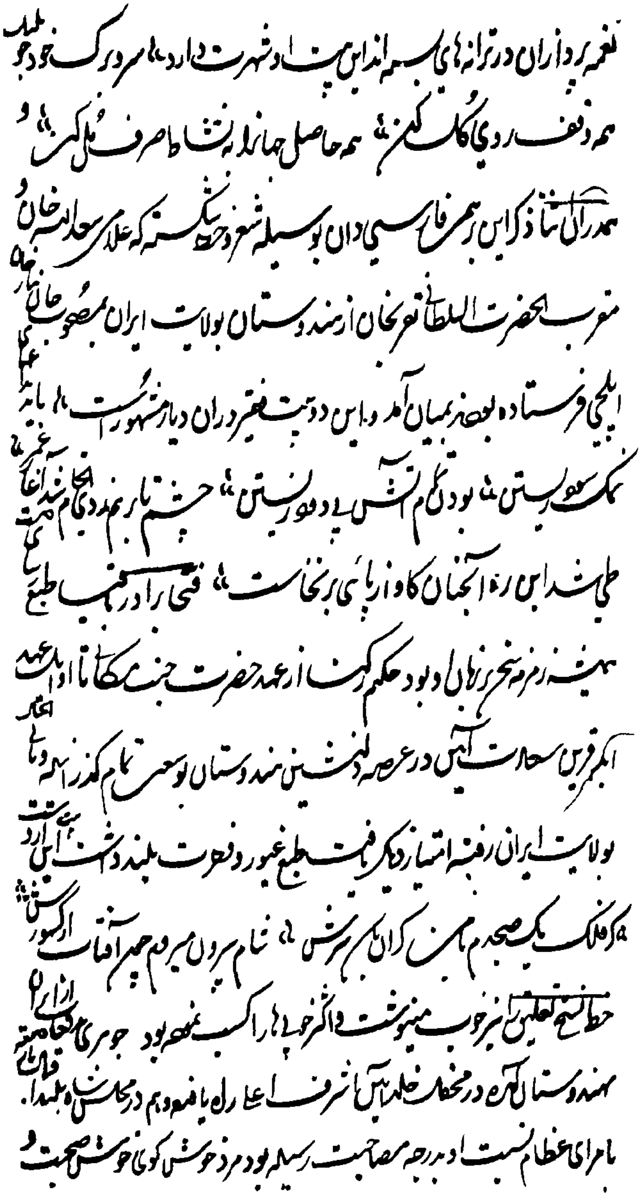

A SAMPLE OF THE SHIKASTA NASTALIQ AMEZ HANDWRITING OF RAI CHANDARBHAN BRAHMAN

دسترخوانِ رئیسِ ہند

دورِ جدید، آراستہ دہلی، بابت ماہ مارچ، اپریل ۱۹۲۸ء جلوسِ ہشتم دربارِ سوم چہارم

تصویر بلاک :-	نمونہ خطِ نستعلیق آمیز شکستہ رائے ایبان منشی چند بھان برہمن	اڈیٹر پیارے لال شاکر

نمبر شمار	عنوانِ مضمون	عنوانِ ضمنی	صاحبِ مضمون	صفحہ
۱	دسترخوانِ رئیسِ ہند	جلوسِ ہشتم دربارِ سومین چہارمین منعقدہ دہلی مارچ اپریل ۱۹۲۸ء	ایڈیٹر	۱
۲	رموزِ مصلحتِ رئیس	ذریعہ نجات تاجداران انگلستان، جنرل ڈیوڈ سن، سالار جنگ کی جلوس	ایڈیٹر	۲/۵
۳	حقائق التاریخ	انتظامات ریاستہائے کوہستانی (شملہ) پہاڑی ریاستوں کے انتظام کا خاکہ	نامہ نگار	۶/۷
۴	فریادِ مظلوم	دربار پٹیالہ اور مہاراجہ صاحب پٹیالہ کی توجہ کے قابل، ہر کشن کی اور اسکا جانشین، نہایت حج	نامہ نگار	۸
۵	مسائلِ علمی و تقریظات	جواہرات اور انکی اقسام اور تاثیرات، موتی کی خوبصورتی، دنیا کی ڈبے بہا خوبصورتیاں، موتی کی پیدائش یا انکی قلم دکھوٹ، موتی کی مختلف مقدم اقسام، موتی کی موجودہ اقسام، موتی کے حسن و عیوب، نقائص کے دور ہونے، بہا موتی، موتی کی احتیاط، موتی کی تباہی، اور چیل چلانی، کشمیر کی پیداوار زعفران، منشی چند بھان رئیس کی خوشخطی	بہار، سنامی، نامہ نگار، ایڈیٹر	۹/۱۶
۶	رئیس الکلام (نظم)	رسالہ مناظر کوہ، علاوہ کے برکات ناسی شاہی دربار ودروالسدس عمر عرل	مرزا دہلوی، حضرت روحی	۱۹/۲۴
۷	ہمارے حاصلات سہ سوانح	حضور نظام کمیشن، شارکمیشن کے نتائج، دیوان میسور کے خیالات، ریاستوں کی اصلاح کی کوشش، مہاراجہ میسور کے دورہ، مہاراجہ کھرتپور، صورت مملکت کا فیصلہ، شہزادہ فیصل، بیمار رؤسائے ہند، ریاست کوٹ کھائی گورنمنٹ عالیہ، مہاراجہ پٹیالہ، بٹلر کمیشن، حکومت دیوان جلاوطن کی رہائی کا ماں، سالک برم، کول پٹیالہ کو شاہی امداد، والی خوشحالی، ریاست بہاولپور، اعمار آنکے سرکار، کشمیر میں اہم اصلاح، تاجداران ہند کے خطاب، تاجداران اخبار، مالیر کوٹلہ کے ماعیان کی بغاوت، ریاست جیند ڈھلگرہ کی، ریاست ہائے ہند میں زعفران رؤسائے ہند، موسم گرما رؤسائے ملک جیمس کالج، ریاست گوالیار کے دربار عرب ریاست مارو، مہاراجہ کولہاپور، نیپال کی پارٹی، کو صحت کی اقتدار داری، حضور نظام کا اردو پر احسان، قیاس کن زگلستان، من بہار مرا، علاقہ راجپوتانہ، ریاستوں کی پارٹی میلنگ، افسانہ کمال	بہار سنامی، ایڈیٹر	۲۵/۳۱
۸	تہذیبِ جدید	تہذیبِ جدید پر ایک سبق آموز ڈرامہ (گذشتہ سے پیوستہ)	بہار سنامی	۳۲/۴۰
۹	اسرار دربار تاج گنج	اسرار دربار پٹیالہ پردہ دوم منظر سوم (گذشتہ سے پیوستہ)	بہار سنامی	۱۷/۲۴
۱۰	قواعد و ضوابط	رئیسِ ہند کے متعلق قواعد و ضوابط	ایڈیٹر	-

رئیسِ ہند

بزیرِ سرپرستی شاہِ اقلیمِ معانی خسروِ دیارِ سخندانی جناب سردار دیوان بھگت رائے صاحب بہار سنامی ایم اے ایل ایل بی ایم آر اے ایس

جلوسِ ہشتم — دربار سوم و چہارم

دہلی، مارچ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء

رموزِ مصلحتِ رئیس

ذریعۂ نجاتِ تاجداران

"اے دانش ور لوگو! عورتوں کی صحبت اور لمحہ بھر میں ختم ہو جانیوالی راحت کا خیال چھوڑو، اور اُلفت۔ رحم، عقل سے رابطہ بڑھاؤ، دوزخ کے عذاب کے وقت ہاروں سے زینت یافتہ سینہ اور طلائی زنجیر سے سجی ہوئی کمر مدد نہ کرے گی"

"بھرتری ہری"

اینگلو انڈین حضرات اور ریاستیں

مہاراجہ راجندر سنگھ صاحب بہادر پٹیالہ کے انتقال کے بعد حسب پالیسی گورنمنٹ انگلشیہ ریاست کی دیسی مشینری کے پُرزے انگریزی مشینوں میں ڈھالے گئے اُن میں سے ایک انگریز ' ایف ' پو پہم ینگ بندوبست کا منصرم مقرر ہوا ' لقب کمشنر ٹھہرایا ' اور چند سے پولیٹیکل ایجنٹی کے بھی مزے لوٹے ' اُس نے جو جو حرکات اپنی تعیناتی کے ایام میں کیں ' اُس وقت کے اخباروں میں کالم کے کالم بھرے پڑے ہیں ' ذیل کا نوٹ اخبار عام ۱۹۰۹ء میں چھپا تھا ' یہ ہیں اینگلو انڈین حضرات کے کارنامے ' جو ہندوستان میں آکر حکومت قیصری کی نسبت نفرت پھیلاتے ہیں ' اور یہ وبا اب ریاستوں میں عام ہوگئی ' خدا فضل کرے ۔

ایک ریاست کی خوش قسمتی

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

جاہل اور بدمغز حکام نے کسر تو نہ چھوڑی تھی مگر قسمت بڑی زبردست چیز ہے ' اسلئے اگر آج گورنمنٹ عالیہ و ریاست ہذا کے مخلصانہ تعلقات کی مضبوطی پر جس قدر خوشی کے پھول نچھاور کئے جائیں اور اُن پر جس قدر آبحیات کے قطرے ٹپکائے جائیں ' اُسی قدر کم ہیں ' اُن تعلقات کی بُنیاد سنگلاخ زمین پر نیک دل بزرگوں کے ہاتھ سے رکھی ہوئی ہے ' اس لئے اہل نظر کے نزدیک کسی نقصان پہنچنے کا احتمال نہ تھا ' مہاراج راجندر سنگھ صاحب خلد مکانی کے انتقال پُرملال کے بعد گورنمنٹ قیصری نے جو ریاست کی انتظامیہ کَل دُرست کرنی چاہی تو اس کے بعض ولایتی پُرزوں نے اس سختی دکھاؤ سے کام لیا کہ جس سے بہ نامبارک اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ملک پنجاب کی وفاداری کی مشینری میں زنگ لگ جائے مگر اُس حاکم حقیقی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے

اِس زنگ پر ایسی بائمو قع اپنے نیک بندوں سے صیقل کرائی کہ جس سے نام و نشان تک جاتا رہا اور ہوے

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آج بڑی حسرتوں اور بر نہ آنے والی امیدوں کو ساتھ لئے کر ایک لائق فائق افسر ریاست بذا دگو اس کے ہر محکمہ کی دست اندازی کی وجہ سے اُس کے لئے یہ عہدہ کا نام موزون و حاوی ثابت نہیں ہوا، یہاں سے چلدیئے۔ عہدہ دارانِ بندوبست نے جلسا کہ مشہور ہے، کل افسرانِ مال، تحصیلداران و نائب تحصیلداران، ذیلداران و سفید پوشان و نمبرداران ریاست کو پچاس پچاس سو سو میل سے کنایتاً طلب کیا، جو چار دن متواتر بہ غریب رعایا خستہ و خوار پھرتی رہی، نقصان بوقعہ فصل جو ہوا اُس کے علاوہ براں ممبران پنچایت ہا کہ جن میں زیادہ تر وہی لوگ تھے کہ جو ملازمین بندوبست کی طرف سے اپنی خاطر مدارات، دورانِ بندوبست آمادہ و تیار کرائے تھے، صبح آٹھ بجے ملازمین کا فوٹو لیا گیا، شام کے ۴ بجے تحصیلداران وغیرہ نے تحصیل دار بطور ذیلدار اِس دیہاتی مجمع کی کمان کی، اِس طرح سے بندوبست کی کارروائی کا یہ آخر مصنوعی نظارہ دکھا گیا، ملازمین بندوبست کے حالات کا ریویو بہت ہی آسان ہے، مشہور ہے کہ موصوف مذکور نے اپنی مُنہ زوری سے اس نہ سالہ ایامِ تحکم میں ریاست کے ہر محکمہ کے اندر ایک تلاطم پیدا کر رکھا تھا، کہیں بلا تعلق کسی منصف کے درپے ہوئے، کہیں بلا واسطہ کسی مجسٹریٹ ضلع سے بگڑ گئے، غرضیکہ کہیں کسی کی شکایت کی اور کہیں کسی کی، کہیں کسی دیوان کو پچھاڑا، کہیں کسی خیر خواہ کو، غرضیکہ اس کی نکلی نہ رہنے والی شر انگیز قلم سے ریاست بھر میں کوئی شریف بھی نہ بچا ہوگا، اللہ رے خیالات شاہی و رعونت خیالِ مبارک میں کوئی آدمی آدمی نہ جچتا تھا، ایک تجویز اپنے مزید قیام کی اور نکالی تھی، مگر اس ناکام حرص میں ناکامی نصیب ہوئی اور نوا در بندگانِ عالی کی ذاتِ مبارک بھی حضرت کی قلم سے

نہ بچ سکی، اور وُہ تمام خیرخواہیاں اور جاں نثاران یک قلم فراموش کر دیں اور دلِ نازک پر ایسی ایسی ٹھیس لگائیں، کہ یہ دلِ شاہی کدورت پکڑ ا ہی ہوگا، کیونکہ پنجاب کی ایک سربرآوردہ ریاست والیٔ ملک اور قومی بادشاہ کو ناتجربہ کار اور کم عمر کہہ دیا گیا کچھ کم چوٹ نہ تھی، عہدہ داران کو خائن سمجھ رکھا تھا، کام بندوبست جیسا کچھ ہوا، وُہ موقعہ پر پڑتال سے پتہ لگ سکتا ہے، اور جو خاطر تواضع اور آؤبھگت منجانب نیکدل رعایا افسران بندوبست کی ہوئی، اُس کی شاہد صحیات مہاجنان ہونگی، انجام ہے کہ اِن عام مصائب وآفات کا خاتمہ ہو کر پُرخوف خیالات اور اسباب آج جاتے رہے یہ گرہن کہ جو ریاست کے پُرنور چہرہ پر لگ گیا تھا، وُہ قطعی طور پر آج ساڑھے چار بجے صاف ہو گیا،

بھائی ریپُدمن سنگھ کی چلبلاہٹ

بھائی گورچرن سنگھ معزول مہاراجہ نابھہ اپنی نچلی نہ رہنے والی طبیعت سے مجبور رہے، اور ضرور رہے کہ وُہ اپنی اِس شرمناک ذلیل بدترین جلاوطنی کے ایام میں بھی سکون و اطمینان سے بسر نہ کریگا، وُہ دن قریب ہے، جبکہ اُس کے لئے کوئی اور سزا تجویز ہوگی، چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر کے شیام وکیل ہائیکورٹ **مدراس** نے بھائی جی کی استدعا پر اِس سے ایک طویل ملاقات کی، اور اِس سلسلہ میں وکیل مذکور سے قانونی مشورہ بھی لیا، وُہ شتر ورز بچوں کی طرح اپنی سرداری اور ولی عہد نابھہ کی مفارقت کا نوحہ پڑھتا ہے، یہ بھی ایک شرارت ہے، ہے نچلی نہ رہنے والی طبیعت اب تو کچھ سیکھ کر سب کچھ کھو لیا،

حقائق التاریخ

انتظامات ریاستہائے کوہستانی (شملہ)

رئیس ہند نے شروع اجرا سے رؤسائے کوہستانی کے حالات لکھنے میں کوتاہی نہیں کی، لیکن تاحال ہندوستان کا بہت سا حصہ اِن کے حالات و واقعات سے قطعاً ناواقف ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خود گوشۂ گمنامی میں رہنا چاہتے ہیں، اِن رؤسا کے سوائے گجہاٹ (سوبن) بہت کم اصحاب کو نام بھی معلوم نہیں، گجہاٹ کا نام اُس کی نوآبادی اور اب حال میں کولیوں کے جینو دھارن کرنے کے سلسلہ میں ہندوستان بھر میں مشہور ہوا، مگر اب حقیقت یہ ہے کہ اب اُنہیں دنیا کے سامنے لانا ضروری ہوگیا، اس لئے ہم ہمیشہ اِن کے حالات و واقعات لکھتے رہیں گے، کہ جس سے ان میں جدید زندگی پیدا ہو، جس سے وُہ آنے والے زمانہ کا بڑی دانشمندی سے مقابلہ کرکے اپنی اور اپنی ریاستوں کی حفاظت کرسکیں،

انتظام کے اعتبار پر **رام پور بشہر** کا درجہ اوّل ہے، مگر قدیم رواج کے موافق بیگار کا رواج ہے، حتی کہ عورات تک سے بیگار لی جاتی ہے، رام پور کے جنگل گورنمنٹ عالیہ نے ٹھیکہ پر لے رکھے ہیں، اور اُس کی صورت صوبہ برار کے مشابہ ہوگئی، زرِ ٹھیکہ کی آمدنی تقریباً جنگل کی درستی میں خرچ کردی جاتی ہے، گورنمنٹ کو شاہی فیاضی سے کام لے کر ایسے بے بس رُؤسا کو خوش رکھنا چاہئے،

انتظام میں دوسرا درجہ ریاست **جُبل** کا، مگر رسوخ کے اعتبار سے وُہ سب پر فوقیت رکھتی ہے اس لئے اُس کی حالت رؤسائے کوہستانی میں بہتر ہوتی جاتی ہے، راناصاحبان جنگلہ، کنہار، بیجا، کہارسین، ملوگ، بلسن، دہامی نیک چلیں حکمران ہیں، خدا اور برکت دے،

راناصاحب **کوٹھار** ایک نہایت مہذب، شریف، ملنسار، زندہ دِل اور تعلیمیافتہ حکمران ہیں،

آپ کا اخلاق وسیع ہے، اسی وجہ سے ہر جگہ عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں،

نالہ گڈھ میں بدعملی نے اپنا رنج قائم کر رکھا ہے، راجہ صاحب اور ولیعہد کی باہمی سخت تکرار ہے، راجہ صاحب اگر دُوراندیشی سے کام لیں تو بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے، اِس طرح سے ریاست برباد ہو جائے گی، ولیعہد اُن کا لختِ جگر ہے، جگر سے لگانا چاہئے،

رئیس باگھل تعلیم سے فارغ ہو کر سیر میں مصروف ہیں، انتظام منیجر کے ہاتھ میں ہے، ابھی کار رئیس بھی نابالغ ہے، مگر اُس کو اس کا منیجر سردار گیان سنگھ ایک تجربہ کار شخص ملا ہوا ہے،

کُمہار میں بگار نے آفت برپا کر رکھی ہے، اس لئے انتظام میں سخت گڑبڑ ہے، رانائے **تھروچ** مالی حیثیت سے ایک ممتاز شخصیت رکھتا ہے، وہاں بھی بگار نے خرابی پیدا کر رکھی ہے، درکوٹی اور سانگری والے اناج کھا کر خاموشی سے زندگی بسر کر رہے ہیں، کسی اصلاح یا جدید انتظام کا ذکر بھی نہیں یہ ہے پہاڑی راناؤں کی کیفیت، کہنا پڑتا ہے، ابھی اِن میں کافی اصلاح و درستی کی ضرورت ہے، اُن کو چاہئے کہ جدید روشنی سے امداد لیتے ہوئے ضرورتِ زمانہ کے مواق انتظامات کریں، ورنہ منیجروں کے لئے جگہ خالی کر دینا چاہئے،

سرپرست صاحبان

ہندوستان اپنی کاہلی کیلئے بدنام ہے، رؤسائے ملک عوام سے زیادہ لاپرواہ واقع ہوئے ہیں **رئیس ہند** اس کا عملی تلخ تجربہ اُٹھا چکا ہے، بعض صاحبان برسوں سے رسالہ وصول فرما رہے ہیں، لیکن امداد کی طرف مطلق دھیان نہیں، خاص خطوط یا دہانیاں بھی عملِ لاپروائی شکست نہ کر سکیں، ہمارے جذبات اور حالات کو اِس تغافل سے سخت نقصان پہنچا ہے، اب ہم آپ صاحبان کے جذبۂ شرافت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہماری مشکلات کا خیال کر کے اپنے فرض کا جلد احساس فرمائیں،

(چیف منیجر رئیس ہند)

فریادِ مظلوم

دربار پٹیالہ و مہاراجہ صاحب پٹیالہ کی توجہ کے قابل

مسٹر بی، ایچ پٹیالہ سے ایک طولانی مراسلہ میں فرماتے ہیں کہ :-

پٹیالہ ہائیکورٹ میں نرنجن پرشاد نامی ایک جج ہے، اُس کا برادر زادہ مسمّی ہری کشن بی، اے، ایل، ایل، بی، پاس کرنے کے بعد کسادبازاریٔ پیشہ وکالت سے ناکام و نامراد رہا، دیکھا کہ پٹیالہ میں چچا جج پر براجمان ہے، مشورہ ہو کر مکان پر بورڈ لگا کر انہیں آسانی سے حاصل کر لیا، اور اپنے چچا مد کور کی بنچ میں وکالت شروع کر دی، اب اُس کے پو بارہ ہیں، حالانکہ اُس سے بہتر سینئر اور پرانے وکلا بار میں ہیں، لیکن انہیں کوئی نہیں پوچھتا، ایک خاص کاروبار جاری ہے، کیا کسی جج کا ایسا کوئی قریبی رشتہ دار اس طرح پریکٹس کر سکتا ہے، مہاراجہ صاحب بہادر کو جلد توجہ فرما کر رعایا کو بربادی سے بچانا چاہیے، اور ایک السباعام سرکلر جلد جاری فرما کر رعایا کو تباہی سے محفوظ رکھنا چاہیے،

علمی خوش خبری

فاضلِ تعظیم، بزرگ ہستی پنڈت امرناتھ صاحب ساحر دہلوی اپنی خداداد زبان دانی اور عام قابلیت کی وجہ سے ملک سخن میں روشناس کرانے کے لئے کسی تعریف کے محتاج نہیں، ہم نے جناب ممدوح سے بصد ادب التماس کیا کہ وہ ہمیں اپنی تصانیف کثیرہ میں سے کوئی دلچسپ تصنیف عطا فرمائیں، چنانچہ ہماری مخلصانہ استدعا پر مہربان فاضل نے بزمِ عرفان یعنی گیان سماج ایک لاجواب تصنیف عطا فرمائی، جو اگلی اشاعت سے رئیسِ ہند میں قسط وار چھپنا شروع ہوگی، علم دوست احباب منتظر رہیں، معرفت کے دریا بہائے جائیں گے،

(ایڈیٹر)

مشاغلِ علمی و تقریظات

جواہرات انکی اقسام اور تاثیرات

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلوس ہشتم دربار ہشتم)

موتیوں کی شناخت اور جانچ

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ گوہر جوہری

موتیوں کی جانچ اور شناخت کا کام بہت ہی دانشمندی اور فہم و فراست کا ہے کیونکہ اس کی شناخت میں بے تعداد امور کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اُن سمندروں کا جن سے وُہ نکلتے ہیں، پتہ لگانا، کھاڑی کو جاننا، اُن کے اقسام پہچاننا، اُن عیوب کو سمجھنا کہ اُن میں کیا کیا نقائص ہیں، اور اُن کی گذشتہ آب و تاب کو جانچنا، کہ اُن کے کس قدر پردے خراب ہو چکے ہیں، کیا کیا خرابی پیدا ہو چکی ہے، یا وُہ نیا ہے یا پُرانا، ایک نہایت ہی مشکل بلکہ ناممکن امر ہے، جو یہ نکات اوّلین ہی نہیں سمجھ سکتا اُس کے لئے موتیوں کی جانچ نہایت ہی دشوار ہے۔

موتی کی خوبصورتی موتی کے جملہ حصص خوبصورتی کے اقسام آجتک کوئی بھی نہیں سمجھ سکا، اور اِسکی یہ صریح شہادت ہے، جیسا کہ آپ نے بارہا سنا ہوگا، کہ شروع شروع میں ایک موتی چند روپے میں فروخت ہُوا، قیمت پاتے پاتے ہزاروں تک پہنچ گیا، اور پھر بازارِ خریداری کی نمائش سے بچنے کے لئے پردہ دار بن بیٹھا، گویا قدر دانوں کے ہاتھ میں پہنچکر تعویذ مقدس بن گیا۔

آسمان سے ابرِ نیساں کے گرائے ہوئے قطرے کا انجماد فطرت کی ناقابلِ بیان خوبصورتی کا ایک بیمثال نمونہ ہے، وُہ قد و قامت، وُہ آب و تاب، وُہ شان و شوکت، وُہ نور و روشنی اِس قطرۂ ناچیز کو اُس کی خاکساری کی بدولت عطا ہوئی ہے، کہ بڑے بڑے صف شکن، ملک گیر اور ذی جاہ بادشاہ

اُس کی آب و تاب پر فریفتہ ہیں، ایک معشوقِ سیم تن "گلبدن" کہ جو بادِ سحری سے کبھی مس کرتے ہوئے ہچکچاتا ہے، اور گلِ گلاب کی پتی کی سختی سے گھبراتا ہے، لیکن موتی کے وصال کے لئے دیوانہ وار مرا جاتا ہے،

جب موتی کی رنگت، جسامت، بناوٹ، چمک دمک اور اُس کی کسی معشوق سیمین بدن نورِ پیرہن کے رنگ سے ہم رنگ ہو جاتی ہے، تو عاشق و معشوق، فاعل و مفعول چار چاند لگا دیتے ہیں، جن مقدس مقامات میں ایسی خوبصورتی جلوہ ریز ہے، وہاں فرحت، انبساط، اطمینان، استقلال، جگہ پاکر خوش نصیبی، اور نیک بختی کی بارش کرتے ہیں، رنج، غم، غصہ، بے دلی، تلون دور کرکے نحوست، بدنصیبی کی بھول کر بھی ہوا نہیں لگتی،

دُنیا کی دو بے بہا خوبصورتیاں

سری سہدیو جی کا بچن ہے، "دنیا میں محض دو ہی بے بہا موتر حسن ہیں، اُن میں سے اوّل تو جوہی کے گلِ نو شگفتہ پر صبح کا قطرہ شبنم، دوسری کسی دوشیزہ نازنین مہ جبین کی صراحی دار گردن میں بے بہا موتیوں کا ہار" اور وہ اس لئے کہ ان ہر دو کی رنگت، خوبصورتی اور شکل یکساں ہے، مگر دونوں میں اس قدر لطیف فرق ہے، کہ جوہی کی خوبصورتی صبح کے وقت آبحیات کی بارش کرتی ہے، اور نازنین مہ جبین کے گلوئے نازک کا ہار مروارید اُس کی بہارِ حسن سے چاندنی میں نور کو نور پہنچاتا ہے، یا یہ سمجھئے کہ پہلی خوبصورتی بوئے خوش سے لاجواب ہوتی ہے، تو دوسری نورِ حسن سے کامیاب ہوتی ہے، ایک نازک اور لطیف تر امتیاز اور بھی ہے، جوہی پر قطرہ شبنم کی خوبصورتی کی حیاتِ فانی ہے، لیکن حسنِ نازنین پر تابندگی گوہر کی درخشانی جاودانی ہے، گو وہ بھی فانی ہے، لیکن نہیں، جوہی اور یہ قطرہ شبنم ادنیٰ داموں پر ایک مالی سے خریدے جا سکتے ہیں، لیکن موتی اور ایسے نازنین کا حصول تاسیخ کی بھول بھلیوں کی تکلیف اُٹھائے اور افعالِ حسنہ کے بغیر ناممکن ہے،

موتیوں کی پسندیدگی یا اُن کی قلمرو حکومت

موتی کی پسندیدگی اور دلربائی کی قدامت بلاشبہ روزِ آغازِ آفرینش سے بے خلل چلی آتی ہے، جس میں بعض اوقات اضافہ بھی ہوا، گویا جب انسان دنیا میں پیدا ہوا، موتی اُس سے پہلے اپنے نوری بحر میں جلوہ نگن تھا، وید مقدس، پران مبترک اور دیگر

کتب مقدسہ میں بھی موتی کا بالعموم ذکر ہے، اہلِ تنجیم و جوتش موتی کو خوشی کا گھر اور منحوس گرہوں کے اثر کو زائل کرنے والا سمجھتے ہیں۔

علم وید کے ماہر وید موتی کا استعمال دل و دماغ کو طاقت دینے والا اور درازئ عمر کیساتھ فرحت دینے والا بیان فرماتے ہیں۔

دیگر مذاہب میں موتیوں کی بے حد قدر کی جاتی ہے، مگر فرقۂ مذکور اپنے فلیش کے تقاضہ پر اس نعمت سے محروم ہو گیا ہے، فرقۂ اناث لطف لے رہا ہے۔

مگر آریہ ورت میں یہ گو ہر شخص نہ پہن سکتا تھا، اس کی خلاصی اگلی سطور میں ملے گی، یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بھارت ماتا کا تاج موتیوں سے ہمیشہ منور رہا ہے۔

موتیوں کی مختلف معدوم اقسام موتیوں کی بہت اقسام ہیں، جن میں سے بعض اب بالکل معدوم ہو چکی ہیں، یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ لوگ اُن کے حاصل کرنے کا علم بھول گئے ہیں، ایک اعلیٰ قسم کا موتی ناگ مکتا کے نام سے قدیم شاستروں میں آیا ہے، یہ سانپ کے ماتھے سے نکلتا تھا، جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے، دوسرا گج مکتا، یہ ہاتھی کے ماتھے سے نکلتا تھا، تیسری قسم کا موتی خنزیر یعنی سُور کے سر میں سے نکلتا تھا، ایک طرح کا موتی کسی کسی مینڈک کے سر میں سے بھی نکلتا تھا، بانسوں میں بھی پیدا ہوتا تھا مگر اب یہ سب اقسام زائل ہو گئی ہیں، کہ جن کی قدر و قیمت دریائی موتیوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

موتیوں کی موجودہ اقسام اب ہم موتیوں کی موجودہ اقسام، اُن کی جائے پیدائش کے لحاظ سے لکھتے ہیں:-

(۱) عرب، یہ موتی سڈول، سفیدی مائل، گلابی ہوتا ہے، یہ اپنی جنس میں سب سے اعلیٰ ہے اور تین لاکھ روپیہ تک قیمت پاتا ہے، قدر پاتے پاتے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔

(۲) **سیلون**، یہاں کا موتی دوسرے درجہ پر ہے، گلابی چمک سے محروم ہے، سفید ہوتا ہے، عرب سے کمتر درجے پر ہے، یہاں کا بڑا موتی پچاس ہزار روپیہ تک قیمت پا جاتا ہے۔

(۳) **آسٹریلیا**، یہاں کا موتی بھی سفید رنگ کا ہوتا ہے، چمک دمک اور آب و تاب سے محروم ہے۔

یہاں کا بڑا موتی بیس ہزار روپیہ تک فروخت ہو جاتا ہے،

(۴) کھاڑی (کلکتہ)، اِس دریا کے موتی کا رنگ سُرخ ہوتا ہے، یہ چونکہ کھاڑی سے نکلتے ہیں،
یہاں کے بڑے موتی دو ہزار روپیہ تک دام پاتے ہیں،

موتی کے حسن و عیوب موتی میں نقص پیدا ہونے سے قیمت گھٹ جاتی ہے، اگر موتی گول اور آبدار ہو، تو اُس کے لئے دس ہزار روپیہ بھی کوئی بڑی بات نہیں، اگر اسی مقدار کا موتی لانبا ہو، تو ایک ہزار روپیہ کا ہوتا ہے، اِسی طرح چھائی والا، مسّے والا، اور چھینٹے والا ایک ہزار، گرج والا دو ہزار، چپٹا، ٹیڑھا، بے آب کا بھی موتی ایک ہزار ہی کا ہوتا ہے، زرد یا نیلا رنگ آنے سے موتی کی قیمت گر جاتی ہے،

موتیوں کے نقائص کے وجوہ بعض موتی تو پیدائشی نقص رکھتے ہیں، بعض میں غلط داشت سے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں،

موتی جب صدف کے اندر قائم ہوتا ہے، تو بے نظیر ہوتا ہے، جب کیڑا موتی کی سعادت کرتا ہے، اُس پر چھلکی چڑھاتا ہے، اِس عمل سے اُس کی آب و تاب اور چمک دمک پر پردہ پڑ جاتا ہے، اِس کی قیمت بھی گر جاتی ہے، علاوہ ازیں اور سنگکڑوں نقائص طریقۂ داشت سے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً بے آب، میلاپن، تتے، چھینٹے پڑ جانا، رنگ بدل جانا، اِن نقائص کی وجہ سے موتی کی قیمت میں بڑا بھاری فرق پڑ جاتا ہے، ذیل میں موتی کی نسبت ایک زبانزد قدیم کبت درج کیا جاتا ہے، کہ جو اُس کی آب و تاب ہونے کی وجہ سے موزون کیا گیا ہے، کیونکہ موتی کی قیمت محض آب ہی سے ہے،

کبت

پانی بن گھوڑے کی چاہنا اسوار کرے — پانی بن موتی کی قیمت کون کام کی
پانی بن سرور کا نسہ نہ پیا مالا گے — پانی بن کامنی کہو کس کام کی
پانی بن سورما شمشیر کی نہ چاہ کرے — پانی بن دامنی دکھے نہ کچھو کام کی
اسے رے رنگیا نی ترجتن کر پانی کا — پانی کے گئے زندگانی دھول دھام کی

بے بہا موتی | چونکہ ہمارے تاجداروں اور رؤسائے نامدار کے درباروں میں آج کل کے جوہری بلا طلب جواہرات کی نمائش کرتے نظر آتے ہیں، کیونکہ وہ جان گئے ہیں کہ آجکل کے درباروں اور سرکاروں میں موتیوں کے مُبصر نہیں رہے، اور طریقۂ خرید بھی اہلِ نقاد کے ہاتھ سے نکل کر بار سوخ، نادان اشخاص کے ہاتھ میں چلا گیا، اس لئے وہ موتیوں کی جا و بیجا تعریف کے ساتھ اُن کی ذات کے افسانے اور قصے بھی ایزاد کر لیتے ہیں، اس لئے ہندوستان کے اِس شرفا کے گروہ کے لئے یہ واقفیت بہم پہنچائی جاتی ہے، کہ اعلیٰ اور قابلِ تعریف وُہی موتی ہے، کہ جو ڈیل ڈول میں سڈول، گول، وزن میں بھاری، قد میں بڑا، رنگ میں گلابی مائل سفید ہو، اور اُس میں ایسی آب ہو کہ چہرہ نظر آئے، جو موتی خریدا جاوے، دیانتدار جوہری اُس کی قدر پہچانے،

موتیونکی احتیاط | زمانۂ قدیم میں موتی ہر وقت پہنے جاتے تھے، وہ اثر کے لحاظ سے استعمال میں آتے تھے، نہ کہ نمائش کے، لیکن اب اثر سے ناواقف ہیں، اور تو اَور بلکہ بڑے بڑے راج پنڈت بھی بے بہرہ ہیں، اب موتی بالعموم نمائش کے کام آتے ہیں، اور وُہ بھی ناقص، چند گھنٹوں کے لئے، اس لئے موتی کی عمر کا بہت سا حصہ نامعقول بکسوں، ڈبوں، ڈبیوں، لیروں اور مٹی میں صرف ہوتا ہے، اور یہی اسباب اُس کے خراب ہو جانے کے ہیں، کیونکہ موتی اکثر، دباغت، گرمی اور بند رہنے سے بالکل خراب ہو جاتا ہے، برخلاف اِس کے پسینہ اور ہوا سے موتی کی آب بڑھتی ہے، پہننے سے خوبصورت ہوتا ہے،

اِس لئے جس صاحب کے پاس موتی ہوں، وُہ کم از کم سال میں چھ ماہ ضرور پہن لیا کریں،

موتیونکی تباہی، صفائی اور چھیل چھلائی | طرزِ استعمال اور طریقۂ داشت آریہ ورت، موتیوں کی صحت و دُرستی، پاکیزگی و صفائی اور چھیل چھلائی سے مستغنی تھی، چونکہ موتی کے اعلیٰ و ناقص کا اثر کیا ہے اسلئے طبقۂ اعلیٰ، اعلیٰ موتی حاصل کرتے تھے، اور غریب و نادار طبائع ادنیٰ، اِس پر بھی موقع مقررہ پر موتیوں کا میلا پن محض ہیٹہ سے دُور کیا جاتا تھا، یا کسی خاص وفادار و متدین جوہری سے اُن کی صفائی کرائی جاتی تھی، چونکہ آریہ ورت ماہر علم معدنیات تھا، اِس لئے انہوں نے جواہرات کے حصول میں خاص جدوجہد کی، ایک چھتر پتی راجہ سے لگا کر ایک ادنیٰ لکڑہارے تک سب تعداد

موتیوں کا مالک ہوتا تھا، مقدس مندر سے ادنیٰ جھوتڑے تک اِن موتیوں کے خزانے سے مالدار ہوتے تھے، اِس لئے دُنیا کی کھاڑیوں کے موتی اِس سرزمین کے قبضے میں تھے، اب قدیم گھرانے برباد ہوگئے، جو بچے مُفلسی نے محتاج بنا دیئے، محتاج و نادار و بدبخت تھے، اِس لئے یہ سب کا سب گنجینہ کسی نہ کسی طرح سے اِن قدیم گھروں سے نکل کر بازاروں میں پہنچا، مغربی قدردان بانچھیں پھیلائے ہم آغوش ہونے کے لئے اپنے خزانے کھولے بیٹھے تھے، پانچ مانگے، دس میں خریدے، ہنسی خوشی یہ کانِ جواہر دُکانِ مفلس بن گئی، اب پُرانے نامی موتی نابود ہیں، کہ کچھ تو آریہ ورت سے نکل کر ایران، کابل پہنچے، اور جو بچے اِس طرح خریدے گئے،

مگر اِس پر بھی منوں موتی شاہی گھرانوں میں محفوظ ہیں، اور متبرک شمار کئے جاتے ہیں، چونکہ اب کھاڑیوں میں اِس کثرت سے پیدا نہیں ہوتے، کہ جس کثرت سے اُن کی خریداری مطلوب ہے، اِس لئے ہندی توہمات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، جاپانیوں اور جرمنیوں نے یہ لبقیہ موتی بھی حاصل کرنے کیلئے عقلمندی سے کام لینا شروع کر دیا ہے، اُنہوں نے مصنوعی موتی بنا کر اصلیت کی شان دکھائی، مگر اثر کے لحاظ سے علی الزعم کا معاملہ ہے،

دوسری چالاکی **موتیوں کا اپریشن** ہے کہ جو جدید تہذیب کی ایجاد ہے، اور جرمن اِس کا اُستاد ہے، اِس عملِ جراحی سے ماند یا خراب موتی چمک اُٹھتا ہے، وُہ یہ فلسفہ بیان کرتے ہیں، کہ موتی کے پردے پیاز کے موافق ہوتے ہیں، اِس لئے ماند شدہ پردہ چھیل ڈالنے سے دوسرا پردہ وُہی خوشنمائی پیدا کرتا ہے، اِس سے واقعی موتی کی زائل شدہ خوبصورتی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے، لیکن کمی وزن کا کیا علاج ہے،

اِس کی تقلید پر ہندوستان میں بھی بہت سے ایسے ہُنرور پیدا ہوگئے ہیں کہ جو اِن ہی ہدایات کے موافق عمل کرتے ہیں، یہ آپریشن معمولی طریق سے ہو جاتا ہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ جو ایمانداری زمانۂ قدیم میں ایک ادنیٰ گھسیارے میں پائی جاتی تھی، وُہ اِس جدید مادّی تعلیم کی روشنی سے کسی قوم کے بڑے سے بڑے دیانتدار میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ اب دیانتداری، ایمان کا جزو شمار نہیں کی جاتی، موتیوں

کے معمولی طور پر صاف کرائے جانے کا ڈر نہیں، مگر ڈر ہے اُن عیاروں کی عیاری کا، کہ جو مداری کی طرح تبادلہ میں کمال رکھتے ہیں، اس لئے جب تک قابلِ اطمینان اور کاریگر کی دیانتداری کا پورا پورا بھروسہ نہ ہو، موتی صاف کرانے تو درکنار اُنہیں دکھانا بھی نہ چاہئے، ایسے واقعات زمانۂ قدیم وجدید میں بے تعداد رُونما ہوئے ہیں، کہ دھوکہ باز کاریگروں نے اپنی ناقابلِ قیاس کاریگریوں اور عیاریوں سے اصلی موتی نقلی موتی سے تبدیل کر دیئے ہیں، اور نگرانِ حال کو ایسے تبادلوں کا برسوں خیال پیدا نہیں ہوا، بلکہ اپنی ہوشیاری ظاہر کرنے کے لئے طرح طرح کے اطمینان دلائے ہیں، اب جو موتی راجگان، اُمراء اور عوام کے قبضہ میں ہیں، اور اُنہوں نے وراثتاً قبضہ میں پائے ہیں، ویسے موتی کہیں دستیاب نہیں ہو سکتے، ہماری تو یہ رائے ہے کہ موتیوں کے صاف کرانیکا کام ہی نا نقص دہ ضرر رساں ہے، اپنے ہی آدمیوں سے صاف کرائے جانے چاہئیں، اور اس کے لئے محض صابون کافی ہے، کسی غیر کو ایسا موتی صاف یا اپریشن کرنے کے لئے ہرگز ہرگز نہ دینا چاہئے

"بہار ساحی" (باقی دارد)

کشمیر کی پیداوار زعفران

بہت کم اصحاب ایسے ہیں کہ جو زعفران کی پیداوار سے واقف ہیں، ہمارے نامہ نگار خاص کشمیر نے اس کے متعلق حسب ذیل نوٹ واقفیت عامہ کے لئے ارسال فرمایا ہے، جو دلچسپی سے خالی نہیں، "ایڈیٹر"

بھوعرف پام پور شہر کشمیر سے پانچ کوس بجانب جنوب میں ہے، تحصیل موضع کا ایک پرگنہ ہے، منجملہ اُن کے پندرہ گاؤں میں زعفران پیدا ہوتی ہے، طریق کاشتکاری زعفران کا اس طرح معلوم ہوا، کہ اس کے بیج کو جو شکل پیاز ہوتا ہے، مئی کے مہینے اونچی زمین میں جس کو یہاں کریوہ کہتے ہیں بوتے ہیں، اور پانی دریا یا ندی کا ہرگز نہیں دیتے، صرف بارانِ رحمتِ الٰہی پر منحصر رکھتے ہیں، اگر ندی کا پانی دیویں تو بالکل برباد ہو جائے، اگر کہیں بارش خوب ہوتی ہے، تو زعفران بھی بہت زیادہ ہوتی ہے، مگر بحساب اوسط سالتمام میں زعفران دو ہزار منوٹہ تک کہ ہر منوٹہ ڈھ سیر کا ہوگا، پیدا

ہوتی ہے، اُس میں سے نصفی حق سرکار ہوتا ہے، اور نصفی زمیندار کا، قیمت اوسط زعفران کی فی منوہ ۲۵ ہوتی ہے، کہ اِس حساب سے پچیس ہزار روپیہ سالانہ آمدنی زعفران کی ہوئی، اور دریافت ہوا کہ ایک دفعہ کی بوئی زعفران پندرہ بیس برس تک پھولتی ہے، اور جڑ اِس کی ہر سال بطور مونڈھا اروی کے رہتی ہے، مگر ہر سال تھوڑا تھوڑا جڑ دن کو نہلانا اور بلانا پڑتا ہے، اور اِس میں کچھ زیادہ تصدیعہ نہیں ہوتا، کیونکہ ایک آدمی دن بھر میں ہزار بوٹے تک صاف کر لیتا ہے، یعنی نہلا لیتا ہے،

رائے رایان منشی چندربھان برہمن میر منشی دارالشکوہ شاہجہان

کی

خوشخطی

بجز نسبت خط خواہش از صحفہ دل　　　سے نوشت برہمن شکستہ و تعلیق

خطاطان ایران و توران و کاتبان کشمیر سے بڑھ کر اور کون خوشخط ہو سکتا ہے، چونکہ آپ نے اوائل عمر میں کشمیر کے پنڈتوں سے خط کی اصلاح پائی تھی، اِسلئے آپ کے خط میں ایک خاص نزاکت اور کشش تھی، خط نستعلیق، شکستہ، غبار، گلزار، طغرا، توام، کرنی، کے کامل خطاط تھے، مصوری و گلکاری سے گلزار کھلاتے تھے، حق یہ ہے کہ اِن حروف الحان چہچہاتے تھے، آپ کے خطوں کے نمونے ایران تک اہل شوق منگواتے تھے، مقبروں میں رکھتے تھے، اور ایوانوں کو سجاتے تھے، اور بچوں کی خط کی اصلاح کے کام میں لاتے تھے، کمال خواہ کسی چیز کا ہو، زوال و ادبار سے بچاتا ہے، چنانچہ جب علامی **افضل خان** کی موت سے اُس کے متوسلین پر تباہی آئی تو آپ کے خط شکستہ ہی نے اِس ستم کا مقابلہ کیا، اور انہیں شکست دی، برہمن کو اپنے قلم کے بیان اور لباس پر خود ناز تھا، آپ کے خط شکستہ کی کلک نے **شاہجہان** کے خونی ارادوں کے دل بادل کو جو شکست دی، اُسے آپ اپنی آنکھوں سے پچھلی سطروں میں دیکھ چکے ہیں،

ہم نے بڑی تلاش سے برہمن موصوف کی قلمی کتب کا پتہ پایا، چنانچہ جو ملا کہ اس دفعہ رسالہ میں دیا جاتا ہے،

رئیس الکلام

افتخار الشعراء منشی مہاراج بہادر صاحب برقؔ دہلوی، بی اے، منشی فاضل نے رئیسِ ہند پر خاص مہربانی فرماتے ہوئے "برسات اور مناظرِ کوہ" اور "جلوۂ سحر" دو پُر لطف فطرتی مناظر پر لاجواب نظمیں لکھیں، جو دورِ حاضرہ کی کامل دلچسپی لئے ہوئے ہیں، ہم نہایت شوق کے ساتھ دسترخوانِ رئیس ہند پر جلوہ دیتے ہیں۔

"ایڈیٹر"

برسات اور مناظرِ کوہ

(از افتخار الشعراء مہاراج بہادر برقؔ دہلوی، بی اے)

کیا شانِ دلفریبیٔ کہسار ہو بیاں — ہر دم یہاں ہے پیشِ نظر ہے نت نیا سماں
برسات بھی دکھاتی ہے کیا ٹھنڈی گرمیاں — موسم میں ہیں غضب کی تلوّن مزاجیاں
سایہ کبھی ہے، دھوپ کبھی، ابرِ تر کبھی
دھندلا سا اِک غبار ہے پیشِ نظر کبھی

منظر وہ دلفریب سبر کوہسار کا — سایہ پھر اُس پہ دامنِ ابرِ بہار کا
وہ ہلکے ہلکے ابر سے پڑنا پھوار کا — دامانِ دشت و کوہ سے دُھلنا غبار کا
نکھرے ہوئے وہ سبز شجر دور دور تک
آتے ہیں صاف صاف نظر دور دور تک

وہ نیلگوں سا گنبدِ گردوں کا سائباں — ابرِ سیہ محیط کہیں زیرِ آسماں
دلکش وہ سربلند پہاڑوں کی چوٹیاں — پھرتے ہیں جن پہ ابر کے ٹکڑے رواں دواں
ٹھنڈی ہوا میں کھیلتے ہیں دھوپ چھاؤں سے

دامانِ کوہ روندتے پھرتے ہیں پانوں سے

برسات کا سماں وُہ فضا سبزہ زار کی — وُہ دُور تک صفیں شجرِ سایہ دار کی
وُہ رعد کی کڑک وُہ صدا آبشار کی — وُہ موجہائے سردِ نسیمِ بہار کی
وُہ جنبشِ صبا سے لچکنا گیاہ کا
وُہ کامیاب ہو کے پلٹنا نگاہ کا

وُہ ہلکی ہلکی دُھوپ وُہ بادل کہیں کہیں — قطعاتِ کوہسار مسلسل کہیں کہیں
گھاٹی میں وُہ بھرے ہوئے جل تھل کہیں کہیں — سبزے کا فرش غیرتِ مخمل کہیں کہیں
پھیلا ہوا وُہ سلسلۂ کوہ دُور تک
اور اُس پہ بادلوں کا وُہ انبوہ دُور تک

وُہ جلوۂ بہارِ شفق اور وقتِ شام — وُہ دونوں وقت ملتے ہوئے شب کا اہتمام
وُہ دامنِ اُفق سے نکل کر بہ احتشام — تارے میں جلوہ ریز فلک پر بہ لطفِ تام
بکھری ہوئی وُہ نُور کی کرنیں زمین پر
صد نقش دلفریب ہیں پتھر کے سین پر

مطلع وُہ صاف صاف وُہ مہتاب جلوہ ریز — وُہ ٹھنڈی روشنی وُہ شعاعیں سرور خیز
تازہ کُنِ دماغ ہوائیں وُہ عطر بیز — فرحت فزائے قلب وُہ پھولوں کی بوئے تیز
وُہ نُور سا برستا ہوا آسمان سے
کافور تیرگی کا وُہ ہونا جہان سے

رُخسارِ ماہتاب پہ گہ دامنِ سحاب — وُہ نُورِ شب فروز کا جلوہ تہِ نقاب
گہ کالے بادلوں سے چمکنا بہ آب و تاب — گہ ابرِ تر میں ڈوب کے ہونا غریقِ آب
ہونا جھلک دکھاتے ہی اوجھل نگاہ سے
مُنہ ڈھانکنا وُہ دامنِ ابرِ سیاہ سے

مدہم سی زرد زرد شعاعیں وُہ ماہ کی — جلوہ نما نقاب سے ابرِ سیاہ کی
وُہ تیرگی میں جلوہ نمائی نگاہ کی — دامانِ ابر سے وُہ جھلک گاہ گاہ کی

رُخ پر ہوائیاں سی قمر کے چُھٹی ہُوئیں
وُہ ابر تر کے ہاتھ بہاریں لُٹی ہوئیں

وُہ خال خال چرخ پہ تارے کہیں کہیں — وُہ کالے بادلوں کے غُبارے کہیں کہیں
وُہ برق کی چمک وُہ شرارے کہیں کہیں — وُہ نور و تیرگی کے نظارے کہیں کہیں

منظر وُہ آسماں پہ سپید و سیاہ کا
تھم تھم کے لُطف دید اُٹھانا نگاہ کا

سچ تو یہ ہے پہاڑ کے منظر ہیں دلفریب — جو سین ہیں یہاں وُہ سراسر ہیں دلفریب
شام و سحر کے رنگ برابر ہیں دلفریب — برسات کی فضا میں مناظر ہیں دلفریب

نیرنگیاں جو کوہ پہ ہیں سبزہ زار کی
گلکاریاں ہیں قُدرتِ پروردگار کی

جلوۂ سحر

نکلا وُہ آفتاب شبستانِ شرق سے — پھیلی ضیائے صُبح درخشاں قریب و دُور
ملبُوس بادلوں کے ہیں کیا زرق برق سے — افلاک سے زمیں پہ برستا ہے ایک نُور

تاروں کی اب کہاں ہیں وُہ جلوہ نمائیاں — گُل ہیں چراغِ مہرِ مُنوّر کے سامنے
چُھٹتی ہیں ماہتاب کے رُخ پر ہوائیاں — کیا رنگ جم سکے شہِ خاور کے سامنے

زرتار ہو گئیں ہیں پہاڑوں کی چوٹیاں
پانی میں کوندتی ہیں شعاعوں کی بجلیاں

سیماب پیرہن ہے ہر اک موجِ آبشار
غنچے حباب کے ہیں لبِ آب زرنگار

ہیں نغمہ زن طیورِ سحر خیز باغ میں
شبنم کی ہے شرابِ گلوں کے ایاغ میں

محوِ سپاسِ حق ہیں پئے طاعت گزارِ صبح
کتنی سرور خیز ہے سیرِ بہارِ صبح

انگڑائی لے کے سبزۂ خوابیدہ جاگ اٹھا
سورج مکھی کا اخترِ قسمت چمک گیا

اترا خمارِ نرگسِ بدمستِ خواب کا
کھولی ہے آنکھ دیکھ کے منہ آفتاب کا

کیا تازگی ہے خندۂ گل کی تبسّم میں
اعجازِ جانفزائی ہے موجِ نسیم میں

فرحت فزائے قلب ہے تازہ کنِ دماغ
وقتِ سحر کھلے ہوئے دل بھی ہیں باغ باغ

مصروفِ کاروبارِ جہاں ہے ہر اک بشر
منزل سے قافلے بھی ہیں گرمِ رہِ سفر

ہو کر شرابِ خوابِ شبانہ سے تازہ جاں
پرچمِ شعاعِ مہر کا ہے کوچ کا نشاں

پھیلا جہاں پہ نورِ خورشیدِ خاوری
ظاہر ہیں ذرّے ذرّے میں آثارِ زندگی

زیرِ نگیں مہر ہے اورنگِ کائنات
چاروں طرف ہے گرمیِ ہنگامۂ حیات

تبرکاتِ فارسی

پنڈت امرناتھ صاحب ساحرؔ دہلوی کا خاندان قدیم سے علم و فضل کا منبع ہے، بہت سی نایاب اور گم نام کتب

کے قارون ہیں، مگر اسراف میں حاتم۔ پچھلے مہینہ میں کلیاتِ برہمن کی ترتیب کے سلسلہ میں ایک گلدستہ دکھایا، جو شعرائے قدیم کی ندرت نگاریوں کا ایک بیش بہا مجموعہ ہے، مندرجہ ذیل اشعار اسی گلدستہ کے پھول ہیں۔ "ایڈیٹر"

اورنگ زیب از بیگم:-

سلطنت را عزتے در عالمِ فانی کجاست ما گدایانیم ما را عیشِ سلطانی کجاست
ایں دلِ دیوانہ را گفتم کہ عاقل شو نشد آرے آرے طفل را میلِ سبق خوانی کجاست

جواب بیگم با اورنگ زیب:-

بے تکلف در پدر گیری ترا ثانی کجاست چوں تو خوں ریزے دگر در عالمِ فانی کجاست
از برائے سلطنت خونِ برادر ریختی باز میگوئی کہ ما را عیشِ سلطانی کجاست

شیخ علی حزیں

سوز او در کعبہ و بتخانہ یکساں دیدہ ام من نمیدانم کہ ہندو یا مسلمانست شمع

پنڈت گوبند زیرک کشمیری:-

قشقہ دارد بر جبیں زنّار دارد بر گلو صاف ہندوئے نماید کے مسلمانست شمع

در سخن پنہاں شدم مانند بو در برگِ گل میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا

دانا رام برہمن:-

عیب جوئی نہ کارِ مردان است شیوۂ تنگ ظرف و نادان است

صائب، قدرداں کہاں ہیں:-

صدف چرا نہ کند سینہ چاک اے صائب دریں زمانہ کہ گوہر شناس نایاب است

اے عارفِ رند بود و نابود ست کو آتش کہ برتن در زدہ دود ست کو

دلِ دادی وجاں دادی وایماں دادی — اینک ہمہ سود است بگو سود ست کو

جوابِ نفی:۔

نابود شدم بود نمیدانم چیست — انگشت شدم دُود نمیدانم چیست

دل دادم وجاں دادم وایماں دادم — سودا زدہ ام سُود نمیدانم چیست

جوابِ اثبات:۔

آنم کہ برم زبانِ عالم سُود یست — بودے دو جہاں کہ در نظرم نابودے ست

ماییم کز آتشکدۂ فطرتِ ما — خورشید شرارۂ دگر دودن دود یست

شاہی دربارِ نوروز

(زنانہ نگار خصوصی کے قلم سے)

ہمیں مدت سے شوق تھا کہ ہم کسی قدیم طرز کے ہندوستانی دربار کا معائنہ کریں، چنانچہ ہم **دہلی** سے **بلسیاکھی** کا **دربار پٹیالہ** دیکھنے کے لئے پٹیالہ پہنچے، ریلوے سٹیشن کے متصل ایک ڈاک بنگلہ ہے جس کی شرح کرایہ معہ خوراک وغیرہ چار روپیہ یومیہ ہے، اگلی صبح ایوان موتی باغ میں اسکے دربار کا انعقاد تھا، ہم بھی اپنی پاکٹ بک لے کر دربار میں جا حاضر ہوئے، ایوان موصوف اور اس کے پائیں باغ کی لاجواب سینری سے قطع نظر دربار ہال کی ترتیب و آرائش ایک خاص شان و جلال پیدا کر رہی تھی، دربار کا انتظام **کرنل سردار امریک سنگھ صاحب** سردار صاحب ڈیوڑھی معلی کے تفویض ہے، دربار ہال میں سب ارکین و درباری مسند شاہی کے چپ و راست صف بستہ مودب نشست فرما تھے، دیوانِ ہال کے دروازہ کے سامنے شامیانہ کے نیچے اربابِ نشاط رقص و سرود سے محفل گرما رہی تھیں، سڑک پر فوج پرے جمائے بڑی چستی آئین بندی سے صف بستہ تھی، وقتِ مقررہ پر باجوں کی آواز توپوں کی گرج اور نقیبوں کے دعایا کلمات کے

ساتھ مہاراجہ صاحب شاہی لباس پہنے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ شامیانہ کے نیچے آئے، مجھے دیکھتے ہی جملہ اہلِ دربار سروقد ایستادہ ہو گئے، مہاراج بڑی تمکنت کے ساتھ مسندِ زریں پر جلوس فرما ہوئے، اس کے بعد دربار میں خاموشی کا عالم پیدا ہو گیا، اور اراکینِ دربار نہایت تعظیم و ادب کے ساتھ حضور میں حاضر ہوئے، اور نذریں پیش کیں، جب اس رسم کی ادائیگی کے بعد ہی جناب **بہار سُنامی** دربار میں نمودار ہوئے، دربار میں پھر دوبارہ خاموشی کا سماں پیدا ہو گیا، آپ نے قریب جاکر اور جھک کر تعظیم کر کے نہایت ملند آہنگی سے تحت اللفظ میں اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا، ہم نے دیکھا کہ سرکار عالی جاہ اور تمام درباری آپ کی فصاحت و بلاغت اور طرز بیان کی سحر طرازی کے اثر سے محظوظ ہو رہے تھے، ہر شعر مقامی واقعات کے لحاظ سے خاص رنگ پیدا کر رہا تھا، کہ جو حدِ بیان سے باہر ہے، جناب موصوف قصیدہ پڑھنے کے بعد سرکار عالی کی جناب میں ادب سے بڑھے، اور نہایت تعظیم و تکریم سے قصیدہ پیش کیا، جو ظلِ سبحانی نے بعد تشکر اپنے دستِ خاص سے قبول فرمایا، خدا ایسا حسنِ قبول سب کو عطا کرے،

اللہ رے ایسانی درباروں کا زرک و احتشام ہم کن موثر الفاظ میں اس شان و شکوہ رعب و داب، جاہ و جلال کا ذکر کریں، اُن کا لطف دیکھنے پر انحصار رکھتا ہے، خدا تاجدارانِ ہند کو سلامت با کرامت رکھے کہ جن کے صدقہ سے رعایا و برایا ایسے سامانِ دلچسپی دیکھتی ہے، جناب بہار سنامی کی اجازت سے وہ نظم دسترخوانِ رئیس ہند پر سجائی جاتی ہے، (ایڈیٹر)

مسدسِ عنبرین

نظم پڑھنے شوق سے آیا ہوں میں دربار میں تحفۂ نوروز کرتا پیش ہوں سرکار میں

روحِ پرور جاں فزا ہے بو بسی اشعار میں جسطرح ہے جوش زن جوشِ نمو اشجار میں

ہوں نہ کیوں دل کی امنگیں جوش میں نوروز ہے

فصلِ گل کا یہ تقاضا جان و دل افروز ہے

لطفِ محفل ہے دوبالا، شاہ ہے زیبِ سریر
بانسری، شہنائی، بینا بن گئی صوتِ صریر
فرماں، شاداں قلبِ مضطر میں مری شمعِ ضمیر
طعنہ زن ہو کر ہے کہتی "آج کچھ لکھ تو دبیر"
زور جودت چل دکھا نوروز کا دربار ہے
نکتہ دان و نکتہ پرور، قدرداں سرکار ہے

ہند میں کوئی نہیں ہے آج تجھ سا شہریار
فضلِ ایزد ہو رہا ہے، ہر گھڑی تجھ پر نثار
فیض و حکمت جاہ و شہرت ہے غرض سب ہیں بہا
ہر گلِ فردوس تیرا ہے خزاں جس میں نہ خار
سنگِ پارس گر نہیں دنیا میں تو پروا ہے کیا
اپنی قسمت آزمائے دیکھ لے ظلِ ہما

ایسے جگ پالک کے میں صدقِ دل سے کر دعا
دستِ عاصی صاف نیت کر اٹھا سوئے خدا
ہے فلک جب تک کہ قائم اور سورج میں ضیا
دائما ہوتا رہے یہ جشنِ نوروزی بپا
اوج پر ہو نیّرِ اقبال تیرا ہر گھڑی
اور ہو زہرہ عطارد کی نظر اُس پر پڑی

غزل

(از جناب کرشن سہائے صاحب منطقی دہلوی)

از وقف تھے جو صورت آفریں کے لئے
تڑپ رہے ہیں وہ سجدے مری جبیں کیلئے
درِ حرم ہو کہ بتخانہ ہیں یہیں کے لئے
یہ ننگِ سجدہ ہیں دونو مری جبیں کیلئے
جب انتخاب عناصر ہوا زمیں کے لئے
جنوں نے آگ ہی کھو دی دلِ حزیں کیلئے
یہ کہہ کے کر گئی پرواز روح قالب سے
زمیں کی اب یہ امانت رہی زمیں کیلئے
ترے مناظرِ فطرت ہیں خود تری تصویر
اب اور چاہئے کیا دین و یقیں کیلئے
جنوں کی جامہ دری اور خرد کی بخیہ گری
اُدھیڑ بن ہے یہ اتنی سی آستیں کیلئے
پہنچ گیا ہے جنوں اب وہاں ترا وحشی
جہاں مکاں بھی نہیں خیر سے مکیں کیلئے

ہمارے حاصل شدہ سوراج

حضور نظام کے خلاف بٹلر کمیشن کو پیغام

وہ اسلامی پرچے کہ جو اپنے دوزخ کی آگ بجھانے اور تنورِ شکم بھرنے کے لئے ہندیوں کو شب و روز طرح طرح کی صلواتیں سنانے اور نت نئے دل آزار مضامین چھاپنے میں پیش پیش رہتے ہیں، شاید یہ پڑھ کر افسوس نہ کریں گے، کہ اُن کی تحریرات ایک رنگ لانے لگی ہیں چنانچہ یہ خبر سخت افسوس اور رنج سے سُنی جائیگی، کہ باشندگان حیدرآباد دکن کی کانفرنس منعقدہ پُونا نے بٹلر کمیٹی کو یہ پیغام بھیجا کہ ”کمیٹی کو سفارش کرنا چاہئے، کہ اگر کسی ریاست میں بدنظمی پیدا ہو جائے، تو اُس صورت میں حکومتِ ہند اُس کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کی مجاز قرار دیجا دے“ یہ نالائق پرچے آگ لگا کر اب اُس پر تیل ہی ڈالیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی پرچے ہندیوں کے خلاف لکھیں گے، اور ہندی اسلامی حضرات کے خلاف اور لطف یہ کہ یہ حضرات آگ لگا کر تماشہ دیکھا کرتے ہیں، نقصان و فائدہ سے دُور رہتے ہیں، دینی اور قومی آواز سے ریاکاری کا لباس ہیں۔

دیوانِ میسور کے خیالات ریاستوں کے حالات پر

ریاست کی قانونی مجلس کا افتتاح کرتے ہوئے دیوانِ میسور نے کہا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت، سیاسی یا اقتصادی طور پر اطمینان بخش نہیں، ریاست میں قانونِ مطابع پر بھی غور ہو رہا ہے مگر ارکانِ ریاست کو شریر اخبارات کا ضرور انتظام رکھنا چاہیئے۔

ریاستوں کی اصلاح کی نمائش محض نمائش سے بے سود ہے

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ریاست دتیا میں نمائش کا انعقاد اُس کی خوبیٔ انتظام سے تعبیر کیا جا رہا ہے، حالانکہ ایک ایسی نمائش کا انعقاد خوبیٔ انتظامِ ریاست سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، نمائشیں کپورتھلا، پٹیالہ ریاستوں میں اُلوالعزمی سے

قائم کی گئیں، مگر آجتک ایسا دعوے کسی نے نہیں کیا' ایسے اشتہارات پھیلانے کے بجائے' تاجداران کے ارکان کو اصلی کام کرنا چاہئے' جو موثر اشتہار کا کام دے گا' ہبا ایسے فضول افسانے کام نہیں چلا سکتے' دتیا کی رپورٹ انتظامیہ قابلِ توجہ ہوگی'

مہاراج دہولپور کے بدخواہ اخبار الامان دہلی ابتدا سے جو فرقہ دارانہ تفریق اور عناد و فساد کا محرک ہے' اور جس کا نصب العین ہندؤں کے برخلاف اتہامات تراشنا ہے' اپنی ۲ر اپریل کی اشاعت میں اپنے نگار کے نام سے ایک زہر آلود مراسلہ چھاپ کر اور اُس پر ایک غضب ناک نوٹ چڑھا کر واویلا کرتا ہے' کہ "مسماۃ عجائب سلطان پر طرح طرح کے جبر ہوئے" وُہ اس کے ساتھ ہی ہندوستان کی تمام ہندو ریاستوں کے خلاف علم جہاد بلند کرتا ہے' واقعات خواہ کچھ ہوں' مگر یہ سب اُس دلی نفرت و حسد کا پتہ دیتے ہیں' کہ جو ایسے نفوس میں اپنی روزی کے لئے جاگزیں ہوگئے ہیں' ایسی شرارت کا نتیجہ یہ لازمی ہے' کہ ہندو اخبارات اسلامی ریاستوں کے خلاف لکھیں' خدا ہندوستان کو ایسے خطرناک اخبار نویسوں سے بچائے'

مہاراجہ بھرت پور گورنمنٹ کے بدخواہ اور ریاستوں کے مصنوعی خیرخواہ' مہاراجہ بھرت پور کی بے بسی کے ایسے افسانے لکھتے ہیں' کہ جو سرتاپا غلط ہیں' مہاراجہ مہاراجہ ہیں' اور سب شاہی اختیارات رکھتے ہیں' ریاستوں کو گورنمنٹ کے خلاف ایسی غلط خیالی میں گرفتار نہ ہونا چاہئے' چونکہ **بھائی گورچرن سنگھ** نابھہ کی گدی سے محروم ہوگیا' اس نے اُس کے حواری گورنمنٹ کے خلاف ایسی شورشیں پیدا کرتے ہیں'

صورت پٹیالہ کا خوش سیرت شہزادہ

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سُرخ و سفید مٹی کی مُورت ہوئی تو کیا

کوہ ہمالیہ کی دائمی برف سے ڈھکی ہوئی' سفید سفید چوٹیاں اپنے اپنے دامنوں میں وہ گرانمایہ ہستیاں روزِ ازل سے پرورش کر رہی ہیں' کہ جن کا حُسن صورت و سیرت میں کرۂ ارض پر جواب نہیں' وُہ قابلِ تعظیم رد میں اِس صدف

محفوظ کے اندر دُور ہائے شاہوار کی طرح اِس کوہستان ہی کی نہیں، بلکہ دُنیا بھر کے زیور ہیں، آپ نیک دلی اور پاک باطنی کی امداد سے اُن کے درشن بھی کر سکتے ہیں، اور اُن سے طرح طرح کے فیض بھی اُٹھا سکتے ہیں،

سرمور کا بیسیوں میل کا طولانی سلسلۂ کوہ اپنی منتخب سرسبز و شاداب چوٹیوں میں ایک بے نظیر شہزادہ کا مالک ہے جس کا نام کنور رندیپ سنگھ ہے، جہاں وُہ دنیوی حیثیت سے بطرح ایک ہندی شہزادہ لقب پانے کا مستحق ہے، وہاں بنی نوع انسان میں اپنے قابلِ رشک فضل و خصائل کی وجہ سے قابلِ تعظیم بھی ہے، اُس کی صورت و سیرت، اُس کا اخلاق و اشفاق اس کے خیالات و حالات ہر طرح قابلِ داد ہیں، وُہ اپنی ریاست کا بڑی شان سے انتظام کرتا ہوا سرمور کی شاہی موتیوں کی لڑی میں امام بنا ہوا ہے، ہر کس و ناکس کے دل و دماغ کا مالک ہے، وُہ اپنی خاندانی وجاہت اور ذاتی تمکنت و شان سے گورنمنٹ عالیہ کی برکات کا ہم سے زیادہ معترف ہے اگر ایسے ایسے شہزادے اور کنور ہمارے ملک میں پیدا ہو کر ایسی ہی تعلیم و تربیت پائیں، تو ہمیں اَور کیا چاہئے، ہم نے بڑی مسرت سے سُنا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ آپ کو کوئی خاص اعزاز و شان دینے والی ہے، ایسے بہترین افرادِ ملک کی جس قدر عزت افزائی ہو، ملک و مالک کی ہر طرح بہتری ہے

پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ اور رؤسائے ہند

گورنمنٹ نے جب اپنی حکومت کی توسیع ملک میں کی، تو قلمرو اور تاجداران کے لئے ایک ہی سلسلۂ انتظام منظور فرمایا، جو اسی طرح مدتوں منتظم رہا، اکیسویں صدی کے آغاز میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی اصلاح کی گئی، چنانچہ سربرآوردہ رؤسائے پنجاب۔ تعلق ڈپٹی کمشنروں، کمشنروں، گورنروں سے لیا جا کر ایک جُدا محکمہ بنا دیا گیا، مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے، کہ تاحال رؤسائے کوہستانی اور رؤسائے ہاسوگھر پنجاب اب تک ڈپٹی کمشنروں کے آگے پریڈ کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں، گورنمنٹ کے لئے اب مُناسب ہے، کہ ہندوستان بھر کے رؤسا کا تعلق سول سروس کے اِن عہدہ داران سے نکال کر پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی سِلک میں منسلک کر دے، تاکہ طرح طرح کے نقائص دُور ہوں،

اور بد دلی کا موقعہ نہ ملے'

ریاست کوٹ کھائی (شملہ) اور گورنمنٹ عالیہ

ملک میں بیداری ہر طرف پیدا ہو رہی ہے' چنانچہ رؤسائے کوہستانی بھی اپنی سینکڑوں برس کی عزّ و جاہ کی قائمی و بحالی کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں' اُن میں سے ایک ریاست کوٹ کھائی بھی ہے' جو قابلِ مذمت طور پر گورنمنٹ کے قبضے میں لائی چلی جا رہی ہے' اور اُس کے پشتوں کے مستحق نان و نفقہ سے محتاج ہیں' کوئی وجہ' کوئی عذر ہماری تسلّی نہیں کر سکتا' ہم عنقریب اس ریاست پر ایک سلسلۂ حالات شائع کریں گے' جس سے گورنمنٹ کے ارباب لبست و کشاد کو اپنے دفتری ملازمان کی کرتوت معلوم ہو کر رنج و افسوس ہی پیدا نہ ہوگا' بلکہ حقداروں کا حق جو غصب کیا گیا ہے' بعد اظہارِ افسوس واپس دینا پڑیگا' جناب سپرنٹنڈنٹ ریاستہائے کوہستانی کو جلد توجہ کرنا چاہیے'

ہندوستان کے سر مہاراجگان اور بٹلر کمیشن کی جوابدہی کے سامان

بٹلر کمیشن ہندوستان کی چند راجدھانیوں کا دورہ کر کے ولایت روانہ ہو گیا' اِدھر ریاستوں میں اپنے اپنے مقاصد و حقوق کا ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا' یہ کمیشن گو ظاہرا طور پر اہم نہ سمجھا جائے لیکن بلحاظِ فرائض اِس کی اہمیت سائمن کمیشن سے بھی زیادہ سمجھی جانی چاہیے' یہ کمیشن اُن بے بانتہا شاہی خاندانوں کے حقوق و دعاوی کا فیصلہ صادر کرے گا' کہ جو اپنے حقوق سے کچھ بے خبر ہیں' اگر کچھ واقفیت ہے تو جذبۂ فرمانبرداری اس کا زبان پر لانا وفاداری کے متناقض تصوّر کرتا ہے' مگر ہزار ہزار شکر کا مقام ہے کہ اِس وقت نرانذر منڈل کا چانسلر وہ مدبر بیباک ہستی ہے کہ جو اپنے اور اپنے بھائیوں کے حقوق کے لئے سینہ سپر ہو کر جنگ آزما ہونے کے لئے شمشیر بکف ہے' اور جس کے دل میں شاہی خون کا بے حد اعزاز ہے' وہ ہنگامۂ اعظم کو سر کرنے کے لئے اپنے خدم و حشم کے ساتھ عزم سفرِ ولایت پر آمادہ ہوا' اور ۱۹ ارپئی کو روانہ انگلستان ہوگا' تاجدارانِ ہند اپنے اولوالعزم معاملہ فہم معزز بھائی پر ہر طرح اعتماد فرمائیں' اور پوری پوری امداد دیں' کیونکہ یہ وقت ہے' جو تم نہیں

بقول حضرت اکبر ؏

تم انگریزی بتا ان سے وہ انگریز داں ہے

کلونت رائے دیوان جلاوطن کی سیاہ کاریاں

ایک شخص نرنجن پرشاد پسر رام پرشاد الفاظ اور کورس رٹ لینے کے بعد پلیڈری پاس کر کے انارکلی لاہور کے چوباروں میں سکونت رکھ کر معمولی حالت میں گذر اوقات کرتا تھا، جب ملک میں عدم تعاون کی آگ لگی تو اپنے خاندانی تقاضے پر عدم تعاون کا سبق پڑھنے اور دینے لگا، پھر سرتاپا کھدر پوش ہو گیا، لاہور میں پٹیالہ کے معزول سرفریکنن کے پرائیویٹ مقاصد میں پیروی شروع کی، اور بہت کچھ خدمات کیں، پھر اُس کے اغراض و مقاصد فاسدہ کی تکمیل و تعمیل کیلئے پٹیالہ بلائے جانے کے جال پھیلائے گئے، اِس طرح اُس خاندان کا شخص کہ جو خدماتِ ریاست سے قطعی طور پر معزول و محروم کر دیا گیا تھا، اور ریاست کی حفاظت اُس کی جلاوطنی پر منحصر تھی، زہر آلود چالوں سے ملازمتِ سرکار پٹیالہ میں داخل کیا گیا، پنڈت صاحب مذکور کے باپ تھے مگر اُن کے بچے رحمِ سرکار سے پرورش پاتے رہے، یہ اب تک کھدر پوش ہے، اور لطف یہ کہ ایک (خیر خواہ جاں نثار دولت انگلشیہ) ریاست کا جج ہے، دربارِ پٹیالہ کو مسل تحقیقات چال چلن و جلاوطنی کلونت رائے ملاحظہ فرما کر مہاراجہ بھوپندر سنگھ صاحب بہادر کے نوشیروانی احکام اور شاہی تدبر کی تعظیم فرمانی چاہیئے، تاکہ ریاست و باشندگانِ ریاست کی زندگی اس موادِ فاسد سے زہر آلود نہ ہو، کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ریاستیں گورنمنٹ کے پولیٹکل دشمنوں کی آلائش سے ملوث نہ ہوں، ہم اگلی اشاعت میں ایکے جدِ اعلیٰ کلونت رائے ستونی کے چال چلن کا صحیح مرقع پیش کرینگے، اور اُس کیساتھ ہی نرنجن پرشاد کی عام لیاقت اور قانون دانی کے شرمناک نمونے پیش کرینگے۔ (نامہ نگار)

سناتن دھرم سکول پٹیالہ کو شاہی امداد

۲ ربیساکھ سمت ۱۹۷۹ بکرم کو سکول مذکور کے ایک عمارت کی رسم افتتاح بڑی شان و شوکت کے ساتھ عمل میں آئی، مہاراجہ پٹیالہ کی طرف سے سردار صاحب ڈیوڑھی معلیٰ نے حسب ذیل تقریر کے ذریعہ

شاہی امداد کا اعلان فرمایا:-

"شریمان سبھاپتی جی، سیٹھ ملتانی مل جی، میرے پیارے بھائیو، بہنو اور عزیزو! اس سے پہلے میں دو دفعہ آپ کے سالانہ اجلاس میں بزبان ہز حضور مہاراجہ ادھیراج مہندر بہادر والیٔ پٹیالہ پرجا ایک شریک ہونے کا فخر حاصل کر چکا ہوں، پہلے جلسہ میں تو مجھے پیارے طلبائے مدرسہ کو انعامات تقسیم کرنے کی عزت ملی تھی، گذشتہ سال اس جدید عمارت موسوم "لالہ ملتانی مل ہال" کے بنیادی پتھر رکھنے کی رسم ادا کرنے کیلئے بحکم آقائے نعمت دام اقبالہم فرمایا تھا، آج بھی بحکم شری حضور ۱۰۸ مہاراجہ ادھیراج مہندر بہادر رسم افتتاح ادا کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، پیارے سجنو! میں اپنے پیارے مالک (واہگورو ان کو سلامت رکھے) کی تعمیل حکم میں حاضر ہوا ہوں، اور آپ پر یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ سرکار والا دام حشمتہم کو ایسے دھارمک کاموں میں پوری پوری ہمدردی ہے، آج جب اس تابعدار نے اجازت حاضری جلسہ کے لئے بارگاہ ہمایوں میں عرض کی، تو حضور ممدوح الشان نے ارشاد عالی فرمایا کہ حضور والا دولت کی طرف سے اس سکول کو پندرہ سو روپیہ بطور عنایت خسروانہ بخشا جائے، چنانچہ میں یہ شاہی عطیہ اور یہ پیام لے کر بڑے شوق سے آیا ہوں، اور آپ کو دل سے مبارکباد دیتا ہوا، شری واہگورو جی سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ آپ صاحبان مالک کے سچے سیوک رہ کر دھارمک کاموں میں حصہ لیں، مالک کو اپنی رعایا سے پوری پوری ہمدردی اور بے حد پیار ہے، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ حضور والا شان ہمیشہ آپکی درخواست پر سردار صاحب ڈیوڑھی کو حاضری جلسہ کا حکم بخشتے ہیں، سیٹھ ملتانی مل خاص شکریہ کے قابل ہیں، کہ جنہوں نے بصرف زر کثیر عمارت کا دان دیا ہے، جس کا میں بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، اب سرب شکتیمان ستگورو جی سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ مدرسہ کیلئے یہ عمارت ہر طرح سے مفید ثابت ہو، اور جو طلباء یہاں سے تعلیم حاصل کر کے نکلیں، وہ اپنے آپ کو مالک کے سچے خیر خواہ اور تابعدار ثابت کریں"

فالِ خوشحالیٔ ریاست بہاولپور

ع سالے کہ نکوست از بہارش پیدا

ہم نے موجودہ تاجدارِ بہاولپور کو دورانِ تعلیم میں چند بار

لاہور اور بہاولپور میں دیکھا تھا، اور خفیہ و علانیہ اس نوجوان تاجدار کے چال چلن کی تحقیق بھی کی تھی، ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ آپ ایک نہایت ذہین، جو انمرد، فیاض، فرمانروا ہونگے، چنانچہ حصولِ اختیارات کے بعد یہ تینوں وصف اُن کی شہرت ناموری کا باعث ہوئے، پہلے جہاں تاجدارانِ ہند اپنے مالیہ پر غور کرتے ہوئے اسراف کا انتظام رکھتے تھے، وہاں اب اِس مغربی تعلیم سے یہ وصف جاتا رہا، ہم نے بڑے افسوس سے بار ہا سنا کہ اس ریاست کی بھی آپ کی اُلوالعزمی سے مالی حالت قابلِ توجہ ہو گئی ہے اور جدید شمول کوئی صورت بہتری کی بھی پیدا ہونے نہیں دیتا، مگر آپ کی ذہانت نے عین وقت پر آپ کی دستگیری فرمائی، آپ نے ضلع اٹک کے ممتاز اہلِ علم خاندان کا معزز رکن **نواب سکندر حیات خان** منتخب فرما کر اپنا چیف منسٹر بنا لیا ہے، اِس بہترین انتخاب سے ریاست مذکور کی قائمی و بحالی کے سامان پیدا ہو گئے، نواب صاحب بہادر کو چاہیئے کہ اپنے اراکین اور بالخصوص چیف منسٹر پر پورا پورا اعتماد فرماتے ہوئے اُن سے وہ کام لیں کہ جس سے ریاست نیک نام ہو، اس تقرر پر ہم دونواب صاحبان اور رعایا بہاولپور کو مبارک باد دیتے ہیں،

تاجداران کیے بدخواہ اخبارات کے سرکلر

چونکہ اخبارات اب بالعموم ریاستوں کی بدخواہی پر تُلے ہوئے ہیں، اِس لئے روز کوئی نہ کوئی سنسنی خیز خبر ایجاد کر کے اپنی دلی کیفیت کا اظہار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ ذیل کا سرکلر جو اخبارات میں گشت لگا رہا ہے، ایسا ہی سمجھنا چاہیئے:-

"وائسرائے ہند کا والیانِ ریاستہائے ہند کے نام سرکلر

(۱) ریاستوں میں رعایا کی ترقی کے وسائل بہم پہنچائے جائیں، اور رعایا و حکومت کے حقوق میں توازن قائم رکھا جائے،

(۲) عام لوگوں کی مرضی کے مطابق قانون بنایا جاوے، اور آئینی حکومت ہو،

(۳) لوگوں کو انفرادی آزادی دی جائے، عدالتیں آزاد ہوں، تمام لوگوں کو یکساں سمجھا جائے،

(۴) نظم و نسق قانون کے مطابق ہو، پولیس قابل اور دیانت دار ہو، جوڈیشیل سسٹم آزاد اور اچھا ہو، انتظامی حکام انصاف میں دخل نہ دے سکیں، اور ملازمین اپنی ملازمت کو مستقل سمجھیں،

(۵) ٹیکس کی وصولی اور جمع اصول کے مطابق ہو،

(۶) ٹیکس جتنا بھی ممکن ہو کم کیا جائے، سہولیت کے ساتھ وصول کیا جاوے اور آمدنی کے مطابق ہو،

(۷) آمدنی کا ایک حصہ والئی ریاست اپنی ذات پر خرچ کریں، تاکہ ذاتی وقار کو قائم رکھا جائے، باقی تمام روپیہ رعایا کی بہتری کے لئے خرچ کیا جائے،

(۸) سڑکیں، تعلیم، صحت اور زراعت کو میونسپل کمیٹیوں کے حوالہ کر دیا جائے،

(۹) حکومت ذمہ دار ہونی چاہئے، جو دوسروں کے سامنے جوابدہ ہو،

(۱۰) رعایا اور حکومت کے درمیان قریبی تعلق ہونا چاہئے، تاکہ رعایا کی خواہشات کا پتہ لگتا رہے،

(۱۱) رعایا کے مختلف حصوں کے درمیان رواداری قائم رکھا جائے،

(۱۲) والیانِ ریاست عقلمند صلاحکار منتخب کریں، اور ان پر اعتماد کیا جائے،

کشمیر میں اہم اصلاح

معلوم ہوا ہے، کہ مہاراجہ ہری سنگھ صاحب جموں و کشمیر نے عدالت عالیہ ریاست کے قیام کے لئے فرمان جاری کر دیا ہے، جو دیوانی فوجداری مالگزاری کے مقدمات کے متعلق مرافعوں کی سماعت کریگی، اس سے پہلے کشمیر میں کوئی عدالت مرافعہ موجود نہ تھی، اور مہاراجہ وزراء عدلیہ کی مشاورت کے ساتھ مرافعوں کا فیصلہ بنفسِ نفیس فرمایا کرتے تھے، اب اس فرمان کے اجراء سے انتظامی و عدالتی فرائض بالکل علیحدہ ہوگئے ہیں،

تاجدارانِ ہند کے خطرات

لندن ۲ر اپریل۔ ارل ونٹرٹن نے دار العوام میں کہا:۔ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ موسم گرما میں بعض والیانِ ریاست غیر سرکاری طور پر اس غرض کے لئے ولایت آنے کا ارادہ رکھتے تھے، تاکہ بٹلر کمیٹی کے سامنے شہادت

پیش کرنے کے متعلق قانونی مشورہ حاصل کریں:-

یہ اور اس قسم کے دوسرے معاملات جو ابھی تک زیر تحقیقات ہیں، اور جن پر ابھی تک حکومت نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، اُن کے متعلق والیانِ ریاست دفتر ہند یا ملکِ معظم کی حکومت سے کسی قسم کی گفت و شنید نہیں کر سکیں گے،

خدا معلوم انگریزی مصلحت کیا کیا ارادہ رکھتی ہے اور انجام کار کیا ظہور ہونے والا ہے، ہمیں تو خطرہ ہی خطرہ نظر آتا ہے،

تاجدارانِ راجپوتانہ

آریہ ورت کی بدحالی راجپوتانہ کی گہری نیند کے نتائج ہیں، یہ تقریباً ایک ہزار سال سے افیونیوں کی سی پینک میں کاہلی کی زندگی کے مزے لے رہے ہیں، انہیں نہ اپنی خبر ہے، نہ اہلِ ملک کی، نہ قومی احساس ہے نہ اُولوالعزمی کا جذبہ، اگر ہے تو بزرگوں کی استخوان فروشی کا کام رہ گیا ہے، جو حالت اہلِ چین کی تھی، ہندوستان میں وُہی حالت راجپوت قوم کی ہے، کاش انہیں اپنے فرائض کا احساس ہو، اور زندگی کا لطف اسی راز میں مضمر سمجھیں،

مالیرکوٹلہ کے باغیان کی بغاوت

آخر ش حکومت بڑی جدوجہد کے بعد باغیان کو دبانے میں کامیاب ہو گئی، مگر ابھی چند ایک باغی مفرور ہیں، اُن کی گرفتاری پر بہت سے مزید راز کا انکشاف ہو گا، رعایا کی بددلی تہذیب جدید کے دور میں نئے ساز و سامان سے رونما ہونے لگ گئی ہے، اِن رؤسا کو چاہئے کہ اپنی ریاست میں بددلی کے سامان پیدا نہ ہونے دیں،

ریاست جنید ڈھنکیرہ کی

گورنمنٹ برطانیہ کے ارباب لبت و کشاد پالٹکس کے پجاری ہیں، اور اسی پر حکومت کا دارومدار ہے، اور یہی ہندوستان کی بدحالی اور اُن کی ترقی کا راز ہے، ریاستوں کی رعایا ظالم حاکموں کے ہاتھوں خواہ برباد ہو جائے مگر جو رئیس گورنمنٹ کے محکمہ پالٹکس کا پجاری ہے، حکومت اُس کے خلاف شکایات سُننے کے لئے کانوں میں

تیل ڈالے بیٹھی ہے، مگر یہ ملمع سازی دیرپا نہیں، ڈھلیگرہ کے مظالم جلد رنگ لاکر رہیں گے،

ریاست نابھہ میں غیر عنصر قبول نہیں کیا جاتا

خوش نصیب اُس حکومت کے کہ جسے انتظام ریاست کے لئے ریاستی افراد میسر ہیں، زمانہ قدیم میں یہ ایک عام اصول تھا کہ انتظام میں غیر کا دخل نہ ہونا چاہئے گھر والوں ہی سے خواہ وہ نالائق ہوں، مدد لی جائے، دیکھ لو اس کے نتائج کیسے نیک نکلے، قابل ذکر سمجھنا چاہئے کہ جو نابھہ عوام سے کام لے اور اپنی رعایا کو [illegible] ریاست نے حال ہی میں ایک صاحب جو علاقہ غیر کے تھے نابھہ میں تلاش معاش کے لئے گئے، انہیں ایسی [illegible] مگر ہم اس کی اس ناکامی سے بہت محظوظ ہوئے کہ اب **نابھہ** نابھہ والوں کے لئے ہے، ہم اس جرأت رندانہ حقیقی خیرخواہی کے لئے **سردار گوردیال سنگھ** کو مبارکباد دیتے ہیں،

رؤسائے ۴۳ گھر

ملک کی حالت روز بروز تغیر پذیر رہی ہے، گمنام کمینے یا دلی جوں کے اشخاص اپنی عیاریوں سے بڑھے چلے جارہے ہیں، اور خوشامدی نذر پرست اشخاص انہیں ملک کے رئیس شمار کر رہے ہیں، ایک ہمارے یہ خاندانی رئیس ہیں کہ جن کے بزرگوں نے ملک اور رعایا کی حفاظت کی، شریف شہزادے اور رئیس اپنی خاندانی روایات بھلا بیٹھے اس انہیں چاہئے کہ ملک کی پولیٹکل رفتار کا اندازہ کرکے بزرگوں کی استخوان فروشی کا کام ترک کریں، اور خود بھی کچھ کام کرکے دکھائیں ؎

ناخوش بود آں عروس دلبر
کو ناز کند بحسن مادر

موسم گرما اور رؤسائے ملک

جہاں اپریل ختم ہوا ہمارے بیکار رؤسائے ملک شملہ کی ٹھنڈی ٹھنڈی چوٹیوں کے خواب دیکھنے لگے **خواہ خزانہ میں چوہے** قلابازیاں کھائیں، بے تعداد قرضہ سر پر ہو، ریاست کے سینکڑوں ضروری امور درپیش ہوں، ہزاروں حالات مانع سفر ہوں، مگر ایک یہ ہیں، جو ہزاروں مصائب اور مشکلات برداشت کرتے ہیں مگر پہاڑ کے سفر

نہیں چھوڑتے۔ اور ایک انگریز ہیں کہ جو موقع مناسب پڑ جاتے ہیں، کم خرچ کرنے میں زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں، کاش شملہ میں زندگی بسر کرنے والے ہمارے رؤساء اس شملہ کے بانیان کے طرزِ عمل سے سبق لیں،

ملک کے چیفس کالج

اگورنمنٹ نے رؤساء کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے ہندوستان کے طول و عرض میں چند کالج کھول دیئے ہیں، کہ وہ تعلیم پاکر اپنے اپنے گھر کے کاروبار خوش اسلوبی سے کر سکیں، مگر ایک یہ ہیں کہ تعلیم سے فراغت پاکر ملازمت کے لئے مارے مارے پھرنے میں، اور اپنا گھر اجاڑ معلوم ہوتا ہے ٹھیک بھی ہے، اگر کسی چھوٹے رئیس کے ایک دو یا چار کنور ہیں، تو وہ کنور چیفس کالج کے شاہانہ آسائش کے بعد اپنی جاگیر میں عمر بھر ایسی رنگ رلیاں کہاں منا سکتے ہیں، ان کو شاہی لباس چاہیئے، شاہی دسترخوان چاہئیں، شاہی سواریاں چاہئیں، اور شاہی ٹی پارٹیاں اور ڈنر، یہ گراں بوجھ کمزور اور نادار جاگیریں

کیونکر برداشت کرسکتیں ہیں، آخرش یہ بارگراں اُن کندھوں پر پڑتا ہے، کہ جو اُس کے نہ اخلاقاً ذمہ وار ہیں، اور نہ جو اداء، منکہ حیفیں کالج کے طلبا ملک کے لئے سخت مصیبت پیدا کر رہے ہیں،

نمونہ کا پرچہ مفت

مفت خوری کے پرستار، حقیقی وقائع نگاری کے دشمن، ملک کے بدخواہ آدھ آنہ کا ایک پوسٹ کارڈ بڑے بڑے امدادی دعووں کے ساتھ دفتر ہذا میں "رئیس ھند" کے نمونہ کے لئے روانہ کرتے ہیں اور ایسے تمام خطوط اُسی وقت چاک کر دیئے جاتے ہیں، جو صاحب نمونہ طلب کرنا چاہیں، ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کرکے نمونہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں،

ہمارے قدردان

اگر آپ چاہتے ہیں کہ "رئیس ھند" ملک کی خدمت بجا لاتا رہے، تو وی پی یا خط یا یاددہانی کا انتظار نہ فرما کر اس کا چندہ جلد روانہ فرمائیں۔ اکثر اصحاب وی پی کی سفارش فرماتے ہیں، "رئیس ھند" وی پی کرنا توہین سمجھتا ہے، اس لئے وی پی کا انتظار نہ کیجئے۔

دِل خواہ قیمت دی جائے گی

فارسی، عربی، سنسکرت وغیرہ زبانوں کی پرانی کتب اور پرانی دستی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست تاجدار کو ضرورت ہے، جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنا چاہیں، خاکسار سے خط و کتابت کریں

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

ملک میں اخبار نویس تہذیب و اخلاق کے مدعی ہیں، اگر اُن کے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں، تو وہ نہ فقط مخربِ اخلاق ہی نہیں، بلکہ حیاسوز نظارے دیکھیں گے، اُن کی اس طرزِ دورنگی میں اُن کی ہر طرح سے حصولِ زر کی شرمناک خواہش ہے، پس جو اشتہار مخربِ اخلاق ہیں اُن کے متعلق دفتر ہذا سے خط و کتابت نہ کی جائے۔ (تجویز برائے چیف مینیجر رئیس ہند)

ریاست چوباگڈھ کی رعایا روٹی نہ ملنے پر بھوکی مر رہی ہے، دوسری طرف نواب صاحب سگ پروری میں منہمک ہیں، نواب صاحب کے رعایا عزیز سے تو یہ ولایتی کتے ہی اچھے ہیں، آخر حق یہ سگ پروری کب تک، ہنلر کمشنر توجہ کرے۔

درس عبرت مغلیہ سلطنت کی شان شکوہ اور اس کی قطعی پامالی قدیم دنیا کے نزدیک معمولی حرکتیں ہیں، مگر عبرت بین نگاہیں ہر واقعہ میں تاریخی سبق دکھا کرتی ہیں، خصوصاً جبار اور ظالم اشخاص کو اُن سے ضرور سبق لینا چاہئے، چنانچہ ایک یورپین عورت نے ابوظفر بہادر شاہ آخری مغل شاہ کے مقبرہ کی نسبت دعویٰ دائر کیا ہے، کہ عدالت انہائی نے قبر کی نسبت ہندیا بندیاب عائد کردیں، لئے ظالم مردہ اور زندہ تاجداران کی روحو اپنے اپنے اعمال کی سزا کے نظارہ دیکھو،

ریاست لوہارو ریاست مذکور اپنے تاجداران کے علم و فضل کے لحاظ سے ہندوستان کے علمی حلقوں میں ہمیشہ عزت سے یاد کی جاتی رہی ہے، افسوس ہے، کہ پچھلے سالوں میں تاج لوہارو کو اپنے تاجدار کی قبل از وقت وفات سے سخت صدمہ پہنچا، صاحبزادہ صاحب کی زیر نگرانی موجودہ وارث لوہارو بزرگوں کی وراثت علم و فضل حاصل کرنے میں مصروف ہیں، خدا برکت دے،

مہاراجہ ٹکوراؤ بہادر مہاراجہ صاحب ہندوستان میں تشریف لاکر اور شادی سے بعمدگی فارغ ہو کر ملک کے متفرق مقامات کی سیر کرکے یورپ تشریف لے جا چکے، آپ کے بدخواہوں یا مفتریوں نے شاہی شادی پر ہر چند اپنی بدطینتی کا ثبوت دیا، مگر وہ شیر مرد حسب ارادہ برقائم تھا، قائم رہا، اخبارات نے چھپایا ہے، کہ ایک لاکھ روپیہ سناتن دھرم سبھا کو اُس کے شاندار مقاصد کی وجہ سے حضور ممدوح نے عطا فرمایا، ہم نے پرائیوٹ سکرٹری مسٹر رشید محمد خانصاحب انٹرویو کیا معلوم ہوا کہ مہاراجہ صاحب اپنی زندگی بڑی فارغ البالی سے بسر فرما رہے ہیں، انہیں ملک کے کسی پالٹیکس سے واسطہ نہیں، جہاں تشریف لیجاتے ہیں، وہاں کے شرفا آپ کی بیحد تعظیم کرتے ہیں، اور اندور کے موجودہ انتظام سے خوش ہیں، مذہبی کتب کے مطالعہ سے دل بہلاتے ہیں،

پٹیالہ کی ایک پارٹی ولایت کو

مہاراجہ صاحب پٹیالہ کے خدام کی ایک پارٹی جو مسٹر لوئس کپتان گوردیال سنگھ کپتان سکھ رگھبیر سنگھ کپتان کنور رام سنگھ صاحبان پر مشتمل ہے، بمبئی سے سوار ہو کر ولایت روانہ ہو گئی کہ حضور ممدوح کی تشریف آوری سے قبل انتظامات کیمپ وغیرہ سرانجام دے۔

مفتری کی افترا پردازی

ریاست مالیر کوٹلہ کو تازہ سانحہ بھوکنداں کے متعلق جو امر ظاہر کی گئی ہے کہ جیسے تیرے کے حادثہ کے اندر زماں، چونکہ اسلامی حکومت روز اول سے مذہبی رواداری کا مسکن رہی ہے اس لئے وہ ہر مذہب کے جذبات کی دلی تعظیم کرتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسی وقت سے آج تک عام ہندو گورو نانک کی دعا بھی دی ہوئی ہے، ہندوؤں اور سکھوں کے مذہبی جذبات کی بنا پر مالیر کوٹلہ میں کسی کو بھی گئو ہتیا کی اجازت نہیں، ملک میں مذہبی جذبات کو بھڑکانے کے لئے لیڈر سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ریاست مالیر کوٹلہ کو بھی اس ضرر رساں پالیسی کی طرف اٹھانا گیا ہو، مگر شکر ہے کہ تاجدار ریاست اپنے قابل احترام بزرگوں کے طریق عمل پر بدستور قائم ہے، ادھر مفتری ملاپ اخبار اپنی ۲ اپریل کی اشاعت میں شرارت کا شرارہ اس طرح چھیڑ رہا ہے۔

"نواب صاحب مالیر کوٹلہ نے اپنی ریاست میں گاؤکشی کی قطعی ممانعت کر دی ہے"

اس خبر کے اس رنگ میں پھیلانے سے اس کا ناکام مقصد یہ ہے کہ جاہل مسلمانوں میں ایک عام ہیجان پیدا ہو، اور وہ نواب صاحب کو مجبور کریں کہ وہ اپنا ایسا حکم واپس لے لیں۔

حضور نظام کا اردو زبان پر احسان

آخر حق ایک ناممکن امر حضور نظام کی زبان پروری سے ممکن ہو گیا کیونکہ شاہی ارشاد کے موافق حکومت نظام کو اردو کا نستعلیق ٹائپ تیار کرنے میں کامیابی ہو گئی، اور اب دفتروں میں اس سے کام لیا جانا شروع ہو گیا ہے، فونڈری حیدر آباد کو چاہئے کہ اس ٹائپ کو ہر طرح مکمل بنا کر ایسی قیمت پر بازار میں لائے کہ جس سے کل ملک فائدہ اٹھا سکے۔

قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا

جب سے حکومتِ قیصری کا ہندوستان میں دَور دورہ ہوا، عہدنامہ جات مکمل ہونے شروع ہوئے، تاجداران کے ارکان سے اپنی اپنی سرحدوں کے موافق حسبِ معاہدہ کے بعد اپنے حقوق کی حفاظت کی۔ یہ ظاہر ہے کہ اُن کے مددوں کئے جانے کے لئے کوئی زائد خرچ برداشت کرنا نہیں پڑا، اب جبکہ شملہ کمیٹی قائم ہوا، تو ان عہدنامجات اور حقوق پر نظرثانی کا موقعہ آیا، **سر لیزلی سکاٹ** لکھوکھا روپے خرچ کئے جاکر مشورت کے لئے بلائے گئے، اور خدا معلوم کہ وہ انگریز کس حد تک ان تاجداران کے حقوق کی حفاظت کر سکے۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جب ہندوستان نے بجائے ترقی ہر طرح تنزل کی طرف قدم رکھا، تمام اس حکومت میں ان کے دور ... دن میں کوئی ایسا نہیں کہ جو ان کے مسلمہ حاصل شدہ حقوق کی حفاظت کر سکے۔ افسوس

علاقہ برار پر پھر تکرار

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ گورنمنٹ قیصری جس تاجدار کا جو علاقہ کسی غرض کے لئے لے چکی ہے، وہ کاغذی امداد سے واپس نہیں دے سکتی۔ پٹیالہ، نابھہ نے ضبط شدہ علاقہ کے لئے ہر چند کوشاں ہوئے مگر سب عبث۔ حضور نظام نے برار کے متعلق والوں نے جو بات کی بابت ایک نقشہ کھڑا کیا، نتیجہ جو ہوا سب کو معلوم ہے، اب معلوم ہوا ہے کہ حضور نظام نے اس کے متعلق گورنمنٹ ہند سے پھر خط و کتابت شروع کر دی ہے۔ ہم تو یہی ... اگر نظام ... پورا اقتدار حاصل کر سکیں تو یہی کرامت ہے، علاقہ قلم سے صحیح نہیں کہا جاسکتا بلکہ اُس کے وداع دے رہی ہیں۔

بھوپال کی شہزادی کو مبارکباد

آل انڈیا ہندو سندھی سبھا نے شہزادی بھوپال کو کونسل کے افتتاح کے وقت رسمِ پردہ کے ترک کر دینے کے سلسلہ میں مبارکباد کا تار روانہ کیا ہے، اور امید ظاہر کی ہے کہ دیگر مسلم خواتین بھی آپ کی تقلید کریں گی۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ عرصہ پندرہ سال کے اندر اندر ہندیوں ہی میں نہیں بلکہ مسلمانوں میں بھی

پردہ کا رواج جاتا رہے گا، افسوس کہ ہندوستانی بھی ترقی کا جاپ کرتے ہوئے تنزل کے گڑھے میں گرے جا رہے ہیں، اب یہ پردہ دری ہی انہیں سوراج دلائے گی،

ریاستوں کی پارٹی فیلنگ ریاستوں کیلئے مفید ہے

آج بھی ہندوستان کی کوئی ایسی ریاست نہیں، کہ جو پارٹی فیلنگ سے پاک ہو، اس پارٹی فیلنگ کا آغاز ریاستوں کے مدبروں کے دماغ کی ایجاد ہے، اور بلاشبہ یہ مفاد ریاست پر مبنی ہے، کیونکہ جس ریاست میں دو پارٹیاں زبردست ہیں، تو ان میں کوئی پارٹی ایک غیر شخص پر کوئی ظلم نہیں کر سکتی، اگر کرتی ہے، تو دوسری پارٹی زمین و آسمان سر پر اٹھاتی ہے، اور اس کا مقصد اپنا سمجھ کر اس کی تلافی کر دیتی ہے، اس طرح سے عام ملازمین جبر و زیادتی سے محفوظ رہ جاتے ہیں، مگر آجکل یہ پارٹی فیلنگ برا سمجھا جانے لگا ہے، پرانی مثل ہے کہ "کامے لڑیں بھاگ راں کے" یعنی ملازموں کا آپس میں لڑائی فساد مالک کی خوش قسمتی ہے، پس رئیسوں کو چاہئے، کہ پارٹی فیلنگ کے توڑنے کی کوشش نہ کریں، بلکہ پارٹیاں بن جانے پر ان کو مساوی طاقت دیں، تا کہ ایک دوسرے کی بیجا کارروائی بے تکلف ظاہر کرتا رہے،

افسانہ کمال

رموز سرگذشت مرتبہ کمال الدولہ مرزا احمد حسین صاحب احمدی مصاحب دربار رام پور چھپائی دستور دنیا، جلد سیاحت، مالیر کوٹلہ، نابھا وغیرہ تقطیع ۲۰×۲۶ ضخامت ۱۴۴ صفحے قیمت شاید مفت، لکھائی، کاغذ، چھپائی عمدہ، ہمارے مہربان میرزا صاحب کی سوانح عمری کے علاوہ ۲۶ سفروں کی سچی داستان ہے، یہ مجموعہ محض حیاوت نہیں، بلکہ ذخیرہ معلومات ہے، اس میں فرمانروایان ہند کے تمام مرج ہر ملک کے رسم و رواج اور تجربات، سود مند نصائح، دلچسپ حکایتیں حسن تدبر کے کارنامے درج ہیں، میرزا صاحب طلسمات کی دنیا میں خاص شہرت رکھتے ہیں، اور اسی شغل و کمال کی وجہ سے ہر جگہ کامیاب ہوتے ہیں، چونکہ یہ مجموعہ خاصہ ریاستوں کے سفر و حالات سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے ان صاحبان کے لئے زیادہ مفید ہے، جو ریاستوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر ہمیں بڑا افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے اتنی ضخیم کتاب میں طلسمات پر ایک حرف نہیں لکھا،

(نقاد سامی)

دل سنبھالو اور غصہ تھوک دو، کیا ماں باپ کا تمہارے پر کوئی حق نہیں، نہیں حسین کی قسم اٹھو درگاہ جانے پر فوراً آرام ہو جائے گا'

راحت جان :- خاموش'

گھسیٹا :- بیٹا دیکھو تمہاری ماں کیسی بے قرار ہے' آج تم سے بھی صبح سے بیزار ہے' اٹھو سر کا صدقہ اتار دوں گا' اور موتی جھنڈی کو جھاڑ دوں گا' پیاری اٹھو' اٹھو'

راحت جان :- (رو کر) ابا میرا کیا قصور تھا' یہ سب تمہارا قصور تھا' تمام رات عزیز بات سنے توڑ پاٹ رکھا' غصہ نے تمہیں بھڑکا رکھا' مجھے اپنی سدھ رہی نہ تم نے میری خبر لی' اب درگاہ پر چل کر اگر تم دونوں آئندہ کے لئے قسم کھاؤ' تو میں زندہ رہ سکوں گی' ورنہ جان دیدوں گی

مسٹر گپ :- جی، مجھ کو میرا بڑا ہرج ہو رہا ہے

(راحت جان کا پلنگ پر سے اٹھ بیٹھنا' بال کھلے ہونا' کپڑوں کا شکنوں سے بے حال ہونا' چہرہ افسردگی کے بعد درست ہونا' اور کھڑے ہوتے ہی زمین پر گر پڑنا' جھنڈی اور گھسیٹا کا سنبھالنا)

مسٹر گپ :- تم سب الگ ہو جاؤ' میں بیٹھک میں لا کر بٹھاتا ہوں' راحت جان لو چلو سب ٹھیک ہو جائے درگاہ جانے کی دیر ہے'

راحت جان :- تم سب چلو میں آتی ہوں'

(گھسیٹا' جھنڈی' خورشید کا باورچی خانہ میں جانا' اور راحت جان کے لئے کھانا تیار کرنے کی ہدایت کرنا' راحت جان اور مسٹر گپ کا ہاتھ ملائے بیٹھک میں آنا)

مسٹر گپ :- و اب میں جاتا ہوں' آپ بے تکلف ہو کر سیٹھ جی سے بات چیت کرنا' اور کسی کی پروا نہ کرنا' جو چیز مانگنا ہو' مانگ لینا' عمر بھر کے لئے نہال کر دی جاؤ گی' اگر بگڑ ہی بیٹھو گی تو ایسا موقعہ نہ پاؤ گی'

راحت جان :- میرے پیارے کو بہت بہت سلام کہنا' مجھے اس سے کیا مانگنا ہے'

(مسٹر گپ کا رخصت ہو کر کوٹھی پر پہنچنا' سامان جلسہ کے متعلق مفصل ہدایات دینا' دعوتی کارڈ

(کھلوانا، اور خود محفل کی آرائش میں مصروف ہو جانا، سب انتظام کر کے پیارا لال کے پاس پہنچ جانا)

مسٹر گپ:- حضور آداب عرض،

پیارا لال:- بہت دیر لگائی کیوں راحت جان کسی ڈھب پر آئی

مسٹر گپ:- کامیابی، کامیابی حضور کے فراق میں جان توڑ رہی ہے اپنے بنگالوں سے منہ موڑ رہی ہے اب آپ ذرا معشوقانہ لباس پہن کر محفل میں چلئے ۸ بجے کا وقت دیا ہوا ہے دوست احباب جمع ہو رہے ہوں گے، میں وہیں سب معاملات کامیابی عرض کروں گا،

چودہواں پردہ

گانا

دردِ غم فراق کا دل پر اثر نہیں — شاید مرے ملال کی تم کو خبر نہیں

یوں تو ہیں لاکھ عشق و محبت کے مدعی — مجھ سا مگر ملے گا تمہیں عمر بھر نہیں

انسانیت سے کام تو انسان ہو اگر — مانا کہ میرے عشق کی تم کو خبر نہیں

ہاں ہاں میری خطا ہے یہ اپنی قصور ہے — الزام کوئی بات کا اب آپ پر نہیں

(محفل کی آرائش، رقص سارواڑیوں کا، چراغ جلنا، سارنگی بیدیوں کا لپیٹ یورپین نما ہندوستانی خاوندوں کے ساتھ داخلہ، پچاس ہندو دیویوں کا الگ راستے سے سواری ڈولی ہاتھیں داخل ہو کر اپنی معمولی پوشاک میں آنا، صدر میں بٹھایا جانا، ساوتری کا ہر ایک کی بڑے آدر اور پریم سے سب کی آؤ بھگت کرنا، اور پرانے زمانہ کی عورتوں کا الگ بیٹھنا)

ساوتری:- رام اچھیا میں تو سب کی آؤ بھگت نہیں کر سکتی، بیٹی دھن بھاگ ہمارے جو شہر کے شریفوں نے اپنے چرنوں سے ہمارا گھر پوتر کیا، جو جو آئے سب کی بیٹھا یوگ تعظیم کر کے محبت سے بٹھانا اور کھوج کرانا،

رام اچھیا:- بولی جی جس طرح آپ نے آگیا دی ہے میں وہی کروں گی مگر میری ایک

پر اثر تھا سے، ایک جو پڑھی لکھی نہیں اور بیویاں ہیں، وہ ہمارے سے میں نہیں ملتیں، ابھی ابھی بابو کلیان شٹ
کی بہو آئی تھی، عینک چڑھا رکھی تھی، سر کے بالوں پر لوہے کے جال پھیلا رکھے تھے، ایک چھوٹا سا
جوتا اگر بھر کی ایڑی کا پہن رکھا تھا، انہوں کے فرش پر جو رد مال سوکھتے سوکھتے گذری، پاؤں پھسلا
گارے میں لت پت ہو گئی، بابو جی اُن کو پیچھے چھوڑنے آئے تھے، مگر وہ اُس وقت سگرٹ سلگا رہے
تھے، کچھ مدد نہ کر سکے، چار پانچ کہار جو گڑ ہی کے پاس کھڑے تھے، بابو نے اشارت سے مدد کے لئے
بلائے، انہوں نے اُس بیچاری کو اٹھایا، بُری طرح سے گری تھی، ہائے ان سکولوں کا ستیاناس جائے

ساوتری:- بیٹی تم جلد جاؤ، پانی سے نہاؤ، دراندر سے نئے کپڑے منگو کر پہنو، کہاں کہاں چوٹ آئی ہے؟

رام اچھیا:- چوٹ تو کہیں نہیں لگی، دائیں پاؤں میں موچ آگئی، عینک ٹوٹ گئی، سوٹ خراب ہو گیا، سوٹ کے خراب ہونے کا ایسا رنج ہوا جیسا خاوند مرنے کا

ساوتری:- اچھا جلد جا کر خبر لاؤ، گرل سکولوں نے تو ہماری دیوی کی کایا پلٹ دی،

(رام اچھیا جلدی جلدی مسز کے آر ورما کے پاس جاتی ہے، جو ابھی تک کرسی لانے کو آوازیں دے رہی ہے)

مسز کے آر ورما:- ڈیر تم کو سگرٹ پینے کی لگی ہے، ادہر ہم مری جاتی ہے، کرسی لاؤ،

کے آر ورما:- ابھی لاتا ہوں،

(مسٹر کے آر کا کرسی کی تلاش میں چاروں طرف بھاگے بھاگے پھرنا، لیکن کرسی کا نہ ملنا)

ساوتری:- بابو جی یہاں کرسی نہیں، پیارا لال کی کوٹھی میں موں کی پنگوڑہ لیجاؤ،

(مسٹر ورما کا پنگوڑہ ہی اٹھا کر بھاگنا، ہلکا سا ہم سگرٹ کا جلایا ہوا، چار کا پھونکا ہوا، غیر مرطوب کھانوں کا مارا ہوا گوٹ، پتلون کا ستایا ہوا بے تحاشہ بھاگتا ہے، تو صحن میں چاروں شانے چت گرتا ہے، اور پنگوڑہ میم صاحب کی چھاتی پر گرانا، میم صاحب کا پھر گر پڑنا، گھر بھر میں ماتم برپا ہو جانا)

رام اچھیا:- بھابی جی، بھابی جی چوٹ تو نہیں لگی،

ورما:- نہیں، نہیں تم میم صاحب کا خبر لو، شاید وہ مرگی،

(رام اچھیا کا اُدھر جھکنا، شانہ ہلانا، اُس کا نہ ہلنا، گھبرا کر ساوتری کے پاس جانا، اور ورما کا وہاں سے ہوا دینا)

رام اچھیا:- بڑی بی جی، بڑی بی جی ورما دیوی تو ہلتی نہیں، کیا کریں؟

ساوتری:- پیارے پیارے کہاں ہیں، ارے کوئی باہر سے بلاؤ،

(پیارے لال کا عید کے چاند کی طرح راحت جان کی آمد کا انتظار کرنا، اور مہمانوں کو مسٹر گپ، سعید، کیول کشن، سردار موہن سنگھ کا ریسیو کرنا، نائین کا جاکر پیارے لال کو اندر لانا)

پیارے لال:- دادی کیوں بار بار مجھے اندر بلاتے ہو، باہر کا انتظام کون کرے گا، آدمی عورتیں باہر بیٹھی ہیں، میں کہاں کہاں کا انتظام کروں، جو کام کرانا ہے، مسز حبیب سے کراؤ،

ساوتری:- بیٹا ورما بابو کی بہو گر پڑی، کچھ سدھ بدھ نہیں، جلدی کسی وید کو بلاؤ، ایسا نہ ہو کہ رنگ میں بھنگ پڑ جائے حبیب صاحب کی میم صاحبہ بھی ابھی تک نہیں آئیں، موئی وہ ایسی کون عورتیں ہیں جو ہر دم میں بیٹھی ہیں،

پیارے لال:- وہ ابھی تک باہر نہیں آئیں، اچھا اُن کو آدمی بھیجتا ہوں، مجھے پھر نہ بلانا،

ساوتری:- تم کسی کو جلد وید جی کے لانے کے لئے بھیجو، سیٹھ جی سے جلد خبر کرو،

(پیارے لال کا اُسی وقت واپس لوٹنا، اور بدستور راحت کے انتظار میں دروازہ کے باہر چلا جانا، وہاں سے منیم جی کو دادی کے پاس بھیجنا، منیم کا دھوتی پکڑے ساوتری کے پاس پہنچنا)

منیم:- مائی جی کیا آگیا ہے،

ساوتری:- آج کل کے لڑکے کیوں کسی کی سنتے ہیں، دیکھو سامنے کلیان بابو کی گھر والی کو کیا ہوگیا، وید جی کو جلدی بلاؤ،

مینم :- دید جی تو باہر ہی بیٹھے ہیں،

ساوتری :- جاؤ جلد جاؤ،

(منیم جی کا بھاگتے ہوئے باہر دروازے پر پکارنا، سب حاضرین کا اس طرف متوجہ ہونا، پیارالال کا راحت جان کے انتظار میں پھاٹک پر بدستور پہرہ دینا)

منیم :- وید رتن جی مہاراج اندر جلد کر آئیے،

وید :- ابھی سن کر آتا ہوں، تم کبھی دگھبری کا تن دوا کا لطف لو،

منیم :- اجی حضور اندر کلیان بابو کی عورت کی سانگی کا تار ٹوٹ گیا، جلد آئیے،

(سب مجمع کا متعجب ہوجانا، گڑبڑی پڑجانا، وید جی کا دھوتی اٹھائے زنانہ خانہ میں داخل ہونا، ساوتری اور بہت سی عورات کا مسٹر ورما کی بیوی سکے ا-دگرد کھڑے ہوجانا)

وید :- مائی جی پرنام کرتا ہوں،

ساوتری :- پنڈت جی جلدی خبر لو، یہ تو جب سے گری ہے، کروٹ تک نہیں لی، سانس کی بھی آواز نہیں آتی، میں نے بہت کوشش کی کہ خوشبو سنگھا کر ٹھنڈا پانی چھڑک کر اور پلا کر ہوش میں لاؤں، مگر یہ دیسی انگریز اور انگریزنیاں مجھے پاس بھی جانے نہیں دیتیں، اس لونڈی کو دار جوتی سنے اسے،

وئید :- دیکھو تم سب پرے ہٹ جاؤ،

(عورتوں کا دور کر دیا جانا، وید کا نبض دیکھ کر اظہار اطمینان کرنا، پانی چھڑکنا، ناک کے نتھنوں پر روئی رکھنا، دوسری طرف سے مسٹر ورما کا وید جی کے علاج معالجہ سے منع کرنا، اور خود دو چوٹ پر چوٹ آجانے کی وجہ سے ہائے ہائے کرنا)

ورما :- تم سب لوگ ہمارے میم صاحب کے ہائے ہائے پاس سے پرے ہٹ جاؤ، ہائے ہائے وید جی ہائے ہم تمہارا علاج کرانا نہیں چاہتا آپ کچھ نہیں جانتا، کیا ہائے ہائے میری میم صاحب کو مارے گا

جو ہاتھ مرا ناک میں روئی ہائے ہائے تھوکتا ہے، ہم تمہارا علاج نہیں مانگتا،

سلیم:- باوجی! سیدھا راستہ، دن کا وقت، نہ ہجوم، نہ میلہ، نہ ٹکر نہ ٹکرا، نہ کیچڑ، نہ جھاڑ، نہ اینٹ نہ پتھر، نہ بارش نہ آندھی، پھر تم دونوں کس طرح گر پڑے،

ورما:- اُلو بنتا ہے، تمہارے گھر میں اگر کرسی ہوتا ہم ایسا کیوں کرتا، اور اگر ہائے ہائے بیر کرسی ہوتا اور سر نیچا ہمارا ہائے ہائے میم صاحب بھی کیوں مرتا، ہمارا ٹانگ ٹوٹ ہائے ہائے گیا، میم صاحب مر گیا، تم نیٹو آدمی کھانے کا انتظام نہیں کر سکتا، ہمارا میم صاحب ہمکو ہائے ہائے او نی اُدی مٹی مر گیا، ڈاکٹر کو بلاؤ جی، ایچ گھوش کو لاؤ، اُن سے ہمارا سلام بولو، ہمارا بیماری کہو، میم صاحب کا مرنا کہو، ہم دونوں مر گیا،

وید:- صاحب جی دیکھو اگر آپ اس وقت اس عورت کا علاج نہ کریں گے تو ڈاکٹر کے آنے تک ضرور یہی مر جائے گی، اس کے دل کی حرکت بند ہو رہی ہے، میں کستوری دیتا ہوں

(وید کہتے ہی کستوری حل کر کے چمچہ سے اس کے حلق میں ٹپکا دیا، چار منٹ بعد نبض کا حرکت میں آنا، ورما کا اپنی عورت کے پاس وید جی کو قطبہ الکھ اکر دیکھنا)

ورما:- دل وید تم نہیں جانتا، ہم تمہارا ڈاکٹر دیں تو رد دے گا، ہائے ہائے تم ہمارا میم صاحب کو جان سے ہائے ہائے مار دے گا، اور بائسکل مارے گا، ہائے ہائے ہم تم پر کیس چلائے گا، انشورنس کمپنی دس ہزار روپیہ تم سے لے گا، ہائے ہم دونوں مر گیا،

(اسی اثنا میں ورما کی عورت کا انگڑائی لینا، اور پانی مانگنا، ورما کا ڈاکٹر کے آمد کی انتظار میں پانی سے روکنا، اور ورما کی عورت کا آنکھیں کھول کر اپنے اٹھانے کے لئے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنا، ورما کا سب کو پاس جانے سے منع کرنا، ڈاکٹر کا امونیا کے بجائے کلوروفارم سنگھانا، عورت کا پھر بیہوش ہو جانا، اور ورما کا ڈاکٹر کو اپنی طرف بلانا)

ورما:- ڈاکٹر دیکھو، لوگ دیسی دوائیاں دیتے کر ہماری میم صاحب کو مار دیا، اب تم...... پھر دیکھو

اور فوراً اندر لے جاؤ، اور ہم کو کبھی سے جاؤ، ہم کو اس دعوت نے مار دیا،

(ڈاکٹر صاحب کا دو ڈولیاں منگوا کر ان دونوں کو لٹانا اور نگر سیٹھ کی طرف سے للوسیٹھ نفتہ نبیں کا دیا جانا، محفل کا جمنا، راحت جان کی آمد، اُس کا استقبال)

سعید:- بیسیوں موٹریں گذر گئیں، راحت جان نہیں آئی، ایسا نہ ہو کہ موٹر ٹوٹ گئی ہو، یا ناگزیدہ ہو گئی ہو،

مسٹر گپ:- چار روز تو خیریت نہیں ہوئے، اور اس راس کمپنی ایسی غیر معتبر نہیں،

کیول کشن:- نہیں ایسا نہیں ہو سکتا،

پیارا لال:- پھر کیا وجہ،

سعید:- اجی میں سعید ہوں، ہر ایک کام سعید ہوگا، ابھی آیا چاہتی ہیں،

مسٹر گپ:- اجی حضور آپ گھبرائیے مت، ابھی تو چھبتے میں پانچ منٹ ہیں، مری داس ایسا ویسا ڈرا ہو نہیں،

کیول کشن:- رنڈی ذات، خدا معلوم بیچارے کو کہاں کہاں سے پکڑتی ہے

(مسٹر گپ ایک موٹر دیکھ کر)

مسٹر گپ:- لو وہ آ گئے، پیازی رنگ اپنی ہی کار کا ہے، اور مسز جھنڈی بھی اپنی ہی کار میں ہے،

(موٹر کا پھاٹک پر آ کر ایک دم ٹھہرنا، موٹر دیکھتے ہی دونوں کی اشاروں میں باتیں ہونا، اور خوشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا، مسٹر گپ کا آگے بڑھنا، اور پیارا لال کا شامیانے کے نیچے جا کر ایک کرسی پر بیٹھ جانا، راحت جان کا سراپا بادشاہی لباس میں زمرد سنہ لال دگوہر چھاتا ہو کی طرح اٹھکیلیاں کرتے آگے پیچھے دیکھنا، چھپی چھپائے آنچل گراتے سنبھالتے شامیانے کی طرف بڑھنا، جھنڈی، خورشید، دل جان کا پیچھے ہونا، میراسیوں کا اوگالدان، پاندان، حقہ، ساز اٹھائے دوسری کار میں پہنچنا، سب کا جا کر شامیانے کے نیچے بیٹھنا، مسٹر گپ کا پیارا لال کے انتظام کی تعریف کرنا)

مسٹر گپ:- حضور فہرست کے بموجب سب صاحبان آگئے۔ لیکن افسوس کہ مسز جیک اور مسز اور مسٹر جی ایل شرما اب تک نہیں آئے۔ سپنسر کمپنی نے ٹھیک وقت پر اپنا سب انتظام کر دیا۔ مسٹر جیک نے سب پڑتال کر لی۔ دیسی کھانے بھی تیار ہو گئے۔ دو شامیانے لگا دیئے۔ ایک میں دیسی کھانا، دوسرے میں انگریزی۔ مگر بیٹھنے ایک ہی جگہ ہیں۔ ناچ کا بھی ایک ہی جگہ انتظام کیا ہے۔ ۲۰ نوجوان لڑکیاں اور ۵ شادی شدہ عورات جدید طرز لباس پہنے اسی شامیانے کے نیچے کھڑی کرسیاں مانگتی ہیں۔ اور ویسے ۵۲ جنٹلمین بھی فرش پر بیٹھنے سے کتراتے ہیں۔ جو ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔

پیارا لال:- اجی مسز جیک اور ان کی میم صاحبہ تو وہ آگئے۔ ان کی کرسیاں شامیانے الگ بچھوا دیں اور جلدی سے جوگدھیان کو ڈاکٹر جی ایل شرما کے لانے کے لئے بھیجو۔ وہ دن رات انگلش ڈینس کی شیخی مارا کرتی ہیں۔ آج ہندوستانی بحرہ بھی دیکھ لیں۔ اور جلدی مسز جیک کے لئے کرسیاں بچھائی ہیں۔ ۵۰ کرسیاں ہندوستانی جنٹلمینوں اور لیڈیز کے لئے بچھوا دیں۔

(میراسیوں کا ساز درست کرنا۔ ایک گوشہ میں مگر سیٹھ کے ارد گرد پرانے خیال کے ہندوستانیوں کا حلقہ بنائے حقے نوش کرنا۔ دوسری طرف سوٹ پہنے ہوئے بابوؤں کا سگرٹ سگار اڑانا۔)

پندرھواں پردہ

(جوگ دھیان کا کار میں بیٹھ کر روانہ ہونا۔ مسٹر جی ایل شرما کی کوٹھی واقع کچہری روڈ پر پہنچنا۔ آوازیں دینے پر کسی کا نہ بولنا۔ معشوق حسین بہرہ مسٹر موصوف کا بازار سے ایوننگ ڈریس استری کرا کر لانا۔ اور کوٹھی میں بلا بات چیت کئے داخل ہو جانا۔ لالہ جوگ دھیان کا اس حماقت پر ناراض ہو کر آوازیں لگانا۔)

لالہ جوگدھیان:- بابوجی، بابوجی، بابوجی، بابوجی، بابوجی، کیا سب مر گئے۔ اچھے انگریز بنے پھرتے ہیں۔ یہی جدید تہذیب ہے۔

راہ گیر:- لالہ جی آپ کس کو آوازیں مارتے ہیں۔

جوگ دھیان:- پنڈت جی بابو جی کو
راہ گیر:- میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں' بابو کہہ کر آوازیں نہ مارو صاحب کہو ورنہ آتے ہی کتے کی طرح کاٹ کھائیں گے'
جوگ دھیان:- بھائی تم کس کو سمجھے' میں تو مسٹر گیرو رام گرسوامی جی کے بیٹے بابو جے لعل جی کو آوازیں مارتا ہوں
راہ گیر:- اجی میں تو ان کا پڑوسی ہوں' لوگوں کے بابو کہنے پر روز جوت کھاتے دیکھتا ہوں' یہ پنڈت بابو کہنے سے جلتے ہیں' مسٹر کہنے سے خوش ہوتے ہیں' دیکھنا بابو نہ کہنا نہ پنڈت کہنا'
جوگ دھیان:- اچھا بھائی تمہارا بھلا ہو' پیارالال کی دعوت میں جوتیاں ہی کھانا نہیں' مسٹر جی' مسٹر جی' مسٹر جی' مسٹر جی' مسٹر جی'
(معشوق حسین کا مسز شرما کے بوٹ پر پالش کرتے ہوئے آوازیں سننا' اور اسی حالت میں جوتا سے باہر آنا' پنڈت اور بابو کی آوازیں دینے کا نتیجہ سمجھ کر جوگ دھیان کا یہ سمجھنا کہ جوتے مارنے آیا ہے جھٹ سے پگڑی پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹ کر موٹر کے نیچے چھپ جانا'
معشوق حسین:- صاحب کو کون اس طرح بیوقوف آوازیں مار رہا ہے' کوئی بولتا کیوں نہیں ایسی فضول آواز دینا ہے' نالایق کہاں گیا' لوگ کیسے بے وقوف ہیں'
راہ گیر:- بیرہ جی ابھی یہاں کوئی آواز دے رہا تھا'
معشوق حسین: کیسے کپڑے پہنے تھا'
راہ گیر:- اجی کوئی برہمن سا تھا' سر پر پگڑی تھی' چادر جوڑا اوڑھے ہوئے تھا' ماتھے پر تلک تھا' دھوتی پہن رکھی تھی' دیسی جوتا تھا'
معشوق حسین:- ہاں کوئی بے وقوف گنوار ہوگا' جو آوازیں مار کر بھاگ گیا'
(بہرے کا اس قدر مختصر تحقیق کے بعد واپس لوٹنا' جوگ دھیان کا دم میں دم آنا اور موٹر میں بیٹھ کر ڈرائیور کو آوازیں دینے کے لئے کہنا' اس کا آوازیں مارنا)

موٹر ڈرائیور :- کوئی صاحب کا نوکر ہے؟ کوئی صاحب کا نوکر ہے؟

بہرہ :- کون صاحب ہیں'

موٹر ڈرائیور :- بہرہ صاحب جلد آئیے'

بہرہ :- حضور آتا ہوں'

(بہرے کا باہر آکر موٹر ڈرائیور کو کوٹھی کے برآمدے میں بلانا)

مرغی میجر :- "صاحب" اور "حضور" کی خوب مٹی پلید کی'

بہرہ :- یہ کس کا کار ہے'

موٹر ڈرائیور :- نگر سیٹھ نے اپنی کار مسٹر جے لال کے بلانے کے لئے بڑی منیم جی کو بھیجا ہے'

بہرہ :- منیم جی کہاں ہیں'

موٹر ڈرائیور :- کار میں بیٹھے ہیں'

(بہرے کا کار کے پاس پہنچا' موٹر کا دروازہ کھولنا' گھٹنے سے سرنک ہاتھ اٹھا کر ذرا گردن جھکا کر سلام کرنا)

(جوگ دھیان ڈرڈر کر)

جوگ دھیان :- سیٹھ جی نے بڑے انتظار کے بعد مجھے صاحب جی کو بلانے کے لئے بھیجا ہے'

بہرہ :- صاحب ٹینس کھیلنے گئے ہیں' آپ برآمدے میں بیٹھئے ابھی آئے جاتے ہیں' مجھے اوننگ ڈریس کی استری کے لئے کہہ گئے تھے'

(ڈرائیور کا کرسی باہر لانا)

موٹر ڈرائیور :- اس پر آپ بیٹھئے'

(جوگ دھیان کا کرسی کا بازو پکڑنا)

جوگ دھیان :- اسی پر بیٹھتا ہوں'

بہرہ :- میں آپ کے لئے سگرٹ لاتا ہوں'

جوگ دھیان:۔ میں سگرٹ نہیں پیا کرتا'

بہرہ:۔ چائے لاؤں'

جوگ دھیان:۔ میں چائے بھی نہیں پیتا'

بہرہ:۔ وسکی سوڈا لاؤں' کچھ تو قبول کیجئے' صاحب مجھ پر ناراض ہوں گے'

جوگ دھیان:۔ بہرہ جی آپ اپنا کام کیجئے' مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں'

(ڈاکٹر صاحب کا بائیسکل پر آنا' شراب میں بدمست ہونا' ہیٹ کھو آنا' اور بائیسکل سے اترتے اترتے گر پڑنا' بہرے کا ہاتھ پکڑ کر برآمدے میں لانا' جوگ دھیان سے پوچھنا)

ڈاکٹر:۔ یہ .... یہ .... یہ .... کارک .... ک .... کس کی ہے' تم کون ہو'

بہرہ:۔ حضور نگر سیٹھ نے آپ کو دعوت میں بلایا ہے'

ڈاکٹر:۔ ول .... ہم لوگ نے سات .... بجے کا وقت دیا تھا' ایسی جلدی کیوں کرتا ہے' اچھا تم ہمارے ساتھ ایکدم اندر آجاؤ' ہم ابھی اپنا سوٹ پہن کر' چلتا ہے' تم .... بھی آ آ آ آ جاؤ'

(ڈاکٹر کے ہمراہ جوگ دھیان' و بہرہ کا اندر جانا' ڈاکٹر صاحب کا اپنی عورت کو آواز دینا' جوگ دھیان کا مٹ پہنانا)

ڈاکٹر:۔ ول تم کیا .... سوچتا ہے' .... ہم کو . د .... د .... دیکھتا ہے'

جوگ دھیان:۔ نہیں حضور کچھ نہیں دیکھتا'

پریم پیاری:۔ بہرہ جی ہمارے پتی کو تم کیوں خراب کرتے ہو' دیکھو کس حالت میں آئے ہیں' اور کس حالت میں جائیں گے' رات قسم کھا کر کہا تھا کہ کبھی شراب نہیں پیوں گا' اے ان کی گھڑی کی زنجیر نظر نہیں آتی' ذرا جیب تو دیکھو'

ڈاکٹر:۔ تم دیسی عورت ہم کو عقل دیتا ہے' تم ایکدم بے وقوف ہے' ہم گھڑی جیب سے ایکدم جاتا رہا' واللہ اس کی تم ایک دم صورت دیکھو' سر کے بال چونڈا بنا کر رکھتی ہے' دہی

سے دھوتی ہے، گھی لگاتی ہے، ہم کو بڑا برا لگتا ہے، دیکھو یہ دن رات گھنا گھنا کرتا ہے، دیکھو سر پر سو پونڈ سلور کا ایک ٹوکرہ اور دو ٹوکریاں رکھی ہیں، یہ اس سے بے عقل ہو گیا، کان دیکھو درجن منڈھ ڈال رکھا ہے، ایسی عورتوں نے سونے کی کامین کھالی کردیں، تم نے دیکھا کہ ناک میں نکیل ڈال رکھا ہے، گلے میں چاندی کا طوق ڈالا ہے، بے وقوف نے۔ روپیہ خراب کیا، کپڑے کے ماپک کھر نہیں کیا ڈال رکھا ہے، اس کے ہاتھ دیکھو ہاتھی کے دانتوں کے ماپک کس طرح سونا چڑھایا ہے، انگلیوں میں تین درجن چھلے پہن رکھا ہے، پیر دیکھو چاندی کی ڈبل بیڑی ڈالا ہے، تم لوگ اس کو کیا کہتا ہے،

جوگ دھیان:- حضور ہم ایک جھانجر اور ایک کڑا بانک کہتے ہیں

ڈاکٹر:- ہم اس کو ہر روز بکتا ہے، ہم کہتا ہے کہ تم بکرا بندری کی طرح مت پہنو، فراک پہنو، نہیں پہنتا، نہیں مانتا، کرتہ پہنتا ہے، ہم نے بمبئی کا فراک سوٹ زنگن لمبی سے لایا ہے، ہمارا بیت تھا کہ آج ڈرز میں ساتھ لاتے، مگر وہی لہنگا پہننا مانگتا ہے، تمہارا کی طرح سونے کے ٹین لگاتا ہے، ہم نے بولا روز بولا تم بالکل سسکیو نہیں سکتا، مفلر نہیں پہنا، تم لوگ اس کو پسند کرتا ہے کہ ایک عورت اس طرح روپیہ برباد کرے، اپنی ہیلتھ برباد کرے، یہ ایسا بیوقوف ہے کہ جب بیمار ہوتا ہے، ڈاکٹر کا دوا نہیں کھاتا، کیا ایسی میم صاحب سے ہم بات کر سکتا ہے، ہم صورت دیکھنا نہیں مانگتا، کیسا پاگل ہے، کہ بیل کی طرح پتے کھاتا ہے اور منہ لال کرتا ہے، چڑیل کے ماپک آنکھ میں باریک کولہ ڈالتا ہے، اگر لوہے کی ریس آنکھ میں لگ جائے، اندھا ہو جائے، یہ بے وقوف ہم کو کہتا ہے کہ ہم گھڑی کھو آیا، اس بے وقوف کو دیکھو کہ سر سے پیر تک بے وقوف ہے، سب بیوقوف ہے، ہم اس بیوقوف سے بات کرنا نہیں مانگتا،

پریم پیاری:- پران ناتھ میں تو آپ کی داسی ہوں، میرا دھرم ہے کہ آپ کی ہر طرح سیوا کروں، آپ کے سکھ میں میرا سکھ ہے، پرمیشر آپ کو سدا سکھی رکھے، میرا سہاگ آپ سے قائم ہے،

ڈاکٹر:- او، ہم نہیں سمجھتا، کیا بک بک مارتا ہے، معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ کھراب ہو گیا

اپریشن کا ضرورت ہے' اچھا ہم ایک دوائی مایاہے اس کو کھاجاؤ' بہت جلد تمہارا دماغ ٹھیک ہو جائے گا' تم اندر کوٹھڑی میں رہنا پسند کرتا ہے' کبھی دیکھا کہ میم لوگ کیسا رہتا ہے' ہر وقت اپنے صاحب کے ساتھ ہر جگہ جانے کو تیار ہے' اگر تم آج ہمارے ساتھ ٹینس کو چلتا تو ہم بالکل سے نہ کرتا' نہ گھڑی کھونا' یہ تمہاری بے وقوفی کا نتیجہ ہے' ہم کو ایسا تکلیف اٹھانا پڑا' نہ تم گھر کا بندوبست کرسکتے ہو' نہ کسی دوست سے بات کرسکتے ہو' نہ کسی گھر آئے کو جا رہا سکتے' کو دیکھو میم صاحب کیا کام کرتا ہے' اگر صاحب دفتر میں ہوتا ہے' تو ان کا دوست اگر گھر پر آجاتا ہے' تو میم صاحب سب کام کرتا ہے'

مرغی میجر:۔ صاحب بہادر کو یہ بھی معلوم ہے کہ ایسے دوست کیا کیا واردات کر جاتے ہیں' دو چار مثالیں اگر سناؤں تو صاحب کی بھی آنکھیں کھل جائیں' مگر صاحب تو سب جانتا ہے'

پریم پیاری:۔ حضور کیا فراک ڈال کر بازار میں' ریشمی جرابیں گھٹنے تک پہن کر ڈیڑھ فٹ اونچی ایڑی کا جوتا ڈٹا کر عام لوگوں میں پھرنا کہیں بھلے گھر کی عورتوں کے لئے اچھا ہوتا ہے' یہ کام تو بازاری عورتوں کا ہے' شریف عورتوں کا تو اپنے گھر میں اپنے پتی کو دیوتا مان کر ہر وقت تن من دھن سے سیوا کرنا ہی پرم دھرم ہے'

ڈاکٹر:۔ نہیں نہیں تمہارا تو بالکل خراب حالت ہے'

(پریم پیاری کا ڈاکٹر کے پاؤں میں گرنا' اس کا ٹھوکر مار کر پرے گرا دینا' اس کا رونا' ڈاکٹر کا غیض و غضب میں آنا' اور لات بچہ کر کھینچنا' ناک کا چڑھانا' خون کا بہنا' اور پھر بوٹ کی چند ٹھوکریں مار کر اپنے ڈرائنگ روم میں چلے جانا)

ڈاکٹر:۔ بہرہ بہرہ وسکی سوڈا لاؤ'

بہرہ:۔ حضور برانڈی موجود ہے'

ڈاکٹر:۔ سور کا بچہ' کوئی چیز موجود نہیں رکھتا' اچھا برانڈی لاؤ'

(بہرے کا پیگ بنانے کے لئے بوتل اٹھانا' پیمانے سے ہاف پیگ ڈالنا' ڈاکٹر کا

غصے میں آکر اس کے ہاتھ سے بوتل چھین لینا، اور پیمانے کے بغیر گلاس میں بوتل انڈیل کر آدھا گلاس کر لینا اور سوڈا مانگنا)

ڈاکٹر:- ول تم کیا دیکھتا ہے سوڈا لاؤ، جلد لاؤ،

بہرہ:- حضور جب کچہری سے آئے سوڈا ویسکی پیا تھا، آدھی درجن سوڈا ختم ہو گیا تھا،

(ڈاکٹر کا منہ کو گلاس لگا کر نیٹ پی جانا، اور بلا سوٹ پہنے، برآمدے میں آکر بہرے کو بلانا، بہرے کا بہت دیر تک نہ آنا، شراب کے نشے میں ڈاکٹر کا برآمدے میں لڑکھڑانا، چوک دھیان کا دوسرے دروازے سے نکل کر موٹر میں جا چھپنا، ڈاکٹر کا بہرے کو پھر آواز مارنا، بہرے کا آنا)

بہرہ:- حضور،

ڈاکٹر:- ول ہم جلسے میں جاتا ہے، تم، تم، تم موٹر میں ہمارے ساتھ چلو،

(موٹر میں ڈاکٹر کا بیٹھنا، اور محفل میں داخل ہو جانا)

سولھواں پردہ

(تھیٹر کی آرائش، گھنٹی بجنا، اندھیرا سب کا باہر آنا بلکہ تھیٹر بابن رائیک جنٹلمین کا ہاتھ میں ہاتھ پکڑے سب سے پہلے نکلنا، اور بہت دور جا کر ہمکلام ہونا)

مس:- ڈیر کل سیٹھ پیارا لال نے بڑا دعوت کیا ہے، میرے باپ کو بھی بلایا ہے، میرے نام بھی جدا کارڈ آیا ہے، ہم اس میں ضرور جائے گا، رنڈی ہوگا، ناچ ہوگا، ہم بھی گائے گا، اب اگر تم وہاں آجاؤ، تو ہم تمہارے ساتھ شملا اسی رات چل پڑے۔ اچھا موقعہ ہے تم کالج سے رخصت ہو کر سفر کی تیاری کر کے ۱۲ بجے سیٹھ کی ورٹین کوٹھی پر پہنچو، اور دو چٹی دینا، ڈیر چھ پڑھ ہم ضرور ہم ضرور جائے گا، میسر اپیل نہ دینا ہم مر جائے گا،

چھ پڑھ:- ڈیر ڈیر مالتی تم کو ہم سے بڑی محبت ہے، ہم تمہارے باپ سے تو نہیں تمہاری

ماں سے ڈرتا ہے، وہ بڑی چڑیل ہے، تمہارے سر کے بال کاٹنے پر ہمارا دشمن ہوگیا ہے،
مالتی:- نہیں نہیں ڈیر تم مت خوف کرو، ہم شملہ ضرور جائے گا، تم ضرور آؤ، پرسوں ہم شملہ ہوگا،
چوپڑہ:- اچھا میں ۱۱ بجے کے بعد آؤں گا اور معشوق حسین کی معرفت تم کو اطلاع دونگا،

سترواں پردہ

مسٹرگپ:- حضور حاجی مولانا مولوی اشتیاق احمد فاروقی صاحب اور اُن کی لیڈی صاحبہ بھی اب تک نہیں آئے،
پیارالال:- اُن کو بھی ایک اینڈ بھیجو، کیونکہ جناب قبلہ مولوی صاحب موٹر پسند نہیں فرماتے، قلب کی دشمن سمجھتے ہیں، داداجی کے وقت کی رتھ پر سوار ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹرائے، اے فاروقی موٹر کے بغیر کسی سواری پر سوار نہیں ہوتے، وہ اپنے موٹر کا انتظار کر رہے ہوں گے، بھئی سعید تم موٹر لے کر جلدی جاؤ، اول ان کو ہمارا سلام دینا، مزاج پوچھنا، وہ بڑی خوش مزاج ہیں، اور ملنے ملانے میں بڑی آزاد ہیں، دفتر کے کمرے میں ہر وقت ملاقاتیوں سے ملتی ہیں، مجھ پر تو وُہ جان دیتی ہیں، اور ولایتی فرینڈ شپ کے حالات سے مجھے لیڈی صاحبہ ہی نے آگاہ کیا ہے، اُن کے بغیر لطف جاتا رہے گا،

دسعید کا موٹر لے کر اشتیاق منزل کوٹھی پر پہنچنا، اور اندر داخل ہو کر ڈائننگ روم میں لیڈی صاحبہ کا انگریزی لباس پہنے عینک لگائے سگرٹ پیتے ہوئے اخبار پڑھتے دیکھنا،

سعید:- گوڈ ایوننگ،
مسز فاروقی:- گوڈ ایوننگ،
سعید:- میم صاحبہ مگر سیٹھ آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے، موٹر بھیجی ہے، جلد تشریف لے چلئے، سب لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، جلد چلئے،

مسز فاروقی:۔ ہم کیا کرے، بے وقوف حاجی اپنی ماں کے پاس بیٹھ گیا، اُس کا بڈھا باپ ہر وقت اُس کو کہراب کرتا ہے، ہم نے اُس کو بار بار پکار اکارڈ دکھایا اُس کی بڈھی بیوقوف ماں کہتی ہے، کہ تم روٹی کھا کر جانا، وہاں کا روٹی ست کھانا، ہم تنگ ہوگیا، اچھا جرا ٹھہرو ہم ایکدم تیار ہوتا ہے، ڈیر ڈیرڈی ارڈیر حاجی حاجی،

فاروقی:۔ ڈیر روٹی کھا کے آتا ہوں، آدہی کھا چکا ہوں،

مسز فاروقی:۔ ہم نے دیکھا کہ بیل کے ماپھک دلی کھاتا ہے، اور ہاتھ سے کھاتا ہے، دال کھاتا ہے، سب دال کھاتا ہے، حقہ پیتا ہے، کھاندان کا کھاندان بے وقوف ہے،

مسز فاروقی:۔ ڈیر، ڈیر، ڈیر، ڈیر، کیا تم نہیں آتا!

فاروقی:۔ ڈیر دو چار لقمے باقی ہیں، ابھی حاضر ہوتا ہوں، اللہ کی پناہ کیسی عورت ملی کہ روٹی بھی کھانے نہیں دیتی، میری تو زندگی برباد کردی، اچھی تعلیمیافتہ عورت سے شادی کی،

مسز فاروقی:۔ بہرہ بہرہ ڈیر کو بلاؤ،

بہرہ:۔ مولوی صاحب میم صاحب گھبراتی ہیں، جلد آؤ،

فاروقی:۔ میم صاحب کو ہاتھ باندھ کر کہو کہ میں ابھی آتا ہوں،

مسز فاروقی:۔ اچھا جہنم میں جائے، بہرہ سونو، بدلو، سلخانہ میں گرم پانی لاؤ، اور ہمکو غسل دو،

(مسز فاروقی اور بہرے کا غسلخانے میں داخل ہونا، مسز موصوف کے نیم برہنہ ہونا، تختے بند کر دیئے جانے، آدھ گھنٹہ تک اندر رہنا، بہرہ کا ہانپتے ہانپتے باہر آنا، اور فاکتانہ آواز سے اِدہر اُدہر تاکنا اور ہاتھ منہ دہو کر میم صاحب فاروقی کا درپیس کرنا، مسز فاروقی کا ایک لمبے برُد ار تولیہ میں لپیٹے ہوئے باہر آنا، بہرے کا انگریزی لباس پہنانا، بالوں کو کرُد کرنا پانچ ایرکلپ لگا کر چوٹی میں ایرکلپ پھنسانا، سنیٹ لونڈر سے تر کرنا اور شیشے کے پاس سے جاکر اُن کا اُن کو حلیہ دکھانا، مسز فاروقی کا اس طرز آرائش سے بڑا خوش ہوکر بہرہ سے ہمکلام ہونا،

اپنی تیغِ صداقت سے ذبح کر ڈالتا اُنکے جلا وطن ہونے، بھاگ جانے کے بعد اُن کے پس ماندگان کا کوئی خبرگیر نہ رہا۔ اولاد ٹکڑے ٹکڑے سے محتاج ہوگئی۔ اور انجام یہ ہوا کہ وہ رسمی تعلیم بھی حاصل نہ کر سکی۔ بیشک جب کھانے کا انتظام نہ ہو، تو تعلیم کی فکر کیسے ہوسکتی تھی۔ دستگیر سیکڑوں تھے لیکن اُنہوں نے بھی مصلحتِ وقت سے خاموشی اختیار کی۔ کیونکہ یہ حالی و بے تمیزی کیونکر ترقی کر سکتی تھی۔ اور اُن کی قسمت میں جو عروج ہونا لکھا تھا۔ وہ کس طرح ٹل سکتا تھا۔

جس گھر میں بچہ پیدا ہوا، یہ وہ گھر تھا۔ جہاں کسی وقت ہاتھی جھومتے تھے۔ تنخواہوں کی ہر دوماہی ہزاروں روپیہ گھروں میں آتی تھی۔ جاگیریں خود بخشتے تھے، خود ملازم رکھتے تھے۔ سیاہ و سفید کے مختارِ کل تھے۔ آج یہ زمانہ ہے کہ مالکِ خانہ پردیس میں ہے۔ اور ایک ملازمِ باوفا اِس گوہرِ بے بہا کے پیدا ہونے پر اِس قدر متفکر ہے۔ کہ دایہ کی زبان سے لفظ انعام واکرام سُنتے ہی بات ٹال جاتا ہے۔ اور وہ بُڑھی دایہ نوزائیدہ بچے کو دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہو رہی ہے۔ پاس کچھ نہیں، جو خود ہی کسی کو انعام دے۔

آمدم بر سرِ مطلب:۔ یہ دایہ مرد کا کلام سُنتے ہی کچھ سہم گئی، لیکن اُسکی اُس نیت نے جو داد و دہش کے متعلق تھی اُسے زیادہ دیر سہمے نہ رکھا۔ بولی:

دایہ۔ رام جی داس کیا تم سے اس وقت اتنا بھی نہیں ہوسکتا، کہ دو گڑ کی بھیلیاں ہی لاکر تقسیم کردو (اپنے کان سے سونے کی ایک مُرکی نکال کر) یہ لو، اگر تمہارے پاس کچھ نہیں، اسے ہی بیچ ڈالو۔ لیکن میں اِس بچے کی تولید کی خوشی میں ضرور کچھ نہ کچھ خیرات کرنا چاہتی ہوں۔

شخص:۔ (مُرکی ہاتھ میں لیکر) مائی جی! انعام واکرام تو ہم دے سکتے ہیں۔ لیکن ڈر یہ ہے کہ ایسا نہ ہو ہمیں کوئی مالدار سمجھ کر گھر سے بے گھر کردے۔ پھر بیٹھنے کو بھی جگہ نہ ملیگی۔ اگر دیوان صاحب آگئے، اور پرمیشور کو انعام تقسیم کرنا منظور ہوا۔ خود بخود تقسیم

ہو جائیگا۔ مگر تم سوچو اگر اس بچے کی پیدائش پر انعام تقسیم ہونا ہوتا، تو مہاراج قبل از وقت کیوں انتقال فرماتے۔ دیوان صاحب کو بُرے دن دیکھنا کیوں نصیب ہوتے، بلکہ شاہی خزانہ اسکے نام پر نچھاور ہوتا، جاگیریں معاف ہوتیں، چھٹیاں قائم ہوتیں، اور آج ہی سے اہلکارزادگان میں داخل ہوتا، وظیفہ قائم ہوتا۔ جہاں ایک متنفس نظر نہیں آتا۔ وہاں سیکڑوں اُمراء اور اہلکار در پر مبارکبادی کو کھڑے ہوتے۔ ریاستوں سے پوشاکیں آتیں، گھر گھر چرچا ہوتا۔ کیا کہوں دوا بھی جو بازار سے لایا ہوں، کس ہوشیاری سے لایا ہوں۔ اگر دیوان کے گھر کا نام لیتا کوئی دوا نہ دیتا۔ اب خاموش ہو رہ۔ اگر بچہ با اقبال ہوگا۔ سب کچھ ہو رہیگا۔ کس کا انعام کہاں کا اکرام ہیں تو یہ چاہتا ہوں، کہ بچہ ہونے کی خبر بھی شہر میں مشہور نہ کی جائے۔ مائی! تو ایسی باتیں نہیں سمجھتی"

بُڈھی دایہ رام جی داس کا یہ کلام سُن کر حیرت میں آ گئی۔ لیکن اُسکی خوشی کون ضبط کر سکتا تھا۔ اپنی مُرکی اُنکے ہاتھ سے چھین لی، اور لپک کر ڈیوڑھی سے باہر ہو رہی۔ اور بہت ہی جلد بچوں بوڑھوں کو کوچہ میں گڑ تقسیم کرتی ہوئی نظر آئی۔

رام جی داس اُس کی اس طریقۂ اظہار خوشی سے خوش تو نہ ہوا لیکن سمجھا کہ اس میں کچھ خدائی مصلحت ہے۔ خاموش ہو رہا۔

بچہ کے پیدائش کی خبر بڑی احتیاط سے چھپائی گئی اور تیسرے مہینے ایک کوٹھری میں چپکے چپکے اِس مولود کے نام کرن سنسکار" کی رسم ادا کی گئی۔ اور مہینے اُسکا نام **خوشوقت رائے** رکھا جا کر معہ کنبہ ایک بہلی میں سوار کرا کر اُس کو ریاست پٹیالہ کے حدود سے باہر پہونچا دیا گیا۔ جہاں یہ لڑکا کامل تیرہ سال تک عالمِ بیخبری میں پرورش پاتا رہا جس طرح سے برہما کا ایک دن ۳۰ کروڑ سال سے زائد ہوتا ہے ٹھیک اُسی حساب سے اِس بستی کے یہ ۱۳ سال، پٹیالہ کا محض ایک دن تھا۔

خمیر میں شرافت اور جوہرِ خاندانی تھے۔ رفتہ رفتہ اُسکی عقل نے سب باتیں جو

ورثا اُس کو پہونچنی چاہئے ہمیں قبول کیں - یہاں پرورش کا طریقہ اور وہ گھر جس میں اُس نے پرورش پائی، اور وہ ملک و شہر جہاں اُس نے اپنے تیرہ برس گذارے بالارادہ ظاہر نہیں کئے جائیں گے، کیونکہ جس نیک ہستی کے یہ حالات ہیں اُس کے ورثا کی طرف سے ہمکو ہدایت ہوئی تھی - کہ ہم بھی اُنہیں اُسی طرح پردۂ اخفا میں رکھیں، جس میں کہ اس لڑکے نے اپنی زندگی کے کامل تیرہ سال عالم گمنامی میں گذارے، ہاں اس قدر ضرور اشارہ کئے دیتے ہیں کہ یہ جگہ ریاست گاہ سے قریب ہی تھی -

گو اُس زمانہ میں ٹیلیفون تار نہ تھے، مگر خبر نویسوں کی زبانی دربار کی روزمرہ کی کارروائی کے حالات اُس مجمع میں جہاں اِس بچہ نے اپنی زندگی کے دن گذارے روزانہ پہونچتی تھی - اور یہ مجمع بھی بلحاظ قدامت و وقعت ایک بڑا مشہور، دفادار اور سربرآوردہ مجمع تھا ~

برہمن ہر کہ بوسے یافت از مغز دل دانا
بنگ خار سازد یک پاکودن ہمسازد

سرِّ چہارم

حکایت دل کی کہتا ہوں سمجھتے ہو شکایت ہے
تم ہی سمجھو ذرا دل میں کہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے

ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات

جب خوشوقت رائے اپنے ہم عمر بچوں میں کھیلا کرتا تھا، تو ہمیشہ سب سے محبت رکھتا تھا۔ ہر کام میں اُسکی تیزیٔ عقل سب لڑکوں سے ہونہار ظاہر کرتی تھی۔ ہر بات کی تہ کو پہونچنے کا ایسا عادی ہو گیا تھا کہ معمولی کھیل کود کی باتیں نظرِ تحقیق سے دیکھا کرتا تھا۔ اُن میں نئے نئے طریقے ایجاد کرتا تھا۔ سچائی کا بڑا قائل تھا۔ اسی وجہ سے طبیعت کا ذرا سخت تھا۔ اور یہ سختی بیوقوفوں کو بُری معلوم ہوتی تھی۔ اپنی بات کا اُس درجہ تک پاس کیا کرتا تھا کہ جہاں تک اُس میں سچائی پائی جائے۔ مگر جب اُسکو کسی اپنے کام میں غلطی معلوم ہوتی تھی تو فوراً غلطی کو تسلیم بھی کر لیا کرتا تھا۔ کج فہم بچوں کی طرح اُسکا مزاج ضدی واقع نہ ہوا تھا۔ جو بات سُنتا تھا اور جو کام دیکھتا تھا اگر اپنی طبیعت کے موافق اُسے پاتا تھا فاعل کے حق میں کلمۂ تحسین کہتا تھا۔ اگر کسی کا کوئی فعل ناروا دیکھتا تھا۔ ناک بھوں چڑھا کر فاعل سے اظہارِ نفرت کرتا تھا۔ اور یہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اِس کی اصلاح ہو جائے۔ ریاست کی کارروائیوں، اہلکاروں کی چالوں

تغیر و تبدل، عزل و نصب، انتظامی اصولوں کو بڑے غور سے سنا کرتا تھا جب کوئی بیجا
کارروائی ہوتے دیکھتا، تو جھنجلا کر کہدیا کرتا تھا کہ میں تمہارے پاس رہنا نہیں چاہتا۔
مجھے پٹیالہ مہندر کالج میں داخل کردو علاوہ پٹیالہ کی رہائش زیادہ پسند کرتا تھا لیکن پٹیالہ
کا نام اسکی زبان پر آتے ہی اسکے سرپرست حتی المقدور اسکا خیال دل سے دور کرنے کی
کوشش کرتے تھے۔ جب کبھی اسکا سرپرست اپنے ملازموں کو کسی غلط وجہ پر سرزنش کرتا
تھا۔ تو اسکی طبیعت قابو میں نہ رہتی تھی اور صاف کہدیتا تھا۔ کہ اس میں اسکا کوئی قصور
نہیں۔ خوش قسمتی سے رام جی داس بھی اس کو ایسا ہی معقول پسند نگراں حال ملا تھا۔
گو اس مولود کی تعلیم کا چنداں بہتر انتظام نہ تھا، لیکن یہ اپنی کمی پوری کرنے کے لئے خودبخود
ابوالفضل پڑھا کرتا تھا اور رام جی داس نے ایک جلد محشی ابوالفضل لادی تھی۔ لغت
کی کتابوں سے بڑی مدد لیتا تھا۔ انوار سہیلی سے اسکو بڑا شوق تھا۔ اور اسکی کہانیاں
بڑے مزے سے بیان کیا کرتا تھا۔ جو مولوی اسکو تعلیم دیتا تھا جب کبھی کسی فقرے
کے معنے اسکو سمجھانا چاہتا تھا۔ تو اسکی ذہانت یہاں تک تیزی دکھلاتی تھی، کہ مولوی
کے منہ سے تمہید شروع نہ ہونے پاتی تھی اور یہ سب کچھ سمجھ جاتا تھا۔ مولوی کو تشریح
کرنے کی مہلت نہ دیتا تھا۔ مولوی اسکی اس ذہانت و ذکاوت پر کہہ اٹھتا تھا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسکی ہمہ دان طبیعت ہر کام میں لڑتی تھی۔ عجیب سے عجیب اور مشکل سے مشکل کام میں
جس میں بڑوں بڑوں کا بھی سر چکرا جائے بڑے شوق سے حصہ لیتا تھا۔ اس گانوں کے
جہاندیدہ بزرگ اسکی طبیعت دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ یہ ضرور کسی آیندہ زمانہ میں کامیاب شخص
ہوگا۔ گو اسکی موجودہ حالت ایسی پیشین گوئی کی تائید میں نہ تھی۔
ایک دن جبکہ یہ نوعمر مثنوی معنوی پڑھ رہا تھا۔ ایک پنڈت ادھر آنکلا، اور اسکی

طرف بغور دیکھنے لگا۔ اسکے دونوں پانوں دراز تھے اور کفِ پا صاف تھے۔ پنڈت رگِ پا دیکھکر بولا "کاکا جی! تمہیں تو ہاتھی کی سواری ملنی چاہیئے۔ لیکن قسمت میں بہت ٹھوکریں کھانی لکھی ہیں۔ مگر گھبرانا مت، یہ ٹھوکریں نہیں، جواں مرد، بہادر، سچے آدمیوں کی راہ میں ایسی رکاوٹیں پیدا ہوا ہی کرتی ہیں، یہ رکاوٹیں جوانمردوں کے نزدیک باعثِ ننگ نہیں۔ بلکہ باعثِ فخر ہوتی ہیں، اور تو اک دنیا کی اصلاح کریگا۔ سیکڑوں بھولے بھٹکے مسافروں کو راہِ راست پر لائیگا مگر میری بات یاد رکھنا، مجھے بھول نہ جانا۔"

یہ اُسکی پیشین گوئی کو کلام تملقانہ سمجھا، فوراً بولا۔

"پنڈت جی! تمہیں بھی اُس وقت ہاتھی پر سوار کراؤنگا"

پنڈت بڑا زمانہ دیدہ تھا اُسکی حاضر جوابی سے متاثر ہوکر۔ کاکا جی! مجھکو یاد رکھنا" میرا نام پنڈت گوبند گوشائیں ہے جب کبھی اقبال یاوری کریگا۔ آپ کو اُس وقت میری پیشین گوئی کی وقعت معلوم ہوگی۔

یہ کہکر پنڈت چلا گیا۔ اِدھر اسکے دل میں اِس واقعہ سے بڑا اثر ہوا۔ وہاں سے اُٹھکر آبادی کے مخالف سمت روانہ ہوگیا چھ کوس پہونچ کر دم لیا۔ ایک برگد کا بڑا تناور درخت سامنے نظر آیا۔ آفتاب پردۂ ظلمت میں مُنہ چھپانے کو تھا۔ وہ جلدی سے اُس درخت پر چڑھ گیا۔ کچھ دور چڑھ کر گھنے پتوں کی آڑ میں ایک دشاخہ ٹہنے پر ہو بیٹھا۔ بیٹھتے ہی اِس طرح دل میں سوچنے لگا "کیا مجھ بدنصیب کی قسمت میں ٹھوکریں کھانا ہی لکھی ہیں۔ وائے برحالِ ما والدین کی یہ حالت ہے تعلیم ادھوری رہ گئی۔ جائداد جاتی رہی۔ کوئی سرپرست نہیں، غمخوار نظر نہیں آتا۔ ہائے اگر میری آیندہ زندگی کی لوح میری قسمت میں ٹھوکریں کھانا ہی لکھی ہیں تو مجھے اب زیادہ دیر اپنے جسم میں دم رکھنا نہیں چاہیئے۔ پنڈت نے کیا آثار دیکھکر یہ نتیجہ نکالا۔ خواہ اُس نے کچھ ہی دیکھا ہو، لیکن میری طبیعت پر چوٹ لگی۔ وہ بزرگ طبیعت سیر رکھتا تھا۔ اُسے ایسے جھوٹ بولنے سے کیا غرض آخرش اُس نے کچھ دیکھکر ہی کہا ہوگا

اگر اسکا قیافہ غلط ہوتا، میرے دل پر اثر ہی نہ ہوتا - لیکن ہاں جب میں وہاں سے بھاگا تھا، پٹیالہ جانے کے ارادہ سے بھاگا تھا - اور، ہاں پنڈت نے یہ بھی تو کہا تھا کہ یہ ٹھوکریں مردوں کے نزدیک ٹھوکریں نہیں، بلکہ ہر ٹھوکر ایک فتح ہے پس ممکن ہے کہ پنڈت نے استعارہ سے کام لیا ہو - مگر اُس نے یہ کس طرح کہدیا کہ مجھے ہاتھی کی سواری نصیب ہوگی - کیا میں نے اُسکی پیشین گوئی کے اُلٹے معنی تو نہیں لیلئے بیشک میں اُلٹے معنی سمجھا - یہ کہا تھا کہ ترقی پائیگا - لیکن تیرے راستہ میں بہت سی رکاوٹیں پیدا ہونگی - بھلا اُس نے جو یہ کہا کہ تو دنیا کی اصلاح کریگا - یہ جب ہی ممکن ہے، جب مجھ میں کوئی جوہر ہو اور اہل دنیا پر مجھے کامل اختیارات حاصل ہوں، تو بس اُسکی تعبیر وہ نہ تھی - جو میں نے سمجھی، بلکہ یہ ہے کہ میں کامیاب ہونگا اور دنیا پر فتحیاب ہوں گا اور فتحیابی کا ذریعہ میں نے وہاں سے بھاگنے اور پٹیالہ کا رُخ کرنے پر سمجھا تھا جب ہی وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کیا - آ اے طبیعت تیرا کیا ہی اُتار چڑھاؤ ہے - جب کبھی تو ہمیں کوئی بُرا نتیجہ سمجھاتی ہے تو ہر پہلو بُرائی ہی بُرائی نظر آتی ہے - اور جب کوئی نیک خیال پیدا کرتی ہے تو خیال کردہ بُرائی ہی کے ہر پہلو سے نیکی ہی نیکی نظر آتی ہے - اور دفعتاً نیکی کی طرف ایسے خیالات دوڑتے ہیں کہ مجھے اُس کا قائل کرا کر چھوڑتی ہے - اور اُسکے برعکس جب پلٹا کھاتی ہے - بُرائی کی تصویر سامنے نظر آجاتی ہے جس سے انسان مرعوب ہوکر خودکشی پر آمادہ ہوجاتا ہے - جب پلٹا کھاتی ہے دونوں صورتیں مقابلہ میں رکھ کر پھر ایک طرف جھک جاتی ہے - بدگمانی تیری طبیعت میں بہت ہے - اِسی واسطے بعض اوقات تو دھوکہ کھاتی ہے - پنڈت جی نے جس لہجہ میں فرمایا - تھوڑا عرصہ نہیں گذرا - میرے خیالات نے پے در پے تین پلٹے کھائے - کیا تو مجھے دھوکہ تو نہیں دیتی، لیکن نہیں کسی واقعے کے سُنتے ہی طبیعت کا کسی خاص اثر کے زیر تحت ہوجانا اُسکے صحیح اثر کا نتیجہ کہلاتا ہے، اور بلا شبہہ یہ صحیح

نتیجہ ہوتا ہے۔ اسکے بعد انسان جوں جوں اپنی عقل سے کام لیتا ہے مختلف نتائج اخذ کر لیتا ہے۔ میں اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ بیشک میں ایک کامیاب شخص ہونگا اور ایک دنیا کی اصلاح کرونگا۔"

یہ خیالات یکے بعد دیگرے اُسکے دل پر پیدا ہوئے۔ اور اُسکی طبیعت اب بشاش ہو گئی۔ لیکن درخت پر بدستور بیٹھا رہا۔ مگر دونوں آنکھیں بند کرلیں اور اپنا دایاں ہاتھ ماتھے پر رکھ کر گردن جھکا کر پھر خیالات میں اس طرح محو ہوا:-

تو پھر کیا مجھے پٹیالہ ابھی چلنا چاہیے لیکن اگر میں یہاں سے بدون اطلاع چلا گیا، تو کہرام مچ جائیگا، سب بیقرار ہونگے کنوؤں میں بانس ڈالے جائیں گے اور میری اس طرح کی فراری طرح طرح کے خیالات پیدا کردے گی۔ اس سے میرا وہ مطلب کہ میں عالم گمنامی میں زندگی بسر کروں، فوت ہو جائیگا۔ لیکن اب کوئی ایسی تجویز بھی بن نہیں پڑتی، جس سے میں اپنے ارادہ سے اُنھیں باخبر کرسکوں۔ اگر میں ہی واپس لوٹ کر اُنھیں اپنے اس ارادہ سے آگاہ کروں، تو وہ مجھے ضرور میرے اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کرینگے۔ ایسی حالت میں میں کس طرح کامیاب ہو سکونگا۔ پس اب کسی طرح کا سوچ بچار کرنا اپنی کامیابی میں خود رخنہ ڈالنا ہے۔ اب پٹیالہ پہونچنا ہی مناسب ہے۔ پھر اتنی بڑی بستی میں مجھے کون پہچانیگا، اور کون جانیگا۔ ڈھونڈھ ڈھونڈھ ہار بیٹھیں گے اور کہیں گے:-

صنم کدہ میں ملا نہ بتخانہ میں نہ کعبہ میں
کہاں کہاں تراشِ اُسے پکار آیا

وہ اس ارادہ پر مستقل ہو کر فوراً درخت سے اُترا۔ اور اِدھر اُدھر سے کچھ اینٹیں جمع کرکے اُردو میں یہ عبارت لکھی

"میں حصولِ مدعا کے لئے جاتا ہوں، تلاش نہ کرنا"

یہ لکھکر وہ آگے بڑھا، شام کے سات بجے کے قریب پٹیالہ کی آبادی میں داخل ہو گیا

قواعد و ضوابط

باہتمام ترتیب و قیمت رسالہ

۱۔ یہ رسالہ شروع ۱۹۲۱ء سے شاندار اردو کے صفحہ پر جلوہ گر ہوا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوگا۔

۲۔ چونکہ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہے اور نئی تعمیر سے ہندوستان کا مرکز بن گیا ہے۔ اس لئے اس کی اشاعت کے لئے یہ اعلیٰ دارالخلافہ منتخب کی گئی ہے۔

۳۔ اس میں خصوصیت سے ہند کی چھوٹی بڑی ۷۰۰ ریاستوں اور دیگر والیانِ ریاست و امراء وغیرہ کے پولیٹیکل۔ سوشل۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ علمی و ادبی وغیرہ مضامین درج ہوا کرینگے۔

۴۔ ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری حالات مع تصویر ہوا کرینگے۔

۵۔ سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہ ہوگا۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ۔

۶۔ کسی ماہ کے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہئے۔

۷۔ جن اصحاب گرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جائیگا۔ بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھے جائینگے۔

۸۔ شرح چندہ حسب ذیل ہے۔

۹۔ جیسا کہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔ اس میں محض ہندوستان کی ریاستوں اور جاگیرداروں ہی کے متعلق مضامین شائع ہوا کرینگے۔ مقالہ نگار صاحبان اس غرض کو ملحوظ رکھ کر انہیں ہی پر مضمون تحریر فرماویں۔

۱۰۔ جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضمون لکھینگے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائینگے۔ ان کی خدمت میں بقدر مناسب معاوضہ پیش کیا جائیگا یا رسالہ مفت دیا جائیگا۔

۱۱۔ نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائینگے۔

۱۲۔ یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جائیں۔ صحیح صحیح ہوں۔ سنے سنائے نہ ہوں۔

۱۳۔ جو خط و کتابت متعلق مضامین خریداری و نمونہ ارسال اشتہارات وغیرہ ترسیل زر چندہ و اجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام خاکسار ہونا چاہئے۔

۱۴۔ چونکہ اس رسالہ کا طوطی ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر کے بازاروں میں بولے گا فخر حاصل ہے۔ اسلئے طبقہ امراء میں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہے۔ اشتہار دہندگان کے لئے نادر موقع ہے۔ نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں۔ جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں مگر یہ واضح رہے کہ مخرب اخلاق اشتہارات بھیجنے اور چھپوانے کی بے سود کوشش نہ فرمائیں۔

قسم خریداران صاحبان	مہاراجگان و نواب صاحبان والیان ریاست	راجگان و نواب صاحبان	امراء و عہدہ داران سلطنت	عوام	طلباء	ماہوار
شرح چندہ	[illegible]	[illegible]	۲۵ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چیف ایڈیٹر رسالہ ریاست ہند دارالسلطنت ہند دہلی

کُشتہ قمر بیضیہ

سستی نامردی اور امراض مثانہ کے لئے اکسیر ہے

یہ کشتہ پہاڑ کے ایک سادھو سنیاسی نے عرق لیموں میں ہمارے روبرو بتیس سال ہوئے تین ماہ میں تیار کیا تھا۔ چونکہ تجربہ سے عجیب و غریب پایا گیا ہے۔ اس لئے جن صاحبان کو اس کے استعمال کی ضرورت ہو۔ بلا دریغ طلب فرما دیں۔ ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہے۔ قیمت چار روپیہ۔

کُشتہ فولاد

جس کے عجیب غریب خواص ناقابلِ بیان ہیں

یہ کشتہ بھی سادھو معزز الیہ نے ہماری نگرانی میں تیار کیا تھا۔ اول تو خالص فولاد کا ملنا مشکل تھا۔ پھر اس کی شناخت اس سے مشکل تھی۔ ایک پیش قبض سلاح خانہ سے حاصل کیا گیا۔ اور اسے عرق تربوز میں گلایا گیا۔ اور پھر دو مہینے تک آنچ پر آنچ دی گئی۔ جب کہیں جا کر یہ کشتہ بنا۔ ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کیلئے کافی ہے۔ چار روپیہ۔

حُسنِ یوسف

چہرے کے دھبوں۔ داغوں اور چھائیوں کو صاف کرنیوالا پوڈر

شیخ الرئیس بو علی سینا کے قانونچہ کی ترکیب کے موافق تیار کیا ہوا اسفوف ہے قیمت فی پوڑیہ جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ:۔ پٹیالہ بھگونت آشرم (پنجاب)

RAIS - I - HIND

atest Portrait of Shri Rana Bir Pal Sahib Bahadur Chief of Bhoji Punjab.

he Block of this Picture is specially made for the Proprietor ais-i-Hind who has special arrangements for making all Kinds of Blocks.

دسترخوان رئیس ہند

جلوس ششم | آراستہ دہلی بابت ماہ اگست و ستمبر ۱۹۲۸ء | دربار ششم و نہم

تصویر بلاک: شری رانا بیر پال صاحب بہادر والئے ریاست بھجی (کوہستان شملہ) | اڈیٹر پیارے لال دفا

رئیسِ ہند

بسرپرستی ذاتِ قدسی صفات عالی متعالی خسرو عرصۂ سخندانی جناب سردار دیوان بھگونت رائے صاحب بہار سنامی، ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، ایم۔آر۔اے۔ایس، مدظلہ العالی

جلوسِ ہشتم	منعقدہ دہلی۔ اگست و ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء	دربارِ ہشتم و نہم

رموزِ مصلحتِ رئیس

آج کل کے تاجداران سے خطاب

اَے رعایا کے انتخاب کئے ہوئے رعایا کے مائی باپ، آے رعایا کے نگرانِ حال، اَے رعایا کی بہبودی کے ذمہ دار، آے روایاتِ قدیم کے پابند بندو، آے رعایا کے خادم۔ تم کبھی بھی رعایا کی بے چینی سے غافل نہ ہو۔ کیونکہ رعایا کی بددلی، نفرت، اور تمہاری بدچلنی و غفلت ایسا اثر رکھتی ہے کہ تم ایک ادنیٰ شہری سے بھی بدتر زندگی گذارنے پر مجبور ہوگے۔

"بہار سنامی"

حقایق التاریخ

ہمارے سفیر کا سفر

کوائف رؤسائے کوہستان شملہ

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو ریاست ہند ماہ جولائی ۱۹۲۸ء)

جیسا کہ ہم نے گذشتہ دربار میں اعلان کیا تھا کہ شروع اگست میں ہمارا معزز سفیر شملہ کی کل پہاڑی ریاستوں کی پولیٹیکل، تمدنی اور معاشرتی معاملات کی تحقیق کیلئے دورہ کر گیا وہ خیال عملی صورت میں لاگیا، چنانچہ سفرنامہ مذکورہ باقساط درج کیا جانا شروع کیا جاتا ہے۔ اسکی دلچسپی کا اندازہ ناظرین کرام کر لینگے۔

ان پہاڑی ریاستوں کے متعلق اکثر اوقات بعض بے خبر اور بعض سکھ دیوانہ اڈیٹر نہایت غلط الزامات شائع کرتے ہیں، اُن میں سے سب سے زیادہ بدنام سفید پوش ڈاکو، **بھائی گورچرن سنگھ** کی چنڈال چوکڑی کا نامرد طامع کا غذی ریاست کا مالک ہماری ریاستوں کا دشمن، **دیوان سنگھ** ہے جو اپنی طمع نفسانی کے تقاضا پر بھائی **گورچرن سنگھ** کی حرکات و افعال دیکھتا ہُوا شریف و اعلیٰ ہستیوں کی ذات میں عیب نکالتا رہتا ہے جنکی ملک کے چار دانگ طرف سے لعنت دھتکار کے ساتھ تردیدیں ہوئی ہیں۔

اِس سفرنامہ کے شائع ہو جانے کے بعد جو عینی مشاہدات کی بنا پر لکھا گیا ہے کسی نامراد کو غلط الزام لگانے کا حوصلہ نہ ہوگا۔

اڈیٹر

کالکا سے سولن

(۲۵ میل - ۲۱۲۹ فٹ بلندی سے ۴۸۵۲ فٹ بلندی پر)

مَیں جب کالکا پہونچا اور اسٹیشن سے باہر آیا تو دیکھا کہ موٹر ڈرائیوروں کی ایک لائن کی لائن کھڑی ہے اور مسافروں کو کاروں میں لیجانے کے لئے بیقرار ہیں کہ اتنے میں ایک ڈرائیور میری طرف جُھکا اور میرے ہاتھ سے اٹاچی کیس چھین کر اپنی کار کی طرف چلدیا۔ مَیں اُس کے

پیچھے تیز رفتاری سے چلا، جب موٹر شیڈ میں پہونچا تو بیسیوں موٹر ڈرائیوروں کرایہ کی کمی، اور موٹروں کی تعریفیں بیان کرکے اپنی اپنی کار میں لیجانے پر مُصر ہوے، قصہ کوتاہ ۵ سیٹ کی کار، ۲ روپیہ میں سولن تک ہوگئی۔ مَیں بڑے آرام اور اطمینان سے سولن پہونچا۔ ڈاک بنگلہ میں قیام کیا اور راجہ صاحب کے طرزِ حکمرانی کی تحقیقات شروع کی۔ جب بازاروں، سڑکوں، گذرگاہوں، کوٹھیوں اور احاطوں کی سیر کی، تو زبانِ حال تدریجی ترقی، صفائی، درستی، نگرانی کی شہادت دے رہی تھی۔ سینیٹیشن کا معقول انتظام پایا، لوگ سردار گلاب سنگھ تحصیلدار کی تعریف کرتے پائے۔ پہنے پر اُسکو ایسا ہی پایا۔

راجہ صاحب بگھاٹ کا میمنت فرجام پروگرام

راجہ صاحب کی ذات کی رعایا و برایا میں عام طور پر تعظیم کی جاتی ہے، وہ طبیعت کے نیک، شریف، خندہ پیشانی، منتظم، اور منصف مزاج مشہور ہیں صبح بیدار ہوکر خاندانی رسم و رواج کے موافق پُوجا میں دن کا بہت حصہ گذارتے ہیں، جیسے آجکل کے جنٹلمین پسند نہیں کرتے، پُوجا سے فارغ ہوکر اپنی قابلِ تعظیم ماتاجی کی خدمت میں روزانہ ماتھا ٹیکنے جاتے ہیں، پھر دفتر میں آکر ڈاک ملاحظہ کرتے ہیں، ملنے والوں سے ملتے ہیں اور لُطف یہ ہے، کہ وہ اپنے مقصد میں ناکامیاب نہیں رہتے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مصروف رہ کر کھانا کھانے چلے جاتے ہیں، اور پھر آکر شام کے ۵ بجے تک اجلاس کرتے ہیں، ہر سائل کھُلے دل سے عرض معروض کرکے فریاد کی داد پاتا ہے کبھی کبھی ٹینس کا شوق فرماتے ہیں، ہر قسم کی مُنشیات سے مُجتنب ہیں، انگریزی سوسائٹی میں پرورش پاکر، شب و روز انگریزوں میں رہ کر پھر بھی ہندی تہذیب ولباس کے دلدادہ ہیں، چہرہ عبادت الٰہی نے پُرنُور بنا رکھا ہے، اے ہندیو! اپنے قدیم تاجداران کی اگر نشانی دیکھنا چاہو تو راجہ صاحب کے درشن کرو۔

عام کوائف

جس قدر جلد آپ کے مبارک عہد میں ریاست بگھاٹ نے ہر طرح کی ترقیات حاصل کی ہیں، ہمچشموں میں جیسی عزت و توقیر حاصل کی ہے اور حکومت عالیہ کے دِل پر اپنی پرہیزگاری، پاکبازی سے جیسا سکہ بٹھایا ہے اُس کی بنا پر یہ پیشگوئی کی جانی کوئی عیب نہیں کہ آپ اپنے عہد حکمرانی میں ایسا عزّ و وقار حاصل کرینگے کہ آج تک کسی کوہستانی رئیس کو حاصل نہیں ہوا، یہ آپ کے اخلاقِ حسنہ کا نتیجہ ہوگا،

جدید تہذیب کا تباہ کُن اثر

عام پہاڑی معمولی تعلیم پاکر بیحد مغرور ہوجاتے ہیں، اُن کا معدہ، اور دِل و دماغ جدید تعلیم کے گراں قدر بوجھ کا متحمل نہیں ہوسکتا، اگر پہاڑیوں میں کوئی نقص عام لوگ نکالتے ہیں تو وہ یہ ہی خود بینی ہے، جسے ناواقف لوگ شرارت سے منسوب کرتے ہیں، چنانچہ بہت سے پہاڑی رئیس و اشخاص اِس تعلیم کی بدولت اِس تباہ کن مرض میں مبتلا ہیں، پرمیشر اُن پر رحم کرے، اور راجہ صاحب بگھاٹ سے سبق زندگی حاصل کریں ✤

سولن سے شملہ

(۲۵ میل ۔ ۴۸۵۴ فٹ بلندی سے ۷۲۲۰ فٹ بلندی پر)

شملہ کی حالت سال بسال بدتر ہوتی جارہی ہے، اور اِس ابتری میں یورپین اور ہندی سب ہی گرفتار ہیں، یورپین عورتوں نے خوبصورتی کا جزوِ اعظم فیشن پر قربان کر دیا، یعنی بال حجاموں کی مقراض پر نثار کردئے، نامحرموں کے ہاتھوں کو دست درازی کا کھلا موقعہ ملگیا، شیرخوار سے لگا کر ہر ہفتاد سالہ عورت تک اِس نامعقول دشمنِ ننگ و ناموس فیشن کا شکار

ہوگیا جیسے آج سے ۵۰ سال قبل ہندوستانی "پٹے" رکھتے تھے ویسے ہی یہ چھوٹی بڑی میمیں اپنے بال منوانے لگ گئیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں وبائی مرض ہماری ہندو مسلمان عورتوں میں نہ پھیل جائے، سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانی شروع سے کورانہ تقلید کے غلام ہیں مسلمان آئے انگرکھا، دھوتی چھوڑ کر چوغہ، تہبند اور پاجامے کا استعمال جاری کر دیا، بنگالی ننگے سر دیکھے، اپنی آرام دہ ٹوپیاں اور پگڑیاں اُتار پھینکیں، انگریز آئے اپنا سب لباس ترک کر کے اپنی داڑھی مونچھیں بھی تقلید کی نذر کر دیں۔ شملہ کی سیر کا سہمناک نظارہ ہمارے ہندوستانی بھائیوں کا انگریز نما جنٹلمین بنکر، مستورات کا ساڑھی اوڑھے اور دیگر سب لباس میموں کا سا پہنے، لیڈی شو ڈانٹے سڑکوں پر ٹھوکریں کھاتے گذرنا ہے، حالت دن بدن زبون ہوتی چلی جائیگی اور اسکا معذور ہندوستانیوں کے پاس کوئی علاج نہیں، افسوس صد افسوس،

ظاہری رونق کی نمائش نے فیشن کا طوفان برپا کر رکھا ہے، جیبیں سب کی خالی ہیں، تمام بازار اور دکاندار کسادبازاری سے اُجڑے پڑے ہیں +

بازاری سنڈاس یا شملہ کے دیسی ہوٹل

رئیسِ ہند ہی نہیں بلکہ دنیا آریہ ورت کی پرستان ازلی دابدی لازوالی تہذیب کی قائل ہے اور یہ قبولیت کسی مذہبی پاسداری یا تعصب ناروا کی بنا پر نہیں، بلکہ دلائل عقلی، فلسفہ الٰہی اسائنس لامتناہی کی کامل آگاہی کی بُنیاد پر ہے، کہ جسے رشیوں کے سوا نہ کوئی سمجھ سکا، نہ سمجھا سکا، اور نہ اُن کی تعلیم کے سوا کوئی سمجھ یا سمجھا سکتا ہے۔ ل کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دور تہذیب جدید کا قدیم دوار تہذیب سے مقابلہ کیجئے۔ ایک نادار مفلس، بیکس، قدیم تہذیب کے دلدادہ جھونپڑی میں جائیے۔ آپ کو اسکے اردگرد موسمی خوشبویات کے پھولوں اور پتوں کا روح افزا چمن پُر بہار لہلہاتا ہُوا نظر آئیگا نہ ناپاکی، غلاظت، تعفن، ہر قسم کی بدبو

اُسی طرح مفقود ہوگی کہ جیسے جدید تہذیب کے نوجوانوں میں اخلاق و ادب

اِس جھونپڑی کی تفریح رُوح پرور کے بعد ہم آپ کو تہذیب جدید کے نمونے یعنے شملہ کے ایک ہوٹل میں محض دو سیکنڈ کے لئے ٹھیرنے کی تکلیف دیتے ہیں، داخل ہوتے ہی قابضِ رُوح، دشمنِ دل و دماغ بدبُو گلا گھونٹتی ہے اور کہتی ہے، کہ اے زندہ رہنے کے قابل ہستی یہ بستی بسنے اور بسانے کے لائق نہیں۔ اگر صحت اور لطف زندگی چاہتا ہے، پچھلے پاؤں لوٹ جا۔ مگر ہمارا محقق و متجسس شوقِ مقابلہ ہم کو جبراً و قہراً اِس ہوٹل یا بازاری سنڈاس میں کھینچے لئے جاتا ہے، اِس ہوٹل کے چار کمرے ہیں، دائیں بائیں دو سنڈاس ہیں، اور وہ بھی دونوں زینوں کے سروں پر ناک بند کئے رومال سے بدبو روکے، جب پہلے کمرہ میں داخل ہوئے تو اُسکی مکانیت بلاشبہ ایک بازاری سنڈاس سے کم نہ تھی، دوسرے کی حالت اُس سے بھی بدتر، تیسرے چوتھے کی اُنکے مساوی، ہم تھک کر اور تنگ آکر ایک کمرہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ بدبُو سے بچنے کے لئے طاقیاں اور دروازے بند کرا دیتے ہیں۔ مگر سخت غلاظت اور بدبُو سے ہمارا دم اوٹ گھٹنے لگتا ہے، گھر کی ہوٹلی بدبو کے مُہلک جراثیم دل و دماغ پریشان و مضطرب کرکے رُوح نکالنے پر آمادہ ہیں، جب عطر میں بسے ہوئے رُومال کی امداد سے اِس بدبُو کی بابت منیجر سے پوچھا جواب ارشاد ہوا کہ جسے آپ بدبُو کہتے ہیں، یہ خوشبو شملہ کی خصوصیات میں سے ہے، اسی پر سیلح مرتے ہیں، ابھی آپ کے دماغ میں بسی نہیں، دو چار روز ٹھیرنے سے جب دماغ معطر ہو جائیگا تو یہی دل آویز اور دلکش خوشبو اگلے سال آپ کو ہمارے ہوٹل میں کھینچ لائیگی، مَیں سخت گھبرایا، میری حالت میرے ہمراہی نے دیکھ کر تمام دروازے کھول دئے، اسپر بھی میری رُوح مطمئن نہ ہوئی۔ طبیعت بگڑی اور متلی شروع ہوگئی۔ مَیں بڑھ کر غسل خانہ میں داخل ہوا جس کا دروازہ کھلا تھا اور ایسا بگڑا تھا کہ اپنی جگہ پر برسوں سے قائم تھا، پھر تو قے پر قے شروع ہوگئی، اگر میرا ہمراہی مجھے وہاں سے اُٹھا کر ہوٹل سے

پچاس قدم پرے نہ لیجاتا ، بس زندگی کا خاتمہ تھا ، ہمراہی نے پوچھا کہ آپ کی طبیعت دفعتاً ایسی کیوں بگڑی ، میں نے کہا کہ بندۂ خدا تین فٹ مربع بوسیدہ کوٹھڑی ان ہوٹلوں میں غسلخانہ اور پاخانہ کے لئے مخصوص ہے ، دونوں کے درمیان جو پردہ ہے وہ آجکل کی عورت کا پردہ ہے ، پاٹ غلاظت سے ہر وقت ایسا بھرا رہتا ہے کہ جیسے آجکل کے فرعون بے سامان نوجوان خود بینی اور خودسرائی سے ، پیشاب غسلخانہ کے ظروف اور ہوٹل کے فرش پر بے تکلف عطر بیزی کرتا ہے ، بھنگی چھلکتا ہوا کموڈ بغیر ڈھکے اور پردہ کے برآمدہ میں گراتا اور گذرتا ہوا تمام زینہ کو معطّر کرتا نیچے اُترتا ہے - بعض اوقات ایک خالی کموڈ لاتا ہے اور غسل خانہ کے دروازہ پر بیٹھ کر پاخانہ کا کموڈ اُس میں خالی کر کے بلا دھوئے رکھ جاتا ہے ، یہ اسی عمل کا نتیجہ ہے کہ جیسے ہوٹل کے منیجر صاحب **شملہ کی خصوصیت** سے نامزد کرتے ہیں ، اور کہ جو اُن کے دل و دماغ میں ایسی رچ گئی ہے کہ اُسے بوئے عطریات سے بھی زیادہ فوق دیتے ہیں +

لطیفہ - جب تاناشاہ بادشاہ گولکنڈہ اسیر کیا جا کر قتل کے لئے جلّادوں کے سپرد کیا گیا تو ایک بیرحم جلّاد شمشیر برہنہ کئے سامنے آیا ، "تاناشاہ نے کہا کہ میری جان لینے کے لئے ایسے بھاری سامان کیوں کئے گئے ہیں ، ایک جنٹلمن کو میرے آگے سے گزار دو ، رُوح قالب سے فوراً نکل جائیگی ،

کجا زمانۂ قدیم کی نفیس مزاجی اور کجا جدید تہذیب کی یہ غلاظت پرستی ! اس پر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جس قدر مغرب نے ترقی کی ہے پہلے کبھی نہیں کی +

مُستلزم ممات بود زہر قیمتے است
سرمایۂ حیات بود آب بے بہا است

ہر ہندوستانی جنٹلمین کا
کو یہی دستورِ العمل زندگی

بقائے حیاتِ انسانی کے لئے "آب" اور "ہوا" ہی قدر ایسی نعمتیں ہیں ، جو ضروری ہیں ، اور بخششِ الٰہی سے ہر ادنیٰ و اعلےٰ اُن سے یکساں فیضیاب

ہوسکتا ہے، اور لطف یہ کہ دونوں ہی دونوں معنی میں بے بہا ہیں، آجکل کے مغربی سائنس کے شہیدِ "آبِ ناب" سے تو قطعی محروم ہیں۔ گندے ظروف میں گندا پانی، گندے آدمی جمع کرکے گندی بوتلوں میں بھرتے ہیں - پینے اور پلانے کا طریقہ اُس سے بھی گندا ہے، غرضکہ پانی مشین میں ڈالنے سے پینے کے عمل تک سراسر گندگی کی نمائش ہے، اور پھر شکایت یہ ہے کہ کھانا ہضم نہیں ہوتا، جزوِ بدن نہیں بنتا، صحت قائم نہیں رہتی، روز بروز کمزوری ہوتی چلی جاتی ہے، ڈاکٹری مشوروں پر بے تعداد دولت برباد کی جا رہی ہے، شہر، چھاونیاں مضرِ صحت سمجھی جاکر گرمیوں میں ویران ہو جاتی ہیں، پہاڑ آباد کرتے ہیں، یا واقعی خراب و برباد کرتے ہیں، جہاں کالکا کا اسٹیشن آیا باچھیں کھل گئیں، صحت حاصل کرکے جائینگے۔ کانٹے کیطرف بڑھے، وزن پاکٹ بک میں نوٹ کرلیا، برسوں کی مسلسل پکتی ہوئی چاء خمیر آلود کی دو پیالیاں چڑھائیں، اور گرم کپڑے پہن کر ریل پر سوار ہوگئے راستہ میں جب پیاس لگی تو "سوڈا" "سوڈا" کی آوازیں پڑنا شروع ہوگئیں، طاق کے پاس جاکر ایک آنہ پھینکا اور دو ہیں کھڑے کھڑے بوتل مُنہ میں اُڑالی، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ بچھڑوں، اور کتے کتیوں کو تیل دینے کے لئے مُنہ میں نال اُڑا دیتے ہیں، ان بوتلوں میں بالعموم مکھیاں، بال، دھاگے، یا اور دیگر ہر طرح کے مضرِ صحت ذرات ہوتے ہیں، وہ سب ان "صاحب بہادر" کے شکمِ مبارک میں پڑکر ڈاکٹر کی دلچسپ تشخیص و معالجہ کے خواہاں ہوجاتے ہیں، پھر یہ "صاحب بہادر" جیب سے سگرٹ کیس نکالکر انجن کے دھوئیں کے ساتھ سگرٹ کا دُھواں اُڑاتے ہیں، اور اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنی تہذیب کی داد لینا چاہتے ہیں۔ غرضکہ ان کی طبیعت "سیزن" بھر سوڈا واٹر کے اوبال کی طرح ادبال کھاتی رہتی ہے، نہ کسی شیریں چشمہ کا پانی ان کے نصیب میں ہے، نہ ابرِ رحمت کا ایک گھونٹ ان کی قسمت میں ہے، جب وزن کرتے ہیں تو ہر دفعہ پونڈ دو پونڈ وزن میں کمی پاتے ہیں، اور پھر اپنی نادانی سے کہتے ہیں کہ اِس سال "سیزن" اچھی نہیں،

اگر بھولے بھٹکے کسی آبشار کے پانی پینے کا موقعہ ملگیا، تو یہ تمیز نہیں کہ یہ پانی پینے کے قابل ہے یا نہیں، اور تو کچھ تمیز نہیں اس کی ٹھنڈک کی تعریفیں کرتے کرتے مرے مرتے ہیں، اور جب نہاتے ہیں، کھولتا ہوا پانی جسم پر ڈالے جاتے ہیں، نہ یہ خبر ہے کہ جسم کے کس حصہ پر کیسا پانی ڈالنا چاہئے، اور غسل کا آغاز کس حصہ سے شروع کرنا چاہئے، غرضیکہ ان چھ مہینوں میں غلیظ اور ناموزوں پانی کے استعمال سے باداد و بصرف زر کثیر اپنی صحت اور دماغ پہاڑی بے اعتدالیوں کی نذر کرکے روتے پیٹتے گھر جاکر صاحب فراش ہو جاتے ہیں،

پانی کا استعمال قدیم پہاڑیوں میں

سری چرک مہاراج نے پانچ طرح کا پانی لکھا ہے:-

الف:- سب سے ناقص اور مضر صحت پانی تالابوں، جوہڑوں اور ڈھابوں کا ہے،

ب:- اس سے بہتر مگر پینے کے ناقابل پانی نہروں و نالوں کا ہے،

ج اس سے بہتر پانی عام آدمیوں کے پینے کے لئے اُن چاہات کا ہے، جو پانی پینے کے استعمال کے لئے مشہور و معروف ہیں،

د اِن سے بہتر اُن دریاؤں کا پانی ہے جو شمال سے جنوب کیطرف بہتے ہیں، اور جن کے اوپر انسانی آبادی نہیں، دُنیا بھر میں سری گنگا جی سے بہتر صحت افزا اور کوئی پانی نہیں، یہ پانی راجاؤں اور فاضلوں کو روزانہ استعمال کرنا چاہئے اور ہر مقررہ تیوہار پر عوام اشخاص کو جاترا کے ذریعہ یہ راستہ طے کرکے اس میں غسل کرنا چاہئے اور ایام مقررہ تک اِسکا پانی ضرور پینا چاہئے۔

ہ:- اِن پانچوں پانیوں سے افضل اور برتر ابرِ رحمت ہے، کہ جو مقام کے لحاظ سے اپنے خواص بدل لیتا ہے، یہ پانی جو پئے گا امراض اُس سے دُور رہینگے صحت و توانائی سے بغلگیر ہوگا، معمولی کھانا جزوِ بدن بنے گا، دل و دماغ مضبوط و اعلےٰ ہو جائینگے۔ آپ اُتر کھنڈ کے قدیم زمانہ کے ادنےٰ و اعلےٰ افراد کے مکانات دیکھئے کہ چھت

کے چاروں طرف پرنالے بارش کا پانی جمع کرنے کے لئے لگاتے ہیں، قدیم رشیوں نے اِس کوہستانِ شملہ کے ہر آبشار اور چشمہ کا پانی ناقص مضر صحت دیکھ کر اِس آبادی کو عملی تعلیم دی کہ اِن چشموں کا پانی پینے کے استعمال میں نہ لائیں بلکہ بارش کا جمع کیا ہُوا پانی پیا کریں، چنانچہ آج تک جس جس مقام پر تہذیب جدید کی روشنی نہیں پُہنچی، پہاڑی اسیطرح پانی جمع کرتے ہیں اور یہی پیتے ہیں، جہاں جہاں آبشاروں کا پانی پینے لگے، وہاں یا تو سخت تنفس لاحق ہو جاتا ہے، یا "ہِل ڈائریا" جان کھاجاتا ہے، غرض اِسی پانی نے قد و قامت، صحت و تندرستی حُسن و خوبصورتی، اور اولاد و نسل قطع کردی +

شملہ سے ریاست کیار کوٹی

(۶ میل - ۲۲۰ ۶ فٹ بلندی سے ۳۰۰۰ فٹ نشیب)

آبادی و توسیع شملہ نے ہر محب الوطن ہندوستانی کا دل ریاست کوٹی کی ہمدردی پر مائل کر دیا ہے، کیونکہ ریاستہائے پٹیالہ اور کیونتھل کے رقبہ جات کی طرح اسکا بھی بہت سا رقبہ شملہ کی شمالی دلفریبیوں کی نذر ہو گیا، اور نہ معلوم آئندہ کو کیا ہو؟

شملہ سے ریاست کوٹی دار الخلافہ کیار جانے کے لئے ایک راستہ مسوبرہ سے جاتا ہے، دوسرا راستہ لکڑ بازار، بھڑاریہ اور کلٹی ہو کر پہنچتا ہے، اور یہ دونوں راستے نہایت کٹھن ہیں، کیونکہ شملہ سے تقریباً ۴ ہزار فیٹ کی اترائی اور چڑھائی ہے، میں بامداد رکشا بصد مشکل ۲ گھنٹے میں کیار پہنچا، اِسکا محلِ وقوع اور جدید عمارات دیکھ کر محظوظ ہُوا، اور دیگر حالات کے ملاحظہ سے مایوس، رانا صاحب قدیم تہذیب کی قابلِ زیارت مورت ہیں اور سنسکرت کے عالم ہیں، خُلق و مروّت، متانت و شرافت آپ پر ختم ہے ٹیکہ بشمت سنگھ تہذیب جدید کا نمونہ، چونکہ انتظامات ریاست رانا صاحب کے پُرانے خیالات کی وجہ سے بتدریج کمزور ہوتے چلے گئے اسلئے وہاں کی رعایا میں مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملا کہ جس سے

کوئی بات کی جاسکے ، وہ دال روٹی کھاتے ہیں اور سو رہتے ہیں ، ہاں قابل کار دُور اُفتادہ اِس شاہی خاندان کا قابل فرد کنور گمان سنگھ صاحب اور اُنکا صاحبزادہ کنور شنکر سنگھ دو ایسے ملے کہ جنہیں انسان کہا جاسکتا ہے ، یہاں کا گلاب اور اُسکا عطر بے نظیر ہے اُنکے صاحب وضعداری اور راجپوتی دماغ رکھنے والے ہیں ، رانا صاحب کی مہربانی اور کنور صاحب کی توجہ سے یہاں سے ایک نظم ہزاروں برس پرانی نقل ملی جو بیحد دلچسپ ہے ، جو ہدیہ ناظرین کی جائیگی ◆

کیارکوٹی سے سُونی

ریاست بھجی

(۱۸ میل ... ۳۰۰۰ فٹ بلندی سے ۲۰۰ فٹ نشیب میں)

شملہ کی پہاڑی غربی ریاستوں میں ریاست بھجی اپنے محلِ وقوع اور قابل اجداد کی وجہ سے بہت مشہور ہے ، تیں کوٹی کی مشکلات و تکلیفات کا ازالہ کرنے کے لئے اِس کے ریاست گاہ مقام سُونی[1] کی طرف بڑی خوشی سے روانہ ہوا ، یہ ۸ میل کا کٹھن رستہ کہ جس میں تقریباً ۵ ہزار فٹ کی متواتر اُترائی تھی ، دیودار ، چیل ، بان ، اخروٹ کے سر بفلک درختوں اور غیر معمولی بلند جنگلی انار کے پیڑوں ، ہزارہا اقسام کی بیلوں اور پھولوں سے ایسا خوشگوار اور رُوح پرور ہے کہ جس نے راستہ کی تمام کلفت یک قلم دُور کر دی

پہلے نالدیرہ آیا جہاں سے ریاست بھجی کی سرحد شروع ہوتی ہے ، ایک عالیشان قدیم طرز کی شاہی حویلی چوٹی کوہ پر باغیچہ سے رونق پائے ہوئے تھکے ماندہ مسافر کیلئے چشم براہ ہے ، یہ مقام شملہ سے ۱۲ میل پر ایک پورا پڑاؤ ہے ، اور ایک عجیب جگہ ہے ◆

---

[1] ریاست بھجی کے قطعات کی بلندی سطح سمندر سے ڈھائی ہزار فٹ سے شروع ہو کر ۹۲۲۲ فٹ تک چلی گئی ہے ۔

نقوش غضب الٰہی

کیار کوٹی میں جنگ بلاسپور و کوٹی کے حالات رانا صاحب نے اپنے قدیم تاریخی کاغذات سے لکھاتے وقت کہا تھا کہ "جب آپ نالدیرہ کا سفر کریں تو راستہ میں بلدی کی دھار بھی دیکھتے جائیے کہ جو کوٹی کی امداد ربی کی ایک سنگین و فولادی یادگار رہے، جب بلاسپوری فوج نے کوٹی کی فوج پر غلبہ پایا تو اُسوقت دیوتاؤں سے پرارتھنا کرنے پر قہرِ الٰہی نازل ہوا، بلاسپور کی فوج پر لوہے کی گرم گرم جلتی ہوئی سلاخوں کی بارش ہوئی جس سے اُنکی تمام فوج آناً فاناً تباہ ہوگئی۔ یہ دھار رزم گاہ تھی، آجتک اس دھار کے تمام بیرونی پتھروں پر سلاخوں کی مار کے نشانات موجود ہیں" چنانچہ میں نے معہ اپنے منشی نعمت علی و ہمراہیان اس زبردست نشانِ غیبی کے ملاحظہ کے لئے اس دھار پر چڑھ کر دیکھا کہ واقعی اس چوٹی کوہ کے تمام پتھر سلاخوں کی ضرب سے داغدار ہیں، ایک ناواقف بھی یہ لمبی اور چوڑی ضربات دیکھ کر کہہ سکتا ہے، کہ یہ سلاخوں کی ضرب ہے، قدرتِ کاملہ کی نمائشِ عجیبہ و غریبہ میں سے یہ بھی ایک درخشاں یادگار رہے، سائنس والے کب مانتے ہیں؛

نالدیرہ سے بسنت پور تک جو ۶ میل کی نہایت کڑی اور سخت منزل ہے، اپنی اُترائی اور چڑھائی کے لئے سیاحانِ کوہ سے ہمیشہ صلواتیں سُنتی رہیگی، مگر اس پہاڑ کی قدرتی روئیدگی اور سرسبزی اُن کی تسلی کا باعث ہوتی رہیگی۔

اصل دھانی رنگ کی اصلی دل آویزی

بسنت پور برلب دریائے ستلج ایک پُرفضا وسیع میدان میں چند دکانوں اور پہاڑی گھروں کی دلفریب بستی ہے، ہمنے مناظرِ قطرت کے ہزارہا مضامین پڑھے اور سینکڑوں خود لکھے، دھانی رنگ جو معشوقانِ طناز کا افزائشِ حُسن کا لباس تو بنکر ہے، اپنے اصلی رنگ میں آجتک نہ دیکھا تھا چونکہ جنگل یہ دہان کی فصل بہار پر ہے، اسلئے وادیٔ ستلج کے وسیع قطعات میں یہاں اسکا ایسا دلفریب نظارہ دیکھا کہ جسے آنکھیں

تمام عمر نہیں بھلا سکتیں، وہ سبزی وہ طراوت وہ اُسکی موزونی اور آبِ ناب کی مستانہ وار روانی، پہاڑی بچوں، عورتوں، آدمیوں کا طریقۂ آبرسانی کہ سبحان اللہ ایسا دلفریب و دلکش منظر خواہ مخواہ مجبور کرتا تھا کہ ایک بلند ٹیلہ پر بیٹھ کر شانِ کبریائی کا معائنہ کیا جائے، مَیں سچ بیان کرتا ہوں کہ اس دید سے آنکھوں میں نور اور دل میں بے انتہا سرور پیدا ہُوا، عطیاتِ قدرت کی ارزانی، غربا کی فرحتِ رُوحانی کا باعث ہے، اِس تقسیم بے خلل سے اُنکی زندگی کی افزائش ہے، تازہ اور پاک وصاف ہَوا، رُوح افزا فضا، اور آبِ منزّہ جس آسانی اور کم خرچ پر غُربا کو میسّر ہے، عوام اور اُمراء تو درکنار، بادشاہ تک اُس سے محرُوم ہیں، اسے ہندوستانیوں کی گمراہی کہ وہ اپنی گھر کی نعمتوں سے محرُوم ہیں ؞

پہاڑی آنکھ

پہاڑی آنکھ کی خوبصورتی اور دلفریبی میں زیادہ حصّہ یہاں کے سبزہ زار اور آبِ رواں ہے، آنکھوں کی امراض سے پہاڑی محفوظ ہیں جس طرح سے ہر عضوِ انسانی کی کوئی نہ کوئی مخصوص خوراک ہے، اور یہ اس دولت سے لا مال ہے اسطرح آنکھوں کی خوراک سبزہ زار ہے، اور یہ خوراک یہاں عام ہے، کون قوم ہے کہ جو اس دید میں پہاڑیوں سے اپنی آنکھیں ملا سکے ؞

دریائے ستلج کی ۷۰ میل کی روانی رامپور بشہر سے سُونی تک

بسنت پور سے سونی تک برابر اُترائی چلی گئی اور دریائے ستلج بھی سڑک سے کہیں ۲ فرلانگ اور کہیں ۳ فرلانگ فاصلہ پر برابر برابر راستہ بناتا چلا گیا، مگر ۳ میل فاصلہ طے کرنے پر یہ سڑک دریائے ستلج کے میدان میں کنارے چلی گئی۔ اب یہاں سے ستلج نے اپنا نظر فریب نظارہ دکھلانا شروع کیا جو ریاست رامپور بشہر کی حدود میں داخل ہو کر تقریباً ۷۰ میل[1] سُونی تک فاصلہ طے کرتا ہے کہ جو ایک جاری نہر کی طرح

[1] جھیل مانسرور سے نکلکر رامپور بشہر کی حد تک تقریباً سوا دو سو (۲۲۵) میل سفر طے کیا ہے، اور اسکی ابتدائی صورت تقریباً معمولی نہر کی سی ہے، پھر اسکے معاونین نے اسکی امداد میں بڑا حصّہ لیا ؞

رواں ہے یعنی نہر روپڑ کی چوڑائی سے تقریباً نصف کے قریب ہے، دونوں طرف کیا تو پہاڑ ہیں، کیا میدانی کنارہ، پانی کا عمق معمولی موسم میں تقریباً پندرہ فٹ سے کم نہیں ہوتا، میں جگہ بجگہ ٹھیرتا، دریا کی زیادہ اور کم چوڑائی اور بے خلل روانی دیکھتا، کہیں بڑھتا کہیں آرام کرتا چلا جا رہا تھا، میں نے دیکھا کہ پتھر کی لاکھوں من کی چٹانیں روز ازل سے دریا کی رَو کا مقابلہ بڑی سنگین مزاجی سے کر رہی ہیں، مبصر یہ نظارۂ مقابلہ دیکھ کر نتیجہ نکال سکتا ہے کہ پانی سی نرم شے نے ہمتِ مردانہ و مقابلہ کا عمل جاری رکھا، تحمّل و استقلال اپنا دستور العمل بنایا، آخرش پتھروں پر اپنا نقشِ عمل بٹھایا، دریائے ستلج کا نظارہ زمانہ کے کروڑہا برس کے عروج و زوال، اقبال و ادبار، ادنےٰ و اعلےٰ، شریف و ارزل اقوام کو بڑے صبر و اطمینان سے دیکھتا رہا ہے، کون ہے کہ جو اس سے افسانۂ کہن سُنے؟

سُونی کا پُرفزا محلِ وقوع

اِس سیر میں تفصیل واقعات کا کام نہیں، کیونکہ ایسی تفصیلات اور تشریحات مقامی کوائف کی دستِ نگر ہیں، کہ جو ہر ریاست کے حالات میں درج ہونگی، مگر بسبیلِ اجمال اسقدر ضرور اشارہ[1] کیا جانا چاہئے کہ مہارانا سون پال نے جہاں سونی کا سنگِ بنیاد رکھا۔ رامپور بشہر کے بعد اس سے کوئی اَور بہتر و موزوں مقام نہ تھا، جب میں یہ تین میل کا فاصلہ طے کر کے ایک گاؤں کی سرحد سے گذرا، تو اُس سے آگے ستلج کے عین کنارہ پر اپنے آپ کو پایا، میں نے ہندوستان کی اِس بزرگ کو پرنام کیا، دیکھا اور سمجھا کہ بڑے جوش و خروش سے نیپولین اعظم اور سیواجی۔ مسلمانانِ عرب اور سنگھانِ پنجاب کو تعلیم "بڑھے چلو" کی اِسنے ہی دی ہے، میرے لئے یہ سب سے پہلا موقعہ تھا کہ کسی دریا کی ابتدائی صورت دیکھی ہو اور خصوصاً ستلج کی، کہ جسکی شان لدھیانہ میں شاہجہان کی تزک و احتشام سے کم نہیں، اِس سفر میں ڈھلوان اور تنگ قطعات دونوں طرف کے سربفلک سبز پہاڑوں نے عجیب سین پیدا کر رکھا ہے مگر حدودِ سُونی میں داخل ہوتے ہی وسیع میدان شروع ہوتا ہے،

[1] ریاست کا رقبہ طولاً ۲۴ میل اور عرضاً ۸ میل ہے، جو پیداوار غلہ ہر قسم اور کانِ طلا سے اپنی نظیر نہیں رکھتا +

جو دُور تک چلا جاتا ہے، آجکل فصل مکئی کی کاشت اِن وسیع میدانوں کیلئے باعثِ رونق ہو رہی ہے،

حدودِ سُونی کی پُرکیف کیفیت

چونکہ میں اور میرے تمام ہمراہی اِس سفر سے ناواقف تھے اسلئے ہر قدم پر یہ یقین ہوتا تھا کہ سُونی آپہنچے، اگر جب سڑک کا موڑ آتا تھا، تو خیال غلط نکلتا تھا، دریائے ستلج حدودِ سونی تک جنوب میں جاتا ہُوا یکدم غرب کیطرف پلٹ گیا ہے اور چار فرلانگ کا چکر لگا کر پھر جنوب کیطرف روانہ ہُوا ہے، اسکا یہ طواف بڑا پُرلطف ہے۔ اسمیں رامپور بشہر اور دیگر بالائی پہاڑوں و جنگل سے ہر قسم کی لکڑی سلیپر وغیرہ ہر وقت آتے رہتے ہیں، اور رستہ میں جگہ بجگہ پکڑتے جاتے ہیں،

میں یہ چکر طے کر کے بڑی مسرت سے شہر میں داخل ہُوا، یا یہ سمجھئے کہ یہاں اپنی تاریخِ زندگی کی موسمِ بہار سے ہمکنار ہُوا، اور میرے سب ہمراہی راستہ کے لطف سے بے حد لطف اندوز ہوئے۔

باغات و محلّاتِ سُونی

رانا صاحب حال کے دادا اور والد بزرگوار نے ضرورت زمانہ کے موافق جدید محلّات بنوائے، چونکہ ان ہر دو سرداروں کو فنِ تعمیر کا خاص سلیقہ تھا، اُدھر ہندی اور انگریزی طرزِ تعمیر خاص ڈھانچہ میں ڈھالا جاتا تھا، اسلئے سُونی میں جو عمارات تعمیر ہو کر طیار ہوئیں وہ خاص آرام دہ، دلفریب پُرشان شکوہ ہیں۔ اور رانا بیرپال کی سلیقہ شعاری سے ہر عمارت صاف ستھری اور مجلّا و مُصفّا ہے، زمانہ تقرّری مینیجر گیان سنگھ میں کسی قسم کی کوئی ترقّی ریاست نے نہیں کی، ہاں یہ ضرور ہُوا کہ روپیہ فضول کاموں پر بڑی بیدردی سے پانی کی طرح بہایا گیا، وہ باغ جو بڑی محنت اور صرفِ زرِ کثیر سے پہاڑی ناہموار زمین صاف و ہموار کیجا کر بنائے گئے، ہر طرح کے ثمردار درختوں سے ہر موسم میں دامنِ مُراد پُر رکھتے تھے اور خوش رنگ قیمتی گل و گلزار کھلاتے تھے، ویران اور اُجاڑ ہو گئے، بغیر نگہداشت بڑا نے درخت خشک ہونے گئے اور زمین پتھریلی ہو کر ہر طرح کی فضول نباتات در دیمگی سے ہم ہو کر مینیجر ناحق شناس کی جان کو رو رہی ہے، مگر بعض پُرانے درخت ثمردار اب بھی ایسے ہیں کہ اردگرد کی کسی پہاڑی ریاست میں پائے نہیں جاتے +

ریسٹ ہاؤس

انگریز سیاحان اور سپرنٹنڈنٹ ہل اسٹیٹس اِس پہاڑ کی سیر پر جان دیتے ہیں، انھوں نے معقول مقامات پر آرام دہ ریسٹ ہاؤس ڈاک بنگلے اور پی، ڈبلیو، ڈی نے کوٹھیاں تیار کرا دیں اور ایسی کہ کوئی انگریز سیاح مکان کی طرف سے ایسی سیاحت میں تکلیف نہیں اٹھا سکتا، اِن ریاستوں میں ریسٹ ہاؤس بنوا دیئے گئے اور معقول فرنیچر سے سجا دیا گیا، مَیں نے اِس سیر میں اب تک چار ریاستوں کا دورہ کیا، مگر یہاں کے ریسٹ ہاؤس کا محلِ وقوع بڑا دلفریب ہے، چوٹی کوہ کے نیچے خوبصورت عمارت کھڑی کی گئی ہے، تینوں طرف وسیع میدان ہے جس پر سبز مخملی فرش بچھا ہے، شمال میں دریائے ستلج لہریں مارتا گذر رہا ہے، اُس سے پرے ریاست سکیت کے سر بفلک پہاڑ بلند بلند درختوں کا خوشگوار سرمایہ لئے دیوارِ چین بنے ہوئے ہیں،

سُونی کا حِصار

اِس راحت افزا وادی کی سطح کے چاروں طرف اُس سے چار چار ہزار بلند ناقابلِ گذر سرسبز و شاداب چوٹیاں ہیں اور اُسکا تمام شمالی رقبہ دریائے ستلج نے رواں ہوکر ایک ناقابلِ عبور خندق میں تبدیل کر دیا ہے، تقریباً چار مربع میل قدرتی میدانوں نے جگہ بجگہ واقع ہو کر دیس اور پہاڑ کا جلوہ دکھایا ہے، سُونی میں داخل ہونے کے لئے پہلے بسنت پور ہی اُسکا دروازہ تھا، مگر اب سُونی سے تین میل کے فاصلہ پر جانب غرب دریا پر ایک آہنی جھولا بنوا دیا گیا ہے، جس سے اب سکیت، منڈی، چمبہ، کشمیر وغیرہ ریاستوں کے لئے راستہ کھل گیا ہے،

تتا پانی
آبِ گرم کے چشمے

اِس سفر میں میرے ہمراہ چار تاریخی کتابیں دو صدی کی قبل کی اور دو عہدِ انگلشیہ کی تھیں، رؤسائے پنجاب جو مسٹر گریفن نے لکھی ہے پتہ دیتی ہے کہ "ریاست بھجی میں گرم پانی کے چشمے ہیں"، جب مَیں یہاں پہونچا، تو معلوم ہوا، کہ یہ چشمے حدودِ بھجی میں نہیں بلکہ ریاست سکیت

ملہ یہ پُل ریاستہائے بھجی و سکیت کی مشترکہ و مساوی لاگت سے تیار ہوا تھا، محصول کی آمدنی سے نصف لاگت وصول ہو چکا ہے،

میں ہیں اور ستلج سے پار، اسلئے میں نے اسکے متعلق کوئی تحقیق نہیں کی، مگر ایک روز رانا صاحب نے فرمایا کہ یہاں سے ۳ میل کے فاصلہ پر ریاست سکیت کی آغاز سرحد پر ایسی سرزمین ہے کہ جہاں سے گرم پانی نکلتا ہے اور ایک چشمہ ہماری حد میں بھی ہے، آپ ضرور اشنان کرائیے، میں اگلی صبح معہ اپنے پانچ ہمراہیوں کے اُس طرف چلا، راستہ میں وسیع باغ حالتِ ابتری میں دیکھ کر انتظام گورنمنٹ پر سخت غم و غصہ پیدا ہُوا، ہم نے گھوڑے لیلئے تھے. مگر ہم بغرض تفریح پیدل سفر کر رہے تھے، انگریزی عہد کی برکات کا کیا بیان ہو کہ اُسنے "تتا پانی" تک سڑک طیار کرادی جسپر رکشا باسانی بھاگ سکتی ہے، راستہ مذکور دریائے ستلج کے بائیں طرف کنارہ کنارہ چلا گیا ہے، جو لطف اس ہوائی سفر میں حاصل ہوا وہ برسوں طبیعت کو سیر رکھیگا، موضع بجھوری کے پاس ایک آبشار ۵۰ فیٹ بلندی سے بڑی شان کے ساتھ دریادِل انسان کی طرح اپنی طبیعت سے مجبور ہو کر فیض پہنچا رہا تھا، پانی زمین گر گر کر ایک بڑے قدرتی حوض میں جمع ہو کر اور اُس سے اچھل کر اپنا راستہ لیتا تھا،

پُل چونکہ ریاستہائے سکیت اور بھجی کا حدِ فاصل ہے، اسلئے اسکے دونوں جانب دونوں ریاستوں کے ٹول بار ہیں، ایک پیسہ فی آدمی محصول لیا جاتا ہے، دونوں ریاستوں کے سرکاری کارندے محصول سے مستثنےٰ ہیں، ہم پُل عبور کر کے بازار سے گذر کر برلب دریائے ستلج اُتر پڑے کہ جو زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ کا فاصلہ ہوگا، اوّل میں نے جھیل مانسرور کی لافانی کنیا ستندرو[1] (ستلج) کے چرنوں میں اپنا سر نوایا کہ جسے پیدائشِ عالم سے قبل سپت رشیوں نے اپنی ریاضت و عبادت شاقہ سے دریافت و جاری کر کے ہندوستان کے اُس قطعہ کو جسمیں اسوقت رقبہ سیراب ہوتا تھا شاداب بنایا، اس ایک عمل سے بے تعداد جنسِ انسان و حیوان ازل سے ابد تک فیض یاب ہوتے رہیں گے ٭

---

[1] سنسکرت تشریحات کے لحاظ سے دریاؤں، ندی نالوں کی بھی تانیث و تذکیر ہے، اور پھر آگے اُن کی اقسام مثلاً مذکر میں ساگر، مہاند، ند، اور مؤنث میں مہاندی، ندی، دیوکھات وغیرہ وغیرہ، چنانچہ ستندرو مؤنث ہے جسکے معنے تیز رو ندی کے ہیں ٭

میں نے دیکھا کہ دریائے ستلج سے اوپر بڑھا کر دوارہ کے نیچے تک جسقدر دریا کا کنارہ ہے سراسر گرم چشموں کا نظارہ ہے، ساٹھ گز طول اور پچاس گز عرض کی یہ زمین گرم چشموں کا مخزن ہے، جہاں ہاتھ کے ساتھ بالشت دو بالشت فٹ دو فٹ گڑھا کھودا، کھولتا ہوا پانی دم زدن میں جمع ہو گیا، اسکے دو دو انچ کے فاصلہ پر نہیں نہیں ساتھ لگتا ستلج رواں ہے، کہ جس کا پانی برف سے کم سرد نہیں، اس گرم پانی والے قطعہ میں جب دریا کی طغیانی اپنا تسلط جماتی ہے، اسوقت یہ قطعہ قطعاً غرقاب ہو جاتا ہے، مگر یہ گرم چشمے شمال کی جانب پھوٹنے چلے جاتے ہیں، یعنی جسقدر دریا گرم چشموں کے رقبہ پر پھیلتا جاتا ہے، اُسیقدر یہ چشمے اوپر کیطرف اُس زمین سے نکلنا شروع ہوتے ہیں کہ جہاں طغیانی دریا سے قبل گرم پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا،

مریض اشخاص کا غسل

مجھے معلوم ہوا تھا کہ اِن گرم چشموں پر خونی و بادی کے ہزارہا مریض ہر وقت آتے ہیں اور وقتِ مقررہ پر قاعدہ کے موافق غسل کر کے شفا پاتے ہیں، چنانچہ اِسوقت بھی چند جذامی اور پندرہ بیس وجع مفاصل خارش وغیرہ کے مریض یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں، اور عملِ غسل میں مصروف ہیں، جو صاحب مرض گٹھیا کے مریض ہیں اُنہیں اِس قدرتی علاج سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہیے +

اِن چشموں کی قدامت

بیان کیا گیا ہے کہ لکھو کھا برس سے یہاں گرم پانی کے چشمے اُبل رہے ہیں، جب دُنیا پیدا ہوئی تو ستلج کی روانی اُسکے بعد شروع ہوئی، اِس سے پہلے گرم چشموں کا رقبہ پانسو گز مربع تھا، اتفاق سے دریائے ستلج اِس رقبہ کے عین وسط سے گذرا، چنانچہ دریا کے دائیں بائیں آجتک گرم پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں، دریا کی شمالی سمت میں حدت کا زور ہے، اسلئے اُس طرف کا پانی اُبلتی ہوئی چاء کے پانی سے کیقدر کم گرم ہے، مگر جنوبی کنارہ کا پانی شیر گرم ہے، اِسی لحاظ سے شمالی چشموں کا قدیم نام شوکنڈ ہے اور جنوبی سمت کے چشموں کا نام گوری کنڈ، گویا شمالی

چشمے مردانہ غسل کیلئے ہیں اور جنوبی سمت کے زنانہ استعمال کے لئے، پانی کی یہ تقسیم حرارت کے لحاظ پر رکھی گئی ہے، کیونکہ صنفِ نازک کیلئے زیادہ گرم پانی مُضر صحت ہے، اسکے متعلق جو روایات مشہور ہیں، اور جو متفرق شاستروں میں مذکور ہیں اُنہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں،

طریقۂ غُسل

اوّل گرم چشموں میں اشنان کیاجاتا ہے، پھر دریائے ستلج میں، اسکے بعد پھر گرم چشموں میں، اس گرم پانی میں اسقدر گندھک کی تیزی ہے کہ میری طلائی انگشتری پر غضب کا نکھار آگیا، اور میرے ملازم کے ہاتھ میں جو چاندی کی انگوٹھی تھی وہ سیاہ ہوگئی، مگر چند روز کے بعد ایسی صاف ہوگئی کہ جیسا جلا کیا گیا ہو،

دُعائے خیر

طبیعت غسل سے ایسی مسرور ہوئی کہ آجتک کوئی ایسا غسل شِفا نہ ہوا تھا، میرا یہ سفر جس راحت و آرام، لطف و سرور سے شروع ہو کر بہجت و انبساط کے خواب میں محو ہوا، وہ ہر ایک کو نصیب ہو، اور کوئی شبہ نہیں کہ جو صاحب اس قدیم پال خاندان کے شہزادہ کی ریاست میں جائینگے، وہ ایسا ہی لطف حاصل کرینگے، یہاں کے بوہ دار ٹھاکر نرائن سنگھ صاحب نہایت فہمیدہ اور متواضع ہیں، سابق منیجر پنڈت لائق رام صاحب کی سرکاری حلقوں میں تعریف ہورہی ہے، اور درحقیقت اُنکے کام ایسے ہی تھے ؞

سُونی دارالریاست سے جُنگہ (ریاست کیونتھل)

(۳۵ میل، ہزارہا فٹ کی چڑھائی اور اُترائی)

چند تاریخی کلمات

شملہ کی آبادی نے اِس کوہستان کے رؤسا کا نام نزدیک و دُور مشہور کردیا ہے، چنانچہ اب یہ پہاڑی ریاستیں مقامی اہمیت کے لحاظ سے ہندوستان کے بڑے بڑے جاگیرداروں اور اپنے سے مالیہ و رقبہ میں اعلےٰ ریاستوں سے زیادہ وقعت رکھتی ہیں، مگر جہاں یہ فائدہ ہے وہاں شملہ کی متصل ریاستوں کا ہر طرح کا نقصان بھی ہوا ہے

جنگ گورکھا ۱۸۱۴ء سے قبل راجہ صاحب صدیوں کے اس کوہستان کے داقعی مہاراجہ تھے کہ جن کے ماتحت بہت سی ریاستیں تھیں، زمانہ کی نیرنگی اور گورنمنٹ کی فارورڈ پالیسی نے اس ریاست کو ہر طرح کا نقصان پہنچایا، ریاستیں آزاد کر دی گئیں، بلکہ انکے علاقہ کا بہت ساحصہ بھی ان سے چھین لیا گیا، اب بھی ریاستہائے کوٹی، ٹھیوگ، مدھان، گھونڈ، اور رتیش پانچ ریاستیں اس ریاست کے ماتحت ہیں، مگر معمولی خراج سالانہ ادا کرنے کے سوا یہ ریاستیں عملی طور پر خودمختار ہیں، کسی پولیٹکل یا سوشیل معاملہ میں راجہ صاحب کوئی حصہ نہیں لے سکتے،

جب سنہ ۱۸۳۰ء میں موجودہ شملہ آباد ہوا تو کیونتھل کے بارہ گاؤں اسکی "نذر" ہوئے۔ راجہ بجے سین کے انتقال پر ٹیکہ صاحب نابالغ تھے، سردار بہادر شیر سنگھ منیجر نے ایامِ نابالغی میں دیانت داری اور جان نثاری سے ریاست کا انتظام کیا۔ گذشتہ دو سال سے راجہ ھیم اندرسین صاحب اختیار پاکر قاعدہ اور قانون کی امداد سے ریاست کے انتظام میں مصروف ہیں، مزید تاریخی حالات عنقریب شائع ہونگے کہ جو زیر ترتیب ہیں،

شوقِ دیدارِ ریاست

چونکہ مجھے ریاست اور رئیس کیونتھل سے اپنے قدیم و جدید تعلقات کی بنا پر خاص محبت ہے، اور خصوص مرحوم راجہ بجے سین اپنی ہم عمری کی وجہ سے مجھ پر مہربان تھے، بارہا ان سے پُرلطف باتیں ہوئیں، اسکے بعد راجہ صاحب حال کی نابالغی میں مجھے اپنے معزز کی یادگار دیکھنے کا بزرگانہ شوق پیدا ہوا، اور اُن کی صحت و دماغی ترقی دیکھ کر ہمیشہ محظوظ ہوا کیا، روزِ حصولِ اختیارات سے ملنے کا موقعہ نہ ملا تھا، اِس سے بہتر اب کوئی موقعہ نہ تھا، چنانچہ واپسی سُوپی پر جب میں شملہ آیا، تو اتفاق سے نیاز حاصل ہوا، وہ اُسوقت جُنگہ واپس جا رہے تھے، میں نے شوقِ ملاقات ظاہر کیا، جُنگہ کا وعدہ ہوا، میں نے دو روز اپنے احبابِ شملہ سے ملاقاتوں میں مصروف رہ کر ریاست کے

کے جدید انتظامات اور حالات سے واقفیت پیدا کی، راجہ صاحب کے ایک حاسد نے کہا کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے خلاف مُدبّغ واقع ہُوئے ہیں، مَیں حیرت میں رہ گیا، مگر میرے دِل پر اِس کا ذرا اثر نہ ہُوا، خصوصاً کنور موہن سنگھ کے تعلقات ریاست لاگڈھ سے بہر تھے،

کشمیری مل مودی اور عمل تناسخ

مودی مذکور سے راستہ کے حالات دریافت کیے، اُس کی طبیعت اُس کمہار کی سی واقع ہوئی ہے کہ جس نے یہ سوال کرنے پر کہ تمہارے گدھوں پر کونسا اناج لدا ہُوا ہے، جواب دیا تھا کہ ہاڑی ساونی کا، کہاں سے آئے ہو، دو میل سے؟ کہاں جاؤ گے؟ دو تین میل، جب مَیں نے اُس سے پُوچھا، کہ سفر کے لئے گھوڑا مناسب ہے، یا رکشا؟ جواب دیا، خواہ گھوڑے پر چلے جاؤ، خواہ رکشا پر، مَیں نے گھوڑے کی نسبت بہ سبب اُترائی رکشا پسند کی، اور چلدیا، کسّمپٹی سے آگے بڑھنے پر مجھے معلوم ہُوا کہ عمل تناسخ سے وہ کمہار کشمیری مل کی شکل میں نمودار ہُوا ہے، جب رکشا والے رکشا نیچے اُترائی میں لیجانے سے معذور پائے، تو رحم انسانی نے التماس کیا، کہ اِن غریب بھُوکے ہندوستانیوں پر رحم کر، تیرے بھی تو خدا نے پاؤں دیئے ہیں، پیدل چل، چنانچہ یہ نو میل کا فاصلہ، بمشکل پیدل طے کیا، جُنگہ سے دو میل اِدھر ما کسّمپٹی کا مرقّعہ پُل راجہ صاحب کی بہبودئ رعایا کے عمل کا پُر شان نشان نظر آیا، چنانچہ وہاں بیٹھ کر دریا کا لُطف لیتا رہا، مگر اس کی سو اسّو سال کی متواتر غلاظت پسندی سے نفرت ہُوئی، کہ جو شملہ اور سنجولی کی تمام غلاظت کا گھر بنی ہُوئی تھی،

جُنگہ کا منظر

پُل سے دو میل کی سخت جانکاہ چڑھائی ہے، یہ طے کر کے جب مَیں اُس وسیع چوگان میں داخل ہُوا، کہ جو راجہ صاحب مرحوم کی بہار میں بے نظیر یادگار ہے، خدا کا شکر بجالایا، مَیں نے ۸ سال ہُوئے جُنگہ دیکھا تھا، اب اُس کی حالت اَور ہے، بازار صاف، عمارات جدیدہ کا دلکش منظر ہے، چوگان میں ایک عالیشان کوٹھی طیار ہو رہی ہے، راجہ صاحب باقاعدہ کچہری فرماتے ہیں، عملہ تعلیم یافتہ ہے، مکان کچہری

اور اردلی دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کے کسی دفتر میں کھڑے ہیں،

ریاست کیونتھل کی ترقیات

راجہ صاحب تقریباً اُن خرابیوں کو جو پہاڑی نفوس میں خوگر ہوگئی ہیں، قطعی دور کر دینا چاہتے ہیں، عورات کی سوشیل ابتریوں اور عیاشیوں کو دُور کرنے کے لئے سخت احکام جاری کر دئے ہیں، مثلاً اگر کوئی عورت میلوں میں آوارہ پھر گئی، اور اپنے خاوند کے گھر آباد نہ رہیگی، تو وہ قابلِ تدارک ہوگی،

مجھے افسوس ہے کہ مجھے جلد واپس لوٹنا تھا، اِس لئے میں وہ تمام حالات قلمبند نہ کر سکا جو اس رئیس کی طرز حکومت سے پیدا ہوگئے ہیں، اگر وعدہ کرنا کوئی جرم نہیں، اور اُس کا ایفا ایک خاص شرافت ہے، تو میں ضرور یہ حالات جلد لکھنے کی کوشش کرونگا، کیونکہ اس قدیم خاندان کی ابتدائی تاریخ عجائبات اور تجربات سے پُر ہے +

اعلان دربار رئیس ہند

ایک زمانہ تھا کہ رؤسا عالیجاہ کے حضور ایک نایاب شئے کی قیمت بیان کی جانی سوئے ادب خیال کی جاتی تھی، اسی لئے یہی رتبۂ ادب ملحوظ رکھتے ہوئے رئیس ہند نے تاجداران کے شرح چندہ کے متعلق حسب ذیل مطالبہ کیا تھا ؎

بگفتا قیمتش، گفتم نگاہے — بگفتا کمتر ش گفتم کہ گاہے

لیکن افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ان نکات و رموز کی سمجھنے والی ہستیاں، ہندوستان سے رخصت ہوچکیں، اب تو کھلا سودا ہے، چنانچہ بعض ریاستوں کیطرف سے یہ ناجائز فائدہ اُٹھایا گیا ہے، جو صف معمولی درجہ کے اصحاب کے لئے تجویز کی گئی تھی، وہ اُسی پر نشست فرما ہونے لگے، پس اب یہ اعلان کرنا پڑا، کہ تاجداران کے لئے رئیس ہند کا چندہ سَو روپیہ سالانہ ہے، (چیف منیجر)

نمونہ کا پرچہ مُفت

مُفت خوری کے پرستار حقیقی وقائع نگاری کے دُشمن، مُلک کے بدخواہ آدھ آنہ کا ایک پوسٹ کارڈ، بڑے بڑے مدادی دعووں کے ساتھ دفتر ہذا میں "رئیس ہند" کے نمونہ کے لئے روانہ کرتے ہیں، اور ایسے تمام خطوط اُسی وقت چاک کر دئیے جاتے ہیں، جو صاحب نمونہ طلب کرنا چاہیں ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے نمونہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں، ....

تمہارے قدردان

اگر آپ چاہتے ہیں، کہ "رئیس ہند" ملک کی خدمت بجا لاتا ہے، تو وی، پی یا خط یا یاددہانی کا انتظار نہ فرما کر اُسکا چندہ جلد روانہ فرمادیں، ، اکثر اصحاب وی، پی کی سفارش فرماتے ہیں، "رئیس ہند" وی، پی کرنا توہین سمجھتا ہے، اسلئے وی، پی کا انتظار نہ کیجئے

دلخواہ قیمت دیجائیگی

فارسی، عربی، سنسکرت وغیرہ زبانوں کی پرانی کتب اور پرانی دستی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست تاجدار کو ضرورت ہے، جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنا چاہیں، خاکسار سے خط وکتابت کریں

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

مُلک میں اخبار نویس تہذیب اخلاق کے مُدعی ہیں۔ اگر اُنکے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں تو وہ مخرب اخلاق ہی نہیں بلکہ حیا سوز دکھینگے، اُنکی اس طرز دورنگی میں اُنکی ہر طرح سے حصولِ زر کی شرمناک خواہش ہے، پس جو اشتہارات مخرب اخلاق ہیں اُنکے متعلق دفتر ہذا سے خط وکتابت نہ کی جائے ۔

تیجونت رائے چیف منیجر رئیس ہند

مالائے مروارید

یعنی

بزمِ عرفان

موسوم بہ

گیانِ سماج

(گذشتہ سے پیوستہ)

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد　　آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد
گوہرے کز صدفِ کون و مکاں بیروں بود　　طلب از گمشدگانِ لبِ دریا میکرد
مشکلِ خویش بر پیرِ مغاں بردم دوش　　کو بتائید نظر حلِ معما میکرد
دیدمش خرم و خنداں قدحِ بادہ بدست　　و اندر آں آئینہ صد گونہ تماشا میکرد
گفتم ایں جامِ جہاں بیں بتو کے داد حکیم　　گفت آں روز کہ ایں گنبدِ مینا میکرد
آنہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آنجا　　سامری پیش عصا و یدِ بیضا میکرد
گفت آں یار کزو گشت سرِ دار بلند　　جرمش ایں بود کہ اسرار ہویدا میکرد

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

۱۳۰۷

نقشہ نمبر ۲ - علم الصفات

عین علم

صفات سہ گانہ پرکرتی	قیام ستوگن	آفرنیش رجوگن	فنا تموگن	درجہ
آتشِ عرفان گیان اگنی	علیم معلوم علم	عالم عرفان اشراق	توجہ صوت حرف	الطف
آتشِ زبان باک اگنی قوتہائے ارادی و افعالی	قوتِ متخیلہ حافظ ممیزہ	مدرکہ سامعہ لامسہ سماں پراں	باصرہ ذائقہ شامہ اپاں دیاں اودان	لطیف
آتش غریزی جٹھراگنی قوتہائے مادی و آلات		خلا باد گوش پوست پا دست	آتش آب خاک چشم زبان بینی دہن آلت مقعد	کثیف
وجود انسان الطف لطیف اور کثیف کا اور کثیف ۱۰=۲۵ جو پرپنچ کہلاتے ہیں۔	مجموعہ ہے۔ الطف لطیفہ	نمبر ۱-۲-۳-۴-۵- کی نسبت دیکھو اشلوک نمبر ۵ سطر ۳-	نمبر ۱-۲-۳-۴- کے دیکھو اشلوک ہذا سطر ۱۰-	

صورت لطیف

۱۳۳۰ھ

نقشہ نمبر ۳۔ جلی و خفی۔ ہفت طبقات صفاتی

نور نے تجلی کی امداد سے عالم ذات کو جلوہ دیا جس کا نشان عرفان ہے

تجلی نے عشق کے وسیلہ سے عالم صفات کو ہویدا کیا جس کا نشان استراق ہے

عشق نے جذبہ میں آکر عالم معقولات کا آشکار کیا جس کا نشان عقل ہے

جذبہ نے ضیا بن کر عالم انفاس کو ظہور دیا جس کا نشان دل ہے

ضیا نے سمٹکر آتش کی صورت اختیار کی اور عالم ملائکہ کو ظہور دیا جسکی علامت دماغ ہے

آتش سے دود برآمد ہوکر عالم ارواح پیدا ہو گیا جس کی علامت ناف ہے

دود مجتمع ہو نیر کا حل بن گیا اور عالم کون و مکان نمودار ہو گیا جسکی علامت پا ہے

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی نے اکثر اشعار میں اشارتاً فرمایا ہے

مشتے نمونہ از خروارے

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد — عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
جلوہ کرد رخش دید ملک عشق نداشت — عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد

بیخود از شعشعۂ پرتو ذاتم کردند — بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند
چوں من از عشق رخش بیخود و حیران گشتم — خبر از واقعۂ لات و مناتم دادند

کسی عارف باللہ نے توحید کو کیا خوب تمثیل میں بیان کیا ہے۔

صانع بجہانِ کہنہ ہمچوں ظرفست — آہیت بمعنی و بظاہر برفیست

بازیچۂ کفر و دین بطفلان بسپار — بگذر ز مقامے کہ خدا ہم حرفیست

شہ ۱۳۰۷

نمبر ۲ لکھتے ایک سوال ہے پانچ تت پرمیں — کہئے روپ سروپ کو سنا ہوئے لین

او یہہ سو یہہ اندھے کہیں جرانج جا — ہئے یہ ان کا کس طرح انکا کہو بچار

تم پانچوں اس دیہہ میں ہو کونسی ٹھور — الگ رہو کسطرح سے کون بہانت ہو جوڑ

پانچ تت کہنے لگے سُن یہ بچن ہلاس — بہا کا جنک لسنت کا بھیکم جیو اتہاس

اودہو جو گوپین ہرنے کہا کرشن سندیس — سنکادک نے جو کیا نارد کو اپدیش

سبکا مطلب پایئے کر اس بدہ کہوں سُنائے — ایسا برتن صاف ہے بدھ نہیں الجھائے

گگن روپ اکاس ہے جانو سن سروپ — روپ پائے سیر میں کہیں ہلنا جان سروپ

اگن روپ پرکاش ہے جانو تیج سروپ — سیلتا جل روپ ہے صافی کہو سروپ

پرتھوی روپ کٹھورتا مانو شانت سروپ — اہنکار میں روپ ہے آنند کہو سروپ

گگے سکے حصہ چار ہیں چاروں کہے سجان — چیتن سکل سروپ ہے ایک حصہ جی آن

تن یہ روپ سروپ ہے — بن سروپ بن . کچے کلا سولوین پائے

پانچ روپ گیان کئے ولی کے روپ گئے — سپت روپ یہ گیان کے اسٹم چیتن ہے

سبت دہا سے برن کئی گیتا میں بھگوان — اسٹم کو چیتن کیا یہی بات پرمان

چار کہاں وقت کی سپت کے روپ — سنگی نہ سنگی ہے چیتن شانت سروپ

چیتن کیول اسشتی نہ سنگی زمورڈ — نا استہتی کچھ نہیں سنگی ہے اسطور

چار کہاں کے بھید کو سادہان ہو سن — سپت روپ کے پھیر سے چار بہئے یہ تن *

سو بیدج میں پہچانے مرفا ایک جال آرو　　جیں رچ سکھے بچار بنے اہنکار چت روپ
چار کہاں او تپت میں اپنی اپنی بار　　روپ شرومن یہ رہن انتر اور بچار
اکاس سیں میں باس ہے پون نابہ مین جان　　دہرن کلیجے بھور ہے پتّہ یادک مان
جل کا باسا بھال ہے کہیں ترکٹی بندہ　　انگ انگ میں اس طرح بنے ہے چپاہ کی گند
چاہے وُہ بھن بھن کرے چاہے کرے سمان　　جب لگ دہ رچ پر ہے رنگ نہ آئے جان

۹
۱۴۰۷

جیسے روپ سروپ سو میں کہی سُنائے　　صورت اندری پران کو پرگہٹ دُوں بتائے
رنگ کرم اندری کہوں اور اندریان گیان　　ایک ایک یہ بہن ہے صورت اندری پران
بڑی گُپت یہ بات ہے ساکھی دیوے بید　　سپت دیوتا پورکھ میں منیں جانیں نہ بھید
رچا بید او چار کے ایک ایک کے نام　　پوجا آہوتی کجھے کریں سمرن نام
استوتر اس دیو کا پڑھ پڑھ ساگو پانگ　　حق محنت اپنا لکا پنڈت لیوے مانگ
آواہن اس دیو کا اور بسرجن ہوئے　　اس سے یہ ثابت ہوا انگ دیوے کچھ ہے
دیو بید کس کو کہے انگ دیو کے کون　　پورکھ کہا جو بید نے کہہ سمجھاؤں جوں
بڑے بڑے جو رکھی تھے کہا نہیں سمجھائے　　کیا جانو کس واسطے رکھا بھید چھپائے
نہیں کہے افسوس ہے جس کو آوے جو　　ایسے جن کے سنگ سے فیض کبھی نہ ہو
میرا مقصد صاف ہے سب جانیں یہ بات　　ماروں گردن بھید کی پرگٹ کہوں کہات
سرت کرم اندری سمجھ من کو رنگ پہچان　　آنبہ اندری گیان ہے جانو سوچ پران
سو بھاو جائے چیتیا چت کا یہ بیوہار　　چت کے یہ لچھن کہے سمجھ بوجھ چیت دہار
کچھ تارنگ آہنگ کا اندری کرم سو بھول　　بھرم گیان اندری کہو پران چاہے تول

بجری اور کوزتہا آہنگ سوبھائے شدھ — اس بچار لچھن آہنگ کہی اپنی بدھ
بھید کہوں تت پانچ کا اندری اپن سوبھائے — شبد کرم اندری سمجھ نیہہ کا رنگ سیاہ
اندری گیان اندر تیرے چاند نا پائے — سوبھائے استھی جانئے نیہہ کا رنگ دیے بتائے
سبز رنگ ہے پانے کا کرم سو کہا جان — اندری گیان ہے ٹھرتا لو ڈرپان پہچان
سوبھائے پلنے ہے پسرتا اگن سنگت لال — اندری کرم بچاو ناپان وقت ہے کال
سب کی اندری گیان ہے سو کرن اگن سوبھائے — جل کی اندری کرم رس رنگ سفید کہائے
گیان اندری تم جانئے ملنا جان سوبھائے — جل کا گلنا پران ہے کیا تجھے سمجھائے
گندھ کرم اندری کہوں ست اندر بیگ لگن — رنگ نہ زرد ہے دھرن کا جانو تیجے پران
جیسے تھا برن کیا جوڑ نادہرن سوبھائے — اب ان کا جنتر لکھوں جگت دمن سمجھائے

۱۳۰۷

پہلے لکھئے دست کو روپ سروپ اور رنگ — کرم گیان اندری لکھو پران سوبھائے رنگ
اس جنتر کا یہ نفع مطلب جلد حصول — بن دقت بن فکر کے حاصل ہو محصول
برہم چکر کے چرخ میں سات بھئے یہ دھات — اونچا اس یہ یوں ہوئے ایک ایک ہو سات
سات دھات یہ ذات ہیں ایک ایک ست صفا — ایک ایک یہ ست ہو ظلم یوں پائے کہات
عدد برابر دیکھئے انجھ یوں ست جان — جو انہ سو یوں ہے انمیں فرق نہ جان
ابجد عدد حساب کے عدد جتو ادنیں — جو رہے اچھا چاہ کے عدد ہوئیں لونیں
تو تن روپ ہے چاہ کا چاہ اچھا کا نو — اچھا جیو سوبھاؤ کے یوں سب جیو سروپ
دست نہیں کوئی دوسری ایک دست جی آن — ایک دست ثابت کری سنسار یا نہ جان
جتنے جنتر جفر کے سب میں یہ سر دار — اس جنتر کا دیو تا کہئے جیو بچار

سات دفعہ من کر جپے اونچا اس دن جو   جس مطلب کی چاہ ہو وہی پراپت ہو
بھوج پتر سندور سے لکھے قلم انار   دن کر یہ لکھنا نہیں پہر رات ایکبار
اس جنتر کے انگ خط جی کا چاروں اور   فقط لفظ جے لکھے اور نہیں کوئی لوڑ
یہ جنتر تعویذ میں دہوپ دے گل باندھ   کوئی پیڑا نار ہے دُور ہووے سب اندھ
ہو جنتر جو مال گل آدھ بیادھ سب دُور   اس جنتر کے دہوئیں سے تاپ بھت ہو دُور
جس کا ایسا ہوت ہے گر بہ نہیں ٹھہرائے   اُس کو ایسا چاہئے یا بدہ کرے اوپائے
وقت سو دنیکے سمیں جنتر کو کر یاد   نام جیو کا چیت دہرے ناری سنگ پر ماد
اونچا اس دن یوں کرے گر ہے نہ سنگ   جنتر رکھ ناری گلے دن میں کرے نہ سنگ
دن میں سنگ نہ کیجئے رُت ناری دن تین   اس حساب سے ہووت ہیں بادن دن لے چین
یہ جنتر ہے پون کا شکل پون بھر پور   یہ جنتر جو دیتہ دہے لکھا صرف حرز در
پہر رات جنتر لکھے دھیان ارتھ کی اور   اونچا اس دن پون کرے سُدھ ہو من فی الفور
پہر رات ہے آدھ کی پہر رات ہے انت   دونوں ایک سمان ہیں بہا کا یوں گگوتت

۱۱
۱۳۰۷

جانا جنتر کا نفع یہ سب ہے جنجال   جنتر سے کیا کام ہے اپنا آپ سنبھال
دیکھو اس سنسار میں بہا بہانت کی چاہ   سنگ چاہ کا تیاگ کرنا پنا چاہ نہ باہ

مفت چاہ بدنام ہے صرف چاہ کا نام
سارے بھید الجھید لو کر کبیر آرام

نقشہ نمبر ۴ (بھاشا) پون جنتر۔ جیو بچار۔

نام تت	روپ	سروپ	رنگ	کرم اندری	گیان اندری	پران	سوبھائے	میزان
چت	بچار	چیتن	من	سُرت	ابہہ	سوچ	چیتنا	۷
اہنکار	مین	آنند	کُھرتا	کھول	بہرم	چاہ	بی سُدھتا	۷
اکاس	اوکاس	سن	سیاہ	شبد	اندھیرا	چاندنا	استھتی	۷
پون	سپرس	ہلنا	سبز	سوکنا	ٹہرتا	لوڑ	لپرنا	۷
اگن	پرکاش	تیج	سُرخ	پچاونا	سبکی	کال	سکُڑنا	۷
جل	سیتلتا	سفائی	سفید	رس	نم	گلنا	ملنا	۷
پرتھوی	کٹھورتا	شانتی	زرد	گندہ	ست	لنچھ	جوڑنا	۷
۷ دہات	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۴۹

$\frac{12}{1307}$

از ہفت مادر زادہ ام از نہ فلک اُفتادہ ام   از شش جہت آزادہ ام من عاشق دیرینہ ام

من جلوہ گاہِ ذاتم من مظہرِ صفاتم   ہم اصل کائناتم از نورش آفریدہ

در صورتم نظر کن اندر مُرقعِ خلق   نقاش دستِ قدرت تصویرمن کشیدہ

طالب صادق نے دل سے خطاب کیا تھا اب عناصر لبیط سے سوال کرتا ہے اور ان کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ نظام جسم و عالم میں عناصر کا کس طرح ہے جسم میں اِن کا نشان کہاں موجود ہے،

(باقی آئندہ)

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر ۳۶

سری رانا بیرپال صاحب بہادر والی

ریاست بھجی

(کوہستان شملہ)

مالیہ	آبادی	رقبہ
۹۹۰۰۰	۱۴۲۶۳	۹۶

وہ انسان جو اپنے سے کمتر درجہ کے انسانوں سے سچے اخلاق، حقیقی مروت، دلی شرافت اور عجز و انکسار سے پیش آتا ہے میں اسکی خاکِ قدم کو طوطیائے چشم بنانے کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہوں (بہادر شاہی)

خونِ صالح دنیا کی وہ کونسی سربرآوردہ قوم ہے کہ جس نے اپنے دورِ عروج میں خون کی حفاظت میں خون کے دریا نہیں بہائے، یا جس نے ظالموں اور فتحمندوں کی تیغِ خون آشام سے خاندانوں کے خاندان کے سر قلم نہیں کئے، دنیا یا اقوامِ عالم کی جنگوں میں نوّے فیصدی ایسے ہیں کہ جو محض تحفظِ خون یا حفظِ ننگ و ناموس کے پاک جذبہ کی وجہ سے جائز روا رکھے گئے اور گذرے زمانہ میں بھی کہ جب بے شرمی و بے حیائی کی انتہائی منزل ہے تعزیرات ہند میں

دعدہ ۔۔ سے قائم کی گئی ہے، یہی پاسِ ننگ و ناموس اِس خاندان کی، اُن کے اصلی وطن راجپوتانہ سے نقل و حرکت، انتقالِ مکان کا باعث ہو کر ستلج کے بائیں کنارے کی آبادانی کا باعث ہوا،

مہاراجہ لچھمن کمار کی فتوحات

کانب رشی اپنی ریاضت اور زہد و اتقا کی وجہ سے مقدس پہاڑوں میں مشہور و معروف ہیں، اُن کا لڑکا دِویالک رشی بھی علوم روحانی و طریقہ حصولِ علمِ ربانی میں بڑا مشہور گذرا ہے، اسی مقدس و بابرکت لافانی ہستی پُرشان کی یادگار سری راجہ بیر پال صاحب بہادر والی ریاست بھجی ہیں، کہ جو اس بابرکت خانوادہ عالی کے چشم و چراغ ہیں، خاندان موصوف کی دسویں پشت میں مہاراجہ بہاردواج نے اترکھنڈ میں ایک سخت تپ کیا، جس کا عظیم الشان نتیجہ ہوا، رشیوں کی ریاضتیں اور پرارتھنائیں کب خالی جاتی ہیں، آخر مہاراجہ پامال ہوا، سری پاٹن بہاردواج کی حکمرانی سے خوشحال ہوا، اُس عہد سے مہاراجگی نے آپ کے خاندان سے ایسے مبارک وقت قدم چومے کہ ہزارہا برس گذر جانے پر بھی یہ قدیم راجدھانی بدستور قائم ہے،

رشی موصوف سے سولہویں اور مہاراجہ موصوف سے چھٹی پشت میں مہاراجہ لچھمن کمار ایسے صاحبِ حوصلہ اولوالعزم مہاراج کمار پیدا ہوئے، کہ جو اپنی لکھوکھا سوار و پیدل فوج میں ایسے صاحب جلال تھے، کہ جیسے چاند ستاروں میں، یہ ایسے کامیاب اور بیدریغ فاتح تھے، کہ وہ نصیب نہ تو پولس اعظم کو ہوا، نہ دنگسن کو، نہ سلطان صلاح الدین کو، نہ مصطفیٰ کمال پاشا کو، یہ اپنی لکھوکھا سوار اور لکھوکھا پیدل آہنی فوج آراستہ کرنے کے بعد پورب دکن، مارواڑ وغیرہ ملکوں کو تسخیر کرتے ہوئے، مہاراجہ پدمشٹر کی راجدھانی خاص اندرپرست تک بڑھے چلے آئے، اور چکرورتی راج کا راج تلک لے کر چندے دہلی میں قیام کر کے دادِ انصاف دی، پنڈتوں نے دعا کی دہلی کے جنوبی علاقہ پر بھی جلد آپ کا پرچم فتح لہرائیگا،

دہلی کی فتوحات چاندنی چوک کا بازار جو شاہجہاں کے نام سے مشہور علاقہ ہے وہ مہاراجہ لچھمن کمار کی محبت کی یادگار ہے کہ جنہوں نے اپنی ازلی چندربنسی خاندان کی مناسبت سے بنام تجویز کیا تھا، وہاں سری درگاجی کا ایک عالیشان مندر استھاپن کیا گیا، جب مندر کی مذہبی طور پر پوجا پرتشٹھا ہو چکی، تو مندر کے پروہت پجاری نے مہاراج کو بشارت دی کہ ان کو دہلی کے مضافات اور مشہور مشہور شہروں پر فتح حاصل ہو گی آپ کا لشکر جرار میرٹھ کو تسخیر کرنے کے بعد پانی پت پر غنیم سے مقابلہ آرا ہوا، تاریخ ہند میں پانی پت میں جس قدر لڑائیاں درج ہوئی ہیں، ان سب میں سب سے پہلا یہ جنگ ہے، اور افسوس ہے کہ یہ جنگ عظیم موجودہ تاریخ ہند کے اوراق میں کہیں نظر نہیں آتا، ایسا خونی معرکہ ایسا جنگ کا طولانی عرصہ ایسا بہادروں کا راسہ، ایسا جرم یدھ، ایسا جنگ کے ہنروروں کا ساکا کہ جس میں لاکھوں جاندار رزم کی قربانگاہ پر اپنے ملک و مالک کے نام کے لئے قربان ہو گئے ہوں، زمین و آسمان گھوڑوں کی سموں کی ٹاپوں سے کانپ اٹھے ہوں، آہنی و فولادی اوزاروں، آریہ ورت کے قدیم فنون جنگ کے ہولناک مظاہروں، خیال میں نہ آنے والے طوفان سے کہرام مچ گیا ہو، ملک کی زبان میں گویوں نے بارہا جنگی گیت جوڑیں، جو ایسے موقعہ پر صدیوں تک بہادروں کے دل دماغ کی توانائی کا باعث ہوتی رہیں، چنانچہ اس جنگ عظیم پر بھی "بار لچھمن کمار" کے نام سے گویوں نے بار جوڑی، وہ ایک طولانی نظم ہے، جس میں تاریخی واقعات تسلسل ہابی سے درج ہیں، شعر ذیل ملاحظہ ہو،

پانی پت مقابلے تت مارے سردار سینہی جو دھرتی کنت کئی آبا لچھمن کمار

ترجمہ

پانی پت کے جنگ میں منتخب سردار مار ڈالے لچھمن کمار کی فوج کشتی سے گاؤ زمین

کانپ اٹھی،

مہارانا کی فتوحات عظیم کے بعد جاترا اور انکا انجام

مہارانا لچھمن کمار اپنے خاندانی ورثہ [illegible] دھرم [illegible] بندگی پر قائم تھے، پنجاب فتح کرنے کے بعد شاستروں کے احکام کے مطابق [illegible] کی جاترا باضروری تھی چنانچہ خاندان شاہی کو ہمراہ لے کر جاترہ کیلئے روانہ ہوئے پہلے [illegible] آئے وہاں سے سری گنگا جی گئے پھر سری جوالا مکھی کے جاترہ کے [illegible] کانگڑہ [illegible] راستے میں سرہند کے مہاراجہ جوگراج نے مزاحمت کی [illegible] ہر چند یہ اطمینان دلایا کہ ہم ملک گیری کے لئے نہیں آئے [illegible] ایک سخت جنگ کے بعد مہاراجہ [illegible] کا [illegible] راجگدی پر بٹھادیا گیا اور خود کانگڑہ کی طرف کوچ کیا،

جب کانگڑہ کی راجدھانی کے قریب پہنچے تو اتفاق وقت سے نصف شب گذر چکی تھی، [illegible] میں خیمے کھڑے کئے گئے اور وہیں ڈیرے ڈال دیئے گئے، رات کو تمام جاتری رت جگا کا لطف [illegible] رہے، اور بھجن کا شغل رہتا، نقارہ اور نفیری بجتے رہے،

ادھر کانگڑہ کے سرداروں نے سمجھا کہ کوئی عظیم یلغار کرکے ہماری تسخیر کے لئے آیا ہے راجہ کو خبر دی، تجویز ہوئی کہ اسی وقت شب خون مارا جاوے، چنانچہ ہزاروں تلوریہ راجپوت تلواریں سونت کر اس مختصر سنگ پر بیخبری میں ٹوٹ پڑے، خوش قسمتی سے مہارانی کمار رنو کورا [illegible] ماتا ایک تالاب کے کنارہ رہتے ہوئے پردست سے [illegible] کرا رہی تھیں، حملہ آوروں نے گھنٹہ دو گھنٹہ کے اندر ہی لچھمن کمار اور ان کے تمام ہمراہیوں کو بستروں ہی پر پڑے ہوئے خاک و خون میں ملادیا، مگر یہ تینوں تدبیر ایزدی سے محفوظ رہ گئے، اس طرح سے مہاراجہ لچھمن کمار اور ان کی عظیم الشان سلطنت کا ایک آن کی آن میں خاتمہ ہوگیا،

مہاراجکنوار رنو کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت راج ماتا اس ناگفتہ خونریزی سے لاعلم رہیں، لگ کے سماپت ہونے پر جب صبح کیمپ میں مہاراجکنوار رنو اور پروہت کے ہمراہ پہنچیں تو لاشوں کے لُٹے دیکھ کر حیران و ششدر رہوئیں، مگر راجپوتی مستقل مزاجی نے رونے دھونے کی بجائے لاشوں کے داہ کرم سنسکار میں مصروف کرایا، وہاں سے پروہت راج ماتا اور مہاراج کو لے کر متصلہ گانوں میں بطریق غریب اپنی زندگی کے دن کسی آئندہ کامیابی کی اُمید میں بسر کرنے لگے، راج پروہت نے کامل جاں نثاری اور دلی جذبۂ وفاداری سے مہاراج کنوار کی تعلیم و تربیت میں خاص دلچسپی لی، اور راج ماتا کو اپنی ماتا سمجھ کر اُنکی سیوا کر کے اپنی دنیوی جاترہ میں قابل فخر نام پیدا کیا،

خونِ بےگناہ رنگ لائے بغیر نہ رہا بےگناہی چھپائے سے نہیں چھپ سکتی، اُس پر سے جب پردہ اُٹھتا ہے، تو آفتابِ صداقت ایسا نور افگن ہوتا ہے، کہ خود ظالم و جابر بڑی منت و عاجزی سے عفوِ تقصیر کے بازار میں آکر عملی و دلی معافی کا خواستگار ہوتا ہے، مگر یہ عمل طبقہ شرفا تک محدود ہے، نااہلوں کو اس سے کچھ واسطہ نہیں، ہمارا روئے سخن بھی ایسے ہی شرفا کی طرف ہے،

جب غارتگر خونخوار، سراسر گنہگار، تہمات کے ستھید، مہارانا کھیم کمار کے ہمراہیوں کی جماعت کے خونِ بےگناہ سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر چکے، اور اُدھر سے کسی نے جارحی کی حیثیت سے زبان تک نہ ہلائی، تو یہ مقہور فوج فتح و ظفر کے شادیانے بجاتی، اپنے دار الخلافہ میں لوٹ آئی، پنڈتوں نے بھری سبھا میں راجہ کانگڑہ پر الزام لگایا، کہ دربار کانگڑہ نے دھرم کے خلاف وباتریوں کو خاک و خون میں ملایا یہ خون رنگ لائے بغیر نہ رہے گا، آپ کا راج نشٹ ہو جائے گا، دلعہد کُنتے کی موت مریگا، کیونکہ آپ کے خاندان سے پتروں کا شرادھ

کرنے والا کوئی نہ رہے گا، اس لئے آپ اور آپ کے بزرگ سب نرک کے بھاگی ہونگے، چونکہ راجہ کانگڑہ کا اقبال جواب دے چکا تھا، اس لئے وفادار درباریوں کی صداقت خاک کی طرح کھٹکی سب کو دربار سے نکالدیا،

دن گذرنے نہ پائے تھے کہ محلات میں وبائے ہیضہ پھوٹ پڑی، راجہ کا راجکنوار اور چار کنور ایک ساتھ مرے، راجہ پر بھی مرض کا حملہ ہوا، مگر ایام مصائب دیکھنے کے لئے جان بچ گئی، صحت کے بعد جب اپنے انجام پر نظر کی، تو اپنے روبرو سہم ناک مناظر اور جگر خراش واقعات کا طوفان دیکھا، روز بروز ان خیالات سے متاثر ہوتا رہا،

ایک شب حالت یاس والم میں خودکشی پر آمادہ ہوا، مگر رانی نے عرض کی، کہ ہم کو جو یہ مصیبت لا دلدی دیکھنا پڑی، یہ سب مہارانا لچھمن کمار کے بیگناہ قتل کا نتیجہ ہے، اس کا ٹیکہ معہ اپنی ماتا اپنی ہی ریاست میں پرورش کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پارہا ہے، اگر یہ مہاراج کمار خانہ داماد بنا لیا جائے، نام بھی باقی رہ جائے، اور خون بے گناہ کی بھی تلافی ہوجائے،

(باقی دارد)

مشاغلِ علمی و تقریظات

شاندارِ علمی مستقبل ریاست پٹیالہ ہمارے معزز نوجوان علم پرور میر معقول محمود صاحب نے ریاست پٹیالہ کے جس محکمہ کا چارج لیا، اُس میں چار چاند لگا دیئے، ذیل کا علمی نوٹ آپکی محوِ نہ ہونے والی خیر خواہی ہے، جو صدیوں یادگار رہے گی،

مہاراجہ صاحب بہادر کے دورِ حکومت میں، تعلیم کی ترقی کے لئے کافی سے زیادہ کوشش کی جارہی ہے،

(۱) آج کل ریاست میں، ۷ ہائی سکول ہیں، جن میں سے ۶ لڑکوں کے لئے اور ایک لڑکیوں کے لئے، ۲۱ مڈل سکول ہیں، جن میں ۲۰ لڑکوں کے لئے ہیں، اور ایک لڑکیوں کیلئے، ۲۳۸ پرائمری ہیں، جن میں ۱۹۴ لڑکوں کے لئے، اور ۴۴ لڑکیوں کے لئے ہیں، جن میں کہ ۱۵۲۱۳ لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں، جو کہ ریاست کی کل آبادی کے ایک فیصدی کے قریب ہیں،

(۲) تعلیم کا منشا ہے کہ کل آبادی میں سے کم از کم ۱۴ فیصدی لڑکے اور لڑکیاں اسکولوں میں ہونے چاہئیں، چونکہ ریاست میں مردوں اور عورتوں کی تعداد تقریباً برابر ہے، لہذا صرف لڑکے ہی کم از کم آبادی کا ۷ فیصدی اسکولوں میں ہونے چاہئیں، لیکن ان مقامات کی حالت پر غور کرنے کے بعد جہاں کہ لازمی تعلیم کامیابی کے ساتھ جاری کردی گئی ہے، یہ تخمینہ کیا گیا ہے۔ کہ اگر ۴۰ ہزار لڑکوں کا نیا اندراج ہو جاوے، تو یہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے، کہ تقریباً جس ترقی کی موجودہ زمانہ میں اُمید کی جاسکتی ہے، اس کا ۳/۴ حصہ ریاست حاصل کریگی،

(۳) اس کے تئے ریاست، کو دو گنی کوشش کرنی پڑیگی' اوّل تو موجُودہ اسکولوں کی حالت کو ترقی دینا' اور ان میں طلبا کی تعداد کو افزوں کرنا' اور دوسرے اسکولوں کی تعداد میں کم از کم ۲۰۰ کا مزید اضافہ کرنا پڑیگا' گذشتہ ۵ برس کے دور میں صرف ۱۴۲۳ لڑکیوں کا اضافہ ہوا ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پوری تعداد حاصل کرنے کے لئے کم از کم ۲۰۰ برس کا عرصہ چاہئے' لیکن ہز ہائنیس کی خواہش کے مطابق ریاست نے فیصلہ کیا ہے' کہ وُہ کمی کو آئندہ دس سال کے عرصہ میں پورا کر دیگی' ہز ہائنیس کی حکومت نے خرچ کے لئے تین اقساط منظور کر دی ہیں'

موجودہ سال میں مندرجہ ذیل نئے اسکولوں کی ضرورت ہے:-

لڑکوں کیلئے

۹۰ پرائمری اسکول' ۳۰ مڈل سکول اور ۲ ہائی سکول'

(۲) ہر قصبہ میں جس کی آبادی ۲۰۰۰ یا اس سے زائد ہے' کم از کم ایک پرائمری اسکول ہونا چاہئے' اور ریاست کے ہر گاؤں سے کم از کم ڈہائی میل کے اندر ایک اسکول'

(ب) ہر ایسے قصبہ میں جس کی آبادی پانچہزار یا اس سے زائد ہو' ایک مڈل اسکول اور ایک ایک اسکول ہر ایک نیابت اور تحصیل میں ہونا چاہئے'

(ج) ہر ایک قصبہ میں جسکی آبادی دسہزار یا زائد ہو ایک ہائی اسکول ہونا چاہئے' اور ایک ہائی سکول ہر نظامت کے شہر میں ہونا لازمی ہے'

پانچویں برس میں ۵ نئے پرائمری اسکولوں کی ضرورت پیش آئے گی'

(۱) ہر ایک قصبہ میں جس کی آبادی ۱۲۵۰ یا اس سے زائد ہو ایک پرائمری اسکول کھولا جائے'

ریاست میں ہر گاؤں سے زیادہ سے زیادہ دو میل کے فاصلے کے اندر ایک پرائمری اسکول ہونا چاہئے'

(ب) مڈل سکولوں کی بنیاد پختہ کرنا ہوگی' ان کو ضروری ترقی دینا ہوگی' اور ان مقامات پر نئے اسکول کھولے جائیں گے' جہاں کہ ان کی خاص ضرورت محسوس ہوگی' بشرطیکہ محکمہ مال میں مزید امداد کی گنجائش ہو'

دسویں سال ۵، نئے پرائمری اسکولوں کی ضرورت محسوس ہوگی'

(۲) ہر ایک قصبہ کے لئے جس کی آبادی ایک ہزار یا اس سے زائد ہو ایک پرائمری اسکول ہونا چاہئے' اور ریاست کے ہر ایک گاؤں سے ایک میل کے فاصلے کے اندر ایک اسکول ہونا چاہئے'

(ب) پرانے بڑے اسکولوں کو مستحکم بنایا جائے' اور ان کو ضروری ترقی دی جائے' جہاں مزید اسکولوں کی ضرورت ہو' وہاں اگر محکمہ مال میں امداد کی گنجائش ہوگی' تو مزید اسکول جاری کئے جاسکیں گے'

لڑکیوں کے لئے

امسال پانچ نئے پرائمری اسکولوں کی ضرورت ہے' ہر ایک ایسے قصبہ میں جس کی آبادی کم از کم ۴ ہزار ہو' ایک پرائمری اسکول کھولا جائے' نیابت' تحصیل' اور نظامت کے صدر مقاموں میں ایک ایک اسکول ہونا لازمی ہے'

پانچویں برس میں، پرائمری اور دو مڈل اسکول جاری کئے جانے چاہئیں'

ایک ایک پرائمری سکول ہر ایک ایسے گاؤں میں جس کی آبادی ۲۰۰۰ یا زائد ہو ہونا چاہئے' ایک مڈل اسکول ہر ایک ایسے قصبہ میں جس کی آبادی کم از کم ۴ ہزار ہو' ہونا چاہئے

دسویں، ۵ پرائمری اسکول اور ایک مڈل اسکول ہونا چاہیئے،

ایک پرائمری اسکول ہر ایک ایسے قصبہ کے لئے ہونا چاہیئے، جس کی آبادی کم ازکم ۳ ہزار یا اس سے زائد ہو،

ایک مڈل اسکول ہر ایک ایسے قصبہ کے لئے ہونا چاہیئے، جس کی آبادی کم ازکم دس ہزار ہو، ہر ایک نظامت میں کم ازکم ایک اسکول ضرور کھولی جاویگی،

مندرجہ بالا اعداد سے ظاہر ہوتا ہے، کہ ریاست نے آئندہ دس سال کے عرصہ میں کسی ترقی کرنے کا ارادہ کیا ہے، مندرجہ بالا پروگرام پر دس سال کے اندر ہی عملدرآمد کیا جائیگا، بعد ازاں دوسرا نیا پروگرام بنایا جائیگا، اسکولوں میں حسب ضرورت مدرسین کی تعداد میں اضافہ کیا جائیگا،

(۴) اس پروگرام کی تکمیل کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش آئیگی، جس کا ایک حصہ روپیہ کے بجٹ کی نگرانی کرنے کے بعد اور ریاست سے مزید منظوری لے کر پورا کر لیا گیا ہے، لیکن کسی بھی حکومت کے لئے یہ ممکن نہیں، کہ اتنے بڑے پروگرام کو بلا رعایا پر بار ڈالے ہوئے، محض ریاست کے بجٹ میں کمی کرکے ہی تکمیل کو پہنچا دے،

ریاست پٹیالہ میں مالگذاری پیداوار کی ۱۱ فیصدی لیجاتی ہے، جاپان میں ۱۷ فیصدی، ترکی میں ۳۰ فیصدی، انگلستان، ہالینڈ، اسپین، بلجئم، بلغاریہ اور رومانیہ میں زمین کے لگان کے حساب سے ہر سال مالگذاری لیجاتی ہے، جس کا تخمینہ بہت ہی زائد ہوتا ہے، پنجاب میں فی ایکڑ کی پیداوار پر ۲۴۔ ۱ فیصدی مالگذاری لیجاتی ہے، لیکن پٹیالہ میں فی مزروعہ ایکڑ صرف ۱۔ ا روپیہ لیجاتی ہے،

(۵) بدیں وجہ مہاراجہ صاحب کی گورنمنٹ کو تعلیم کے لئے پروگرام پر عملدرآمد کرنے کے لئے

کوئی دوسرا راستہ آمدنی کا نکالنا پڑیگا، مہاراجہ صاحب کی خدمت میں رعایا کی جانب سے نمائندگان آئے جنہوں نے کہا کہ اگر تعلیم کی کمی کو پورا کیا جاوے، تو رعایا مزید ٹیکس ادا کرنے کو تیار ہے، تاکہ رعایا میں سے جہالت کا مرض دُور ہو جائے، مگر ہز ہائنیس کی گورنمنٹ نے تعلیم کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ٹیکسوں میں اضافہ کرنا مناسب خیال نہ کیا، بلکہ سکنڈری اسکول کے لڑکوں کی فیس میں قدرے اضافہ کرکے اس کمی کو پورا کیا ہے،

(۹) ریاست عام طور پر پرائمری تعلیم کے لئے کوئی خاص فیس نہیں لیتی، اور کالج میں تو لڑکوں کو مفت تعلیم دیتی ہے، جس کی کہیں مثال نہیں ملتی، لڑکوں سے صرف سکینڈری تعلیم کے لئے فیس لی جاتی ہے، اور ان میں بھی مقابلہ پنجاب، جیند اور نابھہ کے اسکولوں کی فیس ۱/۴ اور ۱/۲ ہیں، اور مالیرکوٹلہ کے مقابلہ میں ۱/۲ اور ۱/۲ ہیں، علاوہ بریں پنجاب ایجوکیشنل کوڈ کے مطابق شہر کے امدادی مدرسوں میں فیس معاف نہیں ہو سکتی، ریاستوں کے ایسے اسکولوں میں صرف ۵ فیصدی فیس لڑکوں سے فیس لی جاتی تھے، لیکن ریاست پٹیالہ میں معاملہ قطعی برعکس ہے، یعنی لوکل امدادی مدرسوں میں ۵۰ فیصدی لڑکوں سے فیس لی جاتی ہے، اس پر بھی ہمارے اسکولوں کے نتائج ظاہر کرتے ہیں، کہ ان کی تعلیم ریاست کے یا بیرونجات کے اسکولوں سے کسی طرح کم نہیں،

بدیں وجہ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، کہ ریاست میں وہی فیس سکینڈری اسکولوں کے لڑکوں سے کیوں نہ لی جاوے، جو کہ دیگر اسکولوں میں لی جاتی ہے، جبکہ ریاست پرائمری اور کالج کی تعلیم مفت دیتی ہے، لیکن ریاست نے مثل پھولکیاں ریاستوں کے اور پنجاب کے یکایک کہیں زیادہ نہ کرکے مندرجہ ذیل طریقہ پر فیس میں ماہ ساون سے بیشی کر دی ہے :-

درجہ ہائے	روپیہ آنہ پائی	درجہ ہائے	روپیہ آنہ پائی
درجہ نمبر ۵	۰ - ۸ - ۰	درجہ نمبر ۸	۱ - ۸ - ۰
درجہ نمبر ۶	۱ - ۰ - ۰	درجہ نمبر ۹	۲ - ۰ - ۰
درجہ نمبر ۷	۱ - ۸ - ۰	درجہ نمبر ۱۰	۲ - ۸ - ۰

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلبا کی تعداد میں دو آنہ فی کس اور سیکنڈری اسکولوں میں تعلیم پا رہے طلبا پر ۔ ارفی کس کا حساب ہوا ہے۔

یہ بات قابل فخر ہے کہ جس میں کمی بیشی کر دینے کے باوجود بھی پٹیالہ ریاست میں تمام صوبوں کے مقابلہ میں سستی تعلیم دی جاتی ہے اور اس بات کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا کہ آیا لڑکا ریاست کا باشندہ ہے یا بیرونجات کا۔

(۷) ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے ارادہ کیا ہے کہ فیس میں بیشی کرنے کے سبب جو اضافہ آمدنی میں ہوگا اس کو بھی تعلیم کی ترقی کے لئے صرف کیا جاوے بشرطیکہ ایسے تمام اخراجات کی تفصیل بجٹ میں پیش ہونے سے پیشتر منظوری کے لئے روانہ کر دی جائے۔ ریاست کے ہائی اسکولوں میں قابل ٹیچروں اور عمدہ آلات سائنس اور فرنیچر بہم پہنچانے کے لئے بھی روپیہ کافی طور سے منظور کر دیا گیا ہے۔ ہز ہائینس کی منظوری کے مطابق اسکولوں کی عمارات کی توسیع اور آئندہ پانچ برس کے ہر سال ۵ نئے اسکول کھولنے کے واسطے بھی منظوری ہو چکی ہے علاوہ بریں مہاراجہ صاحب کی منظوری کے مطابق لڑکوں کی صحت جسمانی کا ڈاکٹری معاینہ کرنے کا بھی انتظام اس سال کیا جا رہا ہے اور کھیل وغیرہ کے لئے بھی کافی سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔ بوائے اسکاؤٹ تو پہلے ہی صوبہ بھر میں ناموری حاصل کر چکے ہیں۔ حکومت کی سرگرمیاں یہیں پر نہیں ختم ہوتی ہیں بلکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بیکاری دور کرنے کا بھی انتظام کیا گیا ہے جس کا واقع

ہونا ممکن ہے،

اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے ایک ٹیکسٹ بک کمیٹی مقرر کی گئی ہے، جو کہ ریاستی اسکولوں کے لئے عمدہ اور مفید طلب کتب تجویز کرے گی، اور کریکیولم بنا دیگی، بالغان کی تعلیم کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس کمیٹی میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کے ممبران ہوں گے، علاوہ بریں مہاراج نیپال نے وائسرائے کو ڈنر دیتے وقت باشندگان ریاست کی جانب سے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ تعلیمی ترقی کے لئے ہر ممکن طور پر امداد کرنے کے لئے تیار ہیں، ان کے اس خیال کی ہز اکسیلنسی وائسرائے نے بھی بہت تعریف کی تھی، چنانچہ اب کمیٹی جو کہ سرکاری اور غیر سرکاری ممبران پر مشتمل ہوگی، ضرور اپنے فرائض انجام دیگی،

(۹) اندازہ لگایا گیا ہے، کہ اس وقت ریاست میں ۲ لاکھ رعایا کے لئے ان کے گاؤں اور قصبات میں اسکول موجود ہیں، اور بعض گاؤں قریب ترین اسکول سے بھی کافی فاصلہ پر واقع ہیں، ۱۰ سال کی مجوزہ اسکیم پر عملدرآمد کرنے سے ریاست کی رعایا میں سے کم از کم سوا پانچ لاکھ کیلئے اسکول جاری ہو جائیں گے، اور ہر گاؤں سے اسکول زیادہ سے زیادہ ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہوگا اور مندرجہ بالا بستی کا اثر صرف تین ہزار افراد پر پڑے گا،

اب اس بہادرانہ اسکیم کو جاری کرنے کے لئے مہاراجہ بہادر جس خوبی اور حسنِ عقیدت سے سرگرداں ہیں، اس نے ان کے حسنِ انتظام کو چار چاند لگا دیئے ہیں،

مہاراجہ صاحب بہادر نے اپنے ۱۰ سال کے دورِ حکومت میں پیشتر کے مقابلہ میں ۱۲۴ فیصدی کی منظوری محکمہ تعلیم پر، ۱۵۰ فیصدی شفاخانہ جات پر، ۱۳۴ فیصدی انتظام حکومت پر، ۱۰۰ فیصدی اور ½۳۰ فیصدی پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ پر، اور ½۴۰ فیصدی قانون کو مستحکم بنانے کے لئے فرمائی ہے،

طاقت کی کمزوری ہمارے دوست منشی انوار ہاشمی صاحب نے جب دیکھا کہ دیوان سنگھ مفتون اخباری دُنیا کی مٹی پلید کر رہا ہے، اور حق و صداقت کے گلے پر بد دیانتی کی چھری چلا رہا ہے، تو بڑی متانت و وقائع نگاری کے ساتھ حقیقت سے طاقت آزمائی شروع کی، مگر ملک کا مذاق ادبی اور تنگ النساں شریروں نے بگاڑ دیا، اس حقیقت کا اب قدر دان کون ہے، چنانچہ وُہ خسارہ سے کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کیا گیا، چاہئے یہ تھا کہ دیوان سنگھ اپنے خداوند نعمت علی حسن کی پارٹی کے افراد کی امداد کرتا، مگر حاسد روسیاہ کی سیاہ بختی اور تنگ خیالی ملاحظہ ہو:

"ریاست کے ایک دو ذلیل اور کمینہ حاسد بھی پیدا ہوئے، جنہوں نے لوگوں کو دہوکہ دینے کے لئے "ریاست" کا ظاہری لباس اختیار کیا، اور آخر جب پبلک انکی نیت اور خود غرضیوں سے واقف ہو گئی، تو اُن کو موت کی نیند سو جانا پڑا"

اَے فانی جل کر فنا ہو جانے والی ہستی، نہیں فنا ہوئی ہوئی ہستی خدا کا خوف کر کل تیرے سر پر مصیبت کے بادل منڈلائیں گے، اور تجھے شاید مقروض ہو کر دہلی سے بھاگنا پڑے،

لاہور کی اخباری لاج ہند کی اخباری دُنیا میں لاہور نے ایک خاص طرح کا نام پیدا کر لیا ہے، یو پی، لاہوری اخباری ترقی پر تو شاداں ہیں، مگر انکے جگر زرگری پر افسوس کناں ہے، اس کا جواب ایک معقول جواب ہے، جس پر کبھی کچھ لکھیں گے،

مگر اُن کے اطمینان کے لئے ہم پارس کا حوالہ دیتے ہیں، کہ جو عرصہ تین سال سے ادبی، ملکی اور اتحادی پالیسی کے میدان میں نہایت خوبی و متانت سے گامزن ہے، اس معقول اور مقبول صحیفہ نے لاہور کی اخباری برادری کی لاج رکھ لی، اس ملکی خدمت کا سہرا ہمارے ناواقف اور ناآشنا لالہ کرم چند صاحب ایڈیٹر کے سر ہے، خدا کرے کہ دیگر بھائی ایسی متانت سے کام

لیتے ہوئے اتحاد و اتفاق کے ساتھ ملکی خدمت میں مصروف ہوں،

مہاتما بودھ کی تعلیم

مہاتما بودھ کی تعلیم و تلقین جس زمانہ میں ہوئی، اس کا یہ اثر ہوا کہ کل مہذب ممالک میں بودھ مت پھیل گیا۔ اس مادیات کی ترقی کے زمانہ میں بودھ اور ان کی تعلیم کی ہر انسان دل سے قدر کرتا ہے، آپ کی تعلیم کا ذیل کا مختصر نوٹ جو ہمارے مکرم رائے بہادر پنڈت شیو نرائن صاحب شمیم ایڈوکیٹ پنجاب ہائی کورٹ نے لکھا ہے، بے حد دلچسپ ہے،

"ایڈیٹر"

توقع کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ ضرور بدھ مت کی لہر ہندوستان میں آوے گی، کلکتہ میں عظیم الشان دھارا بن گیا ہے، ۲۸ مئی کو ممبئی میں دھارا کی بنیاد پڑی ہے، بدھ گیا میں دہرمسالہ تیار ہو گیا ہے، اور بنارس کے قریب مقام سارناتھ ایک عظیم الشان دھارے کی بنیاد پڑ گئی، اور اس پر عمارت شروع ہے،

ریئس ہند کے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے مختصراً یہ بتلانا ضروری ہے کہ بدھ بننے کے لئے پابندیاں یا شرطیں ایسی نہیں کہ انسان کو نفس کشی، خود آزاری، خود تعزیری کی نوبت پیش آئے، بودھوں کا حکم یہ ہے،

(۱) برہم شرنم گچھامی

(یعنی آتا ہوں میں بدھ کے قدموں میں پناہ کے لئے)

(۲) دہرم شرنم گچھامی

(پناہ لیتا ہوں اس کے دہرم کے چرنوں میں)

(۳) سنگھم شرنم گچھامی

(اس کے فرقہ کے چرنوں میں آتا ہوں)

بودھ ہوتے وقت پانچ سیلہ اقرار کرنے پڑتے ہیں۔ یہ پن بیان کرنے آسان اُنکی پابندی مشکل ہے، یہ اخلاق کی پہلی منزل ہے، جو بودھمت میں ضروری ہے۔ ہم ذیل میں اُنکو پالی زبان میں درج کرتے ہیں۔ ہر ایک اقرار کے تحت معنی دینگے:۔

(۱) پانوتی پاتا دے رامینہ

(کسی ذی جان کو مت مارو)

(۲) آدیا دانا وے رامینہ

(کسی کی جائداد مت چراؤ)

(۳) کام سو مچھیا سارا وارے مینہ

(کسی عورت سے ناجائز تعلق نہ پیدا کرو)

(۴) موسا واسا رادے رامینہ

(دروغگوئی مت کرو)

(۵) سورا میری را یا ماچیا یا سادہ نا وارے مینہ

(منشیات مسکرات کا استعمال مت کرو)

"شمیم"

ہمارے حاصل شدہ سورج

جے پوریوں کی تباہی عوام کا یہ خیال غلط ہے کہ ارباب بست وکشاد حکومت انگلشیہ ریاستوں میں عنصر غیر داخل کرنے کی پالیسی پر کاربند ہیں، کیونکہ ہم ہر وقت دیکھتے ہیں کہ ساکنین ریاست ہا کمزوری عدم لیاقتی کی طرف مائل ہیں، جب کوئی علاقہ غیر سے آتا ہے، تو خودداری اور حیا و شرم یکدم چھوڑ کر بیجا ناز برداری اور غلامانہ طرز عمل پر اتر آتے ہیں، اور جب وہ ریاست سے نکالا جاتا ہے، تو ایک روز پہلے ایسے سلوک کرتے ہیں، کہ جو جانی دشمن سے بھی روا نہیں رکھا جاتا، اس پر اگر ان کی اپنی ریاستوں میں بری درگت نہ ہو تو کوئی تعجب نہیں۔

جے پوری بالطبع افیون کے گولے چڑھانے والے، بزرگوں کی بزرگی کی ڈینگیں مارنیوالے، ہیں، جو خواب غفلت میں اس قدر مدہوش ہیں، کہ ان کی تیغیں زنگ سے ناقابل کار ہی نہیں ہوگئیں بلکہ قطعاً بیکار و شکستہ ہو چکیں، ان کے جذبات پامال ہوگئے، ان کے بزرگوں کے بہادری کے کارناموں پر ان کی غفلت نے پانی پھیر دیا، کوئی زمانہ آئیگا کہ مہارانا پرتاپ، مہاراجا سنگ رام سنگھ، مہارانا امر سنگھ، اور دیگر سرفروش غیور راجپوتوں کے بے نظیر کارنامے محض افسانہ سمجھے جائیں گے، ایسی بیبک اور صدیوں کے خمار میں مہاراجہ مرحوم کے انتقال کے بعد ساکنین جے پور کا دربار جے پور سے اخراج ضروری تھا،

انبالہ کے رئیس اعظم سے غداری دنیا آجکل اس قدر احسان فراموش اور غدار واقع ہوئی ہے کہ برسوں کی نمک خواری، ذرہ سی غرض پر قربان کر دیجاتی ہے، انبالہ کے نہیں نہیں ملک وقوم کے خادم بنی نوع انسان کے ہمدرد، خاندانی رئیس رائے بہادر لالہ بنارسی داس جیسے رئیس اعظم

کی مخیر ذات سے پنجاب بھر میں کون ناواقف ہے، کہ جن کی ذات لکھو کھا روپیہ کے اصراف سے کول کالج، شفاخانوں، پاٹ شالاؤں، یتیم خانوں، ملک اور قوموں کی بیدریغ پرورش کر رہی ہے چونکہ آپ کی طبیعت شاہانہ واقع ہوئی ہے، اور سرفیت کا زور ہے، بد دیانت طبائع کی نگرانی رکھنے سے معذور ہے، بد دیانت نمک حراموں نے اُس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر آپ کو ہر طرح رومالی و مالی تکالیف پہنچائیں، پرمیشر کا شکر ہے کہ صورت معاملت بہتر ہو گی،

نواب صاحب منگرول کی انصاف پسندی ہندوستان میں ہزار ہا مسلمان ایسے ہیں کہ جنکی سربلندی کو دل سے قدر کرنا چاہئے، چنانچہ اُن میں سے ایک نواب صاحب بہادر منگرول دکاٹھیاواڑ) ہیں، حضور ممدوح نے "گجرات کاٹھیاواڑ تعلیمی کانفرنس" میں اعلان فرمایا۔

کہ "جو لوگ مساجد کے سامنے ہندوؤں کے باجہ بجانے پر اعتراض کرتے ہیں وُہ معقولیت سے کام نہیں لیتے، کوئی ٹھوس وجوہات نہیں جن کی بنا پر وُہ باجہ بند کرانے کا مطالبہ کر سکتے ہیں، خود مسلمان اپنے تہواروں کے دوران میں مسجدوں کے نزدیک جا جب باجہ بجاتے ہیں، اِن وجوہات کی بنا پر میرا خیال ہے، کہ مسلمان نہ تو مساجد کے سامنے باجہ کو روک سکتے ہیں اور نہ اس معاملہ میں گورنمنٹ سے کوئی درخواست ہی کر سکتے ہیں"

ایڈیٹر" نواب صاحب منگرول ہندوستان کی اُن مایہ ناز ہستیوں میں سے ہیں، کہ جن پر ہر ہندوستانی کو فخر کرنا چاہئے،

نابھہ میں اکالیوں کا فرضی مورچہ اور مفتری ازلی کی افترا پردازی ہمارے سبزہ زار کے دشمن یا بھائی گورچرن سنگھ کی ہنڈال چوکڑی کے جتھہ اُس کی جلا وطنی نابھہ کے بعد سکھانِ عالیشان کی طاقت نئی نئی شرارتوں سے پامال کرنے اور گورنمنٹ کی نظروں سے گرانے میں کامیاب ہونے، اِس تمام شورش نارواکا ناکام مقصد

یہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ اُس معتوب کو نابھہ کی رعایا پر ظلم رانی کا بھیر موقع مل جاتے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ڈیرہ دُون سے بھی نکالدیا گیا اب نفتری ازلی دیوان سنگھ نگہبانِ سعادت نشان کے تباہ وبرباد کرنے کے لئے "نابھہ میں نیا مورچہ" قائم کرنے کی بربادکن دلیری دلاتا ہے" اسے بہادر سکھو کچھ تو سمجھو'

بہبودیٔ فریدکوٹ پنجاب کی ریاستوں میں فریدکوٹ کا پریسیڈنٹ قابل ہزار ستائش ہے' اُس نے بڑی دانشمندی سے ملک کو شورش بیجا سے محفوظ رکھا' اور دوسری طرف ضروری تھا کہ ریاست ترقیات سے فیضیاب ہوتی' چونکہ ایسے ایسے ذرائع ترقی ہماری ریاستوں کے لئے باعث رشک ہیں' اس لئے ہمارے نامہ نگار صاحب ریاست فریدکوٹ ہماری ریاستوں پر بجید مہربانی فرمائینگے' اگر ترقیات جدید پر بلا مبالغہ کوئی مضمون لکھیں گے'

جیند کی بربادی ڈھینگرہ کے ہاتھوں صاحب فٹیز پیٹرک نے پنجاب کی ایجنسی کا چارج لے لیا' بڑا مبارک ہوگا' اگر وہ مہاراجگان جیند کی گذشتہ یکصدی سے زائد بے خلل تاریخ انگلشیہ کی خدمات پر غور کرتے ہوئے' مظالم ڈھینگرہ کی تحقیقات کیلئے یورپین عنصر کا ایک غیرجانبدار کمیشن مقرر فرمائیں' مظالم ڈھینگرہ کی فہرست طولانی ہے' تاج جیند سے غداری کا ثبوت بالوگنج شملہ کی کوٹھی کا انتقال ہی کافی ہے' کیا تاجداران اپنی ریاست کے ایسے حصے بجز سے کر سکتے ہیں'

خوش انتظامی میسور دربار میسور قابل رشک ترقیات سے ہمکنار ہو رہا ہے' یہ سب کچھ مالک ارکان کی نیک نیتی کا ثمرہ ہے'

سگِ دیوانہ کاکاغذی اژدہا اور رئیس جیند کی فولادی چھری سے مہ نو سے فتانہ وسگ بانگ میزند' سگ راپرس خصم نوبا ماہتاب حیثیت' ہندوستان کی جملہ رعایا میں سے کھایا

ریاست سرمور بڑی خوش نصیب ہے کہ جیسے یکے در پئے تین مدبر فرمانروا نصیب ہوئے نیک دلی اور بہبودئ رعایا جن تاجداران کی صفات ہوں، وہاں کی رعایا کیوں بہشت کے مزے نہ لے اسی وجہ سے اس قدیم شاہی خاندان کی پرستش کی جا رہی ہے، مگر ایک بھائی گورچرن سنگھ معزول مہاراجہ نابھہ کی ظالمانہ و بیرحمانہ طرزِ حکومت کے "دیوانہ کُتے ہیں" کہ جو اس آفتاب عالمتاب کی نورافشانی سے اندھے ہو رہے ہیں، یہ طامع بدذات اپنے تنورِ شکم کے گرم کرنے کے لئے قابلِ تعظیم انتظامات سرمور پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں، حالانکہ ایسے دنیوی کُتے "نابھہ کی ظلم رانی" اور دہلی کی غلیظ گلیوں کے رسوا کسی شریف تجربہ سے قطعی بے نصیب ہیں، ایک مشہور افتراء پرداز راندہ درگاہ کبریائی "شفق لم یزلی ناقابل ذکر کا غذی ریاست کا مالک حضور وائسرائے کے دورہ سرمور کے متعلق بڑی دریدہ دہنی سے گورنمنٹ عالیہ کے نائب السلطنت پر کمینے الزام لگاتا ہوا ہرزہ سرائی کرتا ہے :-

"لارڈ وائسرائے ہند نے اپنے مختصر سے دورہ میں ریاستوں کا اس قدر دورہ کیا ہے جبکہ غالباً کسی وائسرائے کو اپنے پانچسال کے عرصہ میں کبھی نصیب نہ ہوا ہوگا اور لطف یہ ہے کہ اس دورہ بازی میں سوائے دعوتیں کھانے اور "ہم خوش میں تم خوش رہو" کی تعریف کرنے کے کچھ بھی نہ کیا گیا"

جن بدذاتانہ خیالات سے شاہ جارج پنجم کے معزز نائب یا اکبر و اورنگزیب کے جانشین کی نیت ایمانداری و دیانتداری اور انصاف پسندی پر بیباکانہ حملہ کیا گیا ہے، وہ اس متحمل مزاج گورنمنٹ عالیہ ہی کا حوصلہ ہے کہ جو ایسے زہرآلود پیالے چار کی پیالیوں کی طرح پی جاتی ہے، "اگر گورچرنی حکومت" میں کوئی ایسی زبان درازی کرتا، تو زبان گدّی سے نکال دی جاتی۔

مفتون کی مجرمانہ فتنہ انگیزیاں

نامہ نگار صاحب ناہن نے دفتر ہذا میں دیوان سنگھ کی ایک چٹھی کی نقل اس کی نیت کا پتہ لگانے کے لئے بھیجی ہے، جس میں واقعی اس کی ہوس زرطلبی کا دستی پورا نا تعفن ہے، دنیا میں ایسا کون اخبار نویس ہے، کہ جو ایک ذمہ دار کی طرف سے بھیجی ہوئی تردید کے شائع کرنے سے انکار کرکے یہ خوف دلائے کہ "میں اور بھی لتّی پلید کروں گا" اس پلید ہستی کو یاد رکھنا چاہئے، کہ ہر فرعونے را موسی، اس کے اس عالمگیر ہوس زرطلبی کے جذبہ نے ہماری ریاستوں کے خلاف ایک ایسا عام جہاد کر رکھا ہے، کہ جسے کوئی سخت سے سخت ذلیل بھی روا نہیں رکھ سکتا، مگر ہندی دربار بالعموم سگانِ دنیوی کی بکواس کی پروا نہیں کرتے، نہ ہمارے ہندو پرچے جذبہ قومیت رکھتے ہیں، حضور نظام اور ٹونک کے متعلق جو اس نے ظالمانہ روش اختیار کی تھی، دیکھ لیجئے کہ ہندوستان کے طول و عرض کے کل مسلمانی پرچوں نے تردیدی مضامین لکھ لکھ کر اس کی کمپونڈری کا مزا چکھا دیا، کچھ عرصہ کیلئے ہمارے معصوم تاجدار اس کی شر انگیز فتنہ خیز حرام خوری کی تحریرات سے محفوظ ہو گئے تھے، اب یہ فتنۂ خوابیدہ تنگ دستی سے مجبور ہو کر اپنی اسی خارشِ شغال کے مرض میں پھر مبتلا نظر آتا ہے،

کتوں کی بھوں بھوں

چنانچہ اب چند ماہ سے یہ بھُو کی روح ریاست سرمور کے خلاف ایسے عیوب نکالنے لگی ہے، کہ جو "دورِ ریدمنی" کی بہترین یادگار تھے،

ناہن پہنچنے کے لئے سخت دشواریاں تھیں، ۴۳ میل کا راستہ دشوار گذار گھاٹیوں، ناہموار پہاڑیوں، دل شکن اوترائیوں، چڑھائیوں، سینکڑوں دشوار گذار نالوں نے ایسا دشوار گذار بنا رکھا تھا، کہ بڑے بڑے بھیم و ارجن بھی پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے، مگر ہمدرد خلائق مہاراجہ نے بصرفِ زرِ کثیر اس کٹھن منزل کو آسان کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن سے ناہن تک موٹر کی سڑک تیار کرائی دریاؤں پر ہزاروں روپیہ کی لاگت کے پُل بنوائے اور اس کی حفاظت کے لئے ایک خاص سنا[illegible]

دوامی منظور فرمایا، اعلان کیا گیا کہ ٹھیکہ دار آئیں اور موٹریں چلائیں، بیسیوں ٹھیکہ دار آئے اور درجنوں کی درجنوں موٹریں ضائع کرنے کے بعد بڑی عاجزی سے اظہار معذوری کیا، جب اس طرح سے تیار شدہ سڑک بیکار ہو گئی، تو مونوپلی منظور فرمائی، اس پر بھی کوئی ٹھیکیدار رضامند نہ ہوا، خیر مجسم کنور رندیپ سنگھ کا جذبہ شاہی موجزن ہوا، چونکہ آپ کو موٹروں کا شوق ہے، اس لئے آپ نے کسی نقصان کی پروا نہ کرتے ہوئے، لاکھوں روپیہ "ناہن موٹر سروس" پر لگا دیا، اہلکاران کنور صاحب، دربار اور تاجدار نے ہر چند اس نوجوان شہزادہ کو اس غیر معمولی ہمدردیٔ انسانی سے روکا، مگر شاہی خون جس بات پر آمادہ ہو جاتا ہے کیوں ٹلتا ہے، نہ ٹلے، چنانچہ ہر ماہ سینکڑوں روپیہ کا نقصان ہوتا ہے، پانچ کاریں بیکار ہو گئیں، اہلکاران کنور صاحب موصوف چاہتے ہیں، کہ مونوپلی تنکست ہو جائے، مگر یہ دُھن کے پکے، بہبودیٔ عوام الناس پر تُلے ہوئے ہیں، اختتام میعاد تک۔ خدا معلوم کس قدر نقصان اُٹھائیں،

مگر ایک افترا پردازوں کا بدذات فرقہ ہے، کہ جو اِس مالی وجانی قربانیوں کے لئے دربار کو ہر طرح بدنام کر رہا ہے، کہیں کوئی بدنصیب "بندوبست" جیسے مفید اصلاحی کام پر نکتہ چینیاں کرتا ہے، حالانکہ رعایا بندوبست کرانے کے لئے کبھی بیقرار تھے، مہاراجہ بلائے بہادر لالہ کاہن چند سے مسلّم افسر کی خدمات حاصل کی ہیں، غرض کہ فرضی اور مصنوعی واقعات کا ایک پہاڑ کھڑا کر کے ریاست کے بہترین انتظامات کو اغراض فاسدہ کے لئے بدنام و متہم کیا جا رہا ہے، مگر ایسے سگ صفت دیوانوں کو یاد رکھنا چاہئے، کہ "دربار سرمور" بعض ریاستوں کی طرح اِن گیدڑ بھبکیوں میں آنے والا نہیں ہے، اور تو اور وہ "دہن سگ بلقمہ دوختہ بہ" پر بھی عمل پیرا نہ ہوگا، ہاں اگر کسی بدذات کا کام فیل ہو گیا، عالیشان مکان چھوڑ کر ایک جھونپڑے میں آ گیا،

مشینیں رہن رکھدیں، قرضہ سر پر چڑھ گیا، نالشیں دائر ہوگئیں، شراب نوشی عیش و عشرت کے بجائے تصویر فروشی پر گذر اوقات آن ٹھیری، تو بھیک مانگ سکتا ہے، مگر مذہباً و اخلاقاً کسی ایسے بدطیرہ بدمعاش کو ایک لقمہ دیا جانا بھی حرام ہے،

میں واقعات و حقیقت کی بنیاد پر کمربستہ ہوگیا ہوں، اگر کوئی بدمعاش آئندہ ایسی بدمعاشی کرے گا، تو اس سے وہی سلوک کیا جائے گا، کہ جو دہلی کے دیوانہ کتوں سے کیا جاتا ہے،

الراقم

اے روبہک چرا ننشستی بجائے خویش

با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

مہاراجہ الور کا بدذات بدخواہ

مہاراجہ الور رعایا و برایا میں محبوب ہے، مگر پیٹ کے بھوکے کاغذی بدگو ہمیشہ ان کی جناب میں طرح طرح کی ہرزہ سرائی کرتے نظر آتے ہیں" "ریاست" کا سابق بھائی گورچرن سنگھ کی عادات کا خوگر ہونے کی وجہ سے ایسے صفات، صفات نہیں سمجھتا، شرفا کی نابالغ لڑکیوں، لڑکوں، لونڈوں اور دیگر قبیحہ شغل جب دوسرے تاجدار میں نہ پائے جائیں، تو یہ ضروری ہے کہ ایسی عادات کے عامل کسی نہ کسی طرح سے یہ چھتے ہمیشہ دہراویں اور دہلی کے شہدوں کی امداد سے خوب نون مرچ لگائیں، خواہ ان کے شہزادہ برباد ہوں خواہ بدنام، اگر انہیں تو ہر حالت میں "گورچرنی" مظاہروں کی ضرورت ہے، کیا ایسے مخرب اخلاق فرضی فسانے لکھنے سے "گورچرنی" اخلاق سوز افعال لعنتی کی تلافی نہیں ہو سکتی، مگر عقل کا اندھا اسکے ساتھ ہی مہاراجہ الور کے طریقۂ داشت ماغات کی داد دیتا ہے، اور مایۂ ناز تصور کرتا ہے، خیر!

دیواس کلاں کی خوشحالی

بھائی گورچرن سنگھ کے عملِ ظلمرانی کے نتائج نے اسکو ملک سے بے ملک کیا، اُس کے عہد کے بہیر و حد میں ترستے ہیں، اور نت نئے عیوب تاجدارانِ ملک پر

لگاتے ہیں، کہ جہاں اُن کا "بھائی جی" اُن کو گڑاہ پرشاد کھلانے سے معذور ہو گیا خدا کرے وہاں سب تاجداران معزول ہو جائیں"۔ "حاسد روسیاہ" ایسے ہی بدذات لوگوں کو کہا جاتا ہے، دوسروں کی دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں، خواہ ایک ہماری بھی پھوٹ جائے' اُسے دُنیوی دیوانہ سنگوا کچھ کرو بھائی گورچرن سنگھ واپس نہیں آسکتا' نہ ایسے غلط الزامات سے دیواس کی خوشحالی پر حرف آسکتا ہے'

بہاولپور اور نواب سکندر حیات خان نواب بہاولپور نے پنجاب کا بہترین دماغ اپنے کاروبار وزارت کے لئے منتخب کیا' اُدھر مرالمخزوں کو اپنی دال چپاتی کی پڑی ہے چنانچہ ہماری ریاستوں کا دشمن بھائی گورچرن سنگھ کا مرثیہ گو ہلالی مضامین کے سلسلہ میں ایسے غلط مفتریانہ مضامین لکھتا ہے کہ جس سے دونو کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں' حالانکہ جس معاملہ پر بحث ہوئی تھی' وہ دلچسپی کی اختلاف رائے تھی' ملک کے بدمعاشو! نیک ذرائع سے رزق پیدا کرو' ایسی شرارت تمہارا سر توڑ دیگی ،

مسلمانوں کی توہین مسلمانوں کے ہاتھوں سے یہ سب کو معلوم ہے کہ دیوان سنگھ مفتون تعلق مبلغ علم کا مالک ہے' اس کے قلمی خطوط اُسکی علمی تہیدستی کے شاہد ہیں' مسلمان اہل قلم ریاست میں مصروف کار ہیں' اس پر کس قدر ستم کا مقام ہے کہ سیاست کی ریاکاری سے نہ فقط ہندی معزز ہستیوں کی خاک اڑائی جا رہی ہے' بلکہ مسلمانوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے' ذیل کا لطیفہ اس شرارت کا پتہ دیگا' کہ نوابوں کو کیسا بیوقوف ثابت کئے جانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں :-

نواب۔ کیا بارش پڑ رہی ہے'

بیگم۔ بجلی کڑک رہی ہے' خوب زور سے بارش ہو رہی ہے' مکان گر رہے ہیں'

نواب سے دیوار کو ہاتھ لگا کر، بے فکر ہو کر سو جاؤ، اپنی دیواریں مضبوط ہیں۔

اخبار ہی دنیا کا شکار خیر پور سندھ ہم نے پبلک اور رعایائے ریاست ہائے کے خیالات اور حالات کا اندازہ کرنے کے بعد ریاستوں کی حفاظت اور قائمی کی غرض سے ایک خاص شان سے ریلیں ھند دہلی سے جاری کیا، متعالی اور جانی قربانیاں کیں، اُس وقت ہندوستان بھر میں ایک پرچہ بھی ایسا نہ تھا، کہ جو اپنے حاصل شدہ سوراج کی تباہی میں کوشاں ہو، بھائی گورچرن سنگھ کی چنڈال چوکڑی نے اِس کا آغاز کیا، پھر تقریباً کل پرچہ اِس تباہی میں مصروف ہو گئے، اب خیر پور سندھ کے سر پر ان طامع طبائع کے ہاتھوں بجلیاں گرائی جا رہی ہیں۔

سر جان طامسن چیف کمشنر دہلی سر جان طامسن کی زبردست شخصیت کی کیفیت مہاراجگان نابھہ، اندور اور نظام سے پوچھا چاہئے، کہ جس کی ایک حرکت قلم نے دو تاجدار معزول اور ایک معتوب و مفلوج بنا دیا، جب بھائی گورچرن سنگھ کی دست برداری عمل میں آئی، تو اُس کا بدخواہ پرویا گنڈسٹ آپے سے باہر ہو گیا، اور سر موصوف کی نسبت ہزلیات و خرافات کا ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا، "ریاست" کے اوراق اِس کے شاہد ہیں۔

مگر بدعتی سست بنیاد، بدباطن، دروغ گو، سر موصوف کے دہلی کے چیف کمشنر ہو جانے کی بنیاد پر اب اُن کی تعریف کرنے میں میراسیوں سے بھی زیادہ فوق لے گیا ہے، مطلب سعدی دیگر است، کہیں اکثر دشمن کی امداد کا شکریہ تو ادا نہیں کیا جا رہا۔

بھائی ارجن سنگھ کی تیشہ زنی مذہبی اوقاف پر گورو صاحبان نے جو عملِ زندگی ظاہر فرمایا وہ سراسر بنی نوع انسان کی ہمدردی پر مبنی تھا، مگر آج اُن کی برکات سے فیض یافتہ، خدمت ملک کے بجائے ہر طرح کی بدعتوں میں گرفتار ہیں، باگڑیاں کے "بھائی جی" دال روٹی بنا کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے، مگر آجکل ذرا "ارجن سنگھ" کی اخلاق سوز حرکتیں دیکھئے کہ لنگو مست اور ہزار ہا روپیہ

کی خیرات اپنی ذات کے لئے وقف کردی، پہاڑی سلیوں کی سیر اور دیگر سیریں کیا بیان ہوں، ریاستوں سے مانگ کر سولن میں ایک قومی مکان تیار کیا، جسے چاروں طرف سے مذہبی نشانوں سے سجایا گیا۔ اب وہ مکان ایک یورپین عورت کو ہوٹل کے استعمال کے لئے دے دیا، کہ جہاں سب طرح کا حلال و حرام کام و کھانا ہوتا ہے۔ اور رنگ نوشی کے بادل اِس مذہبی عمارت پر ہر وقت چھائے رہتے ہیں۔ (باقی دارد) نامہ نگار سولن

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں کہ مہاراجہ بھرت پور پر "ریاست" نے اپنا میگزین شرارت شروع شروع میں کس طرح ختم کیا، مگر اُس کی ایمانداری کے ملاحظہ کے لئے آجکل کا سلسلہ مضامین بھی ذرا دیکھا جانا چاہیئے۔

پہاڑی ریاستوں کی جوک قدیم طریقہ کاروبار کے موافق پہاڑی ریاستیں آج تک "بند و مودی" رکھتی ہیں، مگر زمانہ کے اثر سے اب یہ خیرخواہ خدام خون آشام جوک سے کم نہیں یہ لوگ حرامخوروں سے مل کر منیجروں کی نا جائز خدمت کر کے اِن ریاستوں کو خوب لوٹ رہے ہیں صاحب سپرنٹنڈنٹ ہل اسٹیٹس اور بالغ حکمرانوں کو چاہیئے کہ اِن جوکوں کو جھٹکا دیں

منیجروں کی جوک اِن نیٹیوں سے لئے ایک خون آشام جوک منیجروں کی ہے، کہ جو ہمیشہ کسی نہ کسی ریاست کی شہ رگ کو چمٹی رہتی ہے، گیان سنگھ، سالہا برس نابالغ پہاڑی خوشحالی اور دولت میں اپنی عمر ختم کر چکا، مگر اب فریفتہ ہے کہ پہاڑ نہیں چھوڑتا۔ نہ پیٹ میں آنت نہ منہ میں دانت، کوٹھی، کوٹھار میں بڑے بڑے گل کھلائے، اب بھی میں امیرانہ اور عیاشانہ زندگی بسر کر رہا ہے، چونکہ ریاست میں سخت مخالفت شروع ہو گئی، اِس لئے آپ شملہ کی کوٹھیوں ہی پر ہر وقت حاضر دیکھے جاتے ہیں۔ ریاستی گھوڑے، ریاستی نوکر، ریاستی مکان، مودیوں کی خدمات، کچہری میں کیوں رہیں، صاحب ڈپٹی کمشنر شملہ کو اِس نقل و حرکت کی بابت جواب طلب

کرنا چاہئیے' اب ہم چند سوال اِس پیرِ نابالغ سے دریافت کرتے ہیں:-

(۱) اسماءان زیور بر ہمنی لچھمی' ہیرو' ہیلموں کون ہیں' اور کیا کیا حالات ہیں'

(۲) کوٹھی واقع سنجولی جو تعمیر کی ہے' اور لڑکوں کو شاہی خرچ سے تعلیم دی ہے' وہ روپیہ کہاں سے آیا؟

(۳) حکمی مخبری کی مخبری کے کیا کیا حالات تھے' ڈالی جو انگریزوں کو دی جاتی ہے' اُن کی کیا تفصیل ہے'؟

(۴) زیورات جو راج ماتا سے جبراً حاصل کئے گئے ہیں' وہ اصلی حالت میں ہیں؟

(۵) پُلوں کی تیاری پر غریب رعایا پہاڑی سے کیا کیا امداد لی گئی' اُس کی تفصیلات کیا ہیں؟

(۶) معمولی تیاری پُلوں پر انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے کیوں جلسے رچائے گئے اور کس قدر خرچ کیا گیا؟

(۷) عورتوں کو کس بنا پر آزادی کا سارٹیفکیٹ دیا گیا' اور وہ ایسی کون کون عورتیں ہیں' آیا وہ نیک چلن ہیں؟

(۸) ہزار ہا روپیہ کا جو فرنیچر خریدا گیا۔ آیا وہ موجود ہے' اور سٹاک لسٹ میں درج ہے؟

(۹) ریاست کے نوجوان تعلیم یافتہ پہاڑی لڑکوں کی پرورش کا آپ کے زمانہ میں کیا طریقہ روا رکھا گیا؟

(باقی دارد)

گورنر پنجاب اور سپرنٹنڈنٹ ہل اسٹیٹس فرا شرم کھائیں

ہمارے مخبر نامہ نگار نے ریاست بھجی سے پل بنٹی کی افتتاحی رسم کی تصویر بھیجی ہے ہم اِس کے متعلق ہرہند اصحاب قائم مقام حکومت قیصری سے باادب دریافت کرتے ہیں:-

(۱) کیا کسی رئیس کی نابالغی میں جبکہ مالی حالت اچھی نہ ہو، ایسے معمولی کام کی ایسی پُرشان افتتاحی رسم ادا کی جانی مُناسب ہے ؟

(۲) کیا ایسی تقریب بلا موجودگی رئیس منائی جانی موزون ہے، اور اِس موقعہ پر مالک کیوں بُلایا نہیں گیا ؟

(۳) تصویر میں جو لڑکا رئیسانہ ٹھاٹ سے آپ دونوں کے آگے کھڑا ہے، وہ کون ہے اور اُسکی دربار میں کیا پوزیشن ہے ؟

(۴) ایسے دربار میں ایسا لڑکا، ایسی پوزیشن حاصل کرنے پر آپ صاحبان اِس کو پسند کرتے ہیں ؟

(۵) دُور دراز سے غیر متعلق اشخاص کی طلبی کہاں تک جائز ہے،

نیشنل ایڈی سی شملہ

ستمبر میں نیشنل اے ڈی سی شملہ نے ایک قومی ڈرامہ جس کا پلاٹ ملکی اتحاد پر تھا، نہایت اعلیٰ قابلیت سے دکھایا، چندر دساہنے قبل از دید ہی تحفہ تیار کر لئے، مگر ذی فہم ٹیکا صاحب بھٹوگ، کنور رندھیر سنگھ صاحب کوٹ کھائی اور بہار سنامی کی نقادنگا نے حق بحقدار رسید کا جلوہ دکھایا، ایسے ڈرامے ہمارے رؤسا کے لئے ازحد مفید ہیں، ددیکھتبی عجیب عمل

مہاراجہ بھرتپور کی گمراہیاں

رئیس ہند کو سخت افسوس ہے کہ ہمارے نوجوان مہاراجہ بھرتپور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہیں، ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ مہاراجہ صاحب کو ع

مُرغ زیرک چوں بدام اُفتد تحمل بایدش

پر چنڈے عمل کرنا چاہئے، اور اپنی تمام مصروفیات کو خاص جامہ پہنا دینا چاہئے، اور ایسا کام کرنا چاہئے کہ جو پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ انڈیا کے منشا کے خلاف نہ ہو، پھر اس کا نتیجہ دیکھیں،

کپورتھلہ میں دو عملی کچھ عرصہ سے ریاست کپورتھلہ میں دو پارٹیاں بن گئی ہیں، جس سے اندیشہ ہے کہ بنا ہوا کام بگڑ جائے، ضرورت ہے کہ مہاراجہ صاحب مغربی سیر و سیاحت پر زیادہ دل نہ لگائیں، اور خانہ خرابی کے سامان پر غور کریں، سازش کا قلع قمع کر دیں۔

گورنر پنجاب کی توجہ کے قابل ہندوستان کی عیش و عشرت سے حظ اٹھانیوالے انگریزو اور شملہ کی سرسبز پہاڑیوں پر بے فکری سے گذر کرنیوالے ذمہ دار حاکمو، ذرا فکر مندوں کے افکار دُور کرنے کی بھی کبھی سوچا کرو، جہاں تم سال کے ۶ ماہ ان پہاڑوں میں بہشت کے لطف لیتے ہو، وہاں یہاں کے قدیم تاجداران پر بھی نظرِ کرم رکھو، کہ جو معمولی آدمیوں کے ستائے ہوئے سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں، اِس وقت تمام پہاڑی ریاستوں میں معاملات ریاست کٹھیوگ اہمیت اختیار کر رہے ہیں، کیا تمہارے لئے مشکل ہے کہ تم بے بس ٹکہ صاحب بہادر کٹھیوگ کی دستگیری فرما کر ریاست کو تباہی سے بچا سکو، جدید گورنر صاحب اپنی مدبرانہ پالیسی سے معاملات کو بآسانی سلجھا سکتے ہیں، جس کا ہر باشندہ کو دل سے متمنی ہے، پہاڑی راجگان تو اس قدر غافل و خود غرض ہو گئے کہ اُنہیں کسی بھائی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی،

بیگم بھوپال اور ہندو مسلم کشیدگی اخبار سوراج دہلی ۲۹ جولائی ذیل کا مضمون چھاپ کر بیگم بھوپال سے جواب کا طالب ہے، ایڈیٹر

"حال ہی میں جو اعلان بیگم صاحبہ بھوپال نے ہندو مسلم اتفاق کے لئے بطور اپیل کے شائع کیا ہے، وہ واقعی قابلِ تحسین ہے، جس سے کہ ہندوستان کے دو لڑاکا فرقوں میں خوشی خرمی اور دوستانہ تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں، لیکن ہندو دُنیا میں چند اسباب کی بنا پر بیگم صاحبہ کے متعلق غلط خیالات پیدا ہو رہے ہیں، اور وہ بے وجہ نہیں ہیں، چند ایسے قوانین پر ریاست میں عملدرآمد ہو رہا ہے، جس سے کہ بیگم صاحبہ کی مسلم نوازی کا پتہ چلتا ہے، کیا بیگم صاحبہ مندرجہ ذیل

سوالوں کا جواب کسی پریس میں بھیجکر اہلِ ہنود کے شکوک کو رفع کریں گی'

(۱) کیا یہ صحیح ہے کہ ریاست بھوپال کے ہر ایک مسلمان باشندہ کا ہندو دھرم گرہن کرنا ریاست کی جانب سے جرم قرار دیا گیا ہے'

(۲) کیا یہ درست ہے کہ اگر کوئی ہندو اسلام قبول کرلے' تو وہ خواہ چاہے بغیر ہندو دھرم میں واپس نہیں آسکتا'

(۳) کیا یہ ٹھیک ہے کہ اگر بھوپال ریاست کا باشندہ کہیں ریاست سے باہر بھی مسلمان ہو جاتا ہے' تو اس کو ریاست میں آنے پر سزا دیجاتی ہے'

(۴) کیا یہ صحیح ہے کہ ریاست میں شدھی کی تحریک جاری کرنے والے اشخاص سزا کے مستوجب ہوتے ہیں'

(۵) کیا یہ درست ہے کہ کوئی ہندو، جین یا سکھ اپنا نیا مندر ریاست کے اندر نہیں بنا سکتا' حالانکہ مسجدوں پر اس قسم کی کوئی قید عائد نہیں ہے' اور ہر جگہ بنائی جاسکتی ہے'

(۶) کیا یہ صحیح ہے کہ گذشتہ ۴ سال کے دوران میں ۶۰ ہزار ہندو ایک خفیہ سازش کا شکار کرکے مسلمان بنائے گئے' اور اس سازش اور پروپگنڈا کی سرپرستی اور مالی امداد خفیہ طور پر ریاست کی جانب سے کی جاتی ہے'

(۷) کیا یہ ٹھیک ہے کہ بعض اوقات دیوانی و فوجداری کے ہندو مجرموں پر غیر واجب اور خلاف قانون طریقہ پر دباؤ ڈالا جاتا ہے' اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو رہائی مل سکتی ہے'

گذشتہ مردم شماری کے مطابق ریاست کی مجموعی آبادی ۶۹۲۴۴۸ تھی جس میں سے ۵۶۰۱۵۶ یعنی آبادی کا ۸۱ فیصدی ہندو تھے' جس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست کی زیادہ تر مالگذاری ہندوؤں سے وصول ہوتی ہے' اس لئے یہ واجب ہے کہ مذہبی معاملات میں تعصب کو

داخل نہ دے کر ہندوؤں سے اگر اب تک برابر کا برتاؤ نہیں کیا گیا ہے، تو اب کیا جانا چاہئے

آخر میں یہ ظاہر کر دینا پڑے گا کہ مندرجہ بالا سوالات کسی قسم کے تعصب کی بنا پر نہیں لکھے گئے ہیں، بلکہ اُن کا مطلب محض یہی ہے کہ اگر یہ باتیں غلط ہیں، تو اس غلط فہمی کو ہندوؤں کے دل سے دُور کر دینا چاہئے، کیونکہ دُنیا پر خیالات ہی حکومت کرتے ہیں، جب تک ایک فرقہ کے فرمانروا کی نسبت دوسرے فرقہ کے لوگوں کے دلوں میں قائم رہیں گے، اُس وقت تک امن و شانتی کے لئے تمام اپیلیں بیکار ثابت ہونگی، (ایک ہندو مولوی)

بندوبست بھوپال کئی سال سے جدید بندوبست ریاست بھوپال میں ہو رہا ہے، یہاں ہمیشہ سے مستاجرانہ بندوبست تھا، جس میں گورنمنٹ بھوپال کا سب سے بڑا یہ فائدہ تھا، کہ مستاجران وہ بلا تخلف اوقات مقررہ پر قسط مقررہ خزانہ میں داخل کر دیتے تھے، اب جدید بندوبست رعیت واری ہو رہا ہے، اُن مستاجروں کو جنھوں نے گذشتہ بندوبست میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپیہ بقایا کے داخل خزانہ کر کے گاؤں لئے تھے، اور ہزاروں روپیہ صرف کر کے آباد کئے تھے، ان کے تمام حقوق جدید بندوبست سے رعیت داری ہونے کی وجہ سے زائل ہو گئے،

کاشتکاروں کی آسانی کے لئے بیگم کے عہد میں ایک بنک قائم کیا گیا تھا، ۸ فی سینکڑہ شرح سود کے حساب سے روپیہ دیا جاتا تھا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ جس کاشتکار نے سو روپیہ کی درخواست کی ہے، تو ایک مہینہ ٹکریں کھانے کے بعد خزانہ سے سو روپیہ برآمد ہو کر غریب کاشتکار کے ملنے میں مشکل سے پچھتر روپے پڑتے ہیں، اور بیچارے کاشتکار سے بے ضابطہ سو روپیہ سے زائد ملازمین ریاست کو وصول ہو جاتے پر بھی خزانہ کی رقم کاشتکار کے ذمہ باقی نکل رہی ہے، یہ عام حالت ہے، جب بنک کامیاب نہ ہوا، تو رعیت داری کی کیا اُمید کی جا سکے، دس دس پندرہ پندرہ روپیہ کے اہلکاروں سے کی شکم پوری مشکل ہے لیکن سو سو، پچاس پچاس روپیہ ماہوار پانیوا

ذمہ دار افسران کی گذرستے اسباب ہیں، یہاں کی رعایا تباہ ہو رہی ہے، چھوٹے ملازمین پریشان ہیں، کوئی فریاد نہیں سنتا،

ریاست کے مصارف حد سے زیادہ تجاوز کر چکے ہیں، لیکن کوئی یہ دیکھنے والا نہیں ہے کہ دس پندرہ روپیہ پانے والا اہلکارِ ریاست کیونکر گذر کریگا، بڑے عہدہ داران کے مشاہرے بڑھانے سے چھوٹے ملازم و نیز حکومت کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے، اندیشہ ہے کہ اگر انتظام رعیت داری فیل ہو گیا، تو ریاست کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا، جس کی تلافی ناممکن ہوگی، ریاست اِس وقت بھی قرضدار ہے،

حکومت مہاجن و مستاجروں کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ کاشتکاروں کو بیج کھاد دیں، وہ انکار کر رہے ہیں، کیونکہ ان کے حقوق قطعی طور زائل کر دیئے گئے، اُن کو آئیندہ اپنے روپیہ کی وصولی کی توقع نہیں ہے، کیونکہ جب بنک کا ہی روپیہ، جس کا تعلق حکومت سے تھا، اور حکومت جس طریقہ سے چاہتی، وصول کر سکتی تھی، اُن سے وصول نہ ہو، تو مستاجر و مہاجنوں کی تو کیا حقیقت ہے علاوہ ازیں اب رعیت آزاد ہے، اگر مستاجر یا مہاجنوں نے حکومت کے خوف سے روپیہ دیے بھی دیئے، تو انہیں سخت سے سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا،

گورنمنٹ بھوپال نے قانون اسلحہ نافذ کر کے کاشت کاروں کو فیس لائسنس سے مستثنیٰ فرمایا ہے، لیکن ایک کاشت کار کو ایسا لائسنس حاصل کرنے میں بے ضابطہ کچھ کم و بیش روپے صرف کرنے پڑتے ہیں، معلوم نہیں نواب صاحب بہادر نے کیا سوچ کر اِس آزادی کو جو ہر چھوٹی سے چھوٹی ریاست میں بھی موجود ہے، جس کے لئے حکومت برطانیہ کی رعایا ترستی ہے، قطعی طور پر زائل کر دیا ہے، رعایا میں نواب صاحب بہادر کے اس رویہ سے ایک عجیب بل چل مچ رہی ہے، خدا خیر کرے،" نامہ نگار،

(باقی آئیندہ)

Latest Portrait of Shri [illegible] Singh Sahib Bahadur Rana of [illegible] State [illegible]

[illegible] Inspector [illegible] Delhi, who has [illegible] of Books.

دسترخوان رئیس ہند

جلوس ششم آراستہ دہلی، ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۳ء در بار دہم و یازدہم

تصویرات بلاک	ٹیکہ کرم چند صاحب بہادر ٹیہوڑ، مہر گڑانا دلیپ سنگھ صاحب بہادر والئے ریاست کلانی	ڈاکٹر بیلی یارنال وف

رئیسِ ہند

زیرِ سرکردگی آنریبل علامہ فہامہ جناب سردار دیوان بھگونت رائے صاحب بہار سنامی ایم اے ایل ایل بی رئیس

جلوسِ ششتم	منعقدہ دہلی، اکتوبر و نومبر ۱۹۲۸ء	دربارِ نہم و یازدہم

رموزِ مصلحتِ رئیس

زندہ رہنے کے ناقابل ہستیاں

مرے سوم جھجان (کنجوس)، مرے ان چلن (گنوار) ٹٹو
مرے کلیانی نار (لڑاکن عورت)، مرے ہٹ خصم (خادم) نکھٹو

پتر وہی مر جائے، جو کل کو داغ لگائے
متر (دوست) وہی مر جائے، جو وقت پر کام نہ آئے

بے نیاؤ (غیر عادل) راجہ مرے، سو انکے مرے نہ روئے
بیتال کہے سن بکرما جب ہی نیند بھر سوئے

ایک زمانہ تھا کہ شاعر پند و نصائح کے خوشگوار منتروں سے راہگان وہنی نوعِ انسان کو آفاتِ زمانہ سے بچاتے تھے، کیونکہ سچی رہبری کرتے تھے۔ مندرجہ بالا کلام مشہور کوی بیتال کا ہے، جسنے مہاراجہ بکرماجیت کو حفاظت کا صحیح راستہ بتایا ہے۔ آجکل کی شاعری بداخلاقی کی لعنت ہے، خدا رحم کرے۔

"بہار سنامی"

ہندو مسلمانوں کی ناجائز تفریق

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

ملکی فضا ملک کے بدخواہ نالائق پیٹ کے بھوکے گردن زدنی اشخاص نے بارہا بگاڑی اور بیگناہوں کے کشت و خون تک ہمیشہ نوبت پہنچائی ، اس نالائق تحریکِ اشتعال کا نتیجہ اُن کی چند روزہ گرم بازاری اور مفادِ قومی و ملکی کی تباہی ہوا ، تحریک عدمِ تعاون کے بعد جو طاقتیں گورنمنٹ کی پالیسی کے خلاف نادانی سے صرف رہی تھیں وہ اپنے ہی بھائی بہنوں پر ٹوٹ پڑیں ، وہ اخبارات کہ جو گورنمنٹ کا ناک میں دم کئے ہوئے تھے یکدم اپنی پالیسی تبدیل کرکے آپس ہی میں دست و گریباں ہونے لگے ، آؤٹ لک انگریزی ، اور ملاپ ، تیج ، زمیندار ، الامان ، پیسہ ، مشرق وغیرہ اخبارات ملک کو بدنام اور برباد کرنے کے لئے ایک دوسرے کے بزرگوں کو صلواتیں سنانے لگے ، اور یہ ایک عام مطالبہ گورنمنٹ سے شروع ہوگیا کہ "فلاں جگہ مسلمان ہونا چاہیئے ، فلاں جگہ ہندو" ، جب گورنمنٹ کی ملازمتیں حق و انصاف کے دینے کے لئے مقرر ہیں تو ہم نہیں جانتے کہ ایسی ایسی تقرریوں پر کیوں زور دیا جاتا ہے ، اس کا تو صریح مقصد یہ ہوا کہ عہدہ دار عدل و انصاف کے لئے مقرر نہیں کئے جاتے بلکہ دوسری قوم کو برباد اور اپنی اپنی قوم کو ناجائز مفاد پہنچانے کے لئے کرائے جاتے ہیں ، لعنت ہے اس تفریق پر ، اور ڈوب مرنے کی جگہ ہے ، ایسے مطالبہ پر نہ معلوم ایسی دانشمند گورنمنٹ ایسے صریح ظالمانہ بے جا اور برباد کن مطالبہ پر کیوں اُن کی ضمانتیں نہیں لیتی ، ملازمتوں کا معیار لیاقت و دیانت ہونا چاہیئے نہ کہ مذہب و فرقہ پر ، کیونکہ سرکاری محکمے کوئی مطبخ و لنگر خانے نہیں کہ روٹی تقسیم کرنے کے لئے کسی ہندو و مسلمان کی ضرورت ہو +

(ایڈیٹر)

ٹیکہ صاحب تھیوگ (کوہستان شملہ)

گذشتہ ۶ ماہ سے اُترکھنڈ کی ایک معمولی ریاست تھیوگ اپنے خانگی تنازعات کی وجہ سے دُنیا بھر میں طالب رُوشناسائی ہوگئی، اُس ریاست کا ولیعہد ٹیکہ کرم چند صاحب پدر مہربان کی نامہربانیوں نے پہاڑ بھر میں مظلوم و مفلوک بنا رکھا ہے۔ حالانکہ کرنل کولڈسٹریم صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ریاستہائے کوہستانی نے جب اس نوجوان ہونہار شہزادہ کے قوائے عقلی و ذہنی کا اندازہ کیا تو اُن کو قابل اتالیقوں سے ہر طرح کی علمی و ادبی، سوشیل و اخلاقی، تعلیم و تربیت دلائی، پھر آپ نے چیفس کالج لاہور کی تعلیمی سکیم بڑی محنت اور کامل شوق سے مکمل کی، اسکے بعد آپ نے اپنی طبیعت کی پرواز سے جوڈیشیل کام کا علمی تجربہ حاصل کیا، جنگلات کے کام پر بھی عبور کیا، مگر افسوس کہ آپ کے والد بزرگوار نے اس گوہر بے بہا کی قدر کرنے کی بجائے آپ کی ترقی کے راستہ میں ہر طرح کی مشکلات پیدا کیں، کیونکہ آپ نے برخلاف رواج خاندان شادیوں کا ایک طومار باندھ دیا، جس سے یہ سب خانگی تنازعات شروع ہوئے۔

افسوس کہ کرنل صاحب تبدیل ہوگئے، اور اُن کی جگہ مسٹر سالسبری قائم ہوا، کہ جن کی طبیعت پہاڑ کی ہر سوغات پر فریفتہ ہے، وہ والد نامہربان کی سازشوں میں فریق مقدمہ بن گیا جس سے ایک خطرناک تباہی کا آغاز ہوگیا، رؤسا کوہستانی یہ معاملہ بڑی آسانی سے سُلجھا سکتے تھے، مگر بعض بدمعاش لالچی اور جی حضوری رؤسا نے اپنی جبلی عادت سے مجبور ہو کر مزید خرابی کے سامان پیدا کر دئے، آپ کی تصویر آپکی قابلیت کی شاہد ہے، قیافہ شناس قیافہ لگا سکتے ہیں۔

سیر الآثار

یعنی

حقائق التاریخ

ہمارے سفیر باتوقیر کا سفر

تاجدارانِ کوہستانِ اُترکھنڈ کی راجدھانیوں میں

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو ریسِ ہند ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء)

دارالخلافہ کیونتھل سے روانگی اور بھاگو و ہاسو کی چوٹیوں پر سیر

(۲۴ میل - ۳ ہزار فٹ بلندی سے ۸۲۲۸ فٹ بلندی پر)

(دہلی سے ۲۴۵ میل پر نظارہ)

درره منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسے ‏ ‏ ‏ شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

میں راجہ صاحب سے ملکر اور ہر طرح کی واقفیت حاصل کرکے اگلی صبح بھاگو، ہاسو کی بینظیر دل افروز چوٹیوں کی سیر کے لئے نکلا، یہ دونو چوٹیاں شملہ سے جانب مشرق ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں، اس سیر سے مقصد یہ تھا کہ دوربین کی امداد سے ہندوستان کی ابتدائی ریاست رامپور سے لگاکر ہر ایک شرقی وشمالی ریاست اُترکھنڈ کا محل وقوع اور جائے مقام معلوم کرلوں، چونکہ مجھے جنگل پہنچنے میں کشمیری مل سودی کی غلط رہنمائی سے سخت تکلیف ہوئی تھی،

اسلئے روح فرسا چڑھائی کی وجہ سے میری روح کانپ رہی تھی کہ خدا معلوم کس مصیبت کا سامنا ہو، مگر راجہ صاحب نے اپنے خاص اصطبل سے ایک خاص پہاڑی ٹانگن عطا فرمایا، اسکی خوبصورتی، طرز رفتار پہاڑی چڑھائی، اصالت اور سامان کی درستی میری بیحد خوشی کا باعث ہوئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ راجہ صاحب کی نگران حال طبیعت ہر ایک رکانہ پر کامل نگرانی رکھتی ہے، اور یہ خوب جانتے ہیں کہ کس شخص سے کیسا سلوک کیا جانا چاہئے۔ اگر اس عنقا صفت سے ہمارے سب تاجدار متصف ہو جائیں، تو پھر ہمیں اور ضرورت ہی کیا ہے، وہ دل شکن چڑھائی کہ جسے دیکھ کر بھیم و ارجن بھی گھبرا جائیں نہایت دلچسپی اور فرحت سے طے ہوئی،

چھرابڑا کی دلفریبی

میں شملہ میں کچھ عرصہ ٹھہر کر اپنے چار ہمراہیوں کے ہمراہ فاگو کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بورڈ پر "وائلڈ فلور ہال" (پہاڑی پھولوں کا مقام) لکھا تھا، میں فاگو کا راستہ چھوڑ کر بورڈ مذکور کے اشارہ پر تانگا چلدیا، جب ایک فرلانگ چڑھائی طے کی، دیکھا کہ کوہ قاف کا نظارہ ہے یا چمنستان کشمیر کا، حقیقی و تحقیقی گل اور گلبدنوں کا مخزن ہے، یا بہشت کی رنگ رلیوں کا دید، گھاس نے جو صنعت سے کاٹا گیا ہے سبز مخملی فرش بچھا رکھا ہے، اور چند درجوں پر تقسیم ہے، درختوں کا منتشر سایہ ہے، میز کرسیاں آراستہ ہیں، اور نہایت سلیقہ سے سامان چاء نوشی سجا ہے، سینکڑوں طرح کے پھولوں نے اپنی خوش رنگی اور بوقلمونی کا ایسا گلزار کھلا رکھا ہے، کہ اتر کھنڈ کے تمام خودرو گل و گلزار، پھول پتی اسپر نثار ہیں، بیسیوں میمیں اور انگریز، خال خال ہندو اور مسلمان چاء نوشی میں مصروف ہیں، مقام مذکور کی دلفریبی اور طرز تزئین و آرائش، ہر پژمردہ سے پژمردہ سیاح کو خواہ مخواہ اپنی طرف کھینچتی ہے، میں بیخود ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا، اور دم بھر تبت و چین کے دوامی برف سے ڈھکے ہوئے ہزاروں میل کے پہاڑوں پر دوربین سے نظر ڈالی، معلوم ہوا کہ جن پہاڑوں پر ایشیا کی نہیں نہیں دنیا بھر کی زبردست حکومت کا قائم مقام اور اسکی قوم کے افراد جان دیتے ہیں ان کے مقابلہ

میں وہی نسبت ہے کہ جو اکبر اعظم کو اورنگزیب سے، وہ برفانی سلسلۂ کوہ اصل ہمالہ ہے اور اسکے نیچے کے کا حصہ اندرونی کوہ ہمالیہ، قدرت میں نے اُن سب ریاستوں کی سیر کرائی، کہ جنہیں آج تک ہم نے دیکھا نہ تھا، دائیں طرف شامیانہ کی شکل میں بدری نارائن جی کے بھی درشن کئے کہ جو اپنی شکل و صورت میں سب پہاڑوں کا تاج ہے، ان پہاڑوں کے کھیتوں میں جہاں بانھو کی کاشت ہوتی ہے، غضب کی بہار ہے۔ اُس کی سرخی ایسی پیاری اور دلربا ہے کہ اِس سلسلۂ کوہ سے نظر بند کرنا سخت مشکل ہے،

مسٹر پٹیل پریسیڈنٹ اسمبلی سے ملاقات

میں اٹھا اور چاروں طرف چلکر دیدہ بینا سے چکر لگایا دیکھا کہ ایک طرف مشہور خادم ملک رشی صورت مسٹر پٹیل معہ چند ممبران اسمبلی کے براجمان ہیں، میں دوران قیام شملہ میں اسمبلی کے پانچ جلسے دیکھ چکا تھا کہ جن میں بندرگاہوں، دیاسلائی، پبلک سیفٹی بل، پنڈت نہرو کا اظہار خیال متعلق توہین پریسیڈنٹ، ہوم ممبر کا جواب، لالہ لاجپت رائے کی مسکت و مدلل تقریریں خاص دلچسپی کا موجب تھیں۔

ممبران اسمبلی کی حقیقت

اُسوقت میں نے دیکھا تھا کہ ہندوستانی غدار اور اسمبلی کی ممبری کے ناقابل افراد کس طرح ذلیل طور پر گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، اور گورنمنٹ ایسے اہم فرض کی ادائگی کے لئے کیسے کیسے ممبر منتخب کر کے ملک میں رسوا ہوتی ہے!

جہاں مصطفےٰ آباد کا رئیس ایک بڑا پگڑ باندھ کر، داڑھی چڑھا کر، اِس کونسل میں دسہرہ کا گھوڑا بنے اُلّو کی طرح ہال میں بیٹھا نظر آیا، وہاں پنڈت مالویہ طوطی شیریں بیان کی طرح چہکتے نظر آئے، بعض انگریز ممبر گدھے کی طرح بنچوں پر ٹانگیں پریسیڈنٹ کیطرف دراز کئے یورپی ادب و تہذیب کی مٹی پلید کرتے دیکھے گئے۔ بعض سرکاری ممبر خواب خرگوش میں اُونگھتے پائے گئے، پہلی میٹنگ میں مسٹر پٹیل بھی ایک گوشہ میں ڈھاٹا لگائے

مغموم و آشفتہ نظر آئے، مگر اُس منحنی صورت میں سے جب "آرڈر" "آرڈر" کی آواز نکلتی تھی تو ہال میں سناٹا چھا جاتا تھا، بعض اوقات قہقہوں کی آوازوں سے ہال گونج اٹھتا تھا کہ جیسے کسی تھیٹر میں دودشک کے پارٹ پر ہوا کرتا ہے، سوراجسٹ اور انگریز ملازم ممبر جس شوق اور غور سے حق ممبری ادا کرتے دیکھے گئے وہ سرکاری نامزد ممبروں کے لئے بڑی شرم کا نظارہ تھا،

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی

جس روز مسٹر گریو بوم ممبر نے اپنی سابقہ نفرت زا دانشمندی اور فرعونیت سے بھری ہوئی کی پریسیڈنٹ سے معافی چاہی، اس روز اسمبلی کا نظارہ اور تھا، اُس روز مسٹر پٹیل میں بھی جان پڑتی نظر آتی تھی، چونکہ رنج و غم اور فرحت و انبساط کے دو دیدگا سین میری نظر میں تھے اسلئے میں بڑے شوق و ذوق اور دلی تعظیم و تکریم سے ہندوستان کے اس سب سے بڑے عالم باعمل کی طرف جھکا، آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے مجھے تعظیم دی، اور خلوص سے ہاتھ ملایا، میں انکی شخصیت سے مسحور ہو کر ان کے قدموں پر جھکا، بہت دیر بات چیت کی، آپ نے افسوس ظاہر کیا کہ میں اردو نہ جاننے کی وجہ سے رئیس ہند کا شوق مطالعہ پورا نہیں کر سکتا، میں نے دیکھا کہ بغیر جراب، معمولی جوتا پہنے دھوتی ڈالے کرتا کھدر کا ڈاٹے، اور اودی چادر اوڑھے، انگریزی ہیٹ اور بوٹ سوٹ پہننے والوں پر ان کا لباس لعنت بھیج رہا ہے، اسکا یہ سادہ لباس اسکی وقعت بڑھا رہا تھا جو تصنع اور بناوٹ سے پاک تھا۔ ضروریات کے مطابق تھا۔ ہندوستانی عادات کے مطابق تھا،

چار نوشی کا لطف

اتنے میں میری پارٹی چار نوشی میں مصروف ہو گئی۔ مجھے بھی آوازیں پڑیں، میں ٹہلتا ٹہلتا، آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا، دائیں بائیں دیکھتا، لطف اٹھاتا، اپنی میز پر پہنچا، اور وہاں اس لطف سے چار پی، کہ عمر بھر اسکی گرمی لطافت خوبی حافظ کو تر و تازہ اور مفرح و مسرور رکھے گی،

میں حیران تھا کہ انگریز جیسی قوم! اور یہ لہو و لعب!! معلوم ہوا کہ آج اتوار ہے، یہ کاروباری قوم، یوم پوری وابستگی اور حقیقی ادائے فرض زندگی سے چور چور ہو کر اتوار کا دن صحت و زندگانی کی تروتازگی میں صرف کرتی ہے، دکانیں بند کر دیجاتی ہیں - دفتروں میں چھٹی ہوجاتی ہے، شملہ خالی ہوجاتا ہے، سوبرہ، کفری - بھاگو، وائلڈ فلور ہال مقامات پر جاکر نئی زندگی حاصل کرتے ہیں،

انگریزوں کی دلی و دماغی مصروفیت

میں نے ایک ہفتاد سالہ میم کو دیکھا کہ برآمدہ میں آرام کرسی پر بیٹھی آنکھوں سے کتاب پڑھ رہی ہے، اور جب دل میں آتا ہے شارع عام پر اپنی نظر ڈال کر اپنی واقفیت بڑھاتی رہتی ہے، دونو ہاتھوں سے موزہ بن رہی ہے، چاروں طرف بچے بیٹھے ہیں - اُن کی تعلیم و تربیت جُدا ہو رہی ہے - غرضیکہ اسکا ہر عضو کاروباری ہے، اور کوئی لمحہ مصروفیتِ نیک سے خالی نہیں، ایک ہم ہندوستانی ہیں کہ سوائے فضول بکواس، چغلخوری، حقہ نوشی کے دُنیا میں اور کوئی کام نہیں نظر آتا - افسوس

بھاگو سے ہاٹ کوٹ (دارالریاست کنہیار)

(۳۳ میل - ۲۸۰۳ فٹ کی بلندی سے ۵ ہزار فٹ نشیب میں)

عرش سے فرشِ فردوس پر

پُر فزا میدانی رقبہ

تیس سال گذرے جبکہ میں کوہستان ریاست پٹیالہ کا تحصیلدار اور مجسٹریٹ تھا، اُسوقت پہاڑ کے چھوٹے چھوٹے ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو تین تین بسوہ کے کھیت دیکھ دیکھ کر حیران ہُوا کرتا تھا، اُن ہی ایام میں پتہ لگا تھا کہ وسیع میدانوں اور کھیتوں کا سلسلہ ریاست کنہیار میں ایک خاص شان دکھا رہا ہے،

میں بھاگو سے براستہ سائری کنہیار پہنچا - یہ ۳۳ میل کا فاصلہ ہزاروں فیٹ کی

خطرناک اُترائی میں ختم ہوتا ہے، ساتری سے نیچے کے تمام پہاڑ خاردار جھاڑیوں، ناکارہ بُوٹوں اور پتھروں سے ڈھکے پڑے ہیں، جہاں کُنہیار واقع ہے، اُس کے اِردگرد وسیع کھیت ہیں، وہاں بیٹھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی دیس کے گاؤں میں بیٹھے ہیں، اِس آبادی کے غرب میں دریائے گمبھر اور ندی کوصنی کا خوشگوار مقامِ اتصال ہے، کہ جس کے اُوپر قُدرت نے نو سو بیگہ کا وسیع مُدوّر میدان بنا دیا ہے، جو سڑک شملہ سے بھاگو ہو کر کانکا پہونچتی ہے، ۱۴ میل پر ریاست کے لئے جُدا ہو جاتی ہے، جو اپنے اختتامِ مسافرت تک گھوڑا چھکڑا بآسانی لیجاتی ہے، جتوگ سے کُنہیار تک سوائے موضع بڈہری کے بے نظیر پانی کے اور کہیں پانی کا نام و نشان نہیں،

عماراتِ ہاٹ کوٹ

چونکہ اِس علاقہ میں برفباری نہیں ہوتی، اسلئے مکانوں کی چھتیں پھُوس کی ہوتی تھیں۔ مگر دورِ جدید کے اعتیاطی اور فضول خرچی کا دور ہے، لاپروا دِل اور دماغ چھپّروں کو جلانے لگے۔ اسلئے ٹین کی چادر کی چھتیں پڑ گئیں، دُور سے اُن کا نظارہ بڑا دلفریب ہے،

پیداوار

یہاں کی پیداوار دیس کے مطابق ہے، سب چیز پیدا ہوتی ہے،

کنول تال

دار الخلافہ ریاست میں داخل ہوتے ہی ایک نہایت قدیم پُرفزا تالاب ہے، ۱۹ بیگھے اراضی پر قبضہ پائے ہوئے ہے۔ ایسا تالاب پہاڑ کی کسی دوسری ریاست میں نہیں ہے، اِس کا پانی دافعِ امراض[1] ہے، ایک کنارہ پر ایک پیپل کا بہت پُرانا و شاندار درخت بیگھوں زمین پر سایہ کئے ہوئے ہے، یہ منظر لاجواب ہے اور کُنہیار کی رونق و دِلفریبی کا گلدستہ ہے،

---

[1] پہاڑ میں بالعموم رطوبت کی زیادتی کی وجہ سے آدمیوں اور عورتوں کے گلے میں بڑے بڑے گلھڑ نکل آتے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں اِسکا علاج مرجان کی مالا سے تجویز کیا گیا تھا، اس تالاب کے پانی کے چند روز کے استعمال سے گلھڑ جاتا رہتا ہے۔ یہاں نو دورانہ سال ہلیکھی منایا جاتا ہے۔

چند تاریخی کلمات

افسوس ہے کہ بے وفا زمانہ نے ریاست کے تاریخی حالات سے بے وفائی کی، اِسقدر تحقیق ہو چکا ہے، کہ پہلے یہ ریاست برہمنوں کی تھی، حالیہ تاجدار سُورج بنسی خاندان سے انتساب رکھتا ہے، اور بیان کیا جاتا ہے کہ شری رام چند رجی مہاراج کے چھوٹے صاحبزادہ کُش کی اولاد سے ہے، بارھویں صدی کے وسط میں یہاں کا مورثِ اعلےٰ علاقہ جموں و کشمیر کی ریاست اکھنور پر حکمرانی کرتا تھا، شروع شروع میں راؤ سورج دیو کا بیٹا راؤ ابھوج دیو علاقہ کشمیر سے بلاسپور پہونچا، یہ ایک لشکر جرار کی مدد سے کُنہیار پر قابض ہوا، اُس زمانہ میں کُنہیار میں طوائف الملوکی کا دَور دورہ تھا، سمت ۱۲۱۰ بکرمی میں راؤ ابھوج دیو کُنہیار کا راجہ تسلیم کیا گیا، اور موضع پوآلو میں قلعہ[1] تعمیر کرایا، راؤ صاحب کے جانشینوں نے سمت ۱۲۱۰ بکرمی سے سمت ۱۶۵۶ بکرمی تک اُس علاقہ پر بے خلل حکمرانی کی، ۱۸ ویں پُشت میں راؤ کیشو جانشین ہوئے کہ جن کو اپنی ملحقہ ریاستوں سے مجبوراً جنگ کرنا پڑا، اسکا نتیجہ نہایت تباہ کُن ہوا، چونکہ راؤ صاحب کے ہاتھ سے دار الخلافہ نکل چکا تھا اسلئے آپ نے موضع کاھنی[2] میں حکومت قائم کی، وہاں بھی بھاگل اور بلاسپور والوں میں ہمیشہ جنگ و جدل رہا، راؤ صاحب موصوف کے ۲۴ ویں جانشین راؤ انند دیو نے دار الخلافہ کاھنی ترک کر کے موجودہ دار الخلافہ ہٹ کوٹی میں تبدیل کر لیا سمت ۱۸۵۱ بکرمی میں راؤ انند راؤ ۸۰ سال کی عمر میں بھاگل اور بلاسپور کی ایک لڑائی میں شہید ہوئے وہاں بطور یادگار ایک مندر تعمیر کرایا گیا، جہاں ہر روز پوجا ہوتی ہے،

لاجب وفاداری و خیرخواہی

راؤ راجہ منگن سنگھ نے گورکھا وار میں برخلاف بعض دیگر تاجداران کوہستانی عین موقعہ پر گورنمنٹ کی امداد کی،

---

[1] یہ قلعہ کُنہیار سے ۱ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جو اب حدود پٹیالہ میں ہے۔

[2] ریاست کی سرحد پر واقع ہے - مفسر

اسی طرح راؤ کشن دیو سنگھ نے غدر ۱۸۵۷ء میں بے نظیر وفاداری اور جان نثاری کا اظہار کیا، اب ریاست اگرچہ اپنے سابقہ حدود سے بہت کم رہ گئی ہے لیکن تاہم کل رؤسائے کوہستانی میں آپ کی خاص عزت ہے، اور بڑی بڑی ریاستوں سے ناطہ نسبت ہوتے ہیں، چنانچہ ریاستہائے سرمور۔ کیونتھل بسکیت اور کوٹی سے آپکی رشتہ داریاں ہیں،

دیگر تاجداران

راؤ کشن دیو نے راج سنبھال کر خاص نام پیدا کیا، آپکا اصطبل پہاڑ بھر میں مشہور و معزز تھا۔ بہت سے کارنمایاں کے بعد آپ نے سمت ۱۹۲۲ بکرمی میں انتقال فرمایا، ٹیکہ تیج دیو سنگھ گدی نشین ہوئے آپنے اپنے والد بزرگوار کی انتظام بہ داغ بیل نہایت قابلیت اور عمدگی سے ترقی چڑھائی اُسوقت تک امور ریاست زبانی طور پر طے ہوتے تھے، آپ ہی نے مسلات کی ترتیب کا آغاز کیا، آپ کی چاشانہ ادیوکی شادی سرمور کے مشہور نامدار مہاراجہ شمشیر پرکاش سے ہوئی، جس میں آپ نے اپنے خاندانی اعزاز قائم رکھتے ہوئے لاکھوں روپیہ صرف کیا، ۴۰ سال امن و امان کی حکمرانی کے بعد آپ نے سمت ۱۹۶۲ بکرمی میں داغ جدائی دیا۔ اُس بے نظیر ہستی نے اپنی دو نشانیاں چھوڑیں، چونکہ دونو شاہزادہ نابالغ تھے اس لئے سمت ۱۹۰۵ سے سمت ۱۹۷۰ بکرمی تک انتظام ریاست زیر اہتمام کورٹ آف وارڈس رہا،

خیر خواہی کے صلے میں راؤ سے ٹھاکر

رپورٹ تحقیق ریاست مرتبہ ۱۹۲۴ء میں راؤ اور ٹھاکر پر ایک عجیب پُر مغالطہ نوٹ چڑھایا گیا، جہاں لکھا ہے کہ "پُرانے کاغذات کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ تاجدار ریاست کو پہلے "راؤ صاحب" لکھا جاتا تھا لیکن بروئے سند ۲۳ ستمبر ۱۸۱۵ء (تاریخ غلط درج ہے جو صحیح کیگئی) بصلہ خیر خواہی "راؤ" کی بجائے "ٹھاکر" بنادئے گئے۔" میں خیال نہیں کرتا کہ ایسا وہ کون سا نادان انگریز تھا کہ جس نے اس تبدیلی خطاب کو اس قدیم تاجدار کے لئے باعث افتخار و عزت سمجھا۔ کُجا راؤ۔ اور کُجا ٹھاکر،

اب جبکہ ہندوستان میں انگریزی عہدِ حکومت کی بدولت ہر معمولی حیثیت کا راجپوت اپنے نام کے ساتھ بجائے ٹھاکر "رانا" بے تکلف استعمال کرتا ہے، تو ایسی حالت میں اس قدیم شاہی خاندان کو ٹھاکر لکھنا اور لکھانا سخت توہین ہے، گورنر پنجاب کو اپنے پیشرو حکام کی اس فاش اور شرمناک غلطی کی فوراً اصلاح کر دینا چاہئے، اور سدربار کو بھی چاہئے، کہ گورنمنٹ کو اسکی غلطی کی طرف توجہ دلائے،

تاجدارِ حال

موجودہ تاجدار راؤ اندر راؤ مغفور کی چھٹی پشت میں ہے اور انہیں ایک پرائیویٹ اُستاد سے تعلیم دلائی گئی ہے، آپنے اگست ۱۹۲۳ء میں ایک پرائمری سکول کھولا، اور پاٹھ شالاؤں میں ہندی اور سنسکرت کی تعلیم دیجاتی ہے، آپ اپنے صرفِ خاص سے انگریزی ادویات بھی دیتے ہیں، ریاست میں پانچ میلے بڑی شان کے منائے جاتے ہیں،

گائن وِدّیا کا علم شرفا کے لئے باعثِ اعزاز تھا

زمانۂ قدیم میں گائن وِدّیا شرفا کے لئے مایۂ ناز تھی چنانچہ ویدِ مقدس اور تمام شاستر، مہاراجگان، اور رشی گائن وِدّیا کی مدد سے گاتے تھے، اب ہارمونیم نے اصلی راگ وِدّیا کی تاریں توڑ ڈالیں، تاجدار کنہیا راس پراچین علم کا ماہرِ کامل ہے،

آپ کی شادی اور شاہزادیاں

آپ کی شادی ریاست تھروچ (شملہ) کی شہزادی سے ہوئی - ۲۱ سال کی عمر تک وارثِ تاج کی آرزو میں شاہزادیوں کی صورت میں دیوی بنکر درشن دیتی رہیں، رعایا و برایا اور شریف طبائع درگاہ مستجیب الدعوات میں دستِ بدعا کئیں، آخرش درختِ مراد میں بہار آئی، غنچۂ مراد کھل کھلا اُٹھا، بوئے شمیم نافۂ مشک بنکر مدعائی میں گھر گھر تقسیم ہوئی، کہنا پڑتا ہے ؎

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو اُس سے مایوس اُمیدوار

نشانِ بشارتِ کبرٰی

جو لگن تحتہ گھڑی اور دِن دربار کی پیدائش مبارک کے تھے، ٹھیک اُسی لمحہ پیدائش ولیعہد کا مژدہ دایہ نے سُنایا، یہ نوید بدرِ کامل کے نُور کی طرح اطرافِ عالم میں نُور افگن ہوئی، خاندان کا مُورثِ اعلےٰ آفتاب عالمتاب نصف النہار کی منزل میں ہوگیا کہ اپنے شہزادہ پر اپنی شفقتِ پدرانہ سے اپنا پُرنور طشتِ زرّین نثار کرے۔ ضروری تھا اور جذبات کا تقاضا تھا کہ ایک اعلےٰ پیمانہ پر جشنِ تولید منایا جاتا، رانا صاحب مبارکبادی قبول فرما رہے تھے، اُدھر رعایا جشن کی ترتیب میں مصروف ہوگئی، ایسے اعلےٰ پیمانہ پر جشن منایا گیا کہ جس کی کُنہیار میں نظیر نہیں، اِس کا انتظام لالہ مانک چند صاحب پرائیویٹ سکرٹری کے سپرد تھا، اس کی کامیابی کے لئے آپ کو مبارک دی گئی ۔

کُنہیار سے ارکی (ریاست باگھل)

(۹ میل معمولی چڑھائی اور اُترائی)

(شملہ سے ۲۲ میل)

شوقِ دیدِ ریاست

جس طرح نافہ کی بُوئے جاں پرور سے تاتار، زعفران کی پیداوار سے کشمیر، مہاراجہ بھوج کی وجہ سے مالوہ دُنیا بھر میں مشہور ہوگئے، اُسی طرح راجہ دھیان سنگھ کی وجہ سے تمام کوہستانِ اُترکھنڈ میں اوّل ارکی پھر باگھل شہرت پاگئے، راجہ صاحب موصوف کا زمانہ سمت $\frac{۱۸۹۹}{۱۸۴۲ء}$ سے لگا کر سمت $\frac{۱۹۶۱}{۱۹۰۴}$ میں بڑے افسوس سے ختم ہُوا، جب میں علاقہ کوہستان کا رشیالہ کا تحصیلدار تھا تو مجھے آپ کی لاثانی شانِ راجگی سنہ ۱۹۰۲ء میں جتوگ سے ارکی کھینچ لائی تھی، اُسوقت میری چشمِ بینا نے دیکھا تھا

ملہ وجے دیو نے ترمراس اُسکے لڑکے رانا نند دیو نے دارلہ دھُندن اور رانا پرتھی سنگھ نے ارکی دارالخلافہ بنایا اور محلات کی بنا درکھی، جس کی تکمیل راجہ کشن سنگھ نے کی، سفیر

کہ راجہ دھیان سنگھ کوہستان بھر کا سرتاج تسلیم کیا جا رہا ہے، ہاتھیوں پر ہودج کسے ہوئے تھے، گھوڑے اعلیٰ نسل کے سنہری و روپہلی سازوسامان سے آراستہ تھے، چوگان کی فقراء و غرباء سے بامید خیرات بھرا رہتا تھا، اسے، میری دفعہ ڈپٹی کمشنر شملہ نے بھی کالکا میں مجھے کہا تھا کہ کوہ شملہ کی تمام ریاستوں کے حکمرانوں میں راجہ دھیان سنگھ سب سے زیادہ لائق اور ہوشیار ہے، چنانچہ میں نے اسکو ایسا ہی پایا تھا،

اقتصادی کیفیت

میرا ارادہ ریاستہائے کوٹھار، میلوگ، بیجا سے واپسی بھاگو کا تھا، مگر گذشتہ ۲۶ سال کی پُر لطف سیر اِرکی نے سب پروگرام تبدیل کر دیا، میں بسواری گھوڑا کھانا کھانے کے بعد ریاست کنہیار سے ارکی (ریاستگاہ باگھل) کی طرف روانہ ہوا، سڑک علاقہ کنہیار قابلِ درستی ہے، جب میں کوھنی ندی عبور کر چکا تو وہاں سے علاقہ باگھل شروع ہوا، میں ریاست کے جنگل سے گذرتا اسکی سرسبزی سے محظوظ ہوتا، چڑھائی چڑھتا چلا جا رہا تھا، راستہ میں بیر پکے ہوئے تھے خوب کھائے، آنولہ جنگلی ابھی خام تھے مگر بکثرت تھے، تقریباً ایک دو فرلانگ سے جب ایک چوٹی پر پہنچا تو ارکی کا دلفریب منظر نظر کی راحت کا باعث ہوا، بازار بڑا وسیع اور بارونق پایا، سکول، شفاخانہ، ڈاکخانہ کے بورڈ دیکھ کر ترقی ریاست کے سامان نظر آئے، ڈاک بنگلہ میں قیام کیا، جو موزوں مقام پر واقع ہے،

تاریخ عہدِ قدیم

گورنمنٹ پنجاب کی مرتبہ تاریخ جو اے۔ ڈی کریک نے لکھی ہے اس ریاست کے متعلق قطعی بے بہرہ و لاعلم ہے، تحقیقات سے پتہ لگا کہ اُجین میں دھارنگری مہاراجہ بکرماجیت کی داخلی سلطنت تھی۔ اُن کی نسل کے تین شہزادے اجے دیو، بجے دیو، اور مدن دیو سری بدری نارائن اور جوالا مکھی کی یاترا کے لئے آئے۔ واپسی پر جب اس سرزمین سے گذرے تو یہاں قوم کنیت آباد تھی اور اُنکے اوپر ہوائے حکومت کرتے تھے، خانہ جنگی سے ملک تباہ ہو رہا تھا، اجے دیو یہاں ہی ٹھہر گئے

اور سب کو زیر کر کے اعلان آزادگی کیا، بجے دیو، گھاٹ چلا گیا جس کی اولاد وہاں اب تک حکمران ہے، تیسرا مدن دیو علاقہ سرمور کے ایک علاقہ پر قابض ہو گیا جو ایک جنگ میں مارا گیا

اس کے بعد صدیوں تک بے غل و غش حکومت کرتے رہے، زمانہ مذکور میں کانگڑہ، سکیت، بلاسپور، سرمور اس پہاڑ میں چار بڑی ریاستیں تھیں، کبھی تو بلاسپور کا غلبہ ہو گیا، اور کبھی سرمور کا، باگھل کا تعلق زیادہ تر بلاسپور سے رہا، ادھر نالاگڈھ اور بلاسپور میں خانہ جنگی شروع ہو گئی، باگھل نے موقعہ غنیمت جانا اور آزاد ہو گیا،

راجہ سنسار چند والئے کانگڑہ کل پہاڑ کو نگل جانا چاہتا تھا، بلاسپور پر نظر تھی، مگر لائق تاجدار دیوی چند کی حیات تک ایک پیش نہ گئی، اُسکے مرنے پر علاقہ دبا لیا۔ رانی نے کلونت رائے بیاٹ کو منت سماجت کے لئے بھیجا مگر اُسے ایک نہ سُنی، وہ داد فریاد کے لئے نیپال گیا، اور وہاں سے ۱۰ ہزار گورکھا بسرکردگی امر سنگھ تھاپہ اس ملک پر حملہ آور ہوا، اسوقت نالاگڈھ اور آرکی کا اتحاد تھا، بلاسپور کی نالاگڈھ سے عداوت تھی، اُن کے اغوا سے گورکھوں نے باگھل پر اپنا قبضہ کر لیا، رانا جگت سنگھ نے نالاگڈھ میں پناہ لی، کیونکہ امر سنگھ نے آرکی اپنا دارالحکومت بنا لیا تھا، کانگڑہ پر چڑھائی کی طیاری کی، راجہ سنسار چند نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے امداد لیکر گورکھوں کو شکست دی، مگر مہاراجہ نے امداد کے عوض راجہ سے لڑکی کا ناتہ چاہا، راجہ غم میں مر گیا، مہاراجہ نے ریاست ضبط کر لی، ٹیکہ انرودھ چند ہردوار چلا گیا، انگریزوں نے آرکی پر قبضہ واپس دلا دیا۔ گورکھے نکالے گئے۔

رانا کشن سنگھ بصلۂ خدمات غدر راجہ بنائے گئے، یہ ہاتھی، گھوڑوں کے بڑے شوقین تھے، سدا برت جاری تھا، خزانہ بھرپور تھا، زیورات سے جواہر خانہ بنایا، آپ کی وفات پر ٹیکہ موتی سنگھ وارث قرار پائے، ۴م ۱۰ کے بعد انتقال فرمایا، درمیان اولاد کشن سنگھ و میاں جے سنگھ تنازعہ برپا ہوا، مگر جے سنگھ کے حق میں فیصلہ ہوا، اور میاں دھیان سنگھ راجہ تسلیم کئے گئے۔ آپ کی وفات پر ٹیکہ بکرم سنگھ کی نابالغی کی وجہ سے کونسل مقرر ہوئی،

بالغ ہونے پر اختیارات پلے اور آپ کی شادی راجہ جبل کی صاحبزادی سے ہوئی جس سے ٹیکہ سُرانند سنگھ پیدا ہوئے، مگر ۳۰ سال کی عمر میں مقام ہردوار آنافاناً انتقال فرماکر خاندان کو سخت صدمہ پہنچایا، چونکہ ٹیکہ سُرانند سنگھ بھی نابالغ تھے، اسلئے انتظام ریاست متفرق منیجروں کے سپرد ہوا، وداث چند منیجر نے روپیہ پانی کی طرح لٹایا، باغات پر فضول روپیہ خرچ کیا، اسکے درست انتظام سے محض عمارات بچیں، مگر شکر ہے کہ دفع ہوگیا،

راجہ کے درشنِ مبارک حقیقی دیوتا کے درشن تھے

نوجوان، برہمچاری، اخلاقِ مجسم، پاکیزہ اخلاق، راجہ سریندر سنگھ بہادر ہم ہندیوں کے لئے باعثِ فخر ہیں، خدا کرے کہ ہندی راجگان کے محلات میں ایسے شہزادہ پیدا ہوں، مَیں نے جب آریہ ورت کے اپنے قید شہزادہ کو دیکھا، غنچۂ دل کھِل کھِلا اُٹھا، میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ راج گدی پر سُن اُن فرمانروائی کرتے ہیں پرمیشر نے ٹیکہ بھی عطا فرمایا ہے، نیکی کا ثمرہ مبارک ہو،

اراکینِ خاندانِ شاہی

میاں پرتاپ سنگھ اور میاں صُورت سنگھ معقول و تعلیم یافتہ کنور ہیں آپکی شاہی محبت میری ملاقات کیلئے انکو بیقرار رکھتی تھی،

ریاست کی خوش قسمتی سے منیجر قابل ملا

وداث چند کے بعد لالہ قان چند صاحب ریاست کے منیجر مقرر ہوئے ہیں۔ آپ نے علاقہ انگریزی میں دیانتداری قابلیت، اور جانی و مالی قربانی سے بڑی بڑی خدمات انجام دی تھیں، اب ریٹائر ہوکر خدماتِ ریاست اسی پیمانہ پر انجام دے رہے ہیں، بڑی خوشی کا مقام ہے کہ آپ تاج کے جاں نثار وفادار ہیں اور سرکار بھی آپ پر اعتماد کرتے ہیں، وہ دن قریب ہے جبکہ آپ اپنے لائق منیجر کو اُن کی وفاداری کا صلہ دینگے، خدا وہ دن جلد لائے

آرکی کی قابلِ یاد ہستیاں

اب ان پہاڑیوں کی بستیوں میں اعلےٰ ہستیوں کا کہاں نشان مل سکتا ہے، میری خوشی کی اُسوقت کوئی انتہا نہ رہی جبکہ میری ملاقات کے لئے

قاضی عزیز الدین دہلوی ریٹائرڈ سب انسپکٹر گورنمنٹ آئے - ان کے اخلاق و ملنساری نے مجھ پر جادو کا اثر کیا - پانچ سال سے ریاست کی پولیس کے انچارج ہیں، لالہ دھنّا لال ریاست کے قدیم خیرخواہ خاندان کے شریف الطبع رکن ہیں، آپ کا شریف و پاک اخلاق آپ کو ناواقفوں سے بھی خاطر و مدارات کے لئے تیار رکھتا ہے، سیّد علی تبتی چوکیدار ایک سچا اسلامی رُوح ہے ؞

مدرسہ، شفاخانہ اور ڈاکخانہ

ضرورت کے موافق ریاست میں ایک پرائمری سکول، شفاخانہ، اور ڈاک خانہ بھی ہے ؞

میلہ جات

ریاست میں چار میلے بڑی شان کے ہوتے ہیں - دُسہرہ کا دربار راجپوتی شان سے منایا جاتا ہے ؞

ارکی (دارالریاست باگھل) سے دھامی (ریاستگاہ)

(۹ میل، ۳۰۰۰ فٹ بلندی سے ۴۵۰۰ فٹ بلندی پر)

بے نظیر محل و توع، دلپذیر آب ہوا، پُرکیف کیفیتِ کوہی، لاجواب بے نظیر شاہزادہ،

رقبہ ۲۶ مربع میل، آبادی ۴۹۸۶، مالیہ ۴۶۰۰۰،

شہاب الدین غوری کا آخری حملہ اور جوانمرد و غیور راجپوتوں کا ساکھا

شہاب الدین غوری نے مہاراج پرتھی راج سے پے در پے سات شکستیں کھانے اور ہر دفعہ معافی مانگنے اور جنگ کا احمقانہ ادا کرنے کے بعد بھی آریہ ورت کو چین نہ لینے دیا، جب مہاراجہ قید کئے گئے تو اس سلسلہ انتزاعِ سلطنت میں جو ایک جُداگانہ قوم میں مشتعل ہوا غضب کی ظلم رانیاں ہوئیں، اور آریہ ورت کے ہر اعلیٰ معمورہ

لہ عرصہ تک باگھل اور بگھاٹ میں تُرائی اور چھوٹا نائی پر بحث رہی کیونکہ دھار انگری سے جو مورث ٹھاکر جی بھیمی رانی، کھانڈا، چھتری - نقارہ ہمراہ لائے تھے وہ بڑے بھائی کے پاس باگھل ہے پروہت، حجام، لاگیان جو ہمراہ رہتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہے، اسلئے ان کی فتح ہے ؞

جو افضل آبادی کی حملہ آوروں نے وہی درگت بنائی جو آشیانۂ کنجشک میں باز کیا کرتا ہے،
اُس طوائف الملوکی، مذہبی جنون، متضاد اعتقادات و رسومات نے کروڑوں کو خونِ شہادت پلایا، لاکھوں کو گھر سے بے گھر کیا، ہزاروں کو دیندار سے بیدین بنایا، سینکڑوں خودکشی و جوہر کی رسم پر قربان کر دیے، آریوں کی تعداد کا اب کون حساب لگا سکے، قیامت کے روز خدا معلوم کس قدر مخلوق کس کس نوع کے استغاثے پیش کریگی، فی الحال لاکھوں کی عرضِ حال سننے کے قابل ہے :-

تھانیسر کی معرکہ آرائی اور راجہ راؤ پور کی بہادری

ساون بدی ۱۱ دس سمت ۱۱۵۸ بکرمی کو بروز شنبہ دو گھڑی دن چڑھے اِس تباہ کُن جنگ کا آغاز ہوا تھا، راجپوتی لشکر چار حصوں میں تقسیم ہوا، پرتھی راج کی فوج اُسکے حلیفوں میں تقسیم ہوئی، جہاں ملک کے غدار شہاب الدین سے جا ملے تھے، وہاں سینکڑوں راجپوت چوہان وغیرہ اپنے سرتاج کی جگہ خون بہانے کے لئے شریک فوج پرتھی راج بھی ہوئے تھے،

اُن سب شہدائے ملک و قوم میں راؤ[1] چوہان راجہ راؤپور بھی شریکِ رزم ہوا۔ اِس معرکہ کے آخری روز راؤ موصوف جنگ کی حالت دیکھ کر پُر جوش نعرہ مار کر آگے بڑھا، اور مسلمانی لشکر کو مارتا کاٹتا اپنے جدی بھائی[2] کی خاطر اپنی جان خطرہ میں ڈالتا شہاب الدین کے

---

[1] پرتھی راج راسا صفحہ ۔۔، حصہ دوم
[2] پرتھی راج راسا صفحہ ۱۵، حصہ دوم
[3] پرتھی راج راسا صفحہ ۲۰، حصہ دوم
[4] رائے پور راجہ رتن سنگھ نے آباد کیا تھا، یہ خاندان قدیمی اِس ضلع میں مشہور ہے، یہ اولاد رانا ہررائے[اکبار] راجپوت چوہان کی ہیں، رانا ہررائے ایسا صاحب اولاد اور کثیر العیال ہوا کہ اِن اضلاع میں کنارہ جمنا سے تا دریائے گھگر و کرنال سے تا کوہ اسکی اولاد ہندو و مسلمان بہم پھیلے ہوئے ہیں، ہزاروں گاؤں اسکی اولاد کے آباد ہیں۔ آٹھ سو برس ہوتے کہ پرتھی راج

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کے ہاتھی تک جا پہنچا، اور ہاتھی کے سامنے آتے ہی اپنی سانگ چلائی۔ سانگ ہاتھی کے سینہ میں سما گئی مگر بدقسمتی سے اسکو اُلٹا نہ کھینچ سکا، وہ ضد میں آکر اسکو نکالنے لگا، اتنے میں چاروں طرف سے سینکڑوں مسلمانوں نے اسکو گھیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا،

اِس ہزیمت و شہادت راؤ کی خبر اہل راؤ پور کو اور رسم جوہر

بدھ کے روز اکا دکا راجپوتوں نے راؤ پور میں پہنچکر یہ حال سنایا، لوگوں کو جو غم اور خوف تھا اُسکا بیان کرنا کچھ آسان کام نہیں، رنواس میں راج ماتا دھومان وتی یہ حال سنکر کھڑی کی کھڑی رہ گئیں، مگر بعد ازاں سنبھل کر پردھان کو حکم دیا، کہ تم فوراً چتا تیار کرو، ہم ستی ہوا کرتی ہیں۔ اُدھر چتائیں تیار ہونے لگیں اِدھر پانسو دیگر پتی برتا راجپوتنیاں جن کے خاوند اس دھرم یدھ میں شہید ہو گئے تھے ستی ہوا کرنے لگیں، سب نے پُر تکلف لباس اور زیورات زیب تن کئے اور سب اپنی اپنی پینس میں سوار ہو کر چتا کی طرف روانہ ہوئیں۔ وہاں پہنچکر اپنی اپنی سواریوں سے اُتر پڑیں۔

اتنے میں کارخانہ توپ خانہ کا انجنیر منہ میں گھاس لئے دونوں ہاتھوں سے سفید ڈاڑھی باندھے لرزتا لرزتا شمشان بھومی میں راج ماتا دھومان وتی کے چرنوں میں گر کر زار زار رو کر کہنے لگا

"اے پونر دیوی، اے دھرم کی رکھشک پتی ورتا آپ نے اپنے پتی کی سیوا کیلئے جو پرلوک کا سفر اختیار کرنے کا حوصلہ کیا ہے۔ اسپر سب راجپوتوں کیطرف سے آپ کو مبارکباد دیجاتی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۔۔ رائے پتھورا شاہ دہلی اور گوگا پیر جس کے معتقد اس نواح کی تمام خلائق ہے۔ رانا ہر رائے ان دونوں کا ہمعصر و پانچویں شاخ میں کچھ دور تھا، اسکا کرسی نامہ اُردو رسالہ بھاٹ ساکن سنبھل سے بلا جو ولیم ینمار ڈ صاحب مہتمم بندوبست ضلع انبالہ کی رپورٹ میں مفصل تحریر ہے، ترجمہ اسکا حسب ذیل ہے:۔

"انل گو اسہان، اجودھیا کا سن اگن ترن سوریج بنس بارہ لیک سا کہا راجہ بانک راؤ اجمیر سے سنبھل کی راج گدی پر قائم ہوا۔ چوبیس ۲۴ بیٹے اسکے تھے، ہر ایک پسر اُن کا آل یعنی گوت چوہانوں میں علیحدہ علیحدہ ہو گئے"

(از رپورٹ گورنمنٹ پنجاب)

ہر ہندو عورت کا یہ آخری فرض ہے، اُسے ایسا ہی کرنا چاہئے، اور جبکہ مسلمان ننگ و ناموس کو بھرشٹ کرنے والا ہے تو اس سے بہتر اُسکی حفاظت کا اور کوئی ذریعہ نہیں، مگر آپکے پاس پرلوک سدھارنے سے فوراً ہر دو[1] راجکمار اور کنور گوبند پال کا کون نگران حال ہوگا - آن داتا سورگ سدھار گئے، اب ماتا جی کا فرض ہے کہ اپنا سر ہر دو راجکنوروں کی سیوا کریں۔ مالک ملک، بلکہ رعایا، اگر جاتے رہے، کیا پروا ہے، پرمیشر ان ہر دو راجکنواروں کو سلامت رکھے - دنیا میں زندہ اور قائم کون رہتا ہے، لیکن جو زندہ رہنے کے قابل ہیں اُنکی دل و جان سے سیوا کرنی چاہئے، ہاں دیگر ۴۹۹ مائیں اپنی پاک عصمتی کی قربان گاہ پر قربان ہو جائیں اُن کا یہی دھرم ہے"۔

اس تقریر سے شمشان بھومی میں سکتہ کا عالم چھا گیا، وِدوان پنڈتوں اور بوڑھی بوڑھی ماتاؤں نے ہاتھ باندھ کر راج ماتا کو ہر چند سمجھایا، مگر کچھ اثر نہ ہوا، اتنے میں راج پروہت دونوں راجکمار کو جنگی لباس پہنا کر اُس مجمع کے آگے لے آیا، اور راج ماتا سے پرارتھنا کی کہ اب ان کا کوئی نہیں، اپنے ساتھ ان کو بھی اپنی گود میں لو اور چتا پر بیٹھ جاؤ"۔ اس تقریر سے کل مجمع کو انجینیر کا خیال آ گیا، اور پھر سب دیگر ستی ہونے والی عفت مآب خاتونوں نے راج ماتا کو اُن کی چتا سے کھینچ کر پالکی میں جا بٹھایا، اور دونوں راجکمار اُن کے دائیں بائیں لٹا دیئے گئے۔

رسم جوہر دیگر ۴۹۹ دیویاں اپنے اپنے پتی کے ہتھیار اور کپڑے لے کر رام رام کرتی ہوئی سب کی سب ایک ساتھ چتاؤں میں بیٹھ گئیں۔ چتاؤں میں آگ روشن کر دی گئی، اور عفت مآب پاک دامن پتر دیویاں اس جسم عنصری کو جلا کر پرلوک میں اپنے پتی کی سیوا کے لئے جا پہنچیں، ایرانی شاعر نے اسی حالت کو دیکھ کر دنیا بھر کی مستورات کو شرم دلائی ہے

ہمچوں ہندو زن کسے در عاشقی مردانہ نیست   بہر چراغ مردہ گشتن کار ہر پروانہ نیست

---

[1] راجکمار کی عمر ۷ سال اور کنور کی عمر ۵ سال کی تھی۔

محمد غوری کی واپسی غور اور ہولناک مظالم

اُس سے اگلے روز دہلی سے خبر پہنچی کہ پرتھی راج کے گرفتار ہوجانے کے بعد جو راجپوت بچے تھے اُن میں سے کچھ تو یہ سمجھ کر وہیں کٹ مرے کہ اب زندہ جاکر دُنیا میں کیا مُنہ دکھائینگے، اور کچھ پرتھی راج کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے، پڑاؤ پر جو کچھ مال و اسباب تھا، وہ سب مسلمانوں نے لوٹ لیا، اور جو مال غزنی لیجانے کے قابل نہ تھا، اُسکو ایک جگہ جمع کرکے آگ لگا دی، انقلاب سلطنت کی نما گیری نے زمین و آسمان ایک کر دیا، اِس عام بلاتمیز ناحق خونریزی اور مذہبی توہین نے مجبور راجپوتوں کو مشورہ دیا کہ لاکھوں برس کے سجے سجائے گھر، ازلی سلطنتیں اور حکومتیں چھوڑ چھاڑ کر دُور دراز ناقابل گذر غیر معروف و مشہور اُترکھنڈ کے پہاڑوں میں جاکر اپنے ننگ و ناموس، مذہب و ملت، بال بچوں کی حفاظت کرنی چاہئے، اگلی صُبح قاصد خبر لائے کہ مسلمان[1] اپنے مذہب کی ہدایات کے خلاف جس آبادی سے گزرتے ہیں، خواہ بچہ ہو خواہ بوڑھا قتل کر ڈالتے ہیں، اور اُن کی عورات کو کنیز بنا لیتے ہیں، صوبیدار کو دہلی کی حکومت سپرد کرکے خود دو منزل کو ایک منزل بناکر واپس آرہا ہے، پرتھی راج کو بھی ہاتھی پر سوار کراکر اپنے ہمراہ لیجا رہا ہے، (پرتھی راج رسا حصہ دوم)،

راج ماتا کی راؤپور سے روانگی اور اُترکھنڈ میں تلاش قیام

جاں نثار راجپوتوں نے یہ حالات سُنکر آپس میں صلاح کی کہ راؤپور غاصب کے رستہ میں ہے، چونکہ راؤ مغفور نے اپنی سانگ سے اُسکا سر اُڑا دینا چاہا تھا، اِسلئے اِن انتقام پسند جانوروں کے ہاتھوں راؤپور پر ضرور مظالم ڈھائے جائینگے، خدا معلوم راج ماتا اور راجکماروں کی کیا درگت ہو، اِس سے بہتر تھا کہ اُن کو مہاراج لوگان کی چتا میں بیٹھنے دیا جاتا، اب بہتر یہ ہے کہ اِن کو مع راجکماران اُترکھنڈ کی کسی دُور دراز کھوہ میں آج ہی روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اِس صلاح کے موافق محلات میں جاکر راج ماتا سے عرض کیا گیا کہ

---

[1] محمود نے بھی فتوحات کی تھیں مگر اُس نے کسی موقعہ پر بیوجہ خون نہیں بہایا، محمد غوری الگ قسم کا آدمی تھا اُس نے دہلی اور اجمیر کی فتح کے وقت ہزاروں بیگناہوں کو قتل کیا، تاریخ ہند سکاری صفحہ ۱۴۹

ٹیکہ صاحب کو یہاں سے لیجانا سلطنت کا نام و نشان مٹا دینا ہے، اُسے بڑی حفاظت سے ہم رکھیں گے، آپ کنور صاحب کو ہمراہ لیجائیں، چنانچہ راج ماتا جس لباس میں بیٹھی تھیں کنور گوبند پال کو بغل میں اٹھا کر محلات سے نکل پڑیں، چند ہمراہی ساتھ ہوئے، اُس زمانہ میں ایک تنے دریائے ستلج ہی اِن پناہ گزینوں کا امن تھا، چنانچہ کوہستان شمال کی بیشتر ریاستیں ایک تنے دریائے ستلج ہی واقع ہیں، ماتاجی خدا معلوم کس ساتھ سے اِس مقام پر پہنچیں، جس قدر دور نکل جانا مناسب تھا چلی گئیں، ایک انجینئر تو چھانہ اور ایک برہمن ہمراہ تھے، یہ خاندان ابتک موجود ہیں،

دریائے ستلج کے دہانہ پر قیام

آخر ش گھر سمت ۱۱۵۸ب میں دریائے ستلج سے ۳میل ادھر موضع بٹھانا بوبل کی دہوچی (نرہاتہ[۱]) میں وارد ہوئیں کہ جو رامپور سے تقریباً یکصد میل فاصلہ پر ہے، یہاں بٹھانا کے برہمنوں کی خارجی آبادی تھی برہمنوں نے مائی صاحبہ سے بہ نرمی استفسار حال کیا، جواب دیا، کہ میں دیس سے آئی ہوں ملک میں کہرام مچ رہا ہے، مسلمان گھر گھر میں لوٹ مار کر رہے ہیں، میں اسی خوف سے ادھر چلی آئی ہوں، برہمن نے کہا کہ مائی تم بے کھٹکے ہماری دہوچی میں رہو، برہمن وہاں سے اپنے گھر بٹھانا[۲][۳] آیا پھر اپنے بھائیوں کے گاؤں بوہلی[۳] گیا، وہاں جا کر کہا کہ ایک مائی نہایت حسین خوبصورت لڑکا لئے اپنی دہوچی میں آئی ہے، اگلے روز چار پانچ آدمی مائی کے پاس دہوچی میں آئے، گو مائی نے اُن کو جنگ کی بہت سی باتیں سنائیں، مگر اپنا راز افشا نہ کیا، اِسی طرح رہتے رہتے بہت دن گذر گئے، آجتک اِس شاہی خاندان میں بے نظیر خوبصورتی ہے، موجودہ تاجدار راجہ کنور ہی کو دیکھ لو،

---

[۱] ریاست دھامی میں موضع راج دھانی سے ۱میل کے فاصلہ پر بجانب شرق آجتک آباد ہے، اور بٹ مانی کو جاگیر میں دیا جاتا ہے، آجکل رانا فتح سنگھ کی رانی کی جاگیر میں ہے،

[۲] یہ تمام سرگذشت تکھو رام تودی یادگار بانو تودی سے لکھی گئی ہے کہ جس کے پاس سنسکرت زبان کے چند اوراق صدیوں قبل کے لکھے ہوئے موجود ہیں، مائی صاحبہ نے تقریباً ۲ ماہ میں یہ سفر طے کیا،

[۳] یہ گاؤں دونو اسوقت آباد ہیں، اور اس برہمن کی اولاد آج تک وہاں ہی آباد ہے،

ہونہار بِروا کے چکنے چکنے پات

دہوچی میں بھٹانہ کے لڑکے مویشی چرانے آیا کرتے تھے، بچے بچے آپس میں مِل جایا کرتے ہیں، وہ اِس کنور کو بھی اپنے ہمراہ کھیل کود میں شامل کرنے لگے، جب کبھی کنور تھک جاتا تھا تو لڑکے اُسکو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر چلتے تھے، اور بعض اوقات ہاتھوں کی پالکی بنا کر اُسکو بٹھا کر سیر کراتے تھے، جب کبھی پہاڑی لڑکوں کی آپس میں لڑائی ہو جاتی تھی تو بطور فریاد اس سے شکایت کیا کرتے تھے کہ اگر تم اجازت دو تو ہم اِسکو سزا دیں تم ہمارے "موای"[1] ہو، ایک روز کنور نے اپنی ماں سے کہا کہ یہاں کے لڑکے مجھے "موای" کہتے ہیں، ماں "موای" کی شخصیت سے واقف ہو چکی تھی، بیٹے سے کہا، کہ تیری قسمت میں اگر راج ہوتا تو گھر کا راج کیوں جاتا، وہیں راج کرتا، خاموش ہو جا، آئندہ ایسا ذکر نہ کرنا، اگر کوئی سُن لیگا تو بُرا ہوگا"

تُوری بانو کی ہمتِ مردانہ

اتفاق سے توری بانو باہر ڈھول لئے کھڑی سب باتیں سن رہا تھا، تُوری نے کہا، کہ ماں تو میری دھرم کی ماتری سچ سچ بتلادے کہ تو کون ہے، ماں نے کہا کہ میرے تیرے دھرم رہا، کسی سے ذکر نہ کرنا، میں رانی ہوں، راتوپور سے آئی ہوں، اجمیر سے ہمارا نکاس ہے، کنور چھوٹا ساتھ ہے، بڑا کنور راتوپور میں چھپا ہوا ہے، ہمارے پتی جنگ میں شہید ہوگئے، توری نے بھروسہ دلایا، وہ وہاں سے اپنے گاؤں بوہلی میں آیا، اور برہمنوں سے کہا کہ مجھے

---

[1] پہلے اس جھونسے سے رقبہ میں سات حاکم تھے کہ جنہیں "موائے" اور خَس کہتے تھے، ان کے پاس بہت اناج رہتا تھا، لوگوں کو وقتِ ضرورت دیدیا کرتے تھے سب اِن کی عزت کرتے تھے، کچھ آدمی اپنی طرف کر کے مار دھاڑ بھی کیا کرتے تھے، مگر ان ساتوں میں اِس پہاڑ یعنی ہلوگ کا موای بڑا تھا، لڑکے گویا اِس کنور کو "موای" سے تشبیہ دیکر اپنا حاکم ظاہر کرتے تھے +

دھرم دو، کوئی بات بیان کروں گا، دھرم دایان کی قسم ہو جانے پر اُس نے کہا کہ زمانہ میں رانی[۱] آئی ہوئی ہے، میں خوب سمجھ آیا،

خیرخواہانہ تجاویز

چند برہمن اور تُوری مذکور خُفیہ خُفیہ مائی کے پاس آئے، اُن کو یقین ہو گیا کہ ضرور رانی ہے، برہمنوں نے کہا کہ ہمارے بھائی موضع جبوگ کے جوگی کہلاتے ہیں، وہ بڑے تلوریہ اور شہ زور ہیں اُن کو اپنے ساتھ ملا لینا چاہیے جوگی، برہمن اور تُوری اکٹھے ہو کر ہم مشورہ ہوئے، لوٹے میں نمک ڈالا، اور ہلوگ کے نرشگھ دیوتا، دیوتا چھچڑ اور رتن پود کی بھیما کالی کی قسم کھا کر قول و پیمان کیا، کہ یہ راز کوئی ظاہر نہ کرے۔ جنہے ہلوگ کے "موائی" کو مار کر اِس رانی کے بیٹے کو راج دینا ہے، کیونکہ اِس "موائی" نے ہم کو سخت دُکھ دے رکھا ہے، تھوڑی سی بات پر آدمیوں، عورتوں اور بچوں کو مروا دیتا ہے۔ یہ مشورہ کر کے ہلوگ میں آئے، کہ جہاں "موائی" رہتا تھا، اُس سے کہا کہ بنس کی باؤلی[۲] کے پاس سُوّر دیکھے آئے ہیں، وہ شکار کا شوقین تھا، فوراً اُٹھا، سب کو ہمراہ لیکر تیر کمان سے سجکر باؤلی مذکور کے

[۱] علمِ تاریخ کو جس لغتی پیرایہ میں یورپین اقوام نے مسخ کیا ہے وہ اقوام ایشیا کے لئے ایک سبق ہے، گورنمنٹ انڈیا نے پنجاب گورنمنٹ کی معرفت ایچ۔ ڈی۔ کریک سے رؤسائے پنجاب کی ایک تاریخ تیار کرائی ہے جس میں دہلی کی گورنمنٹ کی نسبت یہ یادرہوا فقرہ ایجاد کیا ہے "اِن کا بزرگ چودھویں صدی میں پٹیالہ کے ہم جوار قصبہ ساچیورہ سے بھاگ کر دہلی میں اُس وقت سکونت پذیر ہوا تھا جبکہ شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا" اول تو چودھویں صدی میں شہاب الدین کا ہندوستان پر کوئی حملہ نہ ہوا تھا، اُسکے ہندوستان کے حملے ۱۱۹۳ء میں اُسکی زندگی کے ساتھ ختم ہو چکے تھے اور اُس وقت نہ تو کوئی پٹیالہ شہر آباد تھا، نہ ساچیورہ، کسی نے رائے پور بتلایا ہوگا آپ نے ساچیورہ لکھدیا، اور چونکہ ساچیورہ پٹیالہ کے قریب ہے اسلئے اُسکا پتہ بھی دیدیا، اور جو یہ لکھا ہے کہ اِنکا بزرگ بھاگ کر آیا تھا، ایسی شاندار "پسپائی" یورپین اقوام کو خوب یاد ہے راجپوت یا تو مارتے ہیں یا مرتے ہیں، حضرت اکبر کیا خوب فرماتے ہیں ؎ قدم بڑھتا ہے جرمن کا فتح انگلش کی ہوتی ہے،

[۲] یہ باؤلی آج تک جاری ہے، کہ جو موجودہ دہائی کے شمال میں ایک میل کے فاصلہ پر ہے، یہاں اُس زمانہ سے قبل ہنس آکر بسیرا لیا کرتے تھے۔

ادہر گئے، برہمن دیجوگی اِدھر اُدھر اپنے اپنے گھاٹ پر چلے گئے، تُوری بانو سے عہد ہوچکا تھا، کہ وہ مُوائی کو پہلے تیر مارے گا، اسلئے وہ وہاں ہی کھڑا رہا،

جبکہ قسمت پھُوٹ جاتی ہے بہادر کُند ہوجاتا ہے مُنہ اوزار کا

اب سُور کے شکار کا موقعہ دیکھ کر مُوائی نے تُوری سے کہا کہ تو یہاں سے ہٹ جا، اور اپنے موقعہ پر چلا جا، تُوری نے پس و پیش کی کہ مُوائی نے ایک تیر لیا، اسکے بعد پھر اُس نے بے دریغ اُسکے سات تیر مارے، کوئی تیر تو تُوری نے راچھی[1] سے کاٹ ڈالا، کسی سے بچ گیا، غرضکہ تُوری کے ایک تیر بھی نہ لگا، اِسپر تُوری نے شست باندھ کر ایک تیر ایسا مارا کہ مُوائی کی چھاتی کو چھیدتا ہُوا پار نکل گیا جس سے وہ اوندھے مُنہ گر پڑا، پھر سب اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کر جمع ہوگئے اور اس مجروح کا گلا کاٹ ڈالا، اُس نے مرتے مرتے کہا کہ اسکے[2] تُوری تیرا پروار بڑھیگا اور نہ گھٹیگا، یہی حالت رہیگی، اس مُوائی کا سنگین تخت ابتک دہامی میں محفوظ چلا آتا ہے،

جمہوری طاقت بادشاہت کو زیر و زبر کردیتی ہے

اے راجگان تم دیکھتے ہو کہ آج سے آٹھ سو سال پہلے رعایا اپنے جابر و غافل حاکموں سے کیا سلوک کرتی تھی، اور اب بھی ایسا ہی ہوگا، کیونکہ ہر چہ تنگ آمد بجنگ آمد، اگر سلامتی چاہتے ہو تو رعایا کے جذبات کی قدر کیا کرو،

راج تلک کنور گوبند پال

عوام و خاص نے اِس موذی کے قتل پر خوشیاں منائیں، قتل کرنے کے بعد نرہانہ میں مائی صاحبہ کے پاس پہنچکر کنور گوبند پال کو راج تلک دیکر ہمارے بہمانو، جموگی، تُوری، چنال، چار وغیرہ جملہ اقوام نے کہا کہ آج سے آپ ہمارے حاکم ہُوئے اور ہم آپ کی رعایا - اب آپ عدل اور رحم سے ہم پر حکومت کریں،

---

[1] جنگ کے موقعہ پر تیر کاٹ دینے کا لوہے کا ترچھا اوزار ہوتا ہے،

[2] تقریباً اس آٹھ سو برس میں تُوری کا خاندان اِس بددُعا کے موافق اُسی حالت میں ہے،

رانی صاحبہ کی حکمرانی کے ابتدائی احکام

رانی صاحبہ راج کاج میں بیحد ہوشیار تھیں، فرمایا کہ تم نے میرے ساتھ نیکی کی، اب تم کو راج کرنے کا کام کرنا چاہئے، برہمنان بہمانہ میرے کُل پروہت، خزانہ، اہلکاری ان کے سپرد، جھوگ کے کنیتوں کو وزیری اور متصدی پن، توری لاگی، ڈوم بھی کے دربان، نوبت نقارہ کا کام کریں، اور شاہی غلہ پیدائش و شادی پر لاگ دیا جائے، ایک ایک گاؤں معاف، جب تک راج رہے میری کی ہوئی بات نہ جائے"

۶۶ تاجدار

ابتدا میں تھوڑے ہی آدمی زیرِ حکومت تھے، کنور کے بیٹے موہپال اور اُسکے پوتے رانا رام پال کے عہد تک معمولی انتظام رہا، پھر دھام پال بڑا بہادر ہوا، اُسنے ریاستی انتظامات قائم کئے اور اپنے نام پر اس ملک کا نام دھام پور رکھا، اسی طرح پال کے نام سے (۵۰) رانا ہوئے، رانا گوپال نے اپنا نام گوپال سنگھ تجویز کیا، اس عرصہ ۸ صدی میں انقلاب حکومت ہندوستان کوئی نقصان و فائدہ نہ پہنچا سکا، ان کل تاجداروں کو تاریخی زندگی دینا رئیس ہند کا فرض نہیں بلکہ یہ فرض علم دوست و بیدار مغز رانا دلیپ سنگھ کا ہے، چاہئے کہ وہ اپنے لاکھوں برس کے سربرآوردہ شاہی خاندان کی مفصل تاریخ تیار کرا کر مُردوں سے زندوں میں شامل ہوں اور ہمیں امید ہے

چند تاجداروں کے چند کارنامے

ہیں ہونہار رانا دلیپ سنگھ کی پُرشان شاہی جوانی دو عالی مجبور کرتی ہے کہ اُسکے قابل باپ دادا کے چند کارنامے لکھ کر اس شاہزادہ والا تبار کی رگ ہمیت متحرک کریں، تاکہ وہ اپنے موتنان کی شاندار ارث سنبھالنے کا عملی قدم اٹھائیں، آپ کے دادا گوردھن سنگھ تھے، اُن کی نسبت اختر لونی فاتح جنگ گورکھا لکھتا ہے کہ: "جب میں نے کوہستان شملہ میں سب رئیسوں کیطرف دیکھا تو اثر و رسوخ میں دھامی کا خاندان نمبر اوّل پر نظر آیا۔ اُسوقت وہاں کے حکمران کی عمر محض ۱۱ سال کی تھی، مگر جس شوق اور جوش سے وہ جنگ میں شامل ہو کر اور تلوار

باندھ کر میدانِ کارزار میں نکلا ، تو میں نے اُسی روز اپنی فتح کا یقین کر لیا ، یہ تا مور رانا نازک موقعہ پر گورنمنٹ کے لئے سپر ثابت ہُوا ، چنانچہ غدر ۱۸۵۷ء میں خاص امداد کی جس کے صلہ میں ریاست کا نصف خراج معاف کیا گیا ، آپ ہی نے پہاڑ میں سب سے اوّل وار ڈکس جاری کیا ۱۸۶۴ء میں آپ کے صاحبزادہ رانا فتح سنگھ سریر آرائے حکومت ہُوئے۔ آپ کی حکومت بڑی شاندار تھی ، اسلئے اُن کا بھی نصف خراج معاف کیا گیا ، ۱۹۰۴ء میں اُن کے شہزادہ سری رانا ہیرا سنگھ جی تخت نشین ہُوئے ، آپ کو انگریزی ، اردو و سنسکرت کی تعلیم دلائی گئی تھی ، وہ اپنے ہم چشموں میں نہایت قابل شمار کئے گئے ، اُن کا بھی نصف خراج معاف کیا گیا ، اور سی ۔ آئی ۔ ای کے معزز خطاب سے افتخار بخشا گیا۔

اُن کے بے وقت انتقال سے شاہی خاندان سخت مصائب میں گرفتار ہُوا ، آپ کی تین زندہ یادگاریں سری رانا دلیپ سنگھ ٹیکہ ، کنوران رتن سنگھ و کرم سنگھ ہیں ،

تاجدارِ حال خوشخصال

بالائے سرش ز ہوشمندی ۔ مے تافت ستارۂ بلندی ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کی صبح کیا ہی حسین و خوبصورت صبح تھی ، جبکہ شاہی خاندان میں رانا دلیپ سنگھ[۵۱] سا ٹیکہ پیدا ہُوا ، جوتشیوں اور نجومیوں نے زائچہ لگایا ، کہ مولود خاندان کا بزرگ نام روشن کریگا ، خود روشن ہوگا ، اور مُلک میں روشنی پھیلائیگا ۔

انتظامِ ایامِ نابالغی اور تعلیم و تربیت

ابھی آپکی معصومیت بچپن کی ۱۰ بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں کہ سری رانا صاحب کا سایہ سر سے اُٹھ گیا ، کونسل انتظامیہ منتخب ہُوئی ، جس میں خوش قسمتی سے ریاست ہی کے افراد منتخب ہُوئے ، جس طرح ہونہار بچے بچپن میں مصائب اُٹھا کر اپنی آئندہ زندگی میں بڑے آدمی ہوتے ہیں ، آپ نے بھی سخت مصائب کھیلے آپ کو پرائیویٹ تعلیم کے بعد چیفس کالج لاہور میں تعلیم پانے کا موقعہ ملا ، پھر شملہ کے بشپ کاٹن سکول

[۵۱] گورنمنٹ ہند کی طرف سے ایچ - ڈی - کریگ نے جو تاریخ "روسائے پنجاب" تیار کی ہے اُس میں نہایت پُر مغالطہ اندراج کیا گیا ہے ، کہ ٹیکہ کا نام اُڑا کر خواص زادہ کو ٹیکہ بنانے کی ناپاک سازش کی رسوائی ہوگئی ہے شرم ۔

یہ قابلیت پیدا کی، اسکے بعد کانگڑہ میں بندوبست، ریاست چمبل میں جگلات، اور شملہ کی عدالت میں جوڈیشیل تربیت حاصل کی، ہر ایک مقام پر آپ کی ہونہاری آپ کو ممتاز بناتی رہی آپ کی دلیری انگریزوں کو بھاتی رہی،

آپ آج کل بطور پریسیڈنٹ کونسل ریاست کا کام انجام دے رہے ہیں، نقاد حضرات نے آپ کی محنت و لیاقت، ضبط اوقات و معروفیت، اور دل و دماغ کا اندازہ لگا کر آپ کو ایک کامیاب ہونے والا حکمران قرار دیا ہے، جب آپ کامل طور پر ریاست کے اختیارات استعمال میں لائینگے بلاشبہ ایک نامور حکمران ثابت ہونگے، یقین کیا جاتا ہے کہ وہ تمام خرابیاں وابتریاں جو نابالغی اور تغیر زمانہ سے پیدا ہو جاتی ہیں، دُور فرما کر ایک آئینی شکل میں ریاست کو شاندار بنا ئینگے، آپ کے اخلاق و عادات و حالات و خیالات آپ کو محبوب خلائق بنا چکے ہیں، آپ حسن سیرت، حسن صورت کے بھی بادشاہ ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ جو آپ سے ملاقات کرتا ہے، وہ آپ ہی کا ہو رہتا ہے، آپ میں وہ سب خوبیاں پائی جاتی ہیں جو قدیم راجپوتوں کے لئے مایۂ ناز ہیں، آپ کی قوتِ خیال عام پہاڑیوں سے آپ کو تمیز کرتی ہے، وہ دن جلد آنے والا ہے، جبکہ آپ اِس کوہستان اترکھنڈ کے سرتاج تسلیم کئے جائینگے،

دھامی کا محلِ وقوع

قدیم تاریخی حالات اور شہزادہ دلیپ سنگھ کی وابستگی نے مجھے قاعدہ سے زیادہ مصروف رکھا، اب چند سطریں یہاں کی مقامی خصوصیت پر لکھی جاتی ہیں، جہاں دیگر ریاستوں کے محل وقوع بے نظیر پائے اُن سے بڑھکر دھامی کا محل وقوع ہے، یہ ایک ایسی دھار پر واقع ہے کہ جس کے ۳ میل کے فاصلہ پر جانب شرق کریالی کی سرسبز پُر فضا چوٹی ہے، جانب شمال غرب ۱۲ میل کے فاصلہ پر منگو کی چوٹی ایک خاص منظر لئے ہوئے ہے، شمال میں دوامی برف کے پہاڑ سینکڑوں کوس کا نظارہ پیش کرتے ہیں، نہ زیادہ گرمی ہے، نہ سردی، یہاں کا پانی آبِ حیات ہے یا گنگا جل، شکار کی یہ کثرت ہے کہ ہر راہ رَو بے تعداد جانور اپنے راستہ میں پاتا ہے، سکول، ڈاکخانہ بازار

سب موزوں ہیں، آٹھ صدی میں محنتی و جفاکش کسانوں نے پہاڑ کاٹ کاٹ کر کھیتوں کا وسیع سلسلہ بنادیا ہے، یہ خصوصیت ہے کہ کسی دیگر علاقہ کا پانی ان کی سرحد میں داخل نہیں ہوتا،

خاص شاہی اصطبل

ممدوح کو گھوڑوں کا خاص شوق ہے۔ ہر قسم کا نسلدار گھوڑا آپکے اصطبل میں موجود ہے، آپ کامل شہسوار ہیں، اور بے خطا شکاری،

آپ نے اپنی خاص دلی محبت سے جو گھوڑا مجھے سفر کے لئے دیا، میں کہتا ہوں کہ اگر ایسے گھوڑوں پر پہاڑ کا سفر طے کیا جائے، پہاڑ کی چڑھائی اُترائی کی مشکلات ہی نمونہ نہ ہوں، مگر ایسے گھوڑے ملتے کہاں ہیں؟ دعا ہے کہ ہمارا یہ شہزادہ دانا تاجدار اپنے لاکھوں برس کے ورثہ کا واحد مالک ہو، اور آپ کی شاندار زندگی میں ولی عہد آپ سے تجربات حاصل کرے ؛

ریاست بہاولپور میں ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف تعصب کا کب خاتمہ ہوگا؟

نواب بہاولپور اور اُنکے حاشیہ نشینوں کو دو تازہ سارٹیفکیٹ

"رئیس ہند" کی پالیسی کسی قومی تفریق کی نہیں، اسی لئے وہ جانبداری کو مردود سمجھتا ہے مگر جس ریاست میں ظلم یا مذہبی تعصب ریاست کی تباہی کا باعث ہوتا جاتا ہے اُسکا بیدریغ نوٹس لیا جاتا ہے، خواہ کسی راجہ کی ریاست ہو، خواہ نواب کی،

نواب صاحب بہاولپور اور ان کے دربار کے متعلق عرصہ سے مذہبی جانبداری کا الزام لگایا جارہا ہے، حتیٰ کہ ایک بار ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب سٹیٹس کو بھی بھرے دربار میں تلخ نصیحت نواب صاحب موصوف کو کرنا پڑی، اب اخبارات میں اس تباہ کن تعصب کے مضامین بڑے زور شور سے نکلنا شروع ہوگئے ہیں، مندرجہ ذیل واقعات **گورو گھنٹال** لاہور (۲۰ اکتوبر) میں شائع ہوئے ہیں، جنہیں ہم چھاپ کر نہایت ادب کے ساتھ نواب صاحب اور اُن کے دربار کو توجہ دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں **اورنگزیب کے** انجام تعصب سے جلد سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جس کی آخری عمر میں ہی سلطنت مغلیہ کو ضعف آگیا تھا، اور اسکے مرنے کے بعد شاہی خاندان کے خون کی ندیاں بہہ کر

سلطنت مغلیہ غرق آب ہو گئی تھی۔ اور جس کے شہزادے آجکل دہلی و متفرق مقامات پر
پنکھا قلی چپا تڑی فروش اور نان بائی بن کر گذر اوقات کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر

کچھ عرصہ سے ریاست حیدر آباد کی طرح ریاست بہاولپور نے بھی مذہبی تعصب اور تنگدلی کی وجہ سے شہرت حاصل کرنی شروع کی ہے، نواب صاحب کو چاہیے کہ ریاست نابھہ، اندور اور بھرت پور کی مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی روش کو بدلیں، ورنہ ان کا انجام بھی اچھا نہ ہوگا۔ حال میں ہی ریاست مذکور کو دو سرٹیفکیٹ ملے ہیں جن کو ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ ہمعصر شیر پنجاب لکھتا ہے:۔

"۲۷ اگست گذشتہ کو سردار ودیام سنگھ سکنہ گھالیاں تحصیل منچن آباد ریاست بہاولپور بسبب پیشی عدالت جج صاحب خیر پور حاضر ہوا، اُسے ایک فٹ کرپان رکھنے پر موقعہ پیشی عدالت میں گرفتار کر لیا گیا اور آئندہ پیشی اُس کی ۸ ستمبر کو مقرر کر دی گئی، اسکے بعد مزید کسی کارروائی کے اس پیشی پر اب آئندہ پیشی ۲۰ نومبر کو رکھی گئی ہے، جو کچھ بھی آئندہ ہوگا، حالات روشن ہو جائینگے، اس سے پیشتر بھی کئی ایک گرفتاریاں دربارہ رکھنے کرپان عمل میں آچکی ہیں، جن کی نسبت بذریعہ اخبارات پبلک اور نواب صاحب بہاولپور کے گوش گزار کی گئی تھیں، جن کی بابت آج تک کوئی نوٹس نہیں لیا گیا، اور بجائے اسکے کہ کرپان رکھنے کے جرم کی منسوخی کا حکم دیا جاتا، برخلاف اسکے ایک فٹ کرپان رکھنے پر گرفتاری عمل میں لائی گئی، معلوم نہیں کہ اس قسم کا ناواجب سلوک ریاست بہاولپور کا سکھوں کے ساتھ کرنے سے کیا منشا ہے، انہی وجوہات کے سبب کئی اعلےٰ سکھ زمیندار اور بہت سے دیگر کاشتکار جو ریاست میں زمین خریدنے کے خواہشمند تھے، زمین کی خریداری سے باز رہ گئے ہیں، جس سے ریاست کو بہت بھاری نقصان پہنچا ہے، ریاست میں سکھوں کے مذہب کی توہین و بے عزتی کی جاتی ہے، حالانکہ تمام ہندوستان میں کسی جگہ بھی کرپان رکھنا جرم نہیں ہے، جب سے گورنمنٹ انگریزی نے کرپان کو مذہبی نشان قرار دیکر ایکٹ اسلحہ سے مستثنےٰ کر دیا ہے،

سمجھ میں نہیں آتا کہ ریاست بہاولپور نے کس خیال سے سکھوں کو مذہبی نشان رکھنے میں مجرم قرار دیا ہے، لہٰذا ہم والیئے ریاست سے گذارش کرتے ہیں کہ سکھوں کے ساتھ اس قسم کا ناروا و ناجائز سلوک کرنے سے معافی بخشی جائے، کیونکہ ہم بھی آپ کی رعایا ہیں، جیسا کہ دوسری رعیت ہے"۔ (داس سکترا کالی جھتا)۔

ہمعصر پارس لاہور لکھتا ہے :۔

"ریاست بہاولپور ایک متعصب اسلامی ریاست ہے، جس کا نواب ایک خاص پارٹی کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے، یہ پارٹی جو چاہتی ہے کرتا ہے، اور کسی کو اس پارٹی کے افراد کی حرکات پر نکتہ چینی کرنے کی مجال نہیں، کبھی ہندوؤں کے مذہبی جلوس روک لیے جاتے ہیں، کبھی سکھوں کو کرپان پہننے کی ممانعت کی جاتی ہے، کیونکہ ریاست میں در اصل اس پارٹی کی حکومت ہے، نواب صاحب کی ذاتی کوئی رائے نہیں۔ اس پارٹی کے افراد کسی ایسے شخص کو برسر کار نہیں رہنے دیتے جو اس کابینہ میں شریک ہو جائے، اور آئے دن کوئی نہ کوئی اعلیٰ افسر جو ان کی چالوں اور گھاتوں سے اتفاق نہیں کرتا، ملازمت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے، چنانچہ کپتان سکندر حیات خاں صاحب وزیر اعظم کی علیحدگی کا باعث بھی یہی نظر آتا ہے، کپتان صاحب اس پارٹی کے خیالات سے متفق نہ ہوئے اور انہوں نے فرائض کی انجام دہی ضروری سمجھی، رشوت ستانی کو جو وبا کی طرح مسلط ہو رہی تھی دور کرنا چاہا، اور یہی باتیں اس پارٹی کے لئے خطرناک تھیں، اسلئے آپس میں نہ نبھ سکی، اور کپتان صاحب کو علیحدہ ہو جانا پڑا، جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں، اس پارٹی کے ہاتھوں ہندو، بلکہ رعایا بیزار ہے، نظام ریاست بگڑ رہا ہے، اس لئے اگر نواب بہاولپور معذور ہوں تو گورنمنٹ کو اس پارٹی کا اقتدار توڑنے کی کوشش کرنی چاہیئے، تاکہ رعایا آرام سے زندگی بسر کر سکے، بہاولپور سے ہمارے ایک واقفکار صاحب نے کپتان سکندر حیات خاں صاحب کی علیحدگی کی وجوہات اور نواب صاحب پر قابض پارٹی کے اندرونی حالات بھیجے ہیں، جن کے شائع ہونے پر کئی سنسنی خیز حالات کا انکشاف ہوگا، نواب صاحب کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے"

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر ۲

سری رانا بیر پال صاحب بہادر والیٔ

ریاست بھجّی

(کوہستانِ شملہ)

(سلسلہ کے لئے دیکھو رئیسِ ہند ستمبر ۱۹۲۸ء)

راجہ بلاکسی قسم کے جواب دئیے سو گیا، صبح کے وقت خواب دیکھا کہ مہارانا لچھمن کنوار اُس پر پھولوں کی بارش کر رہا ہے اور راج کنور رنو اُس کی شہزادی کے پاس کلغی لگائے بیٹھا ہے، خواب سے بیدار ہونے پر رانی سے کہا کہ تمہارا رات کا مشورہ میرے پسند آیا، پنڈتوں کو بھیجو۔ کہ مہاراج کمار رنو کو ہاتھی پر سوار کر کے لائیں اور سکھ پال میں آنکی ماتا آئیں، چنانچہ یہ بلائے جا کر کانگڑہ کی شہزادی کے ساتھ بیاہے گئے، اور خانہ داماد بنکر سلطنت کے وارث مقرر ہوئے۔

مہارانا رن پال کی اُلوالعزمیاں

آپ نے کانگڑہ کی راج گدی پر جلوس فرما کر اپنے خاندانی لفظ پال کو نام میں بڑھا کر خاندانی ورثہ کے تقاضے سے اپنے لئے لازوال شہرت، ناموری اور بہادری کا میدان صاف کیا، راجگانِ کانگڑہ نے اپنی ہزارہا برس کی طولانی حکمرانی میں اپنے علاقہ سے نا ایک انچ بھر

زمین کا بھی اضافہ نہ کیا تھا، مگر مہارانا رنپال مہارانا لچھمن کمار سے فاتح اور اُولُوالعزم کا نشان تھا، آپ نے اپنے علاقہ سے نادون[له] پر حملہ کرکے قبضہ کر لیا، اور دوبارہ اجداد کی قائم کی، آپ کی شہرتِ تعمیر مکانات و محلات کی وجہ سے آجتک زبان زدِ عام ہے۔

مہارانا سرپال سے مہاراجہ بدھو چند تک ۴۴ پشتیں

آپ کا دلیعہد سرپال وہیں خاندان کا مشہور ممبر تھا۔ آپ نے پھر کانگڑہ کو راجدھانی بنایا۔ آپ کی چوبیسویں پشت میں مہاراجہ بدھو چند ایک ایسا صاحبِ اقبال پیدا ہوا کہ جسکے تین بیٹوں نے مشترکہ فتوحات کے بعد تین جُداگانہ ریاستوں کی بنیاد قائم کی۔

چندپال اور چتروپال کی اُوترکنڈ کی فتوحات

صاحبِ حوصلہ، اُولُوالعزم اور جوانمردوں کے لئے دُنیاوی اور رُوحانی ترقیات کا میدان کھُلا ہے، یہ اعلیٰ ہستیاں جس طرف قدم اُٹھاتی ہیں، فتح اور کامیابی اقبال کیلئے سر جھکاتی ہیں، چندپال اور چتروپال پانچوں بھائیوں میں نبرد آزما جنگجو، صاحبِ ہمت و جُرأت تھے، اور دونوں تھیں اتحاد تھا، اس ہمواریِ دلی نے وہ کمال دکھایا کہ جو بھائیوں کے اتحاد کے راز میں مُضمر ہے،

چندپال، اور چتروپال دونوں بھائی رام لچھمن کی جوڑی تھی، کہ ایک نے اپنی غرض دوسرے کی غرض پر قربان کردی، اب تک بدھو چند کی سلطنت کی حدود دریائے بیاس

له آج کل نادون کانگڑہ کے مشہور اور نامی شہروں میں شمار ہوتا ہے، یہ مقام ایسا دلکشا و سرور افزا ہے کہ اسکی تعریف میں ضرب المثل "جائیگا نادون، تو آئیگا کون" سب ملکوں میں مشہور ہے، یہاں کی عورتیں بالعموم نہایت حسین ہوتی ہیں، یہاں ایسے متواضع اور مہمان نواز لوگ ہیں کہ فوراً دل بستگی و ارتباط پہلی ہی ملاقات میں پیدا ہوجاتا ہے ؛

سے آگے نہ بڑھی تھیں، مگر اِن دونوں بھائیوں نے علاقہ آمنر دئے دریاہائے بیاس و ستلج کو بے خاوند اور برباد پایا، مختلف اقوام صوبہ جات سرحدی کی طرح اپنے اپنے دیہات میں قبیلے وار منقسم تھیں، اور سرگرمی محض پیداوار کوہی کی لوٹ پر ختم تھی۔ انتظام و نگرانی اور مختلف اقوام میں اتحاد و امن قائم رکھنے کی بجائے اپنی اغراض سے حسب ضرورت خانہ جنگی اور مقامی جھگڑے نہ ختم ہوتے تھے، مخلوق عالم قطعاً خستہ حال تھی، سخت محنت اور مشقت اور سال بھر کی کاشتکاری کی تکالیف بھی فارغ البالی نصیب نہ ہونے دیتی تھی، آپ نے اُن کی مصائب اور مشکلات اپنے زیرک قاصدوں کے ذریعہ جلد ہی معلوم کر لیں، اور معمولی فوج لیکر دریا عبور کئے، جس علاقہ میں جاتے تھے وہاں کی آبادی پیداوار کوہی نذر نیاز میں لیکر جبین اطاعت سے حملہ آور کو خوشدل کرتی تھی، گویا فاتح و مفتوح بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح ملتے تھے۔ اِن فتوحات سے کہ جنہیں حملہ آوری سے نامزد کرنا ایک خطرناک تاریخی غلطی ہے، یہ تاجدار کانگڑہ تک بیدریغ بڑھتے چلے گئے، اور ہر مقام گاؤں، دیہی وغیرہ میں وہاں کے ساکنین کیطرف سے اُنکے ساتھ اُسی تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا گیا کہ جو ایسے نیک دل فاتح ہی کا حصہ ہے،

کانگڑہ کی کیفیت

اِس خاندان کی حکومت، جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے راجہ رتن پال کے عہد سے صوبہ کانگڑہ پر مستقل طور سے ۴۴ پشت تک مسلسل و متواتر یکے بعد دیگرے چلی آئی تھی، یہ دُنیا کا بہترین قطعہ ہے جسکا تقریباً چار سو میل طول اور ڈیڑھ سو میل عرض ہے۔ علاقہ کوہستانی ہے جس میں نالے، کھولیں بکثرت جاری ہیں، اعلیٰ درجہ کی سیر و سیرابی ہے کہ جسے دیکھ کر طبع سیاحین و سائرین شگفتہ ہو جاتی ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلنا نہایت لطافت سے آب ناب کا بہنا گرد و کلفت دِل کو دھوتا ہے، جس میں دریائیں آبشار و

جھرنوں، چشموں، نالوں، اور کوہلوں کی اسقدر بیشمار افراط ہے کہ ہندوستان کا کوئی اور قطعہ اس سے بڑھ کر نہیں، باتی گنگا ندی، سیتر ندی، نور پور ندی، مانجھی، ندی پران، تلوک ناتھ، بیاس گنگا، ستلج کی روانیاں سب اسکی شادابی میں کوشاں ہیں، موسم نہایت معتدل ہے، علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی زمینوں میں بستیاں ہیں کہ جس سے تمام پہاڑ آباد نظر آتا ہے، ہر طرح کی کانیں ہیں، ایسے آبشار و چشمے بھی ہیں، جو امراض مزمنہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں، قلعہ کانگڑہ خاص میں ایک چاہ ہزارہا برس سے روغن زرد سے بھرا ہوا ہے اور بقدر قد آدم اُسکے اوپر پانی ہے۔ مُنہ اُس کنوئیں کا مٹی سے بند ہے، یہ گھی ہر قسم کے عارضہ چشم کے لئے سرمہ کوہ طور ہے، اِس علاقہ میں ۴۰ سے زائد ہندوؤں کے نہایت ہی قدیم معابد و منادر ہیں غرضکہ یہ علاقہ شروع میں رشیوں نے پسند کر کے مناسب مناسب مقامات پر جدا جدا ساجد معانیاں قائم کر لیں، دُنیا بھر کی ہر چیز اس قطعہ منتخب میں پائی جاتی ہے،

کہا جا سکتا ہے کہ ریاست بھجی وغیرہ کے بزرگوں نے ہزارہا سال قبل اپنے بابرکت قدوم سے اِس قطعہ کو رونق بخشی، نسل بڑھتی گئی، اور اُس کے رُکن بھی شمال کی طرف بڑھتے گئے یہ سلسلۂ نسب جو لکھا گیا ہے بھجی سے مختلف ہے۔ پھر خود ہوگا •

دونوں بھائیوں میں تقسیم مِلک و مُلک

زمانۂ قدیم کی صابر و قانع طبائع، ہوسِ جُوعُ الارض کے لئے، نہ ناحق بہانے فساد پیدا کرتی تھیں، نہ کانوں اور پیداوار حاصل کرنے کیلئے بہانے تراشتی تھیں، نہ اپنی قوم کے کسی آدمی یا عورت کے دیدہ و دانستہ قتل پر خلق خدا کی نازیبا خونریزی روا رکھتی تھیں اسلئے یہ فاتح دل و دماغ مارکنڈے آگے نہ بڑھتے، چنپال نے اپنی حکومت کوٹی میں اور چڑد پال نے بھجی میں قائم کی

یہاں سے یہ ایک خاندان دو جدا گانہ خاندانوں میں منقسم ہوگیا، سوگیال[۵۱] اور بھوگیال[۵۲] نے رشیوں کی زندگی پائی + مورخ شاہی - (باقی دارد)-

تذکرہ روسائے ہند نمبر ۳۸

ہز ہائنس فرزند سعادت نشان حضرت قیصر ہند براڑبنس راجہ ہراندر سنگھ صاحب بہادر والئے فرید کوٹ

(پنجاب)

رقبہ ریاست	آبادی ریاست	مالیہ	سلامی اتواپ
۶۴۳ مربع میل	۱۵۰۶۶۱	۲۰۴۲۰۰۰	۱۱

رئیس ہند ریاست **فرید کوٹ** کی نسبت اپنے موقر و معزز نامہ نگار صاحبان کی تحریرات کے وثوق پر اس امر کا بارہا اعادہ کر چکا ہے کہ ایام نابالغی راجہ صاحب

---

[۵۱] آپ نے اپنے دنش مورتان ملے کے دستورالعمل زندگی کی پیروی کرتے ہوئے مکتی پائی، چنانچہ دیوتا کہلائے، آپ کا مندر مقام بھاگو علاقہ ریاست کیونتھل میں ہے +

[۵۲] اُنہوں نے ایک خواص سے شادی کی اُس سے پہگا نے کنیت پیدا ہوئے، جو علاقہ بھاگو میں موجود ہیں، آپ کے ایک بہن بھی تھی جو دیوی کہلائیں، اپنے اِن دونوں بھائیوں کے ساتھ رہتی تھیں، اور پوجا پاٹ آپکا شغل زندگی تھا، دونوں بھائیوں کے اس طرح سے پرلوک سدھار نے پر ڈولے میں سوار ہوکر خاص بھاگو کیطرف بڑھیں اور اپنا ڈولہ ٹھیرایا، جب بہت دیر تک ڈولہ کے اُٹھانے کا اشارہ نہ ہُوا، تو ڈولی برداروں نے ہمراہی پنڈت سے اجازت چاہی، پنڈت نے جو پردہ اُٹھایا تو اندر نظر نہ آئیں، وہاں ہی اُن کی یادگار میں مندر بنایا گیا، جو آج تک پرستش کیا جاتا ہے، اِن کا ایک بھائی **کلر** نامی تھا کہ جو کانگڑہ ہی میں رہا، جہاں آج تک اُسکا نام نشان موجود ہے +

میں ریاست کا انتظام ایک معقول مُدبّر پریذیڈنٹ کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے ہر طرح قابل تسلّی و ستائش ہے، ہم نے اپنے معزز نامہ نگار کو تکلیف دی تھی کہ ریاست کی انتظامیہ مشینری اور تدریجی ترقی پر کوئی دلچسپ تاریخی مضمون لکھیں چنانچہ موصولہ مراسلہ ذیل بڑی خوشی سے چھاپا جاتا ہے:-

راجہ صاحب کی مختصر تاریخ اور موجودہ انتظام ریاست

راجہ صاحب کی پیدائش

راجہ ہر اندر سنگھ صاحب ۲۹ر جنوری ۱۹۱۵ء کو منصّہ شہود پر جلوہ گر ہوئے، چونکہ آپکے والد بزرگوار ہز ہائینس مہاراجہ میجر برج اندر سنگھ بہادر نے عین جوانی میں انتقال فرمایا تھا، اس لئے آپ کی گدی نشینی کی رسومات ۲۳ر دسمبر ۱۹۱۸ء کو ادا ہوئیں، راجہ صاحب چیمبر آف پرنسس کے ممبر ہیں،

تعلیم

راجہ صاحب اپنے برادر اصغر کے ہمراہ اپریل ۱۹۲۳ء میں انگلینڈ تشریف لے گئے تھے، جہاں سے فروری ۱۹۲۳ء میں واپس تشریف لائے، راجہ صاحب اکنور صاحب کے ساتھ نومبر ۱۹۲۵ء سے چیفس کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں، اور یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہر دو شہزادگان تعلیمی ترقیات میں پیش پیش ہیں، راجہ صاحب جن اتالیقوں اور اُستادوں کی زیر نگرانی ہیں، اُن کا فتویٰ ہے کہ آپ ایک دانشمند، وسیع خیال اور شریف طبع فرمانروا ہونگے، چونکہ آپ مردانہ کھیلوں میں خوب حصّہ لیتے ہیں اسلئے آپ کی صحت نے بھی اپنی جوانی دکھانی شروع کر دی، آپ نہایت خوبصورت، قدآور، اچھریرے بدن کے شہزادہ ہیں *

خانوادۂ عالی

راجہ صاحب کا سلسلۂ نسب رؤسائے پھولکیاں کے مورثِ اعلےٰ آرار سے جا ملتا ہے، اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ہی شیر کے بچّے ہیں،

گورنمنٹ سے پولیٹیکل تعلقات کی استواری

خاندان شاہی فریدکوٹ کا جب سے گورنمنٹ عالیہ سے پولیٹیکل تعلق قائم ہوا ہے، اُسکا طرزِ عمل مستقل و متواتر ہمیشہ وفادارانہ اور جان نثارانہ طرز عمل رہا ہے، اور گورنمنٹ کی ہر مشکل میں خواہ وہ ہندوستان کی حدود کے اندر تھی، خواہ باہر، وہ ہر موقعہ پر ثابت قدم رہے ہیں ۔

راجہ پہاڑ سنگھ نے سکھوں کی جنگ میں جو ایک نہایت نازک موقعہ تھا گورنمنٹ کی پوری پوری امداد کی، اُن کے بعد اُن کے فرزند راجہ وزیر سنگھ نے غدر ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کو سخت مصیبت سے خلاصی دلائی، دریائے ستلج کو محفوظ رکھا، اور مشہور باغی شامداس پر حملہ آور ہو کر اُس کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا، ۱۸۷۴ء میں اُن کے انتقال کے بعد اُن کے فرزند راجہ بکرم سنگھ مسند نشین ہوئے جنھوں نے نہایت مدبری، دانشمندی سے ۴۰ سال تک راج کیا، دوران حکومت میں بہت سی اصلاحات فرمائیں، دوسری افغان وار میں گورنمنٹ کی خیرخواہی کا ثبوت دیکر اپنی خاندانی روایات کو جلو دی، اُن کے بعد راجہ بلبیر سنگھ بہادر جانشین ہوئے، مگر آپ نے جلدی ہی انتقال فرما کر خاندان شاہی اور رعایا کو سخت صدمہ پہنچایا، اُن کے انتقال پُر ملال پر مہاراجہ برج اندر سنگھ نے تخت سنبھالا اور ۱۹۱۶ء میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لی، وہ پہلے تاجدار تھے کہ جنھوں نے بڑی قابلیت سے چیفس کالج کا تعلیمی تمغہ حاصل کیا، وہ ایک باآئین فرمانروا تھے لیکن ظالم موت نے ۱۹۱۸ء میں اُن کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا، خاندانِ شاہی کو پے در پے صدمات نے بے حال کر دیا۔

خدمات جنگِ عظیم

جنگ کا آغاز ہوتے ہی مہاراجہ صاحب بہادر نے اپنی ریاست کے تمام ذرائع گورنمنٹ کے تابع فرمان فرما دیئے۔ اِس موقعہ پر جو جو خدمات ریاست فریدکوٹ سے گورنمنٹ کی ادا کی گئیں اُن کی فہرست طولانی ہے،

جو پنجاب وار سروسینز میں مکمل درج ہو چکی ہیں + دکتاب کور گورنمنٹ کیلئے فرصت نہیں

موجودہ انتظام

راجہ صاحب کی نابالغی میں ریاست کا انتظام کونسل انتظامیہ کے ذریعہ کیا گیا، کہ جس کے پانچ ممبر ہیں، اُس کے پریسیڈنٹ سردار بہادر سردار اندر سنگھ ہیں کہ جن پر مہاراجہ مغفور کی از حد مہربانی تھی، اگر راجہ صاحب زندہ رہتے تو اس قابل وفادار سردار سے بڑے بڑے کام لیتے، مگر مرحوم کی رُوح اُس وقت بڑی مطمئن ہوتی ہوگی جب وہ اپنے بعد اپنی ریاست کی انتظامیہ مشینری اپنے معتمد کے زیر نگرانی دیکھتی ہوگی۔ یہ جاں نثار سردار اس قابلیت اور تعلیم پر بھی اپنے آپ کو ریاست اور رئیس کا خادم تصور کرتا ہے، اور بلاشبہ آپ کی خدمات اور طرز حکمرانی ریاست فرید کوٹ زبان حال سے آپ کے حسن انتظام کی داد دے رہی ہے،

وہ عرصہ ۷ سال سے پریسیڈنسی کی سی اہم خدمات اس خوبی سے انجام دے رہا ہے، کہ جس پر کل ریاستوں کے اراکین کو رشک کھانا چاہئے، اُس کی ایسی جاں نثاری، طرز حکمرانی، اور تاج سے مسلمہ وفاداری کا یہ نتیجہ ہوا، کہ ان ایام نابالغی میں ریاست نے بے نظیر ترقی کی ہے، حکام اعلیٰ، حکومت قیصری کی رہبری ان کی مزید کامیابی کا باعث ہوئی، کیونکہ آپ نے اپنی ذاتی خواہشات ریاست کے مفاد پر قربان کر دی ہیں، یہ آپ ہی کی دانشمندی کا نتیجہ ہے کہ نابالغ رئیس ہر طرح کے قوائے عقلی و ذہنی کا جوہر دکھا رہا ہے، آپ نے آج تک اپنی کونسل اور تمام دربار کو سازشوں سے بچا رکھا ہے کہ جو بالعموم ریاستوں میں ہر جگہ افسوس کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں + (باقی دارد)

مشاغلِ علمی و تقریظات

جنگِ عظیم سر پر کھڑا ہے

بالشویک اخبارات اور ہندوستانی اخبارات کے تراجم

گورنمنٹ انگلشیہ دُنیا بھر کی حکومتوں سے دانشمند ہے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر حکومت کے دانشمند افراد اسے دانشمند تسلیم کرتے ہیں، اِسی دانشمندی کی بدولت یہ دُنیا کے ہر حصّے پر قابض ہے، اور دُنیا کے جنگی وہاں معرکہ میں فتحیاب ہے، افسوس ہے کہ یہ فتحیابی بعض حکومتوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، اور اس کی تائید میں غیر مطمئن افرادِ مُلک بھی اپنی زبانیں کھولتے ہیں کیونکہ دُنیا حقیقۃً انقلاب پسند ہے اِس لئے ہر حصّہ مُلک میں انقلابِ حکومت کے خواب دیکھے جاتے ہیں۔

دُنیا بھر کی سب طاقتوں نے اسکے پنجۂ آہنی سے شکست کھائی، مگر رُوس کی جدید طاقت بولشویک اب اُس ست طاقت آزمائی کے لئے نہایت بیقرار نظر آتی ہے سب کو معلوم ہے کہ جنگ کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں، اور صدیوں وہ نقصان پورا نہیں ہوتا کہ جو چند یوم کے عرصۂ جنگ میں رُونما ہوتا ہے، خسارہ میں سب سے زیادہ ہندوستان کا حصّہ ہے، مگر اسپر بھی ہم ہندوستانی اِس جدید جنگ کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں اور بالشویک پروپگنڈا کی تشہیر اپنا قومی فرض تصور کئے ہوتے ہیں، آجکل ہندوستانی اخبارات اِن خیالات کی اشاعت میں اپنا عندیہ ظاہر کر رہے ہیں، اور لُطف یہ ہے کہ دوسری طرف حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جاتا ہے، بالشویک کا ایسا زہریلا پروپاگنڈا ہندوستان کے اُردو اخبارات میں پھیلنے سے سخت

اندیشہ کا احتمال ہے، خدا معلوم گورنمنٹ کا سنسر کس قہوہ خانہ میں وسکی سوڈا کے مزے لے رہا ہے کہ جو اِن خونی تحریکات سے بالکل بے خبر ہے،

الامان دہلی نے بالشویک اخبار پرودا (ماسکو) مورخہ ۲۹ - اپریل کے ایک آرٹیکل کا ترجمہ چھاپ کر اسکی "اہمیت" کے لحاظ سے ہندوستان کی سیاسی دنیا کو متوجہ کیا ہے، زہر ہلاہل سے بجھے ہوئے اِن تمام نشتروں میں سے چند نشتر ڈائرکٹران پبلک انفارمیشن کی خاص توجہ کے مستحق ہیں،

افغانستان پر برطانوی دست درازیاں

"انیسویں صدی افغانستان میں برطانوی ستم رانیوں اور آزادی کے لئے افغانوں کی جد و جہد کی تاریخ ہے اِس صدی میں یکے بعد دیگرے بہت سا علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا، اور افغانستان انگریزوں کی ایک ماتحت ریاست بنگیا، جو برطانیہ کی اجازت کے بغیر دیگر ممالک سے تعلقات قائم کرنیکا مجاز نہ تھا، برطانیہ اِسے کمزور رکھنے کے لئے مختلف افغانی قبائل کو باہم دست و گریباں رکھتی تھی"،

جنگِ عظیم کے بعد افغانستان کی فتح

"جنگِ عظیم کے بعد انقلابِ روس نے مشرق کی آنکھیں کھولدیں اور فروری ۱۹۱۹ئہ میں امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کو کسی نے قتل کر دیا، اِنکے بعد افغانستان کے تخت پر موجودہ بیدار مغز حکمران جلوہ افروز ہوا اور اُس نے فوراً افغانستان کی آزادی کا اعلان کر دیا، برطانیہ یہ دیکھنے کے لئے تیار نہ تھی اور اُسے خاموشی سے برداشت نہ کر سکتی تھی، اُسنے افغانستان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا، افغانستان مقابلہ میں صف آرا ہو گیا، کچھ عرصہ تک جنگ جاری رہی، آخر برطانیہ نے سرِ خم کر دیا، اور افغانستان فتحمند ہوا، اور برطانیہ نے اِسکی آزادی کو تسلیم کر لیا"

رُوس انگلستان کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے

"انگلستان رُوس کے خلاف آستین چڑھا رہا ہے، اور اُسے بھی اپنی نوآبادی بنانا چاہتا ہے، رُوس اسکی آنکھوں میں کانٹے

کیطرح کھٹک رہا ہے، کیونکہ وہ مظلوم جماعتوں اور غلام ممالک و اقوام کا ہمدرد ہے، اور اُس نے دُنیا پر یہ ثابت کردیا ہے کہ اقتدار سے آزاد بندہ اقوام و ممالک کسی دست درازی کے بغیر امن صلح سے رہ سکتے ہیں، برطانیہ اعظم مشرق میں بالشویک اثر کے خوف سے رُوس کی مشرقی سرحد پر اپنی قوتیں جمع کر رہا ہے، نیز افغانستان کو دھمکی، وعدہ، اور ترغیب سے جس طرح پر ممکن ہو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہے، لہٰذا وہ ایک طرف تو افغانستان سے سیاسی گفت و شنید سازشوں میں مصروف ہے اور دوسری طرف سرحد افغانستان پر گوری فوجیں جمع کر رہا ہے"،

افغانوں کیلئے بہادری کا موقعہ

"تاریخ نے ایکبار پھر افغانستان کو برطانوی شہنشاہیت سے اپنی حفاظت کرنے پر مجبور کردیا ہے، عام افغان انگریزوں اور افغانوں کی تیسری جنگ کو فراموش نہیں کرینگے، جس میں انہوں نے اپنے خون سے آزادی خریدی تھی، ہمیں یقین ہے کہ شاہ امان اللہ خاں جیسا مدبر، بدنام ٹھگوں کے جھوٹے وعدوں اور پُر فریب جھانسوں پر افغانستان کی آزادی اور بالشویک رُوس کی امداد کو قربان نہیں کریگا، افغانستان اور رُوس کو انگلستان کی مشترکہ دشمنی نے دوست بنا دیا ہے مزید برآں افغانستان رُوس کے لئے شیریں پھل اور پختہ اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے بہترین سرچشمہ ثابت ہوگا"؎

رسم الخط اور خطاطی

مصریوں کا دعوٰی ہے کہ اُن کا تمدن سب سے زیادہ قدیم ہے اسلئے ایجاد و اختراع حروف کا شرف بھی اُنہی کو حاصل ہے، مگر بہت سے رُومی مصنفین کا قول ہے کہ حروف کی ایجاد کا سہرا اہلِ فینقیہ کے سر ہے، مؤرخ پلاّنی لکھتا ہے کہ فینقی قوم ایجاد حروف کیلئے دُور دُور مشہور تھی، وہ لوگ فلکیات اور بحری و بری فنون جنگ میں بھی بہت شہرت رکھتے تھے، اہلِ یونان نے بھی جو اپنے علوم و فنون کی وجہ سے اِسقدر مشہور ہیں، اپنے حروفِ تہجی فینقیوں سے لئے تھے، اُدھر مسٹر ہالنہڈ کا قول ہے کہ ہندوؤں کی زبان سنسکرت نہ صرف ہندو لٹریچر کا ماخذ ہے، بلکہ

بلکہ خلیج فارس سے لیکر بحیرۂ چین تک جتنی بھی زبانیں رائج ہیں وہ سب سنسکرت کی بیٹیاں اور نواسیاں ہیں،

ہندوستان میں سات مختلف قسم کے رسم الخط ہیں جو سب "ناگری" کے تحت میں آتے ہیں خوبصورت اور صاف خط سنسکرت کو "دیوناگری" یعنی دیوتاؤں کا رسم الخط کہتے ہیں، اسی قسم کی دوسری شاخ "بنگلہ" ہے مشرقی الہند کا قول ہے کہ مصر کا یہ دعوےٰ کہ اسکا تمدن قدیم ترین ہے، بعض وجوہ کی بنا پر تشنۂ دعویٰ ہے، راجہ صاحب کرشن نگر کا بیان ہے، کہ اُنکے پاس ایسی سنسکرت کتب موجود ہیں جنمیں مصریوں کو اپنا "چیلا" بیان کیا گیا ہے، یعنی وہ "گرو" یا سکھانیوالے نہیں تھے، اور اہل مصر ہندوستان آکر وہ برہمنوں سے تعلیم اور وہ علوم و فنون حاصل کیا کرتے تھے جن میں تعلیم دینے کی اُن کے اہل وطن کو کافی قابلیت حاصل نہیں تھی، "سریمد بھاگوت" جو دیوتاؤں کی تاریخ ہے وہ پانچ ہزار سال سے زیادہ قدامت کی دعویدار ہے،

ایرانیوں نے کبھی اس بات کا دعوےٰ نہیں کیا کہ رسم الخط کے موجد وہی ہیں، ایشل کا بیان ہے کہ ایرانیوں میں علوم و فنون کا کچھ زیادہ چرچا نہ تھا، وہاں اگر کچھ ہوا ہے تو وہ شہنشاہ دارا (داریوس) (وآسا) کے باپ گشتاسپ کے زمانہ میں ہوا۔ یا پشتو یا زبان دعوےٰ قدامت کرسکتی ہے عربی زبان کی دو شاخیں تھیں، ایک تو وہ جو حمیری اور دیگر خالص عربی بولتے تھے، اور دوسری وہ قریش کی زبان تھی، جس میں قرآن شریف نازل ہوا،

مطبع کی ایجاد سے پہلے اہل مشرق خطاطی کے زبردست ماہر تھے، انگریزی راج کے ابتدائی زمانہ میں ہندوستان کے محکموں میں وہی ہندوستانی بحیثیت منشی ملازم رکھے جاتے تھے جو خوشخط ہوتے تھے،

حقیقت تو یہ ہے کہ پرانے زمانہ کے مشہور عرب اور ایرانی خوشنویسوں نے جو خوبصورت قطعات یا طغرے لکھے ہیں دنیا بھر میں کوئی خط تحریر بلحاظ خطاطی اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتی، اس دعوے کا ثبوت پٹنہ کی "اورینٹل لائبریری" کی سیر سے مل سکتا ہے "وکٹوریا میموریل" کلکتہ میں ایک باریک کاغذ پر مطلا و مذہب تحریر ہے جو نواب مرشد آباد نے تحفتاً پیش کی تھی

اس کی قیمت ۲۰ ہزار روپیہ لگائی جاتی ہے، بڑے بڑے خوشنویس اپنی تحریروں کی کسقدر قدر و قیمت کیا کرتے تھے، اسکا حال مندرجہ ذیل قصہ سے معلوم ہوگا، جو وی ملی سکاٹ اوکانر نے کسی مشرقی کتب خانے سے لیا ہے :-

میر عماد الحسینی القزوینی نے جن کے تحریر کردہ قطعات کے نمونے پٹنہ کی لائبریری میں موجود ہیں، بخط نستعلیق ایک نہایت عمدہ قطعہ لکھا تھا، شاہ عباس صفوی نے چاہا تھا کہ میر عماد کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی نسخہ شاہنامہ کا میسر آجائے، اور اس غرض کے لئے اُسنے خوشنویس موصوف کے پاس بطور پیشگی ۷۰ تومان کی رقم ارسال کردی، سال بھر انتظار میں گزر گیا، شاہ نے قاصد بھیجکر معلوم کرایا کہ کام پورا ہوگیا یا نہیں،

میر عماد نے صرف یہ کیا کہ قاصد کو ۷۰ اشعار حوالے کردئے جو انہوں نے شاہنامہ کے آغاز سے تحریر کئے تھے اور فرمایا کہ جو معاوضہ بادشاہ نے بھیجا تھا وہ اتنے ہی اشعار تک لکھنے میں کام آسکا، شاہ عباس صفوی خوشنویس کے اس جواب سے بیحد افروختہ ہوئے اور اشعار واپس کرکے اپنے روپیہ کا مطالبہ کیا، یہ سُنتے ہی میر عماد نے ان اشعار کو کاٹ کر ۷۰ شعروں میں بنا دیا، اور ایک ایک شعر اپنے شاگردوں کو دیدیا، ہر شاگرد نے ایک ایک تومان ادا کردیا، اور اس طرح میر عماد نے شاہی رقم واپس کردی - اس حرکت سے خوشنویس کو اپنی جان دینی پڑی، یعنی اُن کو بادشاہ کے غلام مقصود بیگ نے قتل کر ڈالا -

جناب بہار ستانی کی لائبریری میں میر صاحب موصوف کی وہ تقطیعات ہیں جو اورنگ زیبؒ کی لائبریری میں تھیں، یہ شاہزادوں کی مشق کے لئے تیار کی گئی تھیں، ایک تقطیع کی قیمت سر لوئس ڈین گورنر آپ کو ایک ہزار روپیہ دے رہا تھا، مگر آپ نے اس نایاب شئے کو اپنے خاندان سے کسی قیمت پر بھی علیحدہ نہ کیا، ہم نے انتظام کیا ہے، کہ اُن کل تقطیعات کے بلاک تیار کراکر قسط وار رئیس ہند کے ناظرین کی نذر کریں، تاکہ یہ بے نظیر نایاب تحفہ ملک میں پھیل جائے -

پہاڑی (اُتر کھنڈ) زبان اور سنسکرت

یہ ایک مسلّمہ امر ہے، کہ اَزلی زبان سنسکرت ہے، اِس ہی سے سب زبانیں پیدا ہوئیں، کیونکہ یہ زبان زبانِ الٰہی ہے، کوہستانِ شملہ میں ایک زبان بولی جاتی ہے، جسے آج کل کے ناواقف کوئی غیر زبان قرار دیتے ہیں، میں نے سفر اُتر کھنڈ میں اُن کی زبان کے بہت سے الفاظ ایسے دیکھے جو سنسکرت سے بگڑے ہوئے ہیں اور وہ اِن کی عام بول میں روزمرہ استعمال ہوتے ہیں، اُن کی ایک قسط ادا کی جاتی ہے، محققانِ السنۂ دہر غور فرمائیں۔

(مؤرخ شاہی)

پہاڑی	سنسکرت	اُردو	پہاڑی	سنسکرت	اُردو
ہیش	میکہ	بھینس	جاترا	یاترا	یاترا
تنتو	تنتو	تسمہ	تھیا	پیتا	باپ
مونڈ	منڈ	سر	دوش	دوش	گناہ
کوکر	کوکر	کتا	بھیکو	بھکشو	فقیر
جانو	جانو	زانو	سمدھا	سمی دہا	لکڑی
منیاں	نے	لیجانا	براگ	بیاگھر	نکر دگا (جانور)
ہتو	ہستھی	ھڈی	سیال	شرگال	شغال
سب	سرو	سب	کھیچ	کھشیتر	کھیتی
موتنا	موشا	چوہا	دوار	دوار	دروازہ

پہاڑی	سنسکرت	اُردو	پہاڑی	سنسکرت	اُردو
بریلی	وڈال	بلی	تُو	توا	تُو
شیل	شیل	پتھریل	گری	گری	گہر
گاؤ	گو	گائے	جائے	جائے نے	جانا
مانچھ	مُنش	آدمی	رکھی	رشی	رشی
دیش	دیاش	ملک	دِشا	دِشا	طرف
تیتھے	تتر	وہاں	پرکیشا	پرکشا	جانچ
اِی تے	اتر	یہاں	شیلا	شیت	سردی
کُنجر	کُنجر	ہاتھی	مَل	مَل	مَیلا
سرپ	سرپ	سانپ	ننند	نناند	نند
بیدنی	ویدنا	درد	شوپ	شوپ	چھاج
شر باندھا	شر باندھا	سربند	سُرگ	سورگ	سُرگ
دودھ	دُگدھ	دودھ	گہڑا	گھٹ	گھڑا
آگ	اگنی	آگ	بھات	بھات	پکے ہوئے چاول
پرنا	اوپرنا	صافہ	کشی	کرکشی	کسی
کِھلت	کِھلنا	کسی خورد	پشو	پشو	حیوان (چوپایہ)

کلیاتِ برہمن

یہ مجموعۂ کلام ایک بے نظیر سوانح عمری، زبردست محاکمۂ کلام کے ساتھ تیار ہو چکا ہے، "رئیسِ ہند" کے خریدار صاحبان کا حق فائق تر ہے، اسلئے اس بے بہا مجموعۂ کلام کا جس کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے، اور ملک کے فرقہ وارانہ تعصّبات و فسادات کا قامع ہے، اشاعت آئندہ سے

"رئیسِ ہند"

میں طباعت کا انتظام کر دیا گیا ہے شائقین رسالے کے نمبر محفوظ رکھیں، اور بصورت کتاب یہ اوراق ترتیب دیتے رہیں، اس مجموعہ کی قیمت بہ تفصیل ذیل ہے:۔

زندگانی راسئے رایان عہ - محاکمہ شاعری عہ

کلام دو روپیہ

محصول ڈاک بذمہ خریدار

(چیف نیجر)

لطائفِ شاہی

چٹورپن

دروازے پر کوئی خوانچہ والا بولا نہیں کہ بچے آپے سے باہر ہوئے نہیں۔ معلوم نہیں اِس خوانچے والے کی آواز میں کیا جادو بھرا ہوا ہے کہ بچوں کو ایسا بیکل کر دیتا ہے، دو چار مرتبہ خوانچے والے کو ڈھیل دیکر دیکھ لیجیے پھر روزانہ کا معمول ہو جائیگا، وہی وقت ہوا اور خوانچہ والا موجود، پھر بچے کی وہی ضد وہی رونا، حتیٰ کہ ایک روزانہ کا مستقل محصول بندھ جاتا ہے، اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے مگر خوانچے والے کا پیسہ ضرور دینا ہوگا، خوانچہ والے کی پرورش کرنا حقیقت میں بیجا ضرورت کو بڑھانے کا ایک نہایت سستا طریقہ ہے، جس بچے کو پھیری والے کی عادت پڑ گئی وہ آخر عمر تک اُسکے پھندے سے نہیں بچتا، آجکل خوانچہ والے کا میدانِ عمل مدرسے سے بڑھ کر کوئی دوسری جگہ نہیں ہے، یہاں طلبار کے والدین بھی موجود نہیں ہوتے جو اُن کو مول لینے سے اور زیادہ تر قرض مول لینے سے روکیں، بچہ اور بعد کو بڑا ہو کر مول لینا شروع کرتا ہے اور بعض دفعہ قرض سودا لینے کی مشق بھی کرتا ہے حتیٰ کہ بڑے ہونے تک اُسکی یہ بات مستقل عادت کی شکل اختیار کر لیتی ہے، چٹورپنے کا سب سے بڑا سبب بچے کی مادرِ مشفقہ ہوتی ہے جو اپنے بچے کے آرام کی خاطر اُسکو ہر ضرورت کے واسطے چاہے وہ جا ہو یا بیجا خرچ مہیا کرتی رہتی ہے، ماؤں کا یہ چُھپا چُھپا کر پیسے دیتے رہنا صاحبزادے کا عمر بھر کا کھوج مارتا ہے، میں نہیں کہتا کہ باپ اِس معاملہ میں معصوم ہیں، بعض جگہ باپ بھی شروع کرواتے ہیں، ایک میں زادے کا صرف کھلونوں کا خرچ پانچ روپیہ یومیہ تھا، یہ پانچ روپیہ اُسکو اُسکے مہربان باپ کی جیب سے ملتے تھے، مگر عام قاعدہ یہی ہے کہ مادرِ مشفقہ ہی بچے کو پہلی تعلیم دیتی ہے، خوانچہ والا اکثر مٹھائی فروش

ہوتا ہے، سمجھدار مائیں ہی چیزیں اپنے گھر اُن سے اچھی پکا کر بچے کو بہلا سکتی ہیں۔ زیادہ عمر ہو جانے پر ایک لڑکے جھوٹے دوست چٹورپن کا سب سے بڑا باعث ہوتے ہیں، وہ اُن کو طرح طرح کی کھانے کی چیزوں کے مول لینے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں، وہی دُہی باتوں باتوں میں خوانچے والے کے سامان کی جھوٹی سچی تعریفیں کیا کرتے ہیں حتّٰی کہ مال کی حفاظت نہ کرسکنے والا بچہ اِن ڈاکوؤں کا شکار ہو جاتا ہے،

ایک صاحب جنکی تنخواہ آٹھ سو روپیہ ماہوار تھی اُنکے دو لڑکوں نے جلیبی والے کے آجانے پر جلیبی کی ضد کی، آدھ پاؤ جلیبی لے کر آسکتی تھیں، اور یہ باپ کے واسطے کوئی مشکل بات نہ تھی، مگر ہوشیار باپ جو دونوں لڑکوں کا جیب خرچ پہلے ہی باندھ چکا تھا، اِس بات پر راضی نہ ہوا، کہ خوانچہ والا اُسکا گھر پہچان جائے، اور علاوہ اِس جیب خرچ کے اُسکے اوپر روزانہ کا نیا محصول قائم ہو جائے، جلیبیاں لینے سے انکار کیا گیا، دونوں لڑکوں کے جیب خرچ میں اتنی بچت نہ تھی، کہ خوانچہ والے کو مایوس ہو کر واپس جانا پڑا، یہ اُسکی بڑی شکست اور نیک دل باپ کی پوری فتح ہوئی،

جو لڑکے خوانچہ والے سے زیر ہو جاتے ہیں اُنکو بازار جانا قیامت ہو جاتا ہے، ہر دکان پر اَڑتے ہیں، ضد کرتے ہیں، مچلتے ہیں، ابّا ایک تمنچہ لے دو، اب بلّا لینگے، اب گیند پسند آگئی، چلتے چلتے گڑیا بھی اُٹھالی، کتاب والے کی دُکان پر قدرے سکون ہوا مگر جوتے والے کی دُکان سے بلا جوتا لئے ٹلنا محال ہے، اِن سے ہر طرح کی بحثیں کی جاتی ہیں، محبتیں کی جاتی ہیں، غصّہ دکھلایا جاتا ہے، مگر صاحبزادے مچل گئے، سوت کو بند کرنا اتنا زیادہ مشکل نہیں ہے، جتنا پوری ندی کو روک لینا، شروع میں دل پر تھوڑی سی تکلیف اُٹھا لینے سے بعد کو آرام ہو جاتا ہے، جن بچوں کی اِسوقت نگہداشت نہیں کی جاتی، وہ بڑے ہونے پر اپنی عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں، میں خود چند احباب کے ہمراہ عازم سفر اجمیر شریف ہوا، اجمیر شریف تک تو خیر، مگر جے پور آکر چھ سات جتنے بھی لڑکے تھے سب کا سرمایہ جو ایک جگہ کر لیا تھا وہ ختم ہو گیا، وہ کیوں ؟ ہم لوگوں نے ضرورت اور بے ضرورت خرچ میں تفریق نہ کی، فوری لطف کا خیال کر کے جے پور میں کھانے اور سیر و تفریح میں سب سرمایہ اُڑا ڈالا، اور دہلی پہنچکر علیگڈھ تک کے کرایہ کا انتظام نہ کر سکے، اِسکا لازمی

نتیجہ کیا ہُوا ، قرض لینا پڑا ، وہ صاحب اپنے احباب سے قرض لانے تب علیگڈھ واپس گئے ، ایک چٹورا لڑکا اپنی طبیعت کے سبب سے چٹورپن شروع کرتا ہے ، اُسکی والدہ سے اِس میں مدد ملتی ہے بڑے ہو کر دوست احباب عادت کو فروغ دیتے ہیں ، قرض کا سلسلہ ہوتا ہے حتیٰ کہ چالیس گاؤں کی جاگیر میں سے ایک ایک کرکے نکلنے شروع ہوتے ہیں ، قرضہ کا بار اسقدر زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا ، آخر کو قید ہوتا ہے ، وہاں ۷ روپیہ خرچ خوراک کے واسطے ملتا تھا ، ناکافی ہوتا تھا ، لوگوں کی سعی سفارش سے ۱۲ روپیہ مقرر ہو گئے تھے ، چٹورپن نے وہاں بھی ساتھ نہیں چھوڑا ، دوست ہو تو ایسا ، ہر وقت کے ۷ رکاحاث تھا کہ ہر کے دو قلمی آم ، اور دو دانہ کی مٹھائی ، رہا کھانا سو وہ کسی نے رحم کھا کر اور کچھ وعدہ لیکر اپنے یہاں سے جاری رکھا تھا ، یہ حشر ہُوا چٹورپن کا ،

چٹورپن صرف خوانچے والے سے بلا ضرورت کھانے کی چیز لینے کو نہیں کہتے ہیں بلکہ بلا ضرورت جو چیز خریدی جائیگی وہ چٹورپن میں شامل ہو جائیگی ، پھر یہ بھی ہے کہ لڑکے ہی اس عادت کے واسطے خاص نہیں ہیں ، بڑے ہو جانے پر بھی اس عادت کا رہ جانا ممکن ہے ، اِس واسطے کہ میرے بچے چٹورپن کے عادی نہ ہوں مجھ کو ضرور ہے کہ میں اپنے رویہ سے اُن کو بتلا دوں کہ میں خود چٹورپن سے دُور ہوں . میں خود بلا ضرورت کوئی چیز نہیں خریدتا ہوں ، جب میں ایسا کرونگا تو ضرور ہے کہ میرے احکام کی وقعت بھی ہوگی ، اور میری بات قابلِ سماعت ہوگی ، اگر میرا گھر کباڑ خانہ نہ ہو - اگر میرا مکان بلائے کا گودام نہ ہو ، اگر میرا معدہ پھر یا کھانے کے وقت کے علاوہ پان ، بیڑی ، کباب ، پراٹھے ، چنے ، مُرمُرے ، مٹھائی ، حلوے ، بسکٹ ، نان خطائی ، نارنگی ، امرود کا خزانہ ہو ، تو سمجھ لیجئے کہ چٹورپن کے شیطان نے مجھ پر قابو نہیں پایا ہے ؁

"ذو القرنین"		عبدالواحد - ایم اے

ملکہ ثریا خانم

ملکہ ثریا خانم بھی آفت کی پرکالی ہیں، ماشاء اللہ حقوقِ نسواں کی اِس قدر حامی معلوم ہوتی ہیں کہ کوئی تُرکن خانم بھی اُن کے مقابلہ میں نہیں آسکتی ہے، یہ تو دُنیا پیشتر سے جانتی ہے کہ بتانِ سمرقند و بخارا، ترکانِ شیراز اور دُنیا بھر کے پریزاد آپس میں ایک ہی ہیں، اور کوکیشیا کی جنسِ لطیف جو کچھ بھی سرمایۂ نازو ادا رکھتی ہے، قریب قریب دُنیا کے ہر ایک حسین کو بھی اسیں سے کچھ نہ کچھ حصہ مل چکا ہے، اسلئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے،

پریزاد آپس میں سب ایک ہیں،

آپ فرماتی ہیں، کہ مردوں کے لئے بھی پردہ کا حکم ہے، ماشاء اللہ کیا خوب فرمایا اجی حضور ابھی تو ترقی کی ابتدا ہی ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کا طرۂ امتیاز خواہ مخواہ ہی نہیں ملتا، ہم تو پہلے سے سمجھے بیٹھے ہیں کہ عورت مرد سب برابر ہو کر رہینگے اور سال بھر نہیں تو کم از کم چھ مہینہ ضرور ہی مردوں کو پردہ میں رہنا پڑیگا، کیونکہ اسلام کی مساوات کا ڈنکہ کابل سے مراکش تک بج رہا ہے تو پھر کیا معنی کہ تمام کام نصفا نصف نہ تقسیم کئے جائیں، اگر مرد گھروں میں عورتوں کی خدمت کرینگے تو عورتیں باہر مردوں کے کام آئیں گی اصلی اسلامی مساوات کا احیا ضروری ہے، یہ باتیں اب کٹھ مُلاؤں کے روکے نہ رکیں گی۔

ملکہ ثریا خانم فرماتی ہیں کہ ستر پوشی جس قدر مرد کے لئے ضروری ہے اُسیقدر عورت کے لئے درکار ہے، رہا پردہ اِس کا اِسلام میں کہیں ثبوت نہیں قرآنی آیات صرف اخلاق و تہذیب پر مبنی ہیں، وہ عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں دیتی ہیں، کیا خُوب آپ یہ سمجھ ہیں، آیا کہ ترقی کا مطلب صرف ترکِ اخلاق اور دفع تہذیب پر مبنی ہوتا ہے، لہذا قرآنِ پاک کی وہ آیات جو تہذیب و اخلاق پر مبنی ہوں اس

ترقی کے زمانہ میں منسوخ سمجھے جانے کے قابل ہیں ،

اِس حاشیہ نے اور لگا دی متن میں آگ

ہم نے سُنا تھا کہ اَلدُّنیَا مَزرَعَۃُ الاٰخِرَۃ ، یعنی یہاں اسی قسم کی تخم ریزی کرنی چاہئے جس کے ثمرات سے آخرت میں بہرہ یاب ہو سکیں ، اس لئے بہت ہی ضروری ہو گیا کہ وہ عیش جس کو ہم جنت میں حاصل کرنا چاہتے ہیں ، پہلے اسی دُنیا میں حاصل کر لیا جائے - چنانچہ یورپ والے تو جنتی بن چکے ہیں - اب افغانستان بہشتی بننے کی کوشش کر رہا ہے ، لیکن اندازہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی مولوی اس سارے سلسلہ میں جھاڑو وغیرہ دینے کی خدمت پر مامور رہیں گے ،

ملکہ افغانستان یہ بھی فرماتی ہیں کہ تعلیم کا حصول نہایت ضروری ہے ، اور عورت کی تعلیم ترکِ پردہ بغیر مکمل نہیں ہو سکتی ، کیونکہ تعلیم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ چند کتابیں پڑھا دی جائیں بلکہ بعض عملی تجارب و مشاہدات کی ضرورت بھی لاحق ہُوا کرتی ہے -

ہم کہتے ہیں کہ حضور نے سچ فرمایا - یہ تجربات آپ کو یورپ میں ہوئے ہونگے ، اہلِ یورپ نے تو تعلیم کی تکمیل میں اس قدر غضب ڈھایا ہے کہ شادی کے پیشتر ہی سے عورتوں کو زن و شوئی کے عملی تجارب کی علامہ بنا دیتی ہیں ، بلکہ وہ پیشتر ہی ایک دو بچے ادھر سے یا اُدھر سے جنکر یہ تجربہ کر لیتی ہیں کہ خاوند کے گھر پہنچ کر مجھ کو یہ فرض بھی انجام دینا پڑیگا ، محبت کے عملی تجارب ، ناز و ادا کے فعلی تاثیرات سکھانے کے لئے مدرسوں میں تعلیم دی جاتی ہے ، اس لئے دُنیا کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ اگر مکمل عورت ہوتی ہے تو صرف یورپ کی عورت ہوتی ہے ، اس کے بعد تُرکنوں کا درجہ ہے ، پھر یہ حصّہ بُتانِ شیراز و ایران کو ملیگا - اِس کے بعد افغانستان کا نمبر ہے ، جب کہیں ہندوستان کا نمبر آئیگا +

اور ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہندوستان کی کالی پیلی عورتیں تو پردہ ہی میں رہیں، کیونکہ ان کا بے پردہ ہونا ہمارے لئے شماتت ہمسایہ بھی بن جائے گا، ملکہ ثریا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قومی رسم و رواج اکثر مذہبی احکامات بن جایا کرتے ہیں۔ اِس لئے الہام و وحی کی حقیقت پر پوری طرح روشنی پڑتی ہے، یعنی آسمان والے بھی زمین ہی والوں کے محتاج ہیں، بندوں کے رسم و رواج اور خدا کے احکام اوپر تلے ہوتے رہتے ہیں اگر یہی حقیقت ہے تو مستورات کو جلد از جلد پردہ سے باہر آکر کرکٹ اور فٹ بال کھیلنے کی ضرورت ہے تاکہ تجربے بڑھتے رہیں، عقل سوا ہو اور طاقت کے ساتھ حُسن کی ترقی ملکر مردوں پر حکومت کرنے کی قابلیت کو مزید اضافوں سے مالا مال کر دے۔

اللہ کرے زورِ سخن اَور زیادہ

اب عورتوں کو خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ اُن کی طرفدار ایک ملکہ ہیں جو عورتوں کی امداد کی پوری اہلیت رکھتی ہیں، اِس لئے اب مولویوں کو آنکھیں کھول کر پردہ سے باہر آنے کی ضرورت ہے، ورنہ تمام کھیل بگڑ جائیگا اور عنقریب تمام مُلک میں بے پردگی اور پردہ دری کی درسگاہیں کُھل جائینگی +

اڈیٹر:- مندرجہ بالا نوٹ جسے ایک کٹّر مُسلمان اخبار "روزانہ ریاض" نے چھاپا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی عادات کا اور زبان کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ یہ محض اس وجہ سے درج کیا ہے کہ ہز مجسٹی امیر کابل ہندوستانیوں کی حالت کا صحیح اندازہ فرمالیں کہ جب وہ کسی معمولی بات پر غیظ و غضب میں آتے ہیں، باوصف ہراسترعی اور قانونی عیوب کے بلا دریغ علماء کی پگڑی پر اپنا احمقانہ ہاتھ دراز کرتے ہیں، جہاں ایسی حالت اقوام کی ہو، وہاں کی بہبودی ترقی علوم؟ چونکہ ہمارے انگریزی حضور امیر صاحب بہادر ستوا تر ملاحظہ فرماتے ہیں اسلئے یہ استدعا کیجاتی ہے کہ یہ سطور خصوصیت سے ملاحظہ عالی سے گذرینگی، رئیس ہند بڑی خوشی سے ایسی مزخرافات کا جواب چھاپنے کیلئے ہے +

رئیسِ ہند کلب

(۱) راجہ صاحب بالقابہٗ ریاست ... تحریر فرماتے ہیں، کہ "ہم تاجدارانِ "رئیسِ ہند" کے چندہ یکصد روپیہ کا جدید اعلان روشِ زمانہ کے موافق ہے، آپ سوداگری نہیں، واقعی ہمارا قدردان نہیں ہے، مگر ہم پچھلے سالوں کا چندہ ۵۰ روپے سالیانہ ادا کرینگے، اور آئندہ کو یکصد روپیہ سالیانہ چندہ دیا جایا کریگا ۔ اب آپ بھی رسالہ وقت پر شائع کیا کریں" ، اڈیٹر ۔ آپ کا دِلی شکریہ ادا کرتا ہے، اگر آپ کے تتبع کی ہمارے سب تاجدار تقلید کریں تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے، کہ رسالہ کی اشاعت میں توقف کریں ،

(۲) ... رام صاحب نامہ نگار ریاست جُبّل ، اپنے ناخدا کی طرف سے مطمئن ہیں، اگر آپ کی تلاش ہو رہی ہے تو کوئی فکر نہیں، ہم نے آپ کا ایک مراسلہ شملہ کی ایک معزز ہستی کے پاس بغرض توجہ بھیجا ہے ، اور اسکی صحت کی استدعا کی ہے، اگر کوئی جواب آیا تو پبلک کاز کے لئے جان لڑا دینگے، ہمیں نہ راجہ جُبّل کی پروا ہے اور نہ اُسکی سختگیر پالیسی کی، ہم ضرور پبلک کی خاطر ہر طرح کی قربانی پر آمادہ ہیں،

(۳) موسا رام ریاست مہلوگ کے (شاید) فرضی نام سے ایک مراسلہ تردید خبر ریاست مہلوگ دفتر ہذا میں بذریعہ رجسٹری پہنچا ہے، کہ جس میں اُسنے ہمارے معزز نامہ نگار کی خبر مندرجہ ماہ جون کی عجیب پیرایہ میں تردید کرنا چاہی ہے، اور چند افسران کی قابلیت کا ذکر کیا ہے، اور ظاہر کیا ہے کہ ریاست میں ہر طرح امن ہے، ہم بڑی خوشی سے یہ مراسلہ چھاپتے، مگر یہ غیر ذمہ دار شخص کیطرف سے ہے اور اِس پر کسی کی تصدیق نہیں، بالفرض اگر ریاست کا انتظام اچھا ہے ، تو اِس سے بڑھکر ہمارے لئے خوشی کا کوئی مقام نہیں، ہمارے متقل نامہ نگار صاحب نے جن جن مظالم کا اپنے چار مراسلات مقدمہ میں ذکر کیا ہے وہ

بڑے سنسنی ناک ہیں اس لئے "تا تحقیقات ثانی ہم دونوں کو معرضِ التوا میں رکھ کر خاص ذرائع سے اصلیت معلوم کر رہے ہیں، جو حالت ہو گی بلاشبہ درج رسالہ کی جائے گی،

(۴) ریاست مالیر کوٹلہ سے ...... خاں صاحب نے اخبار پارس لاہور، مورخہ ۲۰ر اکتوبر کا ایک کٹنگ متعلق ریاست مالیر کوٹلہ ارسال کر کے بڑے زوردار دعوے کے ساتھ رئیسِ ہند کو اُس کی نقل چھاپنے پر مجبور کیا ہے، رئیسِ ہند کے دفتر میں اخبار پارس آتا ہے، ہم نے بھی وہ مضمون پڑھا ہے مگر بلا تحقیقات ایسا سخت مضمون چھاپا جانا ہماری پالیسی سے بعید ہے۔ تحقیقات ہو رہی ہے، جلد روشنی ڈالی جائیگی ؛

(۵) ایک نامہ نگار صاحب جموںؔ سے تحریر فرماتے ہیں، کہ خاص جموں میں کسی زمیندار کے گھر ایک "اُچھیا دھاری" سانپ کسی طرح کہیں سے آگیا، اور لڑکا بن کر مویشی چراتا رہا، حسب معمول ایک روز مویشی چرانے جنگل میں گیا، وہاں ایک جوگی سپیلا کی اُس سے آنکھیں دو چار ہوئیں، جوگی سمجھ گیا کہ یہ "اچھیا دھاری" سانپ ہے، اُدھر لڑکے نے بھی سمجھ لیا کہ اُس نے مجھے پہچان لیا، لڑکا فوراً سانپ بنکر وہاں سے بھاگا اور اُسی زمیندار کے گھر آ کر چھُپ گیا، جوگی بھی بھاگا بھاگا ساتھ آیا اور اُس زمیندار سے کہا کہ میرا چور تمہارے گھر میں ہے، زمیندار کے دل پر فوراً خیال آیا کہ یہ جوگی بین نہ بجائے، خواہ جان چلی جائے، یہ خیال آتے ہی اُس نے اُسکو بین بجانے سے منع کر دیا، جوگی سے قصہ بیان کر کے مہاراج سے شکایت کی۔ مہاراج فوراً موقعہ پر آئے اور زمیندار سے پُوچھا، اُسنے کہا کہ میں مر جاؤنگا، پر بین بجانے نہ دونگا مہاراج نے اصرار نہ کیا، اور جوگی کو کہا کہ تم صبر کرو"۔ کیا کوئی صاحب مقیم جموں اس واقعہ کی تصدیق فرما سکتے ہیں ؛

ہمارے حاصل شدہ سوراج

اخلاقِ مجسم رانائے بھجی رئیسِ ہند کے سفیر باتوفیر نے تاجدارانِ کوہستان شملہ کی راجدھانیوں کا دورہ گذشتہ اگست سے شروع کردیا ہے، چنانچہ ان کا دلچسپ سفرنامہ گذشتہ اشاعت سے چھپنا بھی شروع ہوگیا، رانائے بھجی کی نسبت جو اظہارِ خیال ہوا تھا، اب اس کی صداقت کا شہرہ اخبارات میں پھیلا، چنانچہ لاہور کا اخبار پارس اپنی ۹ ستمبر کی اشاعت میں خبر رساں ہے :-

"کوہستانِ شملہ میں بھجی ایک معقول ریاست ہے، جس کا انتظام کورٹ آف وارڈس کے ماتحت ہے، والئے ریاست رانا بیر پال سنگھ ایک ہونہار اور تعلیم یافتہ نوجوان بتائے جاتے ہیں۔ اور جنہیں عنقریب کامل اختیارات ملنے والے ہیں، ریاست کے انتظامات اور رعایا کے ساتھ سلوک کے متعلق بہت سی شکایات سننے میں آتی رہی ہیں، جو غالباً منیجر ریاست کی ذات کی وجہ سے ہیں، ایسے حالات میں ہم چاہتے ہیں کہ جب ریاست کی عنانِ حکومت رانا صاحب کے ہاتھ میں آئے، تو وہ ریاست کی بہبودی کے وسائل پر غور کرنے کے علاوہ رعایا کی بہبودی کا بھی خیال رکھیں۔"

بھیک مانگنا قانوناً جرم ہے ریاست کوٹہ نے بھیک مانگنا، اور بھیک دینا دونوں جرم قرار دیئے ہیں، کاش تاجداران سوشل اصلاح کیطرف متوجہ ہوں +

والسرائے کی دانشمندی نے انگریزوں کی عزت رکھ لی ہماری ریاستوں اور جاگیرداریوں میں اگر کوئی خاص قابلِ اصلاح امر ہے، تو وہ یہی ہے، کہ وہ اپنی خطرناک ضد کی پالیسی پر عمل کرنا اپنی کامیابی سمجھتے ہیں، اگر ذیل کا واقعہ اُن کے لئے سُرمہ بصیرت ہے :-

۲۰ ستمبر کو پنڈت موتی لال نہرو نے اسمبلی میں یہ مسئلہ اُٹھایا کہ اخبارات میں یہ مضامین شائع ہو رہے ہیں کہ گورنمنٹ اور افسرانِ گورنمنٹ کو مسٹر پٹیل پر اعتماد نہیں ہے، اُس وقت ہوم ممبر نے صاف طور سے اِس الزام کو صاف نہیں کیا، اور گول مول مدبرانہ سے خالی فرعونیت کا جواب دیدیا، مگر لارڈ اِروِن نے اِس معاملہ میں اندرونی طور سے دخل دیا، اسپر ۲۱ ستمبر کو اجلاس اسمبلی میں مسٹر کریرا ہوم ممبر نے پریزیڈنٹ سے اجازت لیکر ایک تقریر کی، جس میں بیان کیا، کہ گورنمنٹ کو پریزیڈنٹ پر پورا پورا اعتماد ہے، میں گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اور ہاؤس کے لیڈر کی حیثیت سے اِس بات کا مکرر اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کو اِس بات کا بڑا خیال ہے کہ پریزیڈنٹ اسمبلی کی شان قائم رہے، گورنمنٹ نے مجھ سے یہ اعلان کرنے کا مطالبہ کیا ہے کہ اُسے پریزیڈنٹ پر پورا پورا اعتماد ہے، (یہ اظہارِ ندامت معاف کر دینے کے لئے کافی ہے)؎

اظہارِ افسوس و ندامت

مسٹر کریرا نے کہا کہ ہمیں اُن ممبروں کے ساتھ ملکر جو اِس اجلاس میں موجود ہیں، اُن تمام الزامات اور خیالات پر اظہارِ افسوس و ندامت کرنا چاہئے، جو اخبارات اور دوسرے حلقوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ظاہر کئے جاتے ہیں، کہ جن سے پریزیڈنٹ کی غیر جانبداری کی تحریف ہوتی ہے پریزیڈنٹ اپنی پوزیشن کی حفاظت کے لئے جو کارروائی مناسب سمجھیں وہ کریں، اُس میں گورنمنٹ پوری مدد دیگی، میں اسکا بھی اظہارِ افسوس کرتا ہوں کہ میرے سابقہ بیان سے یہ مسئلہ صاف ظاہر نہ ہوئی، (وائسرائے کی چشم نمائی سے ہوم ممبر کا دماغ درست ہوا)،

کسی مہم کی حوصلہ افزائی نہ کی

گورنمنٹ نے پریزیڈنٹ اسمبلی کے خلاف کسی مہم کی حوصلہ افزائی نہ کی، اگر سرکاری ممبروں نے کوئی ایسے الفاظ کہے ہیں، تو میں اُن کی طرف سے اظہارِ افسوس کرتا ہوں۔ اب گورنمنٹ ایسی تدابیر اختیار کریگی جن سے یہ بات یقینی ہو جائے کہ آئندہ سرکاری ممبر ایسے الفاظ نہ کہینگے،

گورنمنٹ کا فکر

گورنمنٹ کو فکر ہے، کہ پریذیڈنٹ اسمبلی کے اختیار اور شان کو قائم رکھے، میری اور گورنمنٹ کے ممبروں کی یہ دلی خواہش ہے اگر وقتاً فوقتاً ہمارا سیاسی اختلاف چاہے کچھ ہی رہے، مگر ہم سب ملکر اس ہاؤس کی یہ روایت قائم رکھیں کہ یہاں معاملات باعزت طریقہ پر انجام دئے جاتے ہیں، اور پریزیڈنٹ کی ہم سب مدد کریں، جو کہ اس ہاؤس کی تمام پارٹیوں کا قدرتی محافظ ہے،

قرآن مجید اور اغلاط

ہوس زرطلبی تیرا ستیاناس ہو، کہ تو چار پیسہ کی خاطر ایسے ایسے عظیم گناہ نفس کے بندوں سے سرزد کرا دیتی ہے کہ جسے خدا بھی نہیں بخش سکتا، آج کل تمام مسلمانی اخبارات میں دہلی کے علی حسن پر چاروں طرف سے لعن طعن ہو رہی ہے، ایک مسلمانی پرچہ لکھتا ہے کہ آج کل اخبارات میں یہ تذکرہ برابر آرہا ہے کہ علی حسن نے ایک کلام مجید شائع کیا ہے جسے عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا بتایا جاتا ہے، یہ نسخہ اغلاط سے پُر ہے، ہم یہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ خواجہ نے اسکی اشاعت تجارتی نقطۂ نگاہ سے کی ہے، مگر یہ عمل اسکا کسی طرح احسن نہیں (اسکے اور کام کون سے احسن ہیں)۔ بلکہ صریح اور فحش غلطی ہے، ہمیں امید ہے کہ پبلک ایسا غلط کلام مجید ہرگز ہرگز نہ خریدے گی ؛

مہاراجہ بھرتپور کی مشکلات

ایک اخبار نے بالکل سچ لکھا ہے، کہ جہاں ہندوستان کے عیاش، بدچلن، جابر و ظالم حکمران غریب رعایا کے ساتھ شب و روز ظلم و ستم میں کھیلتے ہیں اور خزانے برباد کر رہے ہیں مگر گورنمنٹ کے غلام ہیں، انہیں کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھتا، اُدھر دوسری طرف مہاراجہ بھرتپور ہیں جو محض زیادہ اسراف کی وجہ سے اسد ریجہ معزول و معتوب کئے گئے ہیں کہ حلقۂ حکومت سے نئو میل پر قیام کرنے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں، بے شرمی کے الاؤنس سے مہاراجہ نے انکار کر دیا، گورنمنٹ کو جبکہ زمانہ کے اثر سے خود بھی معترض ہے، ایسے فرمانرواکے ساتھ شریفانہ سلوک کر کے اپنی شہرت کو روسا میں قائم رکھنا چاہئے ؛

شہاب الدین کی واپسی غور

شہاب الدین، پرتھی راج کو قید کر کے غور کیطرف واپس ہوا، پچاس پچاس کوس تک علاقہ کے گھروں کو آگ لگاتا، اِن متفرق وغلّہ جلا اپنے جان نثاروں کے ساتھ نکل جاتے تھے جس سے ملک اُجاڑ و ویران ہوجاتا تھا ۔

شملہ میں شرمناک عیاری

شملہ میں ویرچھتر سال کا ڈراما تھا، پہاڑی راجگان کو لوٹنے کے لئے بطور تحریک فرضی طور پر ایک نقری سگرٹ کیس دیا گیا، جب رانا بیر پال بہادر والئے ریاست بھجی نے دیکھا کہ میرا چُپ رہنا ایک ذلّت ہے، اُسی وقت ایک طلائی انگشتری اپنی طرف سے ایکٹر کو دی، معلوم ہوا ہے کہ یہ سگرٹ کیس اگلی صبح دکاندار کو واپس کر دیا گیا ۔

حکومتِ برطانیہ کی مغلئی شان

چونکہ انگریزوں نے مغلیہ سلطنت کے جاہ و جلال کا چراغ بجھتا ہُوا دیکھا تھا، اسلئے برخلاف انگلستان ہندوستان میں بہت سی باتوں کی نقل کی گئی، اور لطف یہ ہے کہ یہ فضولیات اب تک جاری ہیں۔ حالانکہ تمام ایشیا میں یہ خصوصیات مردود قرار دی جا چکی ہیں، چنانچہ شملہ میں وائسرائے، کمانڈر انچیف، اور گورنر پنجاب کی موٹر یا بگھی کے سوا کسی اور بڑے سے بڑے تاجدار یا گورنر کو چلانے کا اختیار نہیں ہے، یہ ذلّت ہندوستان کا ہر ایک تاجدار نہایت سختی کے ساتھ محسوس کرتا ہے، گورنر پنجاب جس زمانہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ تھا، وہ زمانہ گذر چکا، اب ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب کی پوزیشن گورنر پنجاب سے کم نہیں، لیکن پرانی رسم بد کا کوئی خیال نہیں کرتا،

ریاست نالہ گڈھ کی ابتری

دفتر ہذا میں جسقدر مراسلات نالہ گڈھ کی ابتری اور خرابیوں کے موصول ہوئے ہیں، اُن سے یہ اندازہ لگایا جانا نہایت آسان ہے، کہ راجہ صاحب جلد یا بدیر سخت مشکلات میں مبتلا ہونگے،

اور ریاست کو بھی نقصان پہنچائیں گے، چونکہ ہم رؤسا کے جان نثار ہیں، اِس لئے اِس سے زیادہ اور کیا صاف صاف لکھیں، پچھلے دِنوں خواص زادہ کی رسم منگنی ادا ہوئی، گورمنٹ کے ملازمان سے بھی نذرانہ لیا گیا، پنڈت وراث چند مدیر کو چاہیئے کہ راجہ صاحب کو ایسی مذموم حرکات کے نتائج سے متنبہ کرے، اور ولی عہد کو ریاست میں بلوایا جا کر شریک انتظام کیا جائے ۔

"ریاست" کی خباثت اور تاجدار الور

پچھلے دِنوں "ریاست" کے دفتر کے ایک معتمد نے ہمیں خوشخبری سُنائی تھی، کہ جب سے "مفتون" ریاست پٹیالہ کے پنجہ میں پھنس کر آزاد ہو گیا، اُس نے قسم کھائی ہے کہ آئندہ کسی ریاست یا رئیس کے برخلاف کوئی مصنوعی یا زرطلبی کے لئے کوئی بدزبانانہ یا پراگندہ نہ کریگا، ہمیں بھائی جی کے اِس تیاگ پر شُبہ تھا، کوا روز غلاظت کھاتا ہے اور وُہی اُسے من بھاتا ہے، کیونکہ وہ اُسکی نسلی اور خاندانی غذا ہے، اُس کے بغیر اُس کا گذارہ نہیں ۔

"ریاست" کے تازہ پرچوں سے وُہی تعفّن، وُہی ریاکاری، وُہی غلاظت، اور وُہی ہوسِ زرطلبی کی بُو آتی ہے، مہاراجہ الور کے خلاف کوئی بات نہ ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ وہ ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی نانہ بکواس کرے، یہی امر مہاراجہ پٹیالہ کی توہین پر مبنی ہے، پس اِن رؤسا کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی گدھا اُن کے لات مارے تو اُس کا یہی علاج ہے کہ اُس سے دُور رہے، کیونکہ کوئی بھلے کا دہلا ایسا مل جائیگا کہ اِس مسجد کے مُکے کا مزہ چکھا دیگا ۔

ریاست کپورتھلہ میں بدعملی

رئیسِ ہند نے اپنے معزز نامہ نگار کپورتھلہ کی تحریر گذشتہ اشاعت میں چھاپی تھی، اس کے بعد "نامہ نگار صاحب نے چند عملی کارروائیوں کی روئداد ارسال فرما کر دیگر

حیرت انگیز واقعات کا انکشاف کیا ہے، جس سے قطعی طور پر رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ واقعی ریاست کپورتھلہ میں ڈو عملی کا آغاز ہو چکا، اور پارٹی فیلنگ جلد کوئی رنگ لانے والی ہے، مستحق محروم رہتے ہیں اور زبردست پارٹی غیر مستحقوں کو اُن کے حقوق سے زیادہ فائدہ پہنچاتی ہے، مہاراجہ صاحب کو چاہیئے کہ واپسی ولایت پر، اس تباہ کن پروپاگنڈا کا خاتمہ کردیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ تمام انتظام درہم برہم ہوجائے

نواب رامپور کے اشغال

یو-پی، کے اخبارات جب نواب رامپور کی کوئی بہبودی رعایا کا فعل نہیں دیکھتے تو تشکرات کے جوش میں اُسکے فضول جلسوں اور متفرق تقریبوں پر اخبارات کے کالم سیاہ کرتے ہیں، اب ایسے ایسے جلسوں اور ناچ رنگوں سے رعایا مطمئن نہیں ہوسکتی، ایسے اخبارات کو چاہیئے کہ کبھی کبھی خدا لگتی بھی کوئی خبر لکھ دیا کریں،

خسرو دکن اور مسلمانانِ دہلی

شاہِ دکن دہلی تشریف لارہے ہیں، اس پر مسلمانانِ دہلی دکن کی پرانی سخاوت کے اُبھار پر طرح طرح کی بھول بھلیوں میں اپنے اوقات ضائع کررہے ہیں، ہزار شکر ہے کہ حضور ممدوح نے حکیم صاحب کے نام مراسلہ لکھ کر اُن کی تمام خواہشات کا خاتمہ کردیا۔ ایسے بھوکے آدمیوں کو اب صبر کرنا چاہیئے، اور یہ چاہیئے کہ نظام کی مشکلات کے حل کی کوئی تجویز کریں، اور وہ بھی آئینی شکل میں، اور یہی اُن کے لئے مشکل ہے۔ گذشتہ فیاضیٔ نظام کا صلہ جو شکل غداران دہلی کے ایک مجاور نے حضور کو دیا اُس سے اہلیانِ دہلی کو شرم کھانا چاہیئے،

ڈھینگرا اسٹیٹ اور پٹیالہ

اب تک صاحب ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب نے ڈھینگرا کی تباہیوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اب ہم صاحب موصوف پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ اگر کوٹھی بالوگنج شملہ کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی،

توہم مجبوراً کل واقعاتِ تباہی ریاست حضور والا اسرارتے کے نوٹس میں لائینگے ؛

لونڈے بازوزیر کوہستانِ شملہ کی ریاستوں میں

اُترکھنڈ کے پہاڑی اعلام سے سخت نفرت رکھتے ہیں، کیونکہ یہ نسل قدیم آریاؤں کی ہے، مگر حضرت لوط کی قوم کا اب یہاں دور دورہ ہوگیا ہے، جو خود مفعول بھی ہے اور فاعل بھی، ہمیں ایک نہایت معزز رکنِ خاندانِ شاہی نے معتبر اطلاع دی ہے کہ آج کل کوہ شملہ کی تین ریاستوں میں لونڈے بازوزیر بنے ہوئے ہیں، اِن تینوں کے منجملہ ایک مشرِ موقعہ پر گرفتار ہوئے، اُن کو حکم دیا گیا کہ فوراً نکل جائیں، اور آئندہ کسی پہاڑی ریاست میں ملازم نہ رکھے جائیں، مگر وہ پھر بھی یہاں براجمان ہیں، اور خدا معلوم کن کن شرفا ور ؤسا کیساتھ ایسی علت کے مرتکب ہونگے، صاحب سپرنٹنڈنٹ ہل اسٹیٹس کو جلد توجہ کرنا چاہیئے، اگلے نمبر میں شرمناک حالات چھاپے جائیں گے،

بھائی ارجن سنگھ "باگڑیاں" کی تیشہ زنی مذہبی اوقاف پر

اِس پجاری نے مذہبی اوقاف کو جس بیدردی سے اپنی ذاتی عیش و عشرت کا ذریعہ بنا لیا ہے، اسکے متعلق دفتر ہذا میں آٹھ مراسلے وصول ہو چکے ہیں، اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ شاہی ٹھاٹھ سے رہ کر انگریزوں کو خیرات کا مال کھلا رہا ہے، اگو سدوارہ پربندھک کمیٹی کو چاہیئے کہ اِسکی مقبوضہ جاگیر پر قبضہ کر کے کل آمدنی دھرم ارتھ میں لگائے ؛ (نامہ نگار امرتسر)،

اعلان دفتر رئیس ہند":- ایک زمانہ تھا کہ دربار عالیجاہ کے حضور ایک نایاب تحفے کی قیمت بیان کیجانی سوئے ادب خیال کیجاتی تھی، اِنکی کریمی رحمۃ ادبی کو ملحوظ رکھتے ہوئے رئیس ہند نے تاجداران کے شرح چندے کے متعلق صرف یہ مطالبہ کیا تھا

تحفہ قیمتش گفتم نگاہ ہے تحفہ کمترش گفتم کہ گاہ ہے۔

لیکن افسوس کے ساتھ ظاہر کرنا پڑتا ہے، کہ اِن نکات و رموز کی سمجھنے والی ہستیاں، ہندوستان سے رخصت ہوگئیں، اب تو کھلا سودا ہے، چنانچہ بعض ریاستوں کی طرف سے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے، جو صرف معمولی درجہ کے اصحاب کیلئے تجویز کی گئی تھی، وہ اُسی پر نشست فرما ہونے لگے۔ پس اب یہ اعلان کرنا پڑا کہ تاجداران کے لیے "رئیس ہند" کا چندہ سو روپیہ سالانہ ہے، (چیف منیجر)

نمونہ کا پرچہ مفت

مفت خوری کے پرستار، حقیقی وقائع نگاری کے دشمن، ملک کے بدخواہ آدھ آنہ کا ایک پوسٹ کارڈ، بڑے بڑے امدادی دعووں کے ساتھ دفتر ہذا میں "رئیس ہند" کے نمونہ کیلئے روانہ کرتے ہیں، اور ایسے تمام خطوط اسی وقت چاک کر دئے جاتے ہیں، جو صاحب نمونہ طلب کرنا چاہیں، ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے نمونہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں،

ہمارے قدردان

اگر آپ چاہتے ہیں، کہ "رئیس ہند" ملک کی خدمت بجا لاتا رہے، تو وی - پی یا خط یادہانی کا انتظار نہ فرما کر چندہ جلد روانہ فرمائیں، اکثر احباب وی پی کی سفارش فرماتے ہیں، "رئیس ہند دی - پی کرنا توہین سمجھتا ہے، اسلئے وی - پی کا انتظار نہ کیجئے"

دلخواہ قیمت دیجائیگی

فارسی، عربی، سنسکرت وغیرہ زبانوں کی پرانی کتب اور پرانی دستی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست تاجدار کو ضرورت ہے، جو صاحب ایسی خرید فروخت کرنا چاہیں، خاکسار سے خط وکتابت کریں،

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

ملک میں اخبار نویس تہذیب و اخلاق کے مدعی ہیں، اگر ان کے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں، تو وہ نہ فقط مخرب اخلاق ہی نہیں، بلکہ حیا سوز دیکھینگے، انکی اس طرز روش [illegible] کی طرح [illegible] کی شرمناک خواہش ہے، پس جو اشتہار مخرب اخلاق ہیں انکے متعلق تحریراً [illegible] خط وکتابت کیجئے

(تیجونت رائے چیف منیجر رئیس ہند)

دہلی

مرآۃ الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اُردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے اس کتاب
میں مالداری و مفلسی عزت و دولت عمر طبعی کے رنج و راحت
تجارت کا نفع و نقصان اور بربادی نسل بعد نسل کے
عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبیح
بآسانی معلوم ہو سکتا ہے آئینہ سکندر و یہ جام جم ہے اور
سنسکرت کی پراچین کتابوں کا عطر و زبدہ ہے موزوں نکات
جوتش کا یہ ذخیرہ ہے لمحہ لمحہ سے گھنٹے بنا کر دن سے
رات اور رات سے دن بنا کے آنکھوں سے محبت کا تیل
ٹیکا کر لکھی گئی ہے بے تعداد نقشے انظار ستارگان وغیرہ
کامل محنت سے فراہم کیے گئے ہیں اعلیٰ کاغذ پر خوش خط
چھاپی گئی ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ عہ

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

حکومت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا